يعلمكم الكتب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون

مفتاح کنوز اسرار ربانی مشتمل لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف حقائق ذخیرہ رموز و دقائق تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر
بن کثیر القرشی الدمشقی و تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کے ساتھ مع بہت سے مفید التزامات کی رعایت کی گئی ہے

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

جامع العلوم العقلیة والنقلیة بحر الفنون الفرعیة والاصلیة قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد المبتدعین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ الافاضل
مشہور بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب قبلہ ... باہتمام ... مطبع ...

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں حسن خوبی چھپی

اطلاع ۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ایک کثیر ذخیرہ ہمیشہ فروخت کے لئے موجود رہتا ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے بلا قیمت مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اُن میں بعض کتب اُردو و فارسی و عربی مختلف فنون کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو ۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد میں ۔
کاغذ حنائی عہ
کاغذ سفید گندہ ۔ شے
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمّٰی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲ر
تفسیر سورۂ یوسف ۔ چہار مصرعہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵ر
پنجسورہ مترجم با ترجمہ اُردو ۔ ۲ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط بلا جلد لعہ مجلد سے ر
تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف ۔ عہ ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمّٰی بہ سواطع الالہام یہ کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب تھی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیسے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شعر و جزا کی اصطلاح بے نقط ۔ تفسیر عنوان و قاعدوں کا نام بے نقط ۔ روایات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عرض کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا تھا جیسا سُنا تھا ویسا ہی پایا مطبع کی تمام تر کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جو اہر رقم خوشنویس نے لکھا اور بہت عمدہ چھپا ۔ بلا جلد لعہ مجلد عہ
فتح الخبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی مطبوعہ تحبیر ۔ ۴ر

احادیث اُردو

مظاہر حق ۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد میں ہے حامل المتن یعنے اوّل عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو میں للعہ
تحفۃ الاخیار ۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی ۔ عہ ر
ترجمہ جامع ترمذی ۔ حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری ۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں ۔ جلد اوّل زیر طبع ۔

ایضاً ۔ جلد دوم حسب مراتب بالا ۔ سے ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات میں ۔ عہ بلا و مجلدات زیر طبع

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمٰن بن علی یمنی معروف ۔ عہ
سنن ابی داؤد منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہے کامل دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف زیر طبع
دلائل الخیرات ۔ با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسمائے حسنے معروف ۔ ۸ر
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ۔ ذخیرہ احادیث مولانا غلام یحیٰی ۔ ۵ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمہ اُردو دُرمختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد میں ۱۶ عہ
راہ نجات ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ ۔ ار
مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری ۔ ۵ر

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ

یہ سب رسول ہیں بڑائی دی ہم نے ایک کو ایک سے کوئی ہے

مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ

کہ کلام کیا اللہ نے اور بلند کیے بعض کے درجے اور دی ہم نے عیسیٰؑ مریم کے بیٹے کو نشانیاں کھلی اور زور دیا اسکو روح پاک کے ساتھ اور اگر چاہتا

اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

اللہ نہ لڑتے وہ لوگ جو کہ بعد ان نبیوں کے اُمتی تھے بعد اسکے کہ پہونچے ان کو کھلے حکم ولیکن ان میں پھوٹ پڑی

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ ع

سو کوئی ان میں یقین پر رہا اور کوئی منکر ہوگیا اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو نہ لڑتے ولیکن اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے

تِلْكَ - مبتدا الرُّسُلُ صفتہ وخبرہ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ بتخصیصہ بمنقبۃ لیست لغیرہ - یعنے تلک الرسل مبتدا ہے موصوف ہے اور خبر اسکی فضلنا بعضہم علی بعض ہے المعنے یہ رسول ہیں جنکا یہ مرتبہ ہے کہ ہمنے بعض کو بعض پر فضیلت دی ف اس طرح فضیلت دی کہ بعض کو مخصوص کیا ایسے منقبت سے جو دوسرے کے لیے نہیں ہے - اور اسکا جاننا ہر پیغمبر میں سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر ممکن ہے - ہاں بعض خصائص بتلائے گئے ہیں چنانچہ فرمایا مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ - ان میں بعض وہ کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ف جیسے موسیٰ علیہ السلام - اور حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ آدم علیہ السلام بھی نبی مکلم تھے - وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ اور ان میں سے بعض کے درجات بلند کیے ف وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ باقیوں پر آپ کے درجات بلند فرمائے بایں طور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت رسالت کو عام فرمایا اور نبوت کو آپ پر ختم فرمایا اور آپکی امت کو باقی سب اُمتوں پر فضیلت دی اور کثرت سے معجزات عطا کیے اور خصائص عدیدہ سے اختصاص دیا اور مترجم کہتا ہے کہ آیت کی تفسیر میں یوں کہا جائے کہ بعض کے درجات بلند کیے اور ان عالی مراتب پیغمبروں میں سب سے بلند مرتبہ حضرت سیدنا سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور ہمنے عیسیٰ پسر مریم کو بینات یعنے معجزات ظاہرہ عطا کیے ف اور باوجود ان معجزات کے کہ مردہ کو باذن اللہ زندہ کرتے واندھے کوڑھی کو باذن اللہ اچھا کرتے وما نند اسکے مزید اختصاص یہ کہ - وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ - اور ہمنے اسکو روح القدس یعنے جبرئیلؑ سے تائید وتقویت دی ف کہ جہاں جاتے روح القدس انکے ساتھ رہتے تھے - وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ - ہدی الناس جمیعا - مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ - بعد الرسل ای اممہم - اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ یعنے ہدایت دینا سب لوگوں کو چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ کہ بعد انکے ای بعد رسولوں کے تھے یعنے انکی اُمتیں باہم لڑائی نہ کرتیں یعنے اختلاف یا حقیقی لڑائی کہ عیسیٰؑ کے بعد انکی امت میں فرقے ہوکر باہم قتال کرتے حتی کہ ہر فرقہ مارا گیا حالانکہ اُنھوں نے قتال کیا اس حالت میں کہ - مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ - بعد ازانکہ ان امتوں کے پاس دلائل واضحہ آچکے تھے ف پھر بھی اس طرح باہم لڑمرے کہ آپس میں اختلاف کیا اور بعض نے بعض کو گمراہ قرار دیا - وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا ولیکن اُنھوں نے اختلاف ہی کیا ف بسبب اسکے کہ مشیت الٰہی میں یوں ہی جاری تھا - فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ - پس ان میں سے بعض گروہ تو ایمان پر جما رہا - وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ - اور ان میں سے بعض نے کفر کیا ف بعد ایمان کے جیسے نصرانی کہ بعد مسیح علیہ السلام کے کافر

ہوگئے حتی کہ جو فرقہ یہ کہتا تھا کہ مسیح رسول اور بندہ تھا اسکو سب نے ملکر قتل کیا اور جو بچا وہ غارون وجنگلون مین گم ہوگیا۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔ اور اگر اللہ تعالے کو منظور ہوتا تو نہ لڑتے ولیکن اللہ تعالے جو چاہتا ہی وہ کرتا ہی ف یعنی جسکو چاہتا ہی توفیق دیتا ہی اور جسکو چاہتا ہی خوار کرتا ہی۔ کلم از تکلیم ای کلام کرنا پس کلم اللہ ای کلمہ اللہ۔ یعنے اس سے اللہ تعالی نے کلام کیا اور اس سے صریح ثابت ہی کہ اللہ تعالی کلام کرتا ہی اور یہی مذہب سب اہل سنت وجماعت کا ہی اور سلف وخلف سب اسپر متفق ہین اور انبیاء علیہم السلام نے برابر اسکی خبرین دی ہین لیکن فرقۂ معتزلہ جو فلاسفہ کا جھوٹا کھانے والا ہی وہ اس سے انکار کرتا ہی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت عام ہونے کے یہ معنے ہین کہ تمام دنیا مین قیامت تک جو شخص سنے اسپر واجب ہی کہ آپ پر ایمان لاوے ورنہ کافر مریگا اور آپ سے پہلے انبیا مین یہ تھا کہ نبی خاصۃً ایک قوم کے واسطے مبعوث ہوتا تھا پھر واقع ہوا کہ قولہ ما اقتتل الذین۔ کی تفسیر ما اختلف الذین۔ یعنے باہمی قتال سے مراد باہمی اختلاف ہی کیونکہ اسی اختلاف سے قتال تک نوبت پہونچتی ہی لہذا فرمایا۔ ولکن اختلفوا **مترجم**۔ کہتا ہی کہ اگر انبیا علیہم السلام کی امتون مین قتال مراد ہو جو **شیخ سیوطی** رح نے اختیار کیا تو وہ اسی طرح کہ اختلاف کر کے پھوٹ گئے اگرچہ حقیقۃ لڑائی نہوئی ہو یا اختلاف سبب قتال پیدا ہوا اگرچہ بعض امتون مین قتال نہوا اور بعض مین واقع ہوا جیسے حضرت عیسیٰ کے فرقون مین ہوا اور جیسے امت اسلامیہ مین پھوٹ کے بعد خوارج وروافض وغیرہ اہل السنۃ سے لڑمرے اور قولہ منہم من آمن یعنے ایمان پر ثابت رہا جیسے پیغمبر کے وقت مین تھا اور خوارج وروافض وغیرہ کیطرح پھوٹکر خارج نہوا اور اسمین اشارہ ہی کہ جو شخص وقت اختلاف کے ثابت قدم رہا اسکو ثواب بحال نکوہی اور حدیث مین بھی صحیح ہوا کہ جو شخص اختلاف اور فساد کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ثابت رہا اور اسکو زندہ رکھا تو اسکو سو شہید کا ثواب ہی۔ اور اس مین صریح اہل السنۃ کا حق ہونا نکل آیا کیونکہ یہ لوگ اسی عقیدہ واسی طریقہ پر جمے رہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اور ہرچند خوارج وروافض ومعتزلہ وجہمیہ وغیرہ نے اوہام وشکوک ڈالے مگر یہ لوگ ثابت قدم رہے اور آیت مین صریح دلیل ہی کہ یہ اختلاف ولڑائی موافق مشیت الٰہی عز وجل کے امتیون مین واقع ہونا ضروری ہی۔ اور حدیث مشہور مین ثابت ہوا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ میری امت بھی باہم مختلف ہوجائیگی۔ تو معلوم ہوا کہ جو مشیت الٰہی پہلی امتون مین تھی وہ اس امت مین بھی جاری ہی اور اب یہ معجزہ سامنے آگیا کہ بعد آپ کے کسقدر اختلافات پھیل گئے۔ اگر وہم ہو کہ جب اختلاف موافق مشیت الٰہی ہی تو اللہ تعالے اس پھوٹ پر راضی ہی جواب یہ کہ رضا ومشیت مین فرق ہی چنانچہ شیطان کا اور کفر کا وجود موافق مشیت ہی کیونکہ غیر ممکن ہی کہ اللہ تعالی نہ چاہے پھر واقع ہو لیکن اللہ تعالے کفر سے راضی نہین ہی پس اسنے ہدایت وضلالت دونون پیدا کر کے ہر ایک کا انجام بتلا دیا کہ ہدایت پر اللہ تعالے راضی ہوگا اور کفر پر ناراض ہوگا پس جسنے جو کچھ اختیار کیا اسی کا انجام پا دیگا پس مشیت کے خلاف کچھ واقع نہین ہوسکتا ہی اسواسطے کہ اسکی مملکت مین وہی جاری ہوتا ہی جو اسکی مشیت ہو اور یہان سے معتزلہ کا قول باطل ہی کیونکہ اللہ تعالی نے صریح آگاہ فرمایا کہ اگر چاہتا کہ وہ لوگ باہم نہ لڑین تو نہ لڑتے اور معتزلہ کہتے ہین کہ اس نے چاہا کہ نہ لڑین مگر وہ لڑمرے اور یہ جہالت وکفر ہی **ذکرہ فی المدارک** پھر جاننا چاہیئے کہ تلک الرسل سے بعض نے کہا کہ یہی رسول مراد ہین جنکا قصہ سورہ مین مذکور ہی یا جنکا علم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا پس الف لام عہد کا ہوگا اور بعض نے کہا کہ تمام رسول مراد ہین اور الف لام استغراق کا ہے اور اسکی نظیر دوسری آیت کریمہ ہی کہ فرمایا۔ ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض وآتینا داؤد زبورا [۱]۔ اور **بیضاوی** نے کہا کہ آیت کریمہ اس امر کی دلیل ہی کہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب متفاوت ہین اور **ابن کثیر** رح نے کہا کہ حدیث معراج مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیا علیہم السلام کو مختلف آسمانون پر اپنے اپنے درجہ کے موافق متفاوت دیکھا چنانچہ پارہ پندرہ شروع معراج مین تمام تفسیر بسیط آوے گی قولہ منہم من کلم اللہ **شیخ ابن کثیر** وغیرہ نے ذکر کیا کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کہ ان سے کوہ طور پر کلام فرمایا اور فرمایا وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور جیسے

[۱] اور فضیلت دی ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر اور دی ہم نے داؤد کو زبور ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ سے شب معراج مین کلام فرمایا اور نہایت تقرب کے ساتھ کہ قاب قوسین اوادنی کا وقت تھا اور معراج مین جبرئیل کا واسطہ نہ تھا حتے کہ جبرئیل علیہ السلام وہانتک جانے سے باز رہے تھے اور بیان سے ظاہر ہوا کہ موسیٰ سے کلام کرنے مین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے مین فرق عظیم ہے اور ایسے ہی آدم علیہ السلام سے کلام کیا جیسا کہ حدیث ابوذر مین ہے جو صحیح ابن حبان وغیرہ مین مروی ہے اور مراد کلام کرنے سے بلاواسطہ کلام کرنا ورنہ بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے تو سب انبیا سے واقع ہوا ہے اور قولہ ورفع بعضھم درجات جمہور مفسرین کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین اور لفظ مبہم سے اسواسطے فرمایا کہ ذہن سوائے آپ کے اور کی طرف منتقل نہین ہوتا ہے اور یہ موجب مزید وقعت ہے گویا آپ ہی اس وصف کے واسطے متعین ہین اور کثرت سے روایات انبیاء سابقین سے مثل موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وفواضل مین مروی ہین اور یہی کافی ہے کہ توریت وانجیل مین فضائل جلیلہ موجود ہین اور محی السنہ نے معالم مین اور ابن کثیرؒ نے تفسیر احزاب ومابعد مین کہا کہ کسی نبی کو کوئی آیت نہین دی گئی ہے مگر آنکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل اسکے دی گئی اور اس سے زیادہ دیگر آیات دی گئین مانند شق القمر وحنین جذع آپ کے فراق مین و درختون وپتھرون کا سلام کرنا اور حیوان وبہائم کا کلام کرنا اور سجدہ کرنا اور آپ کی رسالت کی گواہی دینا اور آپ کی انگلیون کے درمیان سے پانی جاری ہونا مثل چشمہ کے وغیر ذلک معجزات وآیات ہین اور ان مین سے ظاہر تر قرآن ہے کہ آسمان وزمین والے اسکے مانند لانے سے عاجز ہوئے پھر حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی ہے انبیاء مین سے مگر کہ دیا گیا وہ آیات سے ایسی چیز کہ ایمان لایا اسکے مثل پر آدمی ورمین جو دیا گیا ہون تو وہ وحی خالص ہے کہ اسکو اللہ تعالےٰ نے میری طرف وحی کیا ہے پس مین امید کرتا ہون کہ قیامت مین میرے تابعین سب سے زائد ہون (الحدیث فی الصحاح) پھر کشمیہنی کی روایت سے بسند جید حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین فضیلت دیا گیا ہون انبیاء پر چھ باتون سے دیا گیا مین جوامع الکلم اور نصرت دیا گیا مین رعب سے اور حلال کی گئین میرے لیے غنیمتین اور کردی گئی میرے لیے تمام زمین جگہ نماز پڑھ لینے کی اور رسول کیا گیا مین تمام مخلوق پر اور ختم کیے گئے مجھ نبی (الصحاح ایضا) اور کمالین مین ہے کہ ابوسعید نیشاپوری نے شرف المصطفی مین کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن خصلتون سے اور انبیاء پر مخصوص کیے گئے ہین وہ ساٹھ خصلتین ہین اور بعض نے **خازن** رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا سے افضل ہین کیونکہ آپ کی رسالت عام ہے لقولہ تعالیٰ ۔ وما ارسلناک الا کافة للناس بشیرا ونذیرا ۔ یعنے ہمنے تو تجھکو تمام سب ہی لوگون پر رسول بنا کر بھیجا کہ انکو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا ہے **شیخ ابن کثیرؒ** نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ مسلمانون مین ایک شخص اور یہودیون مین سے ایک شخص مین باہم کلخپ ہوئی پس یہودی نے اپنی قسم مین کہا کہ نہین بلکہ قسم ہے اس ذات کی جسنے موسیٰ کو عالمون پر برگزیدہ کیا پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اونچا کرکے یہودی کے منھ پر ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ او خبیث اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہودی نذکور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان کی شکایت کی پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم مجھے انبیا پر فضیلت سے مت بیان کیا کرو کہ قیامت کے روز لوگون کو بیہوشی طاری ہو گی پس مین پہلے افاقہ پاؤنگا پس مین موسیٰ کو عرش کے پایہ سے چپٹا پاؤنگا پس نجھے نہین معلوم کہ اسنے مجھسے پہلے افاقہ پایا یا اس سے وہ بیہوشی بدلا کردی گئی جو اسکو کوہ طور پر ہوئی تھی اور ایک روایت مین ہے کہ مت فضیلت بیان کرو انبیا کے درمیان مین پس آیہ کریمہ اور اس حدیث مین کیونکر اتفاق ہے تو اسکا جواب کئی وجہ سے ہے اول آنکہ یہ امر جو آپ نے ارشاد فرمایا کہ فضیلت سے مت بیان کرو یہ پہلے اس سے تھا کہ آپکو وحی سے انبیا مین افضل ہونا معلوم ہو لیکن **شیخ ابن کثیرؒ** نے اس جواب کو ناپسند کیا اور اسکی وجہ **مترجم** کے نزدیک بھی ظاہر ہے اسواسطے کہ یہود کا مغلوب ہونا اس سورہ مبارک کے بعد واقع ہوا ہے اور دوم یہ کہ برسبیل تواضع ہے جیسا کہ فرمایا کہ تم مین سے کوئی مجھکو مت کہو کہ مین یونس بن متی سے بہتر ہون حالانکہ

آپ جانتے تھے کہ مین انبیا سے افضل ہون چنانچہ خود فرمایا ہی انا سید ولد آدم یعنے مین اولاد آدم مین سے سب کا سردار ہون سوم یہ کہ تفضیل سے ممانعت
ایسی حالت مین فرمائی کہ خصومت وجدال کی حالت ہوتا کہ انبیا کے بارہ مین باہم تعصب نہو کیونکہ جسنے کسی پیغمبر کے واسطے تعصب کیا اور دوسرے
پیغمبر کی جناب مین کوتاہی سے نظر کی تو وہ کافر ہوجائے گا بلکہ فضیلت مین یہ امر قطعی ملحوظ رہے کہ ہر پیغمبر کو آفتاب کمال جانے پھر افضل کو اس سے
اوپر آفتاب جانے - اسیواسطے علماے ؒ نے اس مقام کو عوام کے ہاتھ مین نہین دیا کیونکہ وہ ذراسے وسوسہ شیطانی مین کافر ہو جاوینگے اور انکو خبر بھی نہوگی
مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین مولود خوان بہت اس مصیبت مین مبتلا ہوتے ہین - بالجملہ تعصب کی حالت مین ممانعت ہی اور اگر ایسی حالت نہو بلکہ
تحقیق وسلامتی کی حالت ہو تو تفضیل مین مضائقہ نہین ہی چہارم مراد یہ کہ محض اپنی راے اور جانب داری سے فضیلت مت دو - ان تمام جوابون پر
فضیلت دینا موافق آیت کے ثابت رہا اور پھر **ابن کثیرؒ** نے پانچوان جواب نقل کیا کہ یہ مراد ہی کہ باہم انبیا مین تفضیل مت دو کیونکہ یہ مقام اللہ عزوجل
کی طرف راجع ہی تمھارے اختیار مین نہین ہی اور تمپر تو مان لینا اور اسپر ایمان لانا ہی واجب ہی یعنے آیت کریمہ سے اسقدر ثابت ہی کہ اللہ تعالے نے بعض کو
بعض پر فضیلت دی اور وہی جانتا ہی کہ کسکو کس پر فضیلت دی ہی اور تم نہین کسی دوسرے پر تفضیل دے سکتے ہو پس حدیث مین یہی مراد ہی کہ تم مت
کسی کو تفضیل دو اور اس زمانہ مین بعضے لوگ اسی جواب کو پسند کرتے ہین اور کہتے ہین کہ قرآن مین تو یہ خبر دی کہ اللہ تعالی نے انبیا مین سے بعض کو
بعض پر فضیلت دی ہی اور حدیث مین لوگون کو اپنی راے سے تفضیل دینے سے ممانعت ہی پس دونون مین تعارض نہین رہا اور حاصل اسکا یہ ہی
کہ لوگون کو نہین چاہیے کہ کسی نبی کو دوسرے سے افضل کہین حتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی افضل نہین کہہ سکتے ہین **قال المترجم** اس مین شک
نہین کہ آیت کریمہ سے اسی قدر ثابت ہوتا ہی کہ اللہ تعالی نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی اور کلام مجید مین صریح منصوص نہین کہ کون کس سے
افضل ہی اور جب ہم حدیث کی طرف رجوع لاتے ہین تو تفضیل سے ممانعت کی حدیث ملتی ہی مگر قرآن مجید مین قولہ فضلنا مین تفضیل سے تکوین وایجاد
فضیلت مراد ہی یعنے اللہ تعالے نے انکو فضیلت کے ساتھ پیدا کیا ہی اور ہم لوگون کا تفضیل دینا اس معنے سے غیر ممکن ہی بلکہ لوگ تو فقط افضلیت
کی طرف نسبت بیان کرتے ہین اور حدیث مین لا تفضلوا مین فضیلت کی طرف نسبت دینے سے منع کیا گیا ہی پھر دیگر احادیث مین صرف حضرت
محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی عموم افضلیت صحیح ہوئی ہی پس ان احادیث سے ہمکو معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہین اور یہ نصوص صریح
ہین اور ممانعت کی حدیث محتمل تاویل ہی لہذا ائمہ اعلام نے اتفاق احادیث کے لیے حدیث منع مین تاویل کی اور احادیث افضلیت سے محمد مصطفے
صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے قائل ہوئے اور اجماع امت بھی اسی پر ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی انبیا علیہم السلام بلکہ تمام
عالم سے افضل ہین **کما حکاہ الخازن رحمہ اللہ** پس ظاہر ہوا کہ اجماع امت کے برخلاف جو بعض لوگون نے کہا ہی وہ لغو ومردود ہی
اور صحیح وہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے افضل ہین لیکن بہت احتیاط سے باقی سب انبیا علیہم السلام کو کمال ادب کے
ساتھ کامل آفتاب جانتا رہے پھر باقی انبیا علیہم السلام مین بوجہ عدم نص کے ہمکو تفضیل باہمی کا علم نہین اگرچہ عنداللہ تعالے انکے مراتب
مین فرق ہی اور مضائقہ نہین کہ قول اجماعی پر اگرچہ وہ خود حجت قطعی ہی بعض دلائل پیش کرون ازانجملہ محی السنہ کی روایت بطریق کشمیہنی کہ
فضلت علی الانبیاء بست ہی اگر کہا جاوے کہ شاید بعض انبیاء پر ہو تو جواب یہ ہی کہ الف لام سے معہود موجود نہین اور خلاف بلاغت ہی
بلکہ استغراق کا ہی بقرینہ مدح و دیگر احادیث باب کما سیاتی علاوہ برین بعض مراد لینا خلاف ظاہر بلا دلیل ہی تو خلاف ظاہر بلا دلیل جائز نہین ہی
اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے فضیلت دی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیا پر اور آسمان والون پر پس لوگون نے کہا کہ
یا حضرت انکو فضیلت آسمان والون پر کیونکر ہی تو فرمایا کہ اللہ تعالے نے آسمان والون کے حق مین فرمایا ومن یقل منھم انی الہ من

دونہ فذلک نجزیہ جہنم کذلک نجزی الظالمین۔ اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرمایا۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر الآیہ۔ پھر لوگون نے پوچھا کہ انبیاء علیہم السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت کیونکر ہی تو کہا کہ اللہ عز وجل نے فرمایا وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم الآیہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس پس آپ کو جن وانس سب کی طرف رسول فرمایا ہی رواہ الدارمی اور اسکو شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر سورۂ سبا مین ذکر کیا ہی۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اول وہ شخص ہونگا کہ اسکے واسطے زمین شق ہوگی پس جنت کے حلون مین سے مجھے ایک حلہ پہنایا جاویگا پھر مین عرش کے دائین جانب کھڑا ہونگا خلائق مین سے کوئی بھی ایسا نہوگا جو اس مقام پر کھڑا ہو سواے میرے۔ رواہ الترمذی وقال حسن صحیح اور ابی بن کعب سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبہم وصاحب شفاعتہم غیر فخر۔ یعنے جب دن قیامت کا ہوگا تو مین سب نبیون کا پیشوا ہونگا اور انکا خطیب ہونگا اور مین ہی شفاعت کی اجازت چاہنے والا ہونگا اور مین فخر نہین کرتا ہون۔ رواہ الترمذی وقال حسن صحیح۔ اور انسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تمام لوگون مین سے اول ہونگا نکلنے مین جبکہ قبرون سے اٹھائے جاوینگے اور مین ہی انکا خطیب ہونگا جب وفد پہونچینگے اور مین ہی انکا خوشخبری دینے والا ہون گا جب نا امید ہونگے اور لواء حمد اس دن میرے ہاتھ مین ہوگا اور مین اپنے پروردگار کے نزدیک اولاد آدم مین سے اکرم ہون اور فخر سے نہین کہتا ہون۔ رواہ الترمذی وحسنہ اور جابرؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین پانچ چیزین دیا گیا ہون جو مجھسے پہلے کوئی نہین دیا گیا ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مین اسود واحمر کی طرف بھیجا گیا اور میرے واسطے جہاد کی لوٹ کا مال حلال کیا گیا حالانکہ مجھسے پہلے کسی کے واسطے حلال نہین کیا گیا تھا اور زمین میرے واسطے پاک وطہور کیگئی اور سجدہ گاہ کردی گئی پس کوئی شخص ہو اگر اسکو نماز کا وقت آجاوے تو جہان ہو نماز پڑھلے اور نصرت دیا گیا مین دشمن پر رعب کے ساتھ ایک مہینہ کی راہ تک اور دیا گیا مین شفاعت۔ رواہ الشیخان والنسائی اور ایک روایت مین زیادہ کیا اور بھیجا گیا مین جوامع الکلم کے ساتھ۔ اور حذیفہؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضلنا علی الناس بثلث ای ہم فضیلت دیے گئے لوگون پر تین باتون مین یعنے حضرت صلعم پیغمبرون پر اور اُمت والے انکی اُمتون پر جعلت صفوفنا کصفوف الملائکۃ وجعلت لنا الارض کلہا مسجدا وجعلت تربتہا لنا طہورا اذا لم نجد الماء ہماری صفین جہاد مین فرشتون کی صفون کے مانند کیگئین اور ہمارے واسطے تمام زمین سجدہ گاہ کردی گئی اور ہمارے لیے اسکی خاک ظاہر کرنے والی کردی گئی جبکہ ہم پانی نہ پاوین رواہ مسلم اور انسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز مین جنت کے دروازے پر آکر چاہونگا کہ دروازہ کھولا جاوے تو دربان پوچھیگا کہ کون ہی مین کہونگا کہ محمدؐ تو عرض کریگا کہ مین یہی حکم کیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی شخص کے واسطے دروازہ نہ کھولون رواہ مسلم۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث لیلۃ الجن مین فرشتون کا یہ قول روایت ہی کہ ہمنے ہرگز کوئی بندہ ابتک نہین دیکھا کہ جسکو ایسا دیا گیا ہو جیسا اس نبی کو دیا گیا ہی اور اس حدیث کو ترمذی نے بعد روایت کے صحیح کہا ہی۔ اور ابو سعید خدریؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین سردار اولاد آدم ہون قیامت کے دن اور فخر سے نہین کہتا اور میرے ہی ہاتھ مین لواء حمد ہوگا اور فخر سے نہین کہتا اور کوئی نبی خواہ آدم ہون یا انکے سواے ہون سب کے سب میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے اور مین پہلا وہ شخص ہونگا جسکے واسطے زمین شق ہوگی اور فخر سے نہین کہتا رواہ الترمذی وحسنہ۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوے آپکا انتظار دیکھتے تھے پھر آپ نکلے جب قریب انکے پہونچے تو آپ نے سنا کہ وہ لوگ آپس مین باتین کرتے ہین پس آپ نے انکی باتین سنین پس بعض نے کہا کہ کیا خوب ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلوق مین سے ایک خلیل لیا اور ابراہیم کو خلیل بنایا پس دوسرے نے

سلہ اور بھیجا نہین ہمنے کوئی رسول مگر اپنی قوم کا زبان دان تاکہ آیات الٰہی ان تک پہونچادے ۱۲ سلہ اور نہین بھیجا ہمنے تمکو اے محمدؐ مگر تمام مخلوق کی طرف ۱۲ سلہ یعنی عام سب لوگون کی طرف حبش ہون شام ہون روم ہون ۱۲ م

کہا کہ یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں ہے کہ موسیٰ سے بے واسطہ کلام کیا پس تیسرے نے کہا کہ پھر عیسیٰ تو کلمۃ اللہ و روح اللہ ہیں اور چوتھے نے کہا کہ
آدم کو اللہ تعالےٰ نے برگزیدہ کیا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر ظاہر ہوے پس سلام کیا اور فرمایا کہ میں نے تمھارا کلام سنا اور تمھارا تعجب کرنا کہ ابراہیم
خلیل اللہ ہے اور ہاں وہ ایسا ہی ہے اور موسیٰ نجی اللہ ہے اور ہاں وہ ایسا ہی ہے اور عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ ہے اور ہاں وہ ایسا ہی ہے اور آدم صفی اللہ ہے
اور ہاں وہ ایسا ہی ہے اور آگاہ رہو تم کہ میں حبیب اللہ ہوں اور فخر سے نہیں کہتا اور میں ہی قیامت میں لواء حمد اٹھانے والا ہوں اور
فخر سے نہیں کہتا اور میں ہی قیامت میں اول شافع و اول مشفع ہوں اور فخر سے نہیں کہتا۔ اور میں ہی پہلا وہ شخص ہونگا کہ جنت کی کنڈی ہلاؤنگا
پس اللہ تعالےٰ میرے لیے اسکو کھول کر مجھے اسمیں داخل کریگا اور میرے ساتھ فقراے مومنین ہونگے اور فخر سے نہیں کہتا اور میں ہی اکرم الاولین و
الآخرین ہوں اور فخر سے نہیں کہتا رواہ الترمذی والدارمی۔ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ بھیجا گیا میں قرون بنی آدم میں سے ہر سب سے
اچھے قرن میں ایک ایک کرکے یہانتک کہ میں پیدا ہوا جس قرن سے تھا رواہ البخاری۔ اور جابر بن عبد اللہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ میں ہی سرگروہ
مرسلین ہونگا قیامت میں رواہ الدارمی۔ اور احادیث شفاعت میں ایک جماعۂ صالح اس مضمون کا مذکور ہے اور عمرو بن قیس کی حدیث میں ہے مرفوعا کہ میں
ایک بات کہتا ہوں بدون فخر کے کہ ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ تو ہیں ہی اور میں حبیب اللہ ہوں اور قیامت میں میرے ہی ساتھ لواء حمد ہوگا۔ رواہ
الدارمی۔ اور ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ابو طالب ملک شام کو گئے اور انکے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اور اشراف قریش کے گئے پھر جب
بحیرہ راہب پر ظاہر ہوے تو وہ صومعہ سے اترا اور جب ان لوگوں نے وہاں اپنے کجاوے کھولے تو وہ راہب نکلکر انکے پاس آیا حالانکہ یہ لوگ
پہلے بھی اس طرف گذرتے تھے مگر وہ کبھی انکی طرف اپنے صومعہ سے نہیں نکلتا اور نہ التفات کرتا تھا پس اس حال میں کہ یہ لوگ اپنے کجاوے کھول رہے
تھے وہ راہب ان لوگوں کے بیچ میں پھرتا تھا یہانتک کہ نبی صلعم کے پاس آیا اور آپکا ہاتھ پکڑکر کہنے لگا کہ یہ سید العالمین ہے یہ رسول رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ
اسکو رحمۃ للعالمین کرکے بھیجے گا پس قریش کے بوڑھوں نے کہا کہ تونے کیونکر جانا تو بولا کہ جب تم لوگ عقبہ سے ظاہر ہوے تو کوئی درخت و پتھر ایسا نہ تھا کہ سجدہ
میں نہ ہوا اور یہ چیزیں فقط نبی ہی کے واسطے سجدہ کرتی ہیں اور میں اس شخص کو اسکے خاتم نبوت سے پہچانتا ہوں جو اسکی غضروف کتف کے نیچے سیب کے
مانند ہے پھر لوٹ گیا اور ان لوگوں کے واسطے کھانا تیار کیا اور لیکر آیا تو حضرت صلعم اونٹ چرانے گئے تھے تب اسنے کہا کہ آدمی بھیجکر انکو بلواؤ تو جب آپ آئے
تھے تو آپ پر ابر سایہ کیے ہوے تھا پس جب آپ لوگوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ لوگوں نے درخت کا سایہ گھیر لیا ہے پس آپ بھی ایک طرف بیٹھ گئے اور سایہ
آپ کی طرف جھک گیا تو راہب نے کہا کہ دیکھو سایہ کو کہ اسکے اوپر جھک پڑا ہے پس اس درمیان میں کہ وہ راہب انکو کھڑا ہوا قسمیں دلاتا تھا کہ اسکو روم میں
نہ لیجاؤ کہ روم اسکو دیکھکر اسکی صفت سے پہچان کر اسکے قتل پر آمادہ ہونگے پس سر اٹھایا تو دیکھا کہ سات سوار روم کے آتے ہیں پس راہب
آگے بڑھکر انکے پاس گیا اور پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو تو انھوں نے کہا کہ اس مہینہ میں وہ نبی حجازی خروج کرنے والا ہے پس ہر راستہ پر لوگ بھیجے
گئے ہیں اور ہم اس راہ پر بھیجے گئے ہیں تو راہب نے پوچھا کہ تمھارے پیچھے کوئی اور بھی ہے جو تم سے بہتر ہو اور دانستہ ہو تو بولے کہ ہمکو تو یہی خبر دی گئی
کہ اس راستہ پر جاویں ادھر اسکی آمد کی خبر ہے تو راہب نے کہا کہ بھلا جس امر کو اللہ تعالےٰ پورا کرنا چاہتا ہے اسکو کوئی رد کرسکتا ہے بولے کہ نہیں تو
کہا کہ پھر اس سے بیعت کرو اور اسکے ساتھ رہو پھر راہب نے کہا کہ میں تمکو قسم دلاتا ہوں کہ اسکا ولی کون ہے تو بولے کہ ابو طالب ہے پس راہب برابر
اسکو قسم دلاتا رہا یہانتک کہ ابو طالب نے نبی صلعم کو واپس کیا اور ابوبکر نے آپ کے ساتھ بلال کو بھیجا اور راہب نے انکو کعک و روغن زیتون زاد راہ دیا
ہکذا رواہ الترمذی وحسنہ بجاے بلال کے دوسرے غلام خدیجہ ہیں پس یہ احادیث و آثار صریح ہیں کہ حضرت صلعم افضل جمیع ہیں پس بعض لوگوں سے عجب ہے
کہ باوجود صحت اسقدر احادیث کے تفضیل دینے سے منع نکالتے ہیں حالانکہ جمیع سابقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں افضل ہونے کا اطلاق

کیا اور یہی صحیح ہی واللہ تعالے اعلم اور اگر یہ مطلب ہی کہ رفع بعضہم درجات کی یہ تفسیر بالرائے ہی منصوص نہین ہی تو جواب یہ کہ نہین بلکہ ماثور ہی اسواسطے کہ
دلائل نقلی موجود ہین پھر راے سے تفسیر کہان ہی و قولہ ولکن اللہ یفعل ما یرید یعنے جو چاہتا ہی کرتا ہی اسپر اسکے ملک مین کوئی اعتراض نہین ہی اور روایت ہی کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے ایک شخص نے تقدیر کا سوال کیا تو فرمایا کہ راہ تاریک ہی تو اس مین مت چل پھر اسنے دوبارہ سوال کیا تو فرمایا کہ بڑا گہرا سمندر ہی
تو اس مین مت گھس پھر اسنے تیسری بار سوال کیا تو فرمایا کہ یہ اللہ تعالی کا بھید ہی کہ تجھپر پوشیدہ ہی تو اسکی تفتیش مت کر **قال المترجم** اسمین اشارہ ہی
کہ اہل ایمان کامل اس بھید سے مجمل واقف ہوجاتے ہین اور انکو اطمینان ہوجاتا ہی اور ابتدائی لوگون پر خفی ہوتا ہی اور اسمین بحث کرنا عقل سے باہر ہی اور
سخت گمراہی کا خوف ہی اور جو شخص کہ قدر پر ایمان نہ لایا وہ شریر بدبخت ہی اور اسپر کفر کا اطلاق کیا گیا اور یہ حدیث ابن عمر مین مصرح ہی کما رواہ مسلم وقال
الشیخ فی العرائس قولہ تعالی تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض **شیخ ابوبکر فارسی صوفی** رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے ہر ایک چیز کو یون ہی پیدا فرمایا ہی
کہ ان مین باہم فضیلت ہی اور ان کی مقدارین باہم متفاوت ہین یہانتک کہ رسولون کے حق مین بھی اللہ عزوجل نے فرمایا ہی کہ تلک الرسل فضلنا
بعضہم علی بعض تاکہ اس سے لوگون پر مخلوق کا ناقص ہونا اور اللہ عزوجل کا کامل ہونا معلوم ہوجاوے کہ جب انبیا مین یہ کیفیت ہی تو دوسرون کا کیا ذکر ہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ

اے ایمان والو خرچ کرو اس مین سے جو ہم نے تمکو رزق دیا ہی پہلے اس سے کہ آوے وہ دن جس مین نہ خرید و فروخت ہی اور نہ دوستی اور نہ سفارش

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

اور کفر کرنے والے وہی گنہگار بندے ہین

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ هو يوم القيامة الكبرى - لَّا بَيْعٌ فداء فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ
صداقة تنفع - ای ایمان والو جو ہمنے تمکو رزق دیا اس سے خرچ کرو قبل از آنکہ ایسا دن آوے کہ اسمین بیع نہین یعنی فدیہ قبول نہین اور نہ دوستی نفع دیوے
یعنے اس دن کوئی دوستی خلاف رضاے الٰہی عزوجل کے کارآمد نہوگی - وَّلَا شَفَاعَةٌ بغیر اذنہ - اور کوئی شفاعت نہین ہی یعنے بدون اللہ تعالی کی
اجازت کے کسی سے سفارش ممکن نہوگی اور یہ دن وہ قیامت کا روز ہی کوفیین نافع و ابن عامر کی قراءۃ مین بیع و خلة و شفاعة تینون کو رفع ہی اور
ابن کثیر رح و اہل بصرہ کی قراءۃ مین سب کو نصب ہی وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ - اور اللہ تعالی یا اسکے فرائض سے انکار کرنے والے یہی ظالم لوگ
ہین ف اسوجہ سے کہ امر الٰہی کو بے جگہ صرف کرتے ہین اور یہی ظلم ہی کہ کسی چیز کو اسکی جگہ سے خارج رکھا جاوے معالم مین ہی کہ سدی رح نے کہا کہ مراد
انفاق سے زکوٰۃ مفروضہ ہی لیکن نفل خیرات شامل نہین ہی اور **زمخشری** نے کہا کہ اسپر دلیل یہ ہی کہ آخر مین اسکے ترک کرنیوالے پر وعید ہی کہ فرمایا والکافرون
هم الظالمون - اور اسی کو **مفسر سیوطی** رح نے اختیار کیا ہی اور معالم مین کہا کہ غیر سدی نے کہا کہ مراد انفاق سے نفل خیرات ہی اور بعض نے کہا کہ مراد
یہان فرض و تطوع دونون کو شامل ہی اور **قرطبی** رح نے کہا کہ اس تاویل پر جسوقت جہاد واجب ٹھہرے تو اسوقت انفاق مذکور واجب ہوگا اور جسوقت
ایسا نہو اسوقت مستحب ہوگا اور اس قول کی معنے یہ ہین کہ مثلاً کافرون نے مسلمانون کی کسی سرحد پر حملہ کیا اور وہ لوگ انکے دفع کرنے پر قادر ہین
مگر انکے پاس خرچ نہین ہی تو قریب والون پر واجب ہوگا کہ انکو خرچ دین فتدبر اور **ابن کثیر** رح نے انفاق نفل اختیار کیا چنانچہ کہا کہ اللہ تعالی نے بندونکو
راہ خیر مین انفاق کا حکم دیا تاکہ اس سے اپنے پروردگار کے پاس ثواب جمع کرین اور حکم دیا کہ انکو چاہیے کہ ایسا کرنے مین جلدی کرین اپنی زندگی دنیا مین
قبل اسکے کہ آوے قیامت کا روز کہ نہ اس مین بیع ہی اور نہ خلت اور نہ شفاعت **قال المفسر** یعنے نہ فدا ہی پس فدا کو بیع فرمایا اسواسطے کہ اپنی
جان کے خریدنے کو مال دیکر فدا کرتے ہین پس ہان مطلق بیع کی نفی کردی جس سے یہ بھی منفی ہوگیا یعنے کسی سے فدیہ نہین لیا جائیگا اگرچہ زمین بھرکر

سونا ئے آوے باوجودیکہ محال ہے اور علمانے فرمایا ہے کہ نصوص دلالت کرتے ہین کہ مومنون کے درمیان خلت اور شفاعت باجازت الٰہی ثابت ہوگی پس یہان جو علی العموم نفی فرمائی ہے یہ عام مخصوص ہے اور کہا گیا کہ لاتنفعہم شفاعۃ الشافعین۔ کافرون کو شفاعت نافع نہوگی۔ اس سے نکلتا ہے کہ مسلمانون کو شفاعت فائدہ دیگی اور قولہ والکافرون ہم الظالمون مین کہا گیا کہ ابتدا اپنی خبر مین محصور ہے اور یہ قواعد بیان سے واضح ہے اسواسطے کہ ہم ضمیر منفصل ہے تاکید ہے اور یہ نہین ہے کہ ظالمون وہی کافرون ہون یعنے اسکا عکس کلی نہین ہے یعنے یہ نہین ہے کہ جو حکم الٰہی مین گناہ کرے وہ کافر ہے تاکہ لازم آتا کہ گنہگار مسلمان بھی کافر ہین اسلیئے کہ چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہے پس جسنے حکم الٰہی کی فرمانبرداری نہ کی اسنے اپنی جان پر ظلم کیا جیسے کافر کرتے ہین کہ اپنی جان کو دوزخ مین جلاتے اور اسپر ظلم کرتے ہین بلکہ کافرون ہی کو ظالمون مین محصور کیا ہے اور اسی سے عطاؒ سے مروی ہے کہ حمد وثنا ہے اس پروردگار کو جسنے فرمایا کہ والکافرون ہم الظالمون اور یون نہین فرمایا والظالمون ہم الکافرون رواہ ابن ابی حاتم

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

اللہ اسکے سواے کسی کی بندگی نہین جیتا ہے سب کا تھامنے والا نہین پکڑتی اسکو اونگھ نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین مین ہے

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ

کون ایسا ہے کہ سفارش کرے اسکے پاس مگر اسکے اذن سے جانتا ہے جو خلق کے روبرو ہے اور جو انکے پیچھے اور وے نہین گھیر سکتے

بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ

اسکے علم مین سے کچھ بھی مگر وہ جو چاہے گنجایش ہے اسکی کرسی مین آسمانون اور زمین کو اور نہین تھکاوٹ دیتا ان دونون کا تھامنا

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○

اور وہی ہے اوپر سب سے بڑا

اَللّٰهُ۔ اللہ تعالےٰ موجود ہے۔ لَآ اِلٰهَ۔ لامعبود بحق فی الوجود۔ یعنے ہستی مین کوئی معبود برحق نہین ہے ف اگرچہ مشرکین اپنے زعم مین معبود باطل بناتے ہین لیکن معبود حق کوئی نہین۔ اِلَّا هُوَ۔ مگر وہی اللہ موجود ہے۔ اَلْحَيُّ۔ الدائم البقا ہمیشگی کے بقا والا۔ اَلْقَيُّوْمُ۔ المبالغ فے القیام بتدبیر خلقہ۔ اپنے مخلوق کی تدبیر کے ساتھ قیام کرنے مین بہت کامل۔ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ۔ نہین آتی اسپر اونگھ وَّلَا نَوْمٌ۔ اور نہ نیند ف اللہ تعالےٰ کی شان مین یہ جسمانی عوارض کا وجود محال ہے لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ اسی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے ف یعنے جو کچھ ان دونون مین ہے سب اسی کا ہے باعتبار ملک و باعتبار خلق و باعتبار بندہ ہونے کے یعنے سب اسکے مخلوق مملوک بندے ہین۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ۔ وہ سفارشی کون ہو یعنے ای لااحد کوئی نہین ہے کہ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ۔ اسکے یہان سفارش کرنے پر جرأت کرے اِلَّا بِاِذْنِهٖ لہٗ یا مگر باجازت دینے اللہ کے ف اس شخص کو سفارش کرنے مین۔ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ۔ اللہ تعالےٰ کے لیے ہے جو انکے سامنے ہے ف یعنے مخلوق کے سامنے موجود ہے اور وہ دنیا ہے۔ وَمَا خَلْفَهُمْ۔ اور جو کچھ مخلوق کے پیچھے ہے ف یعنے اوٹ ہے اور وہ آخرت سب اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہے۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ۔ اور اسکے علم سے مخلوقات کچھ بھی احاطہ نہین کرتی ف یعنے نہین جانتے ہین کسی شے کو اسکی معلومات مین سے اور یہ مراد نہین کہ احاطہ نہین کرسکتے ہین اگرچہ جانتے ہون کیونکہ در واقع مخلوقات تو معلومات الٰہی مین سے کچھ نہین جانتے۔ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ ان یعلمہم بہا باخبار الرسل مگر وہی چیز کہ چاہا ہے کہ آگاہ کردے ف یعنے مخلوق صرف اسی چیز کو جان گئے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولون کے ذریعہ سے انکو بتلائی تو جیسے بتلائی اسی قدر جانتے ہین۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اسکی کرسی نے آسمانون وزمین کو احاطہ کیا ف بعض نے اسکے یہ معنے بیان کیے کہ گھیر لیا اسکے علم نے آسمانون و زمینون کو۔ اور بعض نے یہ معنے بیان کیے
کہ احاطہ کر لیا اسکے ملک نے ان دونون کو اور بعض نے فرمایا کہ کرسی بعینہ مشتمل ہے ان آسمانون و زمین کو کیونکہ حدیث مین ہے کہ نہین ساتون آسمان اندر
کرسی کے مگر ایسے کہ جیسے سات درم ڈال دیے گئے ایک ڈھال مین وَلَا يَؤُدُهٗ ثقلہ۔ گران نہین ہوتی اسکو۔ حِفْظُهُمَا ای السموات
والارض آسمانون وزمین کی حفاظت ف بلکہ نہایت آسانی سے اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین اگرچہ کرورون پیدا کردیے۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ
اور وہی علی ہے ف یعنے اپنی مخلوق پر متعالی ہے ساتھ قہر کے۔ الْعَظِيمُ۔ الکبیر۔ بڑے مرتبہ والا ہے۔ ف یہ آیت کریمہ قرآن مجید کی ان آیات
مین سے ہے جنکے فضائل بہت ہین اور عنقریب انشاء اللہ تعالے بعد تحریر تفسیر کے اسکے فضائل و عجائب لکھے جاوینگے ابن کثیر رحمہ اللہ نے
بیان فرمایا کہ اس آیت کریمہ مین دس مستقل جملے ہین (۱) اللہ لا الٰہ الا ہو یعنے نہین کوئی معبود برحق وجود مین مگر وہی بلکہ مترجم کہتا ہے کہ اسکے یہ معنے
ہین کہ سوائے حق تعالیٰ کے کوئی الوہیت والا نہین ہے۔ اور یہ اخبار ہے کہ تمام خلائق کے واسطے الٰہیت مین وہی متفرد ہے اور قولہ الحی القیوم یہ دونون خبر
ثانی و ثالث ہین کیونکہ ضمیر ہو کی صفت نہین ہوسکتی ہے اسلیے کہ صفت کو موصوف ظاہر چاہیے اور ضمیر موصوف نہین ہوتی ہے یا مبتداے محذوف کی خبر
قرار دی جاوین اور الحی چونکہ اسکو کہتے ہین جو زندہ ہو اور اسکا تصور جناب باری تعالے مین نہین ہوسکتا لہذا اسکے لازم سے تفسیر کی گئی یعنے
دائم البقا اور بعض نے کہا کہ الحی وہ کہ امور کا متصرف ہو اور اشیاء کی تقدیر کرنے والا ہو اور ابن جریر رح نے ایک جماعت سے نقل کیا کہ جسطرح
اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو حی سے وصف کیا ہے ایسا ہی رکھا جاوے اور اسکو تسلیم کیا جاوے باینطور کہ وہ زندہ ہے نہ مانند زندگی مخلوقات کے
بلکہ مخلوقات کو جو زندگی حاصل ہے یہ اسکی صفت حیات کا پرتو ہے اور یہ قول اسلم ہے اور القیوم یعنے نہایت مبالغہ سے قیومی کی صفت والا ہے اگر کہا جاوے کہ
اللہ تعالیٰ کی شان مین مبالغہ نہین ہوسکتا کیونکہ مبالغہ تو ایسی چیز مین متصور ہے کہ وہان کمی بیشی ممکن ہو جواب یہ کہ مراد یہ ہے کہ اپنی مخلوق کی تدبیر و حفاظت
مین ایسے کمال سے قائم ہے کہ وہ خلق کے نزدیک مبالغہ تصور ہوتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے صفات مین فی نفسہ کوئی مبالغہ نہین ہے یا جن چیزون کو قائم
رکھتا ہے انکی کثرت و بے شمار ہونے کی وجہ سے قیوم فرمایا ہے اور بعض نے کہا کہ قیوم وہ کہ خود بذاتہ قائم ہو اور غیر کا قائم رکھنے والا ہو اور عمر رض و ابن مسعود رض وغیرہم
سے القیام کی قراءۃ آئی ہے اور قیوم و قیام دونون صیغہ مبالغہ ہین اور بعض نے ذکر کیا کہ قیوم عرب کے نزدیک زیادہ معروف ہے شاید زمانہ اسلام سے
پہلے کم معروف ہوگا اور بعد کو زیادہ معروف ہوا اور بناء صیغہ کی راہ سے بے شبہہ قیوم افصح ہے (۲) لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔ قیومیت پوری ہونے مین سے
ہے کہ قیوم کو سنۃ و نوم نہو پس یہ قیوم کی تعلیل کے مانند ہے یعنے قیوم اسوجہ سے کہ اسکو اونگھ و نیند نہین لے سکتی اور جمہور کے نزدیک سنۃ یعنے اونگھ ہے یعنے
نیند سے پہلے اعضاء کا ڈھیلا پن اور آنکھون کا بند ہوجانا پھر جب اثر اسکا باطن تک پہونچا تو نیند آجاتی ہے اور مراد یہ ہے کہ او تعالیٰ سبحانہ پر اونگھ و نیند کچھ
بھی طاری نہین ہوتی ہے اور در اصل یہ اسکے امکان کی نفی ہے یعنے یہ ممکن ہی نہین ہے چنانچہ حدیث مین ابو موسیٰ رض سے روایت ہے کہ ہم مین رسول اللہ
صلعم خطبہ پڑھنے کھڑے ہوے پانچ کلمات سے پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل سوتا نہین اور نہ سونا اسکے لائق ہے تا آخر حدیث رواہ مسلم۔ اور سنۃ کو
نوم پر مقدم کیا کیونکہ وہ وجود مین مقدم ہوتی ہے و علی ہذا وارد ہوتا ہے کہ جب مقدم ہی ندارد ہے تو جو اسکے بعد ہے وہ بطریق اولے نہ پایا جائیگا و امام
رازی نے جواب دیا کہ مراد یہ ہے کہ اونگھ ہی اسپر طاری نہین ہوسکتی تو نوم کہان سے آسکتی ہے اور پوشیدہ نہین کہ جواب ضعیف ہے اور بعض نے جواب دیا
کہ یہان نفی ابتدائی و انتہائی سب کی نفی بترتیب وجودی منظور ہے یعنے اونگھ ندارد جو اول آتی ہے اور نیند ندارد جو آخر آتی ہے۔ اور یہ جواب بھی کچھ نہین
اسواسطے کہ جب اول ہی نہو تو آخر کہان سے ہوگا اور اولیٰ جواب یہ ہے کہ لا تاخذہ مین معنے غلبہ کے ہین جیسا کہ شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین اسطرف
اشارہ کیا ای لا تغلبہ سنۃ پس معنے یہ ہین کہ نہ اسپر اونگھ کو کچھ قابو ہے اور نہ اونگھ سے بڑھکر نوم کو کچھ قابو ہے اسی واسطے لا نوم بتکرار حرف لا فرمایا کہ سنۃ

سے بڑھکر جو چیز فنا ہونے والی ہے اسکی بھی مستقل نفی ہے اور حاصل یہ ہے کہ اللہ عزوجل ایسا قیوم پاک ہے کہ قیومیت کمالیہ اسی کو سزاوار ہے کہ اسکی شان کے گرد کوئی
نقص نہ غفلت نہ ذہول کچھ بھی نہیں پھٹک سکتا کہ قیومیت و تدبیر و حفظ خلق میں کچھ خلل پیدا کرے سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح - اور
آگاہ رہنا چاہیئے کہ عبدالرزاق وابن جریر نے ابن عباس سے موقوفاً و ابن جریر نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضرت صلعم منبر پر فرماتے تھے
کہ موسیٰ کے دل میں خیال آیا کہ بھلا اللہ تعالےٰ سوتا ہے کہ نہیں تو اللہ تعالےٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جسنے موسیٰ کو تین رات دن جگایا پھر ظاہر میں آکر ان کو
دو پتلی شیشیاں دے گیا اور حکم کر گیا کہ خبردار انکو حفاظت سے رکھنا پس موسیٰ نے نیند میں جھونکے کھانے شروع کیے قریب ہوتا کہ شیشے لڑجاویں
پھر چونک جاتے یہانتک کہ ایک بار کچھ نیند میں آگئے کہ دونوں ہاتھ لڑ گئے اور دونوں شیشیاں ٹوٹ گئیں پس اللہ عزوجل نے ایک مثل بیان فرمائی
کہ اگر اللہ تعالیٰ سوتا تو آسمان و زمین کو کون تھامتا (اسکی اسناد ضعیف ہے اور آیندہ عشرۂ اخیر میں آویگا) **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بنی
اسرائیل کی باتیں ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکا ثبوت کچھ نہیں ہے اور یہ صریح معلوم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نبی اولوالعزم پر ایسی بات نہیں
پوشیدہ ہو سکتی ہے اور **ابن ابی حاتم** نے روایت کی بنی اسرائیل نے موسیٰ سے پوچھا کہ بھلا تمھارا پروردگار سوتا ہے تو موسیٰ نے فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالیٰ
سے ایسے گستاخ کلمے مت کہو پھر اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کو وحی کی کہ تجھسے پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار سوتا ہے تو دو پتلی شیشیاں لے اپنے ہاتھ میں اور
شب کو قیام کر پھر انکے ٹوٹنے کو ذکر کیا قریب قریب ویسے کے جیسا ابھی گذرا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ سب بنی اسرائیل نادانوں کی باتیں ہیں جنکو عرفان ایمانی
بہرہ نہ تھا اور انبیاء علیہم السلام پر ایسی بندشیں باندھا کرتے تھے واللہ تعالےٰ اعلم (۲۳) لہ ما فی السموات والارض اخبار ہے کہ سب کے سب اسکے
بندے ہیں اور اسکی ملک ہیں اور اسکے غلبۂ قدرت کے زیر حکومت ہیں مانند قولہ ان کل من فی السموات والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا یعنی کوئی آسمان
و زمین میں نہیں مگر آنے والا ہے رحمٰن کے پاس بندہ ہو کر اور لام لہ میں تمر کا ہے یا ملک کا یا ایجاد کا یعنی اسی کے مقہور یا مملوک یا مخلوق ہیں اور لفظ ما میں
تغلیب غیر ذوی العقول کی ہے پس ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول ہوں جو کچھ ہے اسکے ملک و مخلوق و عبید ہیں اور اس میں مشرکوں کا رد ہے جو ستاروں
یا بتوں وغیرہ کو پوجتے ہیں کیونکہ وہ مخلوق ہیں مثل پوجنے والے کے اور عبادت کیے جانے کی لیاقت نہیں رکھتے ہیں (۲۴) من الذی یشفع عندہ
الا باذنہ کوئی نہیں ایسا جو اسکے نزدیک سفارش کرے بدون اسکی اجازت کے پس بہتیرے بت پرست جو زعم کرتے ہیں کہ ما نعبدہم الا لیقربونا
الی اللہ زلفی ہم ان بتوں کو اسواسطے پوجتے ہیں کہ خداے تعالےٰ کے نزدیک ہمکو تقرب دلادیں - انکا خیال باطل ہے کیونکہ وہاں بدون رضا
حق کے کسی کو ہیبت و جلال سے بولنے کی مجال نہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے کافروں سے راضی نہیں کہ جو اسکے سوائے کسی دوسرے کی عبادت کریں
اسلیے کہ عبادت جناب باری تعالیٰ کے واسطے خاص ہے وقال تعالیٰ کم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتہم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن
یشاء ویرضی - بہتیرے فرشتے آسمانوں میں ہیں کہ کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی انکی سفارش مگر بعد اسکے کہ اجازت دے اللہ تعالےٰ جس شخص کے
واسطے چاہے اور راضی ہو - اور احادیث بدرجۂ تواتر پہونچی ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت عطا فرمائی اور قیامت
میں اجازت ہوگی اور چونکہ وعدۂ الٰہی خلاف نہیں ہوتا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا یقینی ہے اور صحیح ہوا کہ آپ کی شفاعت ایسے
مسلمانوں کے لیے بھی ہوگی جو گنہگار ہیں اگرچہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوے ہوں اور اگرچہ بغیر توبہ کے مرگئے ہوں لیکن بمشیت و رضائے الٰہی اور
یہ اللہ ہی کو دکھیے کس کے واسطے مقدور نصیب ہو اسی واسطے مسلمانوں کو دعا تعلیم کیگئی کہ بعد اذان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
وسیلہ عطا کرنے کی دعا مانگیں تاکہ انپر شفاعت نزول کرے اسیواسطے اپنے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہم گنہگار بندوں کو آپکی شفاعت روزی
کرے اور حدیث صحیح میں ہے کہ وسیلہ ایک درجہ ہے جنت میں کہ وہ سوائے ایک کے اور کسی کو نہیں ملیگا اور حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا

درجۂ اعلیٰ کی اپنی ذات مبارک کے واسطے امید کی ہی اسواسطے کہ تمام فضیلت آپ ہی کو ہی اور حدیث مین ہی کہ جسنے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اسپر میری
شفاعت نازل ہوگی اور اذان کے بعد قبولیت دعا کا وقت ہی اسیواسطے دعاے اذان جو ماثور ہی اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ الخ اس مین
یہی دعا ہی اور یہ جو مین نے ذکر کیا ہی تمام اہل سنت کا مذہب ہی اور فرقہ معتزلہ و خارجی وغیرہ اسکے مخالف ہین ولیکن یہ جان لینا چاہیئے کہ جو شخص شرک مین
پڑا اگرچہ مسلمان کہلاتا ہو وہ مسلمان نہین رہا کیونکہ ایمان تو اعتقاد ہی اور جب اسنے سیتلا پوجی اور جانا کہ ایسا کرنے سے یہ میرے بچہ کو چیچک سے بچا دیگی
یا مانند اسکے کسی کو اعتقاد کیا اور سواے خدا کے کسیکو سجدہ کیا اس لائق سمجھکر تو وہ کافر ہو گیا اور یہ کھلی بات ہی اللہ تعالیٰ ہمکو اور سب مسلمانون کو
اس سے بچاوے اور ایمان کی توفیق دے (۵) یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم۔ اسمین ضمیر ایدیہم اور خلفہم کی تمام مخلوق کی طرف راجع ہی اگرچہ ضمیر ذوی العقول کی
ہی پس ذوی العقول کو غلبہ دیا اسواسطے کہ نیک کام کرنے کے مکلف وہی ہین پس اللہ تعالیٰ آگاہ جانکر گناہ سے باز رہین اور مراد یہ ہی کہ علم اسکا تمام
کائنات کو محیط ہی خواہ وہ اب موجود ہون یا ہزارون برس پہلے گذرے ہون یا آیندہ ہووین کیونکہ ماضی و حاضر و مستقبل تو ہمارے اعتبار کر سے ہی اور اللہ عزوجل
کے علم مین وہ سب ایسی طرح ہین کہ ہمارے علم مین اسطرح ہونا ممکن نہین ہی اسواسطے کہ احاطہ کرے سب طرح اور سب کیفیت سے ذرہ ذرہ
کھلا چھپا تمام و کمال وہی خوب جانتا ہی اور ہم لوگ تو اپنے ہاتھ کے بنائے پیالے کو اوندھا دین تو ہمکو اسکا پیٹ نہین معلوم ہوتا اور اوپر سے
معلوم ہوا بھی تو اسکی مٹی کا جگر نہین معلوم ہوتا اور جگر بھی توڑ کر دیکھ لیا تو ذرہ نہین معلوم ہوتا اور یہ جسکو معلوم کہا گیا یہ بھی علم نہین بلکہ یون کہنا چاہیئے
نظر آیا اور نظر ہماری کچھ چیز ہی دیکھو بہان متی وغیرہ تماشے کرتے ہین اور سانپ و الاسانپ کھلاتا ہی حالانکہ نظربندی ہی اور جادوگر کا جادو ہی اس نظر کے
اعتماد کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے احکام نہین مانتے ہین بڑے بیوقوف ہین اور یہی حال انکی عقل کا ہی جو انکی نظر کا بیان ہوا پس آسمان و جن و
شیطان سے انکار کرنے والے اس فرقہ گمراہ کے سردار ہین اور بیوقوفون کو بہکاتے ہین کہ ہم تو عقل و نظر دوربین سے دیکھبھال کر چلتے ہین زین لہم الشیطان
اعمالہم فصدہم عن السبیل و نعوذ باللہ من الضلال اور ما بین ایدیہم کی تفسیر یا تو جو پہلے گذرا پس ما خلفہم جو آویگا یا دنیا و آخرت مراد ہی اور مجاہد سے روایت ہی کہ جو دنیا
گذری اور جو آخرت آتی ہی اور بہرحال مقصود یہ ہی کہ وہ تمام کائنات کا کامل جمع پر احاطہ کرنے والا ہی اپنے علم قدیم سے اور اسپر کوئی ذرہ اور کوئی خفی چیز خواہ کلی ہو یا
جزئی ہو کبھی اور کہین ہو پوشیدہ نہین وہ اسکو اچھی طرح جیسی وہ ہی جانتا ہی اور اس سے رد ہوا فلاسفہ وغیرہ گمراہ فرقون کا کہ جو کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جزئیات
کو مثل زید و عمر و بکر وغیرہ کے مخصوص طور پر جیسے وہ ہین نہین جانتا بلکہ بطور کلی جانتا ہی اور ایسے لوگ کافر ہین اور تاویل مذکور مفید نہین ہی واللہ اعلم (۶)
ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء نہین مطلع ہوتا کوئی شخص علم الٰہی مین سے کسی چیز پر الا اسی پر جس سے اللہ عزوجل نے آگاہی دیدی اور اسپر اسکو مطلع
کر دیا پس اس تاویل پر احاطہ سے مراد اطلاع ہی اور یہ متعین ہی اسواسطے کہ احاطہ کے ساتھ تو کسی شخص کو علم ہوتا ہی نہین ہی ولیکن اللہ تعالیٰ احاطہ سے
جانتا ہی اسکے مقابلہ مین لا یحیطون فرمایا یعنی مخلوق احاطہ سے نہین جانتے ہین اور مراد یہ ہی کہ مطلع نہین ہوتے ہین مگر اسی پر جس سے اللہ تعالیٰ نے
اطلاع دیدی پس بندون کے پاس جو اسباب علم اور جاننے کے ہین وہ بدون تاثیر الٰہی نہین کام دیتے ہین اور یہی حق ہی اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ
احتمال یہ بھی ہی کہ شاید یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق علم سے کوئی مطلع نہین مگر اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ نے آگاہی دیدی بذریعہ رسولون
کے کہ انکی رسالت کی دلیل ہو (۷) وسع کرسیہ السموات والارض اسمین علماء کے اقوال مختلف ہین بعض نے کہا کہ کرسی ہی عرش ہی اور یہ فقط اللہ تعالیٰ
کی عظمت و جلالت کا تصور دلاتا ہی ورنہ درحقیقت وہ چیز کوئی معین نہین ہی چنانچہ **تفتازانی** نے کہا کہ یہ اس باب سے کہ ایک حسی چیز
سے ایک معنی عقلی حقیقی پر دلالت کر دی گئی جو کہ عقل بشر سے باہر ہین اور یہی **بیضاوی** کا مطلب معلوم ہوتا ہی کہ اپنی تفسیر مین کہا کہ درحقیقت کرسی
ہی اور نہ اسپر بیٹھنے والا بلکہ یہ فقط تمثیل ہی یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بندون کے ذہن مین بقدر امکان ڈالدیا۔ اور بعض نے کہا کہ کرسی جو بیٹھنے

قدرت ہی یعنے اسکی قدرت ایسی عظیم ہی کہ اس سے یہ آسمان وزمین قائم رہتے ہین اور اسکی قدرت کے سامنے کچھ چیز نہین ہین اور اسی سے دیوار کی کرسی
اور مکان کی کرسی کہلاتی ہی یعنے جسکے اعتماد پر دیوار و مکان قائم ہو- اور قاموس مین ہی کہ کرسی بالضم والکسر بمعنے تخت اور بمعنے علم اور جمع اسکی کراسی آئی ہی
اور ایک جماعت سلف نے فرمایا کہ کرسی سے یہان مراد علم ہی اور اسی سے علما کو کراسی کہتے ہین اور اسی سے اس کتاب کو کراسہ کہتے ہین جس مین علم
مدون ہوتا ہی- اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی قوله وسع کرسیه السموات والارض- کہا ابن عباس نے
علم یعنے اسکے علم مین- اور ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ اسی کے مثل خود سعید بن جبیر سے مروی ہی اور معنے سعت کے احتمال و امکان قیام ہین چنانچہ بولتے
ہین ہذا یسعہ یعنے یہ اسکی گنجایش رکھتا ہی اور برداشت کر سکتا ہی اور اسکو ٹھیک رکھ سکتا ہی پس یہ قول بنا پر ایسی تاویل کے جو مناسب لغت ہی اور ابن
جریر رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہی اور عرف مین کرسی بمعنے تخت وغیرہ بیٹھنے کی چیز کو کہتے ہین اور بعض علماے سلف سے یہ قول مروی ہی کہ مراد
یہان کرسی سے ایک شے معین ہی اور ابن جریر رحمہ اللہ نے ابو موسیٰ و سدی و ضحاک و مسلم البطین سے روایت کیا کہ کرسی موضع ہر دو قدم ہی اور یہ بمانند
اسکے ہی جو عرش کے باب مین سلف رحمہم اللہ سے اول پارہ مین مذکور ہوا ہی اور اسپر کوئی اعتراض جو عوام وہم کرتے ہین وارد نہین ہوتا ہی اسواسطے کہ اسکی
کیفیت مجہول ہی اور یہ قطعی ہی کہ کوئی شے مثل اللہ تعالے کے نہین ہی پس کرسی مانند کرسی مخلوق کے نہین ہی- اور بیٹھنا مانند بیٹھنے مخلوق کے نہین ہی
اور اگر کہا جاوے کہ کرسی و بیٹھنا تو یہی ہمارے خیال مین آتا ہی جو ہم جانتے ہین تو جواب یہ ہی کہ یہ نہین بلکہ یون سمجھو کہ جیسے تم مخلوق مین سواے
دو قسم کے جواہر و اعراض کے اور نہین جانتے ہو حالانکہ قطعًا یقین کرتے ہو کہ اللہ تعالے نہ جوہر ہی نہ عرض ہی وہ سب سے پاک و منزہ ہی ویسی ہی وہ چیزین
جو اسکی طرف نسبت کیجاتی ہین وہ بھی اسی کے لائق ہین ایسی نہین جیسی تم خیال کرتے ہو کیونکہ تمہارا خیال تو محض مخلوق ہی وہ خالق عزوجل کو جو تصور
و خیال سے پاک ہی کیونکر تصور کر سکتا ہی اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ وکیع نے اپنی تفسیر مین کہا کہ حدثنا سفیان عن عمار الدہنی عن مسلم البطین عن سعید
بن جبیر عن ابن عباس کہا کہ کرسی موضع القدمین ہی اور عرش ایسی شے ہی کہ کوئی اسکی قدر نہین جان سکتا ہی اور اسکو حاکم نے بھی روایت کیا اور کہا کہ شیخین
کی شرط پر صحیح ہی- اور سدی نے ابو مالک سے روایت کی کہ کرسی زیر عرش ہی اور سدی نے کہا کہ آسمان و زمین بیچ کرسی مین ہین اور کرسی سامنے عرش
کے ہی اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ ساتون آسمان و زمینین اگر پھیلائی جاوین پھر ایک دوسرے سے ملائی جاوین تو کرسی کی وسعت کو
نہ پہونچینگے بلکہ ایسی ہونگی جیسے ایک چھلا کسی لق و دق میدان مین پڑا ہوتا ہی رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم اور ابن زید نے اپنے باپ سے
روایت کی کہ نہین ساتون آسمان درمیان کرسی کے مگر جیسے سات درم ایک ڈھال مین ڈال دیے گئے اور کہا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ نہین کرسی درمیان عرش کے مگر جیسے لوہے کا چھلا جو میدان لق و دق مین ڈال دیا گیا رواہ ابن جریر اور ابو ذر غفاری سے روایت
ہی کہ انھون نے رسول اللہ صلعم سے کرسی کو دریافت کیا تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ نہین ساتون آسمان اور ساتون
زمینین کرسی کے مقابلہ مین مگر ایسی جیسے ایک چھلا ایک لق و دق میدان مین پڑا ہوا اور عرش کی بڑائی کرسی پر ایسی ہی جیسے اس وسیع میدان کی بڑائی بمقابلہ اس
چھلے کے رواہ الحافظ ابو بکر بن مردویہ اور ظاہر ان آثار و اخبار سے یہ ہی کہ کرسی مملکت کی تصویر ہی اور اسپر بیٹھنا و قیام وغیرہ مراد نہین ہی اور مقصود
اس سے یہ ہی کہ اللہ عزوجل کی سلطنت و عظمت کا اعتقاد کرین کہ دنیا والون کی بادشاہت اسکے مقابلہ مین کتنی ہیچ ہی کیونکہ بڑا بادشاہ جو دو تین
ولایت کا حاکم ہو بہت بڑا بادشاہ خیال کرتے ہین اور بہت لوگ اس سے ڈرتے ہین حالانکہ وہ تمام زمین کا ایک جزو ہی اور تمام زمین اس جوف کا جو آسمان و زمین کے
بیچ مین ہی نہایت چھوٹا حصہ ہی اور تمام زمین اس سورج کے مقابلہ مین مثل مٹر کے ہی تو تمام آسمان کے مقابلہ مین ایسے چھوٹے ہوے کہ ذرہ سے بہت کم
گویا اسکا پتا ہی نہین پس کرسی کے مقابلہ مین تو گویا معدوم ہوے پھر عرش کے مقابلہ مین تو یہ سب گویا معدوم ہین کہ انکو کوئی نسبت ہی نہین پس

دنیا مین جسکو جہالت سے شہنشاہ ہفت اقلیم فرض کریں اسکی ہستی سلطنت کی کرسی کے مقابلہ مین ذرہ کے برابر نہین ہوسکتی حتی کہ گویا معدوم ہی تو
عرش باری تعالیٰ سے کیا نسبت پھر جناب باری جل جلالہ وہی شہنشاہ ہی بلکہ یہ لفظ کسی مخلوق کے واسطے بولنا حلال نہین بلکہ حرام ہی۔ ہان
بادشاہ کہنا وارد ہی پھر جب بادشاہ ان نابود لوگون پر بولتے ہو تو اسکی شان کبیر وجلیل کو قیاس کرو اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما قدروا اللہ
حق قدرہ۔ نہین قدر جانتے اللہ عزوجل کی جو اسکی قدر کا حق ہی۔ اسی سے ڈرو اسی کی فرمانبرداری کرو اور عاجزی کرو کہ ای سلطان عرش ہم لوگ گویا
درحقیقت معدوم ہین ہمکو تونے کس قدرت وصنعت سے پیدا فرمایا ہم سخت عاجز ہین ہم کہان تیرے حق قدر کو جان سکتے ہین تجھی کو عظمت وکبریائی ہی
توہی شہنشاہ ہی ہم تیرے بنائے بندے ہین سراسر تیرے احسان ہین ہین۔ اللھم ربنا عافنا واعف عنا وتب علینا واھدنا وانت ارحم الراحمین
اور جاننا چاہیئے کہ اسلام مین بڑا فتنہ ان لوگون نے پھیلایا جنھون نے علم ہیأت کے زعم پر کہا کہ کرسی وہ فلک ہشتم ہی اور نوان آسمان عرش ہی اور یہ پیروی
فلاسفہ یونان کی ہی اور دائرہ اسلام سے خارج ہی اور یہ وہم وگمان محض باطل ہی اور **ابن کثیر**ؒ نے ذکر فرمایا کہ اسکو ائمہ علما نے رد کردیا ہی فاستقم۔
(۸) ولا یؤدہ حفظھما۔ ای ثقیل نہین اسپر حفاظت ان دونون یعنے آسمان وزمین کی اور اکثر اہل تفسیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہی کہ یؤدہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ
کی طرف راجع ہی ای ثقیل نہین اللہ تعالیٰ پر بلکہ آسان ہی اور زجاجؒ نے کہا کہ احتمال ہی کہ ضمیر کرسی کی طرف راجع ہو یعنی کرسی پر ان آسمانون وزمین کی
حفاظت جو اسکے بیچ مین ہین گران نہین اور یہ احتمال حفاظت کی نسبت کرسی کی طرف صحیح ہوسکتی ہی کیونکہ بحکم آلہی ہی (۹) وھو العلی العظیم۔ علو سے مراد کبھی
مکانی بلندی ہوتی اور کبھی قدر ومنزلت کی بلندی ہوتی ہی پس مکان کی راہ سے بلندی کسیکا مذہب نہین کیونکہ اللہ تعالیٰ زمان ومکان وجہت
ووضع سب سے پاک وبرتر ہی اور مکان کی راہ سے بلندی کا سوائے فرقہ گمراہ مجسمہ کے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے جسم وجہت کے قائل ہین اللہ تعالیٰ
انکو خوار کرے اور کوئی قائل نہین ہی اور وہ لوگ کافر ہین اور اہل سنت مین سے کوئی اس بات کا قائل نہین اور بعضے بے وقوفون نے جو یہ گمان
کیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہی وہ بھی جسم کے قائل ہین تو یہ محض باطل بہتان ہی اللہ تعالیٰ پناہ مین رکھے ہمنے
انکا اعتقاد ومطلب سب مفصل بیان کردیا ہی فتذکر اور بعضون نے جو زعم کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہنا بر روایت **ابو مطیع** کے اللہ تعالیٰ کو واسطے
جہت بالا کے قائل ہین وہ زعم غلط ہی امام ابوحنیفہ اس بات کے قائل ہین کہ جیسے سلف نے الرحمن علی العرش استوی مین تاویل نہین کی بلکہ کہا کہ ہان اللہ تعالیٰ عرش پر
مستوی ہی مگر اسکی کیفیت وماہیت ہمکو نہین معلوم ہی باوجودیکہ ہم یقین جانتے ہین کہ ہر نقص سے اللہ تعالیٰ پاک ہی اور کوئی شے اسکے مانند نہین ہی پس عرش پر مستوی
ہونا ایسا نہین ہی جیسا وہم وگمان مین آتا ہی بلکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہی پس ابوحنیفہ بھی اسکے قائل ہین اور یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجاوے تو اسکے
علو مرتبہ کی راہ سے اوپر کی جہت کیطرف دعا کیجاوے اور اسکے قائل نہین ہین کہ اللہ تعالیٰ خود اوپر کی جہت مین ہی نعوذ باللہ منہ پس جسنے امام ابوحنیفہ کیطرف
یہ گمان کیا اسنے غلط کیا۔ بالجملہ یہان بلندی سے مراد قدر ومنزلت کی بلندی ہی یعنی اللہ تعالیٰ تمام مخلوق اور کل چیز سے بلند مرتبہ ہی بلکہ اللہ عزوجل کی بلندی و
رفعت کے مقابلہ مین کسی کو کچھ بھی بلندی نہین تاکہ کچھ نسبت ہوسکے اور بعض نے کہا برتر ہی سلطنت وقہر کی راہ سے اور اسکو **مفسر سیوطی**ؒ نے اختیار
کیا۔ اور بعض نے کہا کہ برتر ہی اس سے کہ کسی وصف بیان کرنے والے کا وصف اسکو پہونچے یعنے وصف کرنے والا تو اپنی طاقت اور علم بھر وصف کریگا
اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات تک کسی کا علم پہونچے کیا مجال ہی اور تعالیٰ ویسا ہی جیسا اسنے خود اپنا وصف فرمایا اور بندے اسی کی پیروی کرتے ہین اور
اس وصف کی حقیقت کو بھی نہین پہونچتے ہین پھر خود بیچارے کہان سے وصف کرینگے اور اسی معنے کر حدیث مین آیا ہی۔ انت کما اثنیت علی نفسك
تو ویسا ہی جیسا تونے اپنا خود وصف فرمایا ہی۔ پھر مفسرؒ نے جو تفسیر اختیار کی ظاہرا بنظر ترجیح نظیر ہی کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون خوار کی نسبت فرمایا
ان فرعون علا فی الارض۔ یعنے غالب بنا اور قہر کیا زمین مین۔ پس علو کے یہی معنے سلطان حقیقی عزوجل کے ساتھ لیے گئے جس کی شان تحقیقی ہی

پھر جاننا چاہیئے کہ مین نے نو جملے لکھے اور ابن کثیر رحمہ وغیرہ نے دس بیان کیے ہین کیونکہ الحی القیوم کو مین نے اول مین داخل کردیا ہو فافہم۔ اس تمام تفسیر سے واضح ہوا کہ یہ آیۂ کریمہ بہت بڑے مسائل الٰہیہ کو مشتمل ہو اور اس مین توحید وصفات باری تعالےٰ کے اعظم مسائل ہین اسی سے اعظم آیۂ قرآن ٹھہری اور سید آیۃ ٹھہری چنانچہ ابی بن کعب سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے پوچھا کہ کون آیت کتاب اللہ تعالیٰ مین اعظم ہو ابی نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ اور اسکا رسول دانا تر ہو پس کئی بار لوٹایا تو آخر ابی بن کعب نے عرض کیا کہ آیۃ الکرسی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابو المنذر تجھکو علم مبارک گوارا ہو۔ رواہ احمد ومسلم اور نیز ابی بن کعب کی حدیث مین ہو کہ ابی رضہ کے ایک جرین[ل] مین چھوارے تھے وہ اسکی پرداخت کرتے پس دیکھا کہ وہ کم ہوتے ہین تو ایک رات نگاہبانی کی تو ناگاہ ایک جانور مثل طفل بالغ کے نظر آیا پس مین نے اسکو سلام کیا اسنے سلام کا جواب دیا مین نے پوچھا تو انسی ہو کہ جنی ہو بولا جنی ہون مین نے کہا اپنا ہاتھ مجھے دکھا اسنے دیدیا تو کتے کا سا ہاتھ اور کتے کے سے روئین اسپر تھے مین نے کہا کہ جن ایسے ہی پیدا ہوئے ہین یا تو ہی ایسا ہو اسنے کہا کہ جن جانتے ہین کہ ان مین مجھسے زیادہ زبردست نہین ہو مین نے کہا کہ تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا بولا کہ مجھے خبر پہونچی کہ تو صدقہ دینا بہت پسند کرتا ہو تو ہمنے چاہا کہ تیرے طعام سے لیجاوین تو ابی رضہ نے اس سے کہا کہ کون چیز ہمکو تم لوگون سے بچاوے بولا کہ یہ آیۃ الکرسی پھر صبح کو ابی رضہ نے حضرت صلعم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ خبیث نے یہ بات سچ کہی۔ رواہ ابو یعلی الموصلی والحاکم وصححہ۔ اور انس کی حدیث طویل مین جس مین آنحضرت صلعم نے اپنے صحابہ مین سے ایک سے نکاح کرنے کو پوچھا ہو آیۃ الکرسی کو چوتھائی قرآن فرمایا ہو رواہ احمد۔ اور معنے اسکے یہ ہین کہ ثواب اسکا چوتھائی قرآن پڑھنے کے برابر ہو اور آیۃ الکرسی کی فضیلت کے بھی بقول تحقیق یہی معنے ہین کہ اسکے پڑھنے مین ثواب زیادہ ہو اور یہی مراد بعض قرآن کے بعض پر افضل ہونے کے ہین کیونکہ صفات الٰہی عزوجل مین فضیلت ہو پس جسمین ذکور افضل ہو وہ افضل ہو اور بخاری مین ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہو کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے زکوٰۃ رمضان یعنی صدقہ فطر کی حفاظت پر وکیل کیا پس ایک آنے والا آیا اور طعام مین سے لپ بھر بھر سمیٹنا شروع کیا پس مین نے اسکو پکڑ لیا اور کہا کہ مین تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلونگا بولا کہ مجھے چھوڑ دو کہ مین محتاج عیالدار ہون اور مجھے بہت حاجت پیش آئی اب نہ آؤنگا ابو ہریرہ رضہ نے کہا کہ مین نے اسکو چھوڑ دیا پس صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رات والے تیرے قیدی کا کیا حال ہوا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسنے شدت کی محتاجی عیالداری بیان کی مین نے رحم کرکے اسکو چھوڑ دیا آپنے فرمایا اسنے تجھسے جھوٹ کہا پھر آویگا پس مین نے حضرت صلعم کے کہنے سے یقین کیا کہ ضرور آویگا پس مین نے تاک لگائی پھر اسنے آکر طعام سمیٹنا شروع کیا مین نے پکڑا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ صلعم کے پاس لیچلونگا اسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو مین محتاج عیالدار ہون اب نہ آؤنگا مین نے رحم کھاکر اسکو چھوڑ دیا صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رات تیرے قیدی کا ماجرا کیا ہوا مین نے عرض کیا کہ اسنے محتاجی و عیالداری کی شکایت کی مین نے رحم کھاکر اسکو چھوڑ دیا فرمایا کہ اسنے تجھسے جھوٹ کہا اور پھر آویگا پس مین نے تیسری بار تاک لگائی پس اسنے آکر طعام مین سے لپ بھرنے شروع کیے پس مین نے اسکو پکڑ لیا اور کہا کہ تجھکو رسول اللہ صلعم کے پاس لیچلونگا اور یہ تیسری بار ہے ہر بار تو کہتا ہو کہ نہ آؤنگا پھر آتا ہو بولا کہ مجھے چھوڑ دے مین تجھے کچھ کلمات سکھلاؤن کہ اللہ تعالےٰ تجھکو اسنے نفع دیگا مین نے کہا وہ کیا ہین بولا کہ جب تو بچھونے پر جاوے تو آیۃ الکرسی پڑھ۔ اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم یہانتک کہ آیت ختم کردے تو برابر تجھپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان رہیگا اور تجھسے شیطان قریب نہوگا یہانتک کہ صبح ہوجاوے پس مین نے اسکی راہ چھوڑ دی پھر صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ تیرے رات والے قیدی نے کیا کیا مین نے کہا یا رسول اللہ اسنے زعم کیا کہ وہ مجھے چند کلمات ایسے سکھلاتا ہو کہ اللہ تعالےٰ مجھے اسسے نفع دیگا تو مین نے اسکو چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہین عرض کیا کہ مجھسے اسنے کہا کہ جب تو بچھونے پر آوے تو آیۃ الکرسی اول سے آخر تک پڑھ اور مجھسے کہا کہ برابر تجھپر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک نگہبان رہیگا یہانتک کہ تو صبح کرے۔ اور صحابہ رضہ کا یہ حال تھا کہ یہ لوگ

ل؎ مکان جس میں بالاخانہ ہو [illegible] ۱۲ م ص؎ یعنی صدقہ فطر [illegible] ۱۲

نیکی کے بہت حریص تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ وہ تجھسے سچ بول گیا حالانکہ وہ سخت جھوٹا ہے پھر فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ تو جانتا ہے کہ
تین رات سے تو کس سے باتین کرتا ہے مین نے عرض کیا کہ نہین تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان تھا رواہ البخاری و النسائی اور ابو المتوکل الناجی نے ابوہریرہؓ
سے دوسرے سیاق سے اسکے قریب قریب روایت کیا کہ ابوہریرہؓ کے پاس صدقہ کی کوٹھری کی کنجی تھی اور اسمین چھوہارے تھے پس ایک روز جا کر دروازہ
کھولا تو دیکھا کہ اس مین سے ایک لپ بھر چھوہارے نکل گئے ہین پھر دوسری بار ایک دن کھولا تو دیکھا کہ اس مین ایک لپ بھر نکل گئے ہین پھر تیسری بار
ایک روز کھولا تو بھی دیکھا کہ اسمین سے اتنے ہی نکل گئے ہین پس ابوہریرہ نے حضرت صلعم سے اسکی شکایت کی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بھلا تو چاہتا ہے کہ اس شخص کو
پکڑے مین نے عرض کیا کہ ہان فرمایا کہ جب تو دروازہ کھولے تو کہنا کہ پاک ہے وہ جسنے تجھکو محمد کے لیے مسخر کر دیا پس ابوہریرہؓ نے دروازہ کھولکر کہا کہ سبحان من
سخرک لمحمد تو ناگاہ وہ چور سامنے کھڑا نظر آیا پس ابوہریرہ نے کہا کہ اے خدا کے دشمن تو ہی ایسا کرنے والا ہے بولا کہ ہان مگر مجھے چھوڑ دے مین اب نہ آؤنگا
مین اسکو نہ لیتا مگر جن مین سے ایک فقیر گھر والون کے واسطے لیتا تھا الی آخر الحدیث رواہ ابن مردویہ اور امام احمد و ترمذی نے ایسا ہی قصہ حضرت
ابوایوبؓ کا روایت کیا اور اس مین ہے کہ جب انھون نے رسول صلعم سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اسکو یعنے غول کو دیکھنا تو کہنا بسم اللہ اجیبی
رسول اللہ پھر ماجرا اسکا بھی مثل قصہ ابوہریرہؓ کے روایت کیا اور ترمذی نے حدیث کو حسن غریب کہا ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے بعد ذکر ان
احادیث کے کہا کہ ایسے وقائع تین ہوے یعنے ایک ابی بن کعب کے ساتھ دوسرا ابوایوبؓ کے ساتھ تیسرا ابوہریرہؓ کے ساتھ واقع ہوا۔ پھر ایک
غریب قصہ کتاب غریب ابو عبید سے نقل کیا کہ ابو عبید نے کہا حدثنا ابو معاویۃ عن ابی عاصم الثقفی عن الشعبی عن عبد اللہ بن مسعودؓ کہا کہ آدمیون مین
سے ایک آدمی باہر نکلا پس اسکو جنون مین سے ایک شخص ملا اور کہا کہ بھلا تو مجھسے کشتی لڑنا چاہتا ہے پھر اگر تونے مجھے پچھاڑ لیا تو مین تجھے ایسی آیت
سکھلاؤنگا کہ جب تو اپنے گھر مین داخل ہونے کے وقت اسکو پڑھ لیگا تو اس مین کوئی شیطان نہ جاوے گا پس باہم کشتی لڑے پس آدمی نے
اسکو پچھاڑ لیا اور کہا کہ مین تجھے نحیف الجسم دیکھتا ہون اور تیری کلائیان جیسے کتے کی کلائیان ہین تو کیا تم لوگ جن ایسے ہی ہوتے ہو۔
یا تو ہی ان مین سے ایسا ہے بولا کہ مین ان سب مین زبردست ہون اور مجھسے دوبارہ کشتی لڑو پس دوبارہ بھی آدمی زاد نے اسے پچھاڑ لیا تو
وہ بولا کہ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کر کہ جب اسکو کوئی اپنے گھر مین جاتے وقت پڑھ لیتا ہے تو ضرور شیطان اس مین سے نکل بھاگتا ہے گدھے کی طرح سے
رینگتا ہوا پس ابن مسعودؓ سے کہا گیا کہ وہ آدمی کیا عمرؓ تھے تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ کون امید کیا جاتا ہے کہ ہو سواے عمرؓ کے اور اسماء بنت
یزید بن السکن انصاریہ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو سنا کہ فرماتے تھے کہ دو آیتین اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم- اور الم اللّٰہ لا الٰہ
الا ھو الحی القیوم- انھین دونون مین اللہ تعالے کا اسم اعظم ہے رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح اور ابوامامہؓ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے ہر نماز فریضہ کے پیچھے آیۃ الکرسی پڑھی اسکو جنت مین داخل ہونے سے کچھ روک نہین الا یہ کہ
مرجاوے رواہ النسائی وابن مردویہ وابن حبان شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسناد اسکی برشرط بخاری ہے اور ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوع
گمان کیا ہے **قال المترجم** اور ابن الجوزی یہان چوک گئے اور بہت محدثین نے ابن الجوزی پر اسکے موضوع کہنے پر گرفت کی ہے اور صحیح یہ قرار دیا
ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور سلف سے اسکے فضائل کے بارہ مین بہت کچھ مروی ہے اور یہ جسقدر تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے مذکور ہوا کافی ہے ف۔
قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی اللّٰہ لا الٰہ الا ھو- اپنا وصف الوہیت شروع کرکے بندون کے دلون سے اسباب عبودیت قطع کر دیا اسواسطے
کہ عبودیت تو جب ہی ہوتی ہے کہ ربوبیت سے آگاہی ہو جاوے اسیواسطے اول اظہار وجود مین اپنے پاک ذات کو ذکر فرمایا اور منزہی ذات پاک
اپنی وصف کے ساتھ کشف کیا **قال المترجم** یعنے لا الٰہ کے وقت شاید انکے دلون سے بالکل الوہیت کی نفی ہو جاتی حالانکہ کسی وقت بندے کے

دل سے اللہ عزوجل کا بھولنا نہین چاہیئے اسیواسطے پہلے اللہ فرماکر انکے دلون مین اپنے تئین ثابت کردیا کہ اسکی سلطنت وکبریائی ظاہر ہو پھر غیر کی
نفی کے وقت ان کے دلون سے وہ بھول نہین سکتا کیونکہ لا آلہ الا ہو اسکے ظہور سلطنت وعظمت کمالیہ کا بیان ہی فافہم۔ اور نیز مخلوق کو
بذات خود اپنی طرف ملایا بلا علت تاکہ خودی مین فناء فرماوے۔ توحید پر تنزیہ کو قائم کیا یعنے اسکی توحید عجیب ہی کہ کسی چیز سے مانند نہین کیونکہ جو چیز واحد ہو
اسکو وحدت عارض ہی یعنے اکیلاپن جس چیز سے لگا ہی وہی واحد کہلاتی ہی بخلاف توحید باری تعالیٰ کے کہ وہ پاک منزہ ہی ہر لگاؤ سے۔ قولہ الا ہو ازل
کردیا علتون کو قدس ازل سے اور ازل ہی کے ساتھ ازل سے کشف فرمایا۔ یعنے مثلاً جو چیز ہی اسکا کوئی سبب ہی اور اللہ تعالیٰ کی ازلیت بلا سبب
ہے کیونکہ ہو فرمایا اور ممکنات مین سے کوئی چیز ہو ہو لذاتہ نہین ہی بلکہ لعلت ہی **قال المترجم** مقام بہت دقیق ہی جہانتک ممکن ہی مین نے
اشارہ کیا آگے مین کچھ نہین کہہ سکتا ہون۔ تعالیٰ اللہ علوا کبیرا۔ اور **شیخ ابن منصور** رح سے یہ آیت دریافت کیگئی تو کہا کہ لا آلہ الا اللہ۔
دو باتون کو مقتضی ہی ایک تو ربوبیت سے علت کو زائل کیا جاوے اور اعتقاد کیا جاوے کہ حق سبحانہ تعالیٰ درک سے پاک ومنزہ ہی یعنی کوئی عقل ہو
یا کچھ ہو اسکو کوئی نہین پاسکتا ہی **شیخ ابن عطا** رح نے فرمایا کہ لا آلہ الا اللہ پر اعتقاد کرنے کی سچائی یون ثابت ہی کہ صبر کرے اور اسی سے وہ ایمان پر
ثابت وجمارہیگا اور صدق ہو اور اسی سے وہ پوشیدہ وظاہر اپنے پروردگار کی بندگی مین کوشش کریگا اور خرچ کرے اپنے مال سے خالص اس کی
رضامندی چاہنے کے لیے یہانتک کہ اپنی ذات کے لیے سوائے اپنے خالق کے کوئی چیز ذخیرہ نہ کرے اور تڑکے کے وقتون مین اپنے پروردگار
کی یاد مین سب فکرون سے خالی ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو بیٹھے۔ اور استغفار کے ساتھ اسکی جناب مین اپنی محتاجی کا اظہار کرے اپنے گناہون پر نادم
ہو کر اور یہ خوف کرے کہ کہین ایسا نہو کہ مین مہجور ومردود کردیا جاؤن۔ اور نیز فرمایا کہ لا آلہ الا اللہ کہنے والے کے ساتھ تین نورون کی احتیاج ہے۔
نور ہدایت۔ نور کفایت۔ نور عنایت۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسپر نور ہدایت سے احسان کیا تو بندہ اسکے خاص بندون مین سے ہو جاتا ہی اور جب
نور کفایت اسکو عطا کیا تو وہ کبیرہ گناہون اور فحش باتون سے معصوم ہو جاتا ہی اور جب نور عنایت سے سرفراز کیا تو وہ برے خطرات وخیالات
سے جو دل مین آتے ہین محفوظ ہو جاتا ہی۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ لا آلہ الا اللہ کہنے والے کو چار خصلتون کی حاجت ہی تصدیق وتعظیم وحلاوت وحرمت
سو جسکو تصدیق نہو وہ تو زبانی کہنے والا ہی بدون دل کے پس وہ منافق ہی اور جس شخص کے دل مین تعظیم نہو وہ بدعتی ہی اور جس کو حلاوت نہو
وہ ریاکار ہی دکھلانے کو کام کرتا ہی اور جسکے دل مین حرمت نہو وہ فاسق ہی اور **شیخ ابو الحسن النوری** سے کہا گیا کہ تو لا آلہ الا اللہ کیون نہین
کہتا ہی تو کہا کہ مین اللہ۔ کہتا ہون اور بس۔ مین اللہ کے ساتھ اسکی ضد یعنے لا آلہ کو باقی نہین رکھتا **قال المترجم** یہ نہایت غلبۂ توحید ہی کہ ان کو
اللہ عزوجل کے سوائے کسی کا خیال ہی نہ تھا اور نہ کسی کا اثر انکے دل مین پڑتا تھا کہ نفی کرنے کی حاجت ہو بلکہ لا آلہ کہنے سے غیر کا تصور خواہ مخواہ آتا ہے
اسکو وہ بہت مکروہ جانتے تھے اور رہے عوام لوگ تو وہ اس تمام کلمہ کے مفہوم سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو بتکلف نکالتے ہین اور حدیث صحیح مین جو
آیا ہی کہ افضل ذکر قول لا آلہ الا اللہ ہی تو یہ عام تعلیم ہی کسی خاص کا بیان نہین ہی دیکھو اللہ عزوجل نے یون ہی فرمایا کہ یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا
وسبحوہ الآیہ۔ صرف اللہ عزوجل کے ذکر کو فرمایا ہی اور فرمایا۔ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم۔ اور شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ بعض نے
ذکر کیا ہی کہ جسنے اس کلمہ کو کہا حالانکہ اسکے دل مین رغبت یا خوف یا طمع یا سوال ہی تو وہ مشرک ہی۔ الحی القیوم حی وہ کہ جس سے زندون کا
قیام ہی اور قیوم وہ کہ جسکی قیومت سے مردے زندے ہو جاتے ہین اور نیز۔ حی۔ وہ کہ اس سے سانسون کی آمدورفت جاری ہی اور قیوم وہ کہ جسکے
کافی ہونے سے اشخاص کا قیام ہی اور اسکی صفات خاصہ سے ہی کہ عدم مین زندگی بخشے اور صفات عامہ سے ہی کہ خلق کو عدم سے وجود مین لایا اور قیومیت
اسکی وہ صفت ہی کہ برابر اسکے ساتھ ہمیشہ موصوف ہی اور محصل اسکا یہ ہی کہ وہ اپنی ذات سے اپنی ازلیت وابدیت مین مستقل ہی اھ بعض نے الحی القیوم

کے اشارہ مین کہا کہ تو اسکو اسکی قیومیت مین اپنے اوپر اور تمام عالم پر مراقب کر۔ اور بعض نے کہا کہ وہ قیوم ہی بایں طور کہ برگزیدہ بندون کے اسرار
اپنے اذکار کو محفوظ فرماتا ہی۔ اور **سہل** رحمہ اللہ نے کہا کہ قیوم وہ کہ اپنی مخلوق پر انکی روزی و اعمال و موت کے اوقات وغیرہ ہر چیز کے واسطے قائم ہی
اور **خواص شامی** رحؒ نے فرمایا کہ جسنے اللہ کو پہچانا کہ وہ حی قیوم ہی تو اس شناخت پر اسپر واجب ہوا کہ اپنی ہر چیز کو اسی سے طلب کرے اور اپنے
کامون مین سے ہر کام کے قیام کو ترک کرے کیونکہ وہ تعالےٰ خود اسکے اُمور کا قیوم ہی۔ لا تأخذہ سنۃ و لا نوم اس اشارہ سے اپنے ایسے
خاص بندون کو ڈراتا ہی کہ جو اسکی طرف مراقبہ رکھتے ہین اسطرح ڈراتا ہی کہ اسکے سوائے کسی غیر کی طرف ایک دم و ایک پلک مارنے تک بھی مشغول ہون
اور مُریدون و طالبون کے دلون سے تشبیہ کا خیال زائل کر دیا **قال المترجم**۔ یعنے مراقبہ و یاد کرنے والون کو واجب ہی کہ کوئی تصور جناب باری تعالیٰ
کیواسطے اپنے دل مین نہ لاوین کیونکہ جو تصور ہوگا وہ اسکے خیال کا بنایا ہوا ہوگا اور جو یہ گڑھیگا وہ اسکے لیے بُت ہوگا اللہ تعالیٰ عزوجل کسی چیز سے مشابہ
نہین ہی وہ پاک منزہ ہی اور بشر کی عقل و خیال وغیرہ اُس تک کبھی نہین پہونچ سکتا ہی اور یہ ایک نکتہ ضروری ہی کہ اکابر طریقہ نے اسکو بتصریح وجد و جہد
منع کیا ہی فافہم اور نیز اس مین آگاہی دی کہ مظلومون کے واسطے وہ ظالمون سے انتقام لیگا اور نیز خلق کو تعلیم فرمایا کہ اسکی صفات قدیمہ سب منزہ پاک
ہین اور ذات عظیم اسکی مقدس و برتر ہی۔ یعنے مین مخلوقات کی صفتون سے پاک منزہ ہون۔ اور بغدادیون نے فرمایا کہ سنۃ ای اونگھ اسکو کہان سے لے سکتی ہی
وہ موجود تھا اور سنۃ موجود نہ تھی اور اسنے سنہ کو خود ایجاد کیا اپنے بندون کو مقہور کرنے کے واسطے اور ان کا نقص ظاہر کرنے کے لیے **قال المترجم**۔
اس کلام مین اشارہ لطیف یہ ہی کہ جو چیزین بندون کے نفع کیواسطے قرار دی جاتی ہین وہ چیزین خود بندون کا نقص ظاہر کرتی ہین اور بتلاتی ہین کہ یہ لوگ
کامل نہین ہین اسواسطے کہ اس نفع کے محتاج ہین اور جو محتاج ہی وہ کامل نہین ناقص و حادث ہی لہ ما فی السموات و ما فی الارض اس کلام
بزرگ سے اپنے چنے ہوے بندون کے دلون مین سے دونون جہان و تمام عالم کی حلاوت و تر و تازگی بے بنیاد کا مزہ دور کر دیا ای یہ سب حوادث
میرے ہی مخلوق و ملک و مقہور ہین پس مومن کا دل جب مشاہدہ کی جگہہ ہوگا کہ جب اس مین سے یہ فانی چیزین بالکل ناپید ہون پس موحدون کو رغبت دلائی
کہ اسباب و علتون سے اپنے آپ کو فنا کرین اسواسطے کہ انعام دینے والے کی طرف سے مُنھہ پھیر کر نعمت کی طرف متوجہ ہو جانا یہ انعام دینے والے کے ساتھہ
کفر کرنا و شرک ہی۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ اس کلام مین سفارش کرنے والے اور سفارش چاہنے والے دونون کو اپنے دریاے احسان مین
غرق کیا یعنے دونون کو منت سے زیربار کیا کہ اسکے بار احسان مین دونون دب گئے اسواسطے کہ اپنے بندون کی خبرگیری کسی کے سپرد نہین فرمائی بلکہ
اپنی ہی طرف رکھی اور نیز اپنی ازلی عنایت سے وسیلہ کی رسیان کاٹدین **قال المترجم** معنے یہ ہین کہ جب بندونکو اپنی اجازت کے سفارش کا اختیار نہ دیا تو گویا
خود ہی کرم فرمایا اور اشارہ کیا کہ سفارش کرے پس جسکو اجازت دی اسپر یہ کمال احسان کیا کہ اسکو اس کرامت سے سرفراز کیا اور جسپر بخشش کرکے سفارش
مان لی اسکے حق مین تو عنایت ظاہر ہی اور یہ درحقیقت ازلی عنایت ہی جس مین وسیلہ کو کچھ دخل نہین ہی فافہم اور نیز اس آیت سے اپنی مخلوق کو ادب سکھلایا
تاکہ اسکی طرف انبساطنہ کرین سوا اس شخص کے جسپر سُکر اور بیہوشی غالب ہوئی ہو۔ اور انبساط اور اذن تو پردہ عظمت کے نزدیک مقام ہیبت مین
ہوتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اس سے اپنے بندون کے دلون کو اپنے ہی طرف جذب کیا کہ اس حال مین اور آیندہ حال مین اسی کی طرف رجوع ہی اور **واسطی** رحؒ
نے فرمایا ہی کہ اگر اپنی ذات کی طرف سوائے اپنے اور کسیکو وسیلہ کرتا تو کام اسکا اس علت کا معلول ہوتا اور جسنے اسکے اخلاص و محبت و رضامندی سے اپنے
آپکو آراستہ کیا تو توسل اسکی صفات سے ہی اور **منصور** رحؒ نے کہا کہ پھر کون سفارشی ہو سکتا ہی ایسے شخص کی طرف جسکے ساتھہ کسی اور کو گنجایش نہین
سوائے اسکے اور کوئی دوسرا اسکا حاجب نہین ہو سکتا ہی۔ یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم ای وہ خطرات جو انکے روبرو ہین اور وہ لغزشین
جو انکی پیٹھہ پیچھے ہین جانتا ہی اور نیز جو مقامات انکے روبرو ہین اور جو احوال انکے پیٹھہ پیچھے ہین جانتا ہی۔ اور نیز اسرار افعال جو ارادہ الٰہی سے مقرون ہین

جنکے ساتھ انکو امتحان کیا ہے وہ قبل انکے ایجاد کرنے کے اُنسے جانتا ہے اور علم ازلیات کے اسرار جو مقام عبودیت مین انکے معائنہ ہو جانے کے بعد ہوے ہین وہ بھی ان سے جانتا ہے۔ اور ابو القاسم رح نے کہا کہ جو انکے سامنے اور جو پیٹھ پیچھے ہے سب جانتا ہے اسواسطے کہ اسکے علم سے کوئی معلوم باہر نہین اور اس پر کوئی موجود و معدوم لگا لپٹا نہین ہے۔ ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء علم قدم کو ان لوگون سے محجوب و پوشیدہ کر دیا جنکو عدم سے پیدا کیا ہے مگر اسی قدر کہ اہل دل بندون کو غیوب کے معائنہ سے ظاہر کر دیا۔ کرسی و عرش دونون مخلوقات حادثہ کے بے قبلہ ہین حالانکہ رحمٰن کے واسطے کوئی جہت نہین ہے اور کائنات کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا مشابہ نہونا سوائے ان لوگون کے کوئی نہین جانتا جنھون نے کشف سے دیکھ لیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ کرسی و عرش کا ذکر قدرت عظیمہ کا اظہار ہے اور یہ دونون ذات باری عز اسمہ کے واسطے محل نہین ہین اور شیخ ابو القاسم قشیری رح نے فرمایا کہ جو چیز مخلوق ہے اسکو اللہ عزوجل کی صفات پاک جلال قدرت مین کہان گنجایش ہے خواہ عرش ہو یا کرسی ہو خواہ جنی ہو یا انسی ہو اور بعض نے فرمایا کہ کرسی کے درمیان مین آسمان و زمین مثل ایک ذرہ کے ہین۔ ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم یعنی اسکو اس خلقت کی نگہداشت باوجود اس خلقت کے وسیع و کبیر ہونے کے کچھ گرانی نہین دیتی ہے اور نیز یہ دونون اسکی عظمت کے مقابلہ مین رائی برابر بھی نہین ہین کیونکہ یہ اسکی بادشاہت اور سلطنت مین ایک ذرہ سے بھی کم ہین اور نیز آسمان و زمین بسبب اسکے قائم ہین اور اسکی صنعت کے واسطے کوئی علت نہین ہے اور نہ اسکے فعل کے واسطے کوئی ہتھیار ہے اسی سے ظاہر ہوئی اور اسی سے ان چیزون کا قیام ہے

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ

زبردستی نہین　دین کی بات مین کھل چکی ہے　صلاحیت　اور گمراہی　اب جو کوئی منکر ہو طاغوت سے　اور ایمان لاوے اللہ پر اُسنے

اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

پکڑی پکڑ　مضبوط　جو ٹوٹنے والی نہین　اور اللہ تعالےٰ سننے والا جاننے والا ہے

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ دین مین داخل ہونے پر زبردستی نہین۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ گمراہی سے ہدایت متمیز ہو چکی ف یعنے آیات بینات سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان تو ہدایت ہے اور کفر کرنا گمراہی ہے سیوطی رح نے کہا کہ یہ آیت انصاریؓ سے ایسے شخص کے حق مین نازل ہوئی کہ اسکے کئی فرزند تھے اور اسنے چاہا کہ انکو اسلام لانے پر زبردستی مجبور کرے۔ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ پس جو کوئی طاغوت سے منکر ہو۔ ف یعنے شیطان یا بت سے بیزار ہو جاوے۔ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ۔ اور اللہ تعالیٰ پر یقین لاوے ف جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ تو اسنے عہد محکم کو مضبوط پکڑ لیا ف اور یہ عقد محکم کچھ کمزور نہین بلکہ لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ اس کے واسطے شکست نہین ہے ف حتی کہ وہ قرب الٰہی مین داخل جنت ہو جائیگا۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع علیم ہے ف زبانی ایمان کو سنتا ہے اور دلی اعتقاد کو بھی جانتا ہے لہذا منافق اسنے بتلا دیا۔ اہل علم نے اسمین اختلاف کیا کہ آیت منسوخ ہے یا نہین۔ قول اول آنکہ یہ آیت منسوخ ہے اسواسطے کہ اسمین اکراہ کی نفی ہے حالانکہ رسول اللہ صلعم نے اہل عرب کو دین اسلام پر اکراہ کیا اور انسے لڑے یہانتک کہ وہ اسلام لائے اور سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ لینے پر اُنسے راضی نہوئے پس ناسخ اسکا قولہ تعالےٰ۔ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین الآیۃ۔ اور قولہ تعالےٰ یا ایہا الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار۔ اور اظہر یہ ہے کہ ناسخ یہ ہے قولہ تعالیٰ ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونہم او یسلمون۔ اسمین وہی باتون مین حصر ہے کہ ان سے قتال کر دیا وہ اسلام لا دین اور بعض نے تاویل کی کہ اسلام سے گردن جھکانا مراد ہے خواہ جزیہ دیکر یا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہکر و لیکن حنفیہ کے طور پر یہ تاویل نہین ہو سکتی کہ جمع درمیان حقیقت و مجاز ہے اسواسطے کہ گردن جھکانا تو لغوی حقیقت ہے اور معنے شرعی اسکی نسبت مجاز ہین اور معنے شرعی حقیقت شرعی

ہین اور لغوی اسکی نسبت مجاز ہین فافہم اور کہا گیا کہ اکثر مفسرین اسی طرف گئے ہین کہ آیت منسوخ ہے اور جاننا چاہیئے کہ اہل عرب کے واسطے ایک خصوصیت
تھی کہ حضرت صلعم نے انسے جزیہ قبول نہین کیا تھی کہ عرب کے اہل کتاب سے بھی وہان رکھکر جزیہ منظور نہ تھا تا آنکہ عمرؓ نے یہود خیبر کو نکال دیا اور امام ابوحنیفہؒ کا
بھی یہی قول ہے کہ مشرکین عرب سے سوائے اسلام کے کچھ قبول نہین ہے قول دوم یہ کہ یہ آیت خاصۃً اہل کتاب کے حق مین ہے کہ اگر وہ جزیہ دے کر
اپنے دین پر رہین تو انپر اکراہ نہوگا اور اکراہ انھین لوگون پر ہے جو بت پرست ہین اور یہ شعبی و حسن و قتادہ و ضحاک کا قول ہے قول سوم آنکہ یہ خاصہ انصار کے
حق مین ہے اور سوائے اسکے دیگر اقوال ہین کہ اعتماد سے خارج ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علما نے ذکر کیا کہ سبب نزول اس آیہ کا ایک قوم انصار کے
حق مین ہے اگرچہ اسکا حکم عام ہے پھر ابن جریر کی اسناد سے ابن عباس سے روایت کی کہ انصار مین سے بعضی عورت ہوتی کہ اسکا بچہ نہ جیتا پس وہ اپنے اوپر یہ
عہد کرتی کہ اگر جیتا رہیگا تو مین اسکو یہودی دین مین کر دونگی پھر جب بنونضیر جلاوطن کیے گئے تو ان مین انصار کے ایسے بیٹے بھی تھے پس انصار نے
کہا کہ ہم اپنے بیٹون کو نہ چھوڑینگے یعنے جانے نہ دینگے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی رواہ ابوداؤد والنسائی و
ابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ اور ایسا ہی مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و حسن بصری وغیرہم نے ذکر کیا کہ یہ آیت اسی بارہ مین اُتری ہے **قال المترجم** انصاری
عورت کا یہ عہد کرنا قبل اسلام کے تھا چنانچہ اسی قصہ کے بعض طرق مین ابن عباسؓ سے یہ زیادت مروی ہے کہ انصار نے کہا کہ ہمنے اپنے بیٹون کو یہود کے دین کے
واسطے کر دیا تھا کہ ہماری رائے مین انکا دین ہمارے دین یعنے بت پرستی سے افضل تھا اور اب اللہ تعالیٰ نے ہمکو اسلام دیا تو ہم ان لڑکون پر اسلام
کے واسطے اکراہ کرین پھر جب یہ آیت اُتری تو حضرت صلعم نے ان لڑکون کو مختار کیا اور اسلام لانے پر مجبور نہین کیا واللہ اعلم پھر **ابن کثیرؒ**
نے محمد بن اسحٰق کی روایت حضرت ابن عباس سے ذکر کی کہ قولہ لا اکراہ فی الدین۔ نازل ہوا ایک شخص انصاری کے حق مین جو بنی سالم بن عوف
مین سے تھا اسکو حصینی کہتے تھے اور اسکے دو لڑکے نصرانی تھے اور وہ خود مرد مسلمان تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا مین ان کو دین
اسلام لانے پر مجبور نہ کرون کیونکہ وہ دونون سوائے نصرانیت کے اور کچھ نہین مانتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے اس بارہ مین یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن
جریر اور سدی نے مانند اسکے روایت کی اور اسقدر زیادہ روایت کیا کہ یہ دونون لڑکے ان تاجرون کے ہاتھ پر نصرانی ہوئے تھے جو شام سے منقی کی بھرتی
کرتے تھے پس ان دونون نے ان تاجرون کے ساتھ جانے کا قصد کیا تو انکے باپ نے چاہا کہ ان دونون کو اکراہ کرے اور رسول اللہ صلعم سے
درخواست کی کہ انکے پیچھے آدمی روانہ فرما دین پس یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر ابن ابی حاتم کی روایت اسبق کی نقل کی کہ مین عمر بن الخطاب کا مملوک
اور نصرانی دین مین تھا پس عمر مجھپر اسلام پیش کرتے اور مین انکار کرتا تو فرماتے۔ لا اکراہ فی الدین۔ اور فرماتے کہ اے اسبق اگر تو مسلمان ہو جاتا تو ہم
مسلمانون کے بعض کامون مین تجھسے کچھ مدد لیتے۔ پھر **ابن کثیرؒ** نے فرمایا کہ علما مین سے ایک بڑا گروہ اس طرف گیا ہے کہ یہ محمول ہے اہل کتاب کے
حق مین اور جو انکے دین مین داخل ہو قبل اسلام لانے کے جبکہ وہ لوگ جزیہ دینا قبول کرین پھر دیگر علما سے اسکے منسوخ ہونے کا قول نقل کیا
بمانند اس تقریر کے جو ہمنے اوپر ذکر کی ہے اور کہا کہ صحیح مین مروی ہے کہ پروردگار کی عجب قدرت ہے کہ ایک قوم زنجیرون مین باندھکر جنت کی طرف کھینچی
جاتی ہین یعنے وہ قیدی جو جہاد مین گرفتار کر کے طوق و زنجیرون و بیڑیون مین جکڑکے اسلام کے ملک مین لائے جاتے ہین پھر اس کے بعد
وہ مسلمان ہو جاتے ہین اور انکے اعمال درست ہو جاتے ہین اور انکے قلوب صالح ہو جاتے ہین پس اہل جنت مین سے ہو جاتے ہین امام احمدؒ نے
حدیث روایت کی کہ حدثنا یحییٰ عن حمید عن انسؓ کہ رسول اللہ صلعم نے ایک مرد کو کہا کہ تو مسلمان ہو جا اُسنے عرض کیا کہ مین اپنے کو کارہ یعنے کراہت
کرنے والا پاتا ہون تو فرمایا کہ مسلمان ہو جا اگرچہ تو کارہ ہو یہ حدیث ثلاثی صحیح ہے ولیکن اس باب سے نہین ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو
اسلام پر اکراہ نہین فرمایا بلکہ اسکو دعوت اسلام کی اُسنے خبر دی کہ میرا نفس اسکو قبول نہین کرتا ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیک نیتی دیدے گا تو

مسلمان تو ہو جا پس اس مین اکراہ نہین ہی۔ قولہ قد تبین الرشد من الغی۔ ای تمیز ہو گیا ایک دوسرے سے اور غی اصل مین بمعنے جہل ہی مگر جہل کا اطلاق اعتقاد مین ہی اور غی کا اطلاق اعمال مین ہی۔ قولہ فمن یکفر بالطاغوت۔ طاغوت بروزن فعلوت از طغیان بمعنے حد سے بڑھ جانا ہی اسکا عین و لام مقلوب کیا گیا اور جوہری نے کہا کہ طاغوت بمعنے کاہن و جادوگر و شیطان و ہر وہ کہ گمراہی کا سردار ہو اور ہر وہ چیز کہ جسکی پرستش کی جاوے سواے اللہ عزوجل کے اور یہ لفظ کبھی واحد ہوتا ہی مثل قولہ تعالے یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ۔ ای بالطاغوت۔ اور اس صورت مین جمع اس کی طواغیت آتی ہی اور کبھی طاغوت جمع بولا جاتا ہی مثل قولہ تعالے اولیاءہم الطاغوت۔ اور ابن کثیرؒ نے عمرؓ سے روایت ذکر کی جس مین ہی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جبت تو جادو ہی اور طاغوت شیطان ہی رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ طاغوت کی تفسیر شیطان سے بہت قوی ہی کیونکہ یہ شامل ہی ہر برائی کو جو اہل جاہلیت کرتے تھے مانند بت پرستی و بتون سے مدد کی خواستگاری وغیرہ قال المترجم یہ اشارہ ہی کہ مراد ہر ایسی چیز کا ترک کرنا کہ وہ گمراہی کا سر ہی اور اس ایک لفظ مین سب کا ترک آگیا۔ قولہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی۔ مفسرین نے اس باب مین تو اتفاق کیا ہی کہ یہ باب تشبیہ سے ہی یعنے جو امر کہ دلیل سے معلوم ہی اسکو ایسی چیز سے جو حواس سے محسوس ہی تشبیہ دی مراد اس سے ایمان ہی کہ جس کے حق مین درواقع ٹوٹنا نہین ہے اور یہی ابن کثیرؒ نے مجاہد سے نقل کیا اور سدیؒ نے کہا کہ وہ اسلام ہی اور ہمارے نزدیک یہ دونون احد مین دونون تفسیرون مین کچھ فرق نہین ہی اور مفسرین شافعیہ یہان اسوجہ سے ساکت رہے کہ انکے نزدیک ایمان و اسلام مین فرق ہی حالانکہ یہ مقام تو خود صریح ہی کہ اسلام سے مراد وہی ایمان ہی ورنہ ظاہری معنے اسلام کے بمعنے گردن جھکانا ظاہر ہی کہ وہ عروہ وثقی نہین ہی فتدبر اور ایسی ہی جسنے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ ہی تو اس سے بھی وہی مراد ہی اور ایسے ہی جسنے کہا کہ وہ اعتقاد حق ہی اس سے بھی یہی مراد ہی فافہم۔ اور ابن کثیرؒ نے روایت محمد بن قیس بن عبادؒ کو ذکر کیا کہ مین مسجدؑ مین تھا کہ ایک شخص آیا جسکے چہرہ پر اثر خشوعؑ ظاہر تھا پس اسنے دو رکعت نماز پڑہی اور اس مین اختصار کیا پس لوگون نے کہا کہ یہ شخص اہل جنت مین سے ہی پھر جب وہ نکلا تو مین اسکے پیچھے ہو گیا یہانتک کہ وہ اپنے گھر مین داخل ہوا پس مین اسکے ساتھ گیا اور مین نے باتین کرنی شروع کین جب وہ مانوس ہوئے تو مین نے کہا کہ جب آپ مسجد مین داخل ہوے تھے تو لوگون نے ایسا ایسا کہا تھا تو فرمایا کہ سبحان اللہ کسی کو وہ بات نہین کہنی چاہیے جس کو وہ نہین جانتا ہی اور مین تجھسے بات کہون کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ایک خواب دیکھا اور اسکو حضرت صلعم سے بیان کیا مین نے دیکھا کہ گویا مین ایک سبز باغ مین ہون پھر ابن عون راوی نے کہا کہ انھون نے اسکی سبزی و کشادگی کو بیان کیا پھر کہا کہ اسکے بیچ مین ایک لوہے کا ستون تھا کہ نیچے کا سرا تو زمین مین اور اونچا سرا آسمان مین تھا اور اسکی اونچائی پر ایک عروہ تھا تو مجھسے کہا گیا کہ تو اسپر چڑھ جا مین نے کہا کہ مین نہین چڑھ سکتا ہون پھر ایک خادم نے آکر پیچھے سے میرے کپڑے اٹھا دیئے اور کہا کہ چڑھ تو مین چڑھ گیا یہانتک کہ مین نے وہ عروہ جا پکڑا پس مجھسے کہا گیا کہ اسکو مضبوط پکڑے رہ پھر مین جاگ گیا اس حال مین کہ وہ عروہ مین مضبوط پکڑے تھا پس مین نے آکر رسول اللہ صلعم سے اسکو بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ باغ تو باغ اسلام ہی اور وہ ستون عمود اسلام ہی اور وہ عروہ یہی عروہ وثقی اسلام کا ہی اور تو اسلام پر مضبوط رہیگا یہانتک کہ مر جاوے پھر کہا کہ یہ شخص عبد اللہ بن سلامؓ تھے رواہ احمد والبخاری ومسلم وغیرہ ف۲ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی۔ قد تبین الرشد من الغی۔ یعنے خلق سے جو چیز پوشیدہ ہی کہ وہ علم ازل مین جاری ہو چکی ہی یعنے سعادت و شقاوت وہ یہان کھل گئی ہی کہ مقبول بندون و مردود بندون دونون سے سعادت و شقاوت کی نشانی ظاہر ہوتی ہی کیونکہ نیکون کی پیشانی سے انوار معرفت کے چراغ چمکتے ہین اور مردودون کی پیشانی پر بدکاری کی اندھیری و سیاہی برستی ہی۔ قولہ فمن یکفر بالطاغوت۔ طاغوت یہ بھی ہی کہ اپنی طاعت کو دیکھے کہ ہمنے بندگی کی اور اسکے بدلے کی امیدر کھے پس جس شخص نے اس بات سے کفر کیا یعنے اپنی طاعت کو کچھ نہ دیکھا اور اللہ تعالے کے کرم پر بھروسا کیا تو وہ ان لوگون مین سے ہی جنکو مشاہدہ عطا ہوا ہی اور طاغوت کا لفظ

ف۱ یعنے مسجد نبوی ۱۲ م

ف۲ یعنے نرم دلی اور اللہ تعالے کے واسطے دل پگھلا ہوا ہونا ۱۲ م

او رشی گمراہ کرنے والی یعنے حق عزول سے روکنے والی جو چیز ہو خواہ دنیا ہو یا نفس ہو یا شیطان ہو یا اور کوئی چیز ہو وہ طاغوت ہی اور بعض نے فرمایا کہ
ہر شخص کا طاغوت اسکا نفس امارہ ہی اور شیخ ابو عبدالرحمن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسنے سب چیز سے بیزاری نہ کی تو اسکا ایمان اللہ عزوجل کے
ساتھ صحیح نہوا قولہ ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی - ای جسنے اپنی جان وطاقت وقوت سے اپنے خالق کی طرف توجہ کر لی تو اللہ تعالی
کو اپنا حافظ ووکیل پا لیا - اور بعض نے کہا کہ عروۃ الوثقی توفیق آلہی ہی کہ نیکو کاریون مین سبقت کرنے کے بارہ مین مقدر ہو چکی ہے اور انجام بخیر
ہونے مین لکھی گئی ہی اور بعض نے کہا کہ عروۃ الوثقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور بعض نے کہا کہ لا الہ الا اللہ ہے اور بعض نے کہا کہ سنت نبی صلی اللہ علیہ
وسلم ہی - قولہ لا انفصام لہا - یہ اللہ تعالی کی طرف سے اہل معرفت کے واسطے امیدواری ہی یعنے جس شخص نے میری رسی کو مضبوط پکڑ لیا
تو وہ دونون جہان مین مراد کو پہونچ گیا اور دونون منزل مین بھلا رہا اور جو حوادث پیش آوین وہ اسکی نیک بختی مین کچھ خلل نہین کر سکتے ہین
اسواسطے کہ وہ عنایت کی گود مین کفایت کے ساتھ محفوظ کیا گیا ہے

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُہُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـُٔہُمُ الطَّاغُوْتُ
اللہ کام بنانے والا ہی ایمان والونکا نکالتا ہی انکو اندھیرون سے اوجالے مین اور وہ لوگ جو منکر ہین انکے رفیق ہین شیطان

یُخْرِجُوْنَہُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ہُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ ○
نکالتے ہین انکو اوجالے سے اندھیرون مین وہی ہین لوگ دوزخ والے وے اُسی مین رہ پڑے

اَللّٰہُ وَلِیُّ - ناصر یا محب الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا - اللہ تعالی ایسے بندون کا ناصر ہے جو ایمان لائے ف یا اپنونکا محب ہی - یُخْرِجُہُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ - حالانکہ اللہ تعالی انکو تاریکیون سے نور کی طرف نکالتا ہی ف ولی بروزن فعیل بمعنے فاعل لے ناصر الذین آمنوا
یہ مفسر نے پسند کیا اور بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا محبہم یا متولی امورہم - اور مآل واحد ہی اور اگر کہا جاوے کہ جو لوگ ایمان لائے وہ تو ظلمات سے
نور کی طرف نکل چکے ہین اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے انکو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہی پس لازم آتا ہی کہ بعد ایمان کے بھی وہ ظلمات
مین تھے پھر انکو نور کی طرف نکالتا ہی اور یہ کیونکر ہو گا خصوص جبکہ واقدی وغیرہ کی روایت کے موافق قرآن مین بھی ہر جگہ ظلمات سے مراد کفر ہی
اور نور سے مراد ایمان ہی سوائے سورۂ انعام کے کہ وہان رات ودن مراد ہی تو جواب یہ ہی کہ آمنوا سے مراد وہ لوگ ہین جنکے ایمان دینے کا اللہ تعالی
نے ارادہ کیا ہی اور اسکے علم قدیم مین ثابت ہوا ہی کہ وہ ایمان لاوینگے ذکرہ البیضاوی اور دوسرا جواب یہ ہی کہ ظلمات سے وہ شبہات مراد ہین
جو کفر کی طرف پہونچاتے ہین پس جو لوگ ایمان لائے انکو اللہ تعالی ایسے شبہات سے نکال دیتا ہی اور نور یعنے کھلی راہ ایمان کی طرف لاتا ہی کہ انکے
شبہات دور ہو جاتے ہین اور معنے یخرجہم کے یہ ہین کہ اپنی توفیق وہدایت انکو دیتا ہی کہ وے کفر وشبہہ سے نکل جاتے ہین پھر جاننا چاہیے کہ یخرجہم کو
بمعنے حال یا استقبال لینے سے یہ شبہہ پڑتا ہی اور اگر اسکے یہ معنے لیے جاوین کہ مومنون کے ساتھ اسکی شان یہ ہی کہ انکو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہی
تو شاید اس جواب کی ضرورت نہو کیونکہ جو لوگ ایمان لے آئے ہین انپر بھی یہ صادق ہی کہ انکے ساتھ بھی اللہ تعالی کی وہی شان واقع ہوئی کہ انکو
ظلمات سے نور کی طرف نکال دیا پھر ظلمات کو جمع فرمایا کیونکہ کفر کی راہین بہت ہین اگرچہ حکم سب کا ایک ہی ہی کہ کافر ہمیشہ دوزخ مین رہے اور نور کو واحد
کیونکہ راہ مستقیم واحد ہی اور وہ توحید باری تعالی ہی - وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـُٔہُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَہُمْ مِّنَ النُّوْرِ
اِلَی الظُّلُمٰتِ - جو لوگ کافر ہوئے انکے اولیا طاغوت ہین کہ انکو نور سے تاریکیون مین نکالتے ہین ف طاغوت کا لفظ مفرد وجمع دونون پر اطلاق
ہوتا ہی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہی اور مونث ومذکر دونون طرح آتا ہی چنانچہ یہان مذکر ہی اور دوسری جگہ فرمایا والذین اجتنبوا الطاغوت ان

یعبدو ہا پس ضمیر مؤنث راجع ہوئی اور سراج مین مقاتل سے نقل کیا کہ طاغوت یہان کعب بن الاشرف وحیی بن خطب اور باقی وہ لوگ ہین جو گمراہی کے ڈھو تھے۔ اگر کہا جاوے کہ کافرون کو نور سے ظلمات کی طرف کیونکر نکالتے ہین حالانکہ کافر کبھی نور مین نہ تھا پس چار وجہ سے اسکا جواب دیا گیا اول آنکہ یہ بطریق مقابلہ ہو کہ اوپر مومنون کے بیان مین ظلمات سے نور کی طرف اخراج تھا یہان نور سے ظلمات کی طرف فرمایا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول نقل کیا کہ انی ترکت ملۃ قوم لا یومنون باللہ۔ ای مین نے چھوڑی ملت ایسی قوم کی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لاتے ہین حالانکہ یوسف علیہ السلام کبھی کافرون کے ملت مین نہ تھے اور عرب بے سلوکی پر بولتے ہین کہ اخرجتنی من مالک۔ یعنے تو نے مجھے اپنے مال سے باہر کر دیا حالانکہ وہ کبھی اسکے مال مین داخل نہ تھا دوم آنکہ ان یہود کے حق مین ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان رکھتے تھے اور بعد بعثت کے اِن طاغوت کی پیروی مین کافر ہوگئے پس نور سے ظلمات کی طرف نکلے۔ سوم آنکہ سراج مین ذکر کیا کہ طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک قوم کے حق مین نازل ہوئی جو عیسی علیہ السلام پر ایمان لائے تھے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ سے کفر کیا پس نور سے ظلمات کی طرف نکلے چہارم آنکہ نور وہ فطرت الٰہی ہو جسپر بندہ پیدا ہوتا ہو اِس سے طاغوت نے ظلمات کفر کی طرف نکالا۔ اور حق جواب اول ہو فتامل اور **بیضاوی** نے ذکر کیا کہ ایک قوم مرتد کے حق مین نازل ہوئی ہو واللہ اعلم۔ پھر اگر کہا جاوے کہ طاغوت کی طرف اخراج کی نسبت سے ظاہر ہوتا ہو کہ طاغوت بھی اس امر پر قادر ہین اور جواب اسکا **بیضاوی** وغیرہ نے یہ دیا کہ یہ باعتبار آنکہ سبب ظاہری ہوے ہین اور درحقیقت اسمین قدرت وارادۂ باری تعالیٰ موثر ہو اور سورۂ سبا وفاطر وغیرہ مین توضیح آویگی۔ **اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ**۔ ایسے ہی کافر لوگ جہنم کے لوگ ہین وے جہنم مین ہمیشہ رہینگے ف اور کبھی وہان سے جنت کے قابل نہون گے۔

ف۲ وقال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور یعنی مومنونکو تاریکی عدم سے نکالکر انپر انوار قدم کو کشف فرمایا اور ان کو امتحان کے اندھیرے سے مشاہدہ بیان کی طرف لایا اور نیز انکو عبودیت نفس کی تاریکی سے ربوبیت کے جمال کی طرف لایا اور نیز انکو اس لذت سے جو انھون نے مقامات ودرجات مین پائی تھی نکالکر مشاہدۂ ذات وصفات مین لایا اور نیز بشریت کی کدورت اور تاریکی سے انکو شفقت کے پانی سے پاک کرکے نور ابدیت مین لایا اور **ابن عطار**ؒ نے فرمایا کہ انکو انکی صفتون سے اپنی صفت کے ساتھ مستغنی کر دیتا ہو پس انکی صفتین حضرت عزت عزوجل کی صفت کے تحت مین مندرج ہو جاتی ہین جیسے انکے وجود بے بنیاد بھی اللہ عزوجل کے وجود ازلی وابدی وواجبی وقدیم کے تحت مین مندرج ہو جاتے ہین اور انکے حقوق اسکے ذکر حق کے تحت مین ہو جاتے ہین پس ایسا بندہ عارف حق عزوجل کے ساتھ حق کیواسطے حق عزوجل کی معیت مین قائم ہوتا ہو۔ اور نیز **ابن عطار** نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے اپنی جان کو قربان کر دینا اور خیرات کر دینا جبکہ ایمان کے حکم کے موافق ہو کے ہدایت کا نشان ہو اور جو کام کہ اللہ عزوجل نے اپنے دیئے ہوے ایمان کے موافق اسپر فرض کیا ہو اسپر قائم ہونا نشان اس امر کا ہو کہ اسکو توفیق الٰہی حاصل ہوئی ہو اور جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو اس سے باز رہنا نشان اِس امر کا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو معصوم کر لیا ہے یعنے گناہ سے بچا لیا ہو پس اس طور سے تاریکیان اِس بندے سے دور کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اسکو ایمان کے نور سے منور کر دیا کہ اسکو ولایت حاصل ہو چنانچہ فرمایا۔ اللہ ولی الذین آمنوا الآیہ۔ اور **واسطی**ؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ انکو انکے نفوس کی تاریکیون سے نکال دیتا ہو کہ نفوس مین تصدیق وتقوی وخواہش رضائے الٰہی وغیرہ نور صفات آجاتی ہین اور ہر وہ چیز حاصل ہوتی ہو جو ازل مین انکے واسطے مقدر ہوگئی تھی اور نیز فرمایا کہ مومنون کو انکے نفوس کی تاریکیون سے نکالکر رضا وصدق ومحبت وغیرہ کے نورون کی طرف جو اسکے واسطے ازل سے مقدر ہوگئی ہین لاتا ہو۔ قولہ تعالیٰ والذین کفروا اولیائہم الطاغوت۔ جو لوگ ایسے ہین کہ جنھون نے اپنے اندر عجائب قدرت الٰہی اور اسکی صنعت حکیم کے انوار دیکھکر چھپایا اور جو ان کے

دونوں مین عقل کی چمکین ظاہر ہوتی تھین انکو پوشیدہ کردیا اور بجاے اسکے شہوتون کی لذت مین اور غفلت کے پردون مین جا پڑے تو ایسے لوگون کے متولی وہ طاغوت ہین اور خیالی باطل تصویرون پر مغرور کرنے مین شیطان انکا متولی ہے پس یہ طاغوت ان لوگون کو عقلون کے نور سے نکال کر جہالت و عبادت کے اندھیرے مین ڈالتے ہین۔ قولہ اولئک اصحاب النار۔ اے ایسے لوگ ہین کہ دیدار حق عزوجل سے ہمیشہ مھجور و دور ہوکر جہنم مین ہین۔ خالدون۔ ہمیشہ پڑے رہنے والے ہین انکے واسطے تا ابد کبھی وصول و رہائی کی گنجائش نہین ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ

تونے نہ دیکھا وہ شخص جو جھگڑا ابراہیم سے اسکے رب کے بارہ مین واسطہ یہ کہ دی تھی اللہ نے اسکو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو

یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا

جلاتا ہے اور مارتا ہے بولا کہ مین ہون جلاتا اور مارتا کہا ابراہیم نے اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق کی طرف سے

مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

پھر بھلا تو اسکو لے آ مغرب کی طرف سے تب حیران رہگیا وہ کافر اور اللہ تعالیٰ نہین راہ دیتا ہے بے انصاف لوگون کو

بعض مفسرین نے بیان فرمایا کہ یہ آیت اپنی پہلی آیہ کی تنویر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو حجت غالب کی ہدایت کی اور نمرود اس دلالت نورانی سے اپنے شیطانی خیالات کی وجہ سے تاریکی کفر مین گیا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖ۔ بلفظ استفہام ہے اور معنے تعجب دلانے کے ہے اور حجت اُس دلیل کو کہتے ہین جس سے خصم پر غلبہ ہو اور استعمال لغت مین ایسے کلام پر بھی آتا ہے جو ناحق جھگڑا ہو اور یہان یہی مراد ہے اسیواسطے مفسر رحمہ نے جادل سے تفسیر کی کہ جدال محض جھگڑا کرنے کی بات ہے اور فی ربہ ای فی وجود ربہ یا فی شان ربہ۔ اور معنے یہ ہین کہ تو نے اس شخص کو دیکھا نہین جسنے ابراہیم سے اسکے رب کی شان مین جدال کیا تھا ف اور یہ شخص جدال کرنے والا بابل کا بادشاہ نمرود بضم نون و آخر دال ہے اور نسب اسکا نمرود بن کنعان بن کوس بن سام بن نوح ہے اور یہ مجاہد وغیرہ کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ نمرود بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ہے کذا ذکرہ ابن کثیر پھر ذکر کیا کہ مجاہد نے کہا کہ دنیا کے مشارق و مغارب کے مالک چار شخص ہوے دو مومن اور دو کافر پس دونون مومن تو سلیمان و ذوالقرنین ہین اور دونون کافر نمرود و بخت نصر ہین قال المترجم اسمین تامل ہے واللہ اعلم بات یہ تھی کہ اُسنے انکار کیا تھا کہ میرے سواے کوئی یہان پروردگار نہین ہے جیساکہ اسکے بعد فرعون نے اپنے لوگون سے کہا تھا کہ ما علمت لکم من الٰہ غیری۔ مجھے تمہارے لیے میرے سواے کوئی پروردگار نہین معلوم ہوا۔ پھر نمرود کو اس طغیان و کفر غلیظ و معاندت شدید پر اسی بات نے آمادہ کیا تھا کہ اسنے تجبر و تکبر کیا اور اسکی بادشاہت کی مدت دراز ہوگئی بیان کیا جاتا ہے کہ چار سو برس بادشاہ رہا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ۔ ای لان آتاہ الملک۔ (ب) اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بادشاہ کیا ف یعنے بادشاہت دینے کا نتیجہ اسنے یہ کیا کہ غرور و سرکشی و حد سے تجاوز کیا اور اس انعام نے اسکو اس محاجت پر آمادہ کیا یا محاجت کی اس جہت سے کہ اسکو ملک دیا ہے اسکے شکریہ مین اور یہ بطریق عکس ہے جیسے کہتے ہین کہ تو نے مجھسے دشمنی کی اسی سے نہ کہ مین نے تجھپر احسان کیا اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ جب ابراہیم نے کہا تھا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا و مارتا ہے ف یہ سنکر اس احمق نمرود نے کہا کہ۔ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ مین بھی زندہ کرتا و مارتا ہون ف بس ایک قیدی کو پھانسی کا حکم تھا بلا کر چھوڑدیا اور ایک بیگناہ کو قتل کرایا جب ابراہیم علیہ السلام نے اُسکو اسقدر احمق دیکھا۔ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا

مِنَ الْمَغْرِبِ ابراہیم نے کہا کہ اچھا پھر اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے لاتا ہی پس تو اسکو مغرب سے نکال ف تاکہ تیری الوہیت معلوم ہو
فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۔ پس مبہوت ہو کر رہ گیا یہ مردود جسنے کفر کیا تھا ف اور کچھ جواب دے سکا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظّٰلِمِينَ ۔ اور اللہ تعالیٰ ظالمون کو ہدایت نہین دیتا ہی ف کہ وہ راستی و سچائی پر آوین اور اسکو سمجھین حجت لاوین۔ اور شیخ ابن
کثیر رح نے فرمایا اور یہ بات یہ ہوئی کہ اسنے ابراہیم علیہ السلام سے چاہا کہ جس اپنے پروردگار کی طرف تم بلاتے ہو اسکے ہونے پر کیا دلیل ہی تو ابراہیم نے فرمایا کہ ربی
الذی یحیی ویمیت ۔ ای میرے پروردگار کے وجود پر ان چیزون کا پایا جانا دلیل ہی کہ یہ چیزین مشاہدہ ہوتی ہین بعد ازانکہ نہ تھین اور ہو کر پھر معدوم ہو جاتی
ہین پس یہ دلیل ہی کہ ایک فاعل مختار موجود ہی کیونکہ یہ چیزین خود نہین حادث ہوئی ہین پس انکا ایجاد کرنیوالا ایسا ضرور ہی کہ اسنے جب چاہا ایجاد کیا اور
جب چاہا معدوم کیا اور وہ مختار ہی پس وہی میرا رب ہی جسکی عبادت کی طرف بلاتا ہون کہ فقط اسی کی عبادت کرو شریک مت لاؤ تو نمرود نے کہا کہ انا احیی
وامیت ۔ قتادہ و محمد بن اسحاق و سدی وغیرہم بہتون نے یہ معنے بیان کیے کہ اسنے یہ جواب دیا کہ مین زندہ کرتا اور مارتا ہون اسطرح کہ میرے پاس دو شخص
ایسے لائے جاتے ہین جو مستحق قتل ہین پھر مین ایک کے قتل کا حکم دیتا ہون اور دوسرے کو چھوڑتا ہون عفو کر دیتا ہون پس وہ نہین قتل کیا جاتا
اور یہی زندہ کرنے اور مارنے کے معنے ہین شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ ظاہر ہی کہ اسکی یہ مراد نہ تھی واللہ اعلم کیونکہ یہ قول ابراہیم کا جواب نہین ہی
اور نہ اسکے معنے مین ہی کیونکہ نمرود تو خالق کے وجود سے منکر تھا بلکہ اسکی مراد یہ ہی کہ یہ مرتبہ اسنے اپنے واسطے عناد و مکابرہ کے طور پر دعوی کیا
اور وہم مین ڈالا کہ یہ تو مین ہی کرتا ہون یعنے جو زندہ و پیدا ہوتا ہی وہ میرے حکم سے ہوتا ہی اور جو مرتا ہی وہ میرے حکم سے مرتا ہی اسواسطے جب اسنے یہ
مکابرہ کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ ۔ فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب ۔ یعنے فا تفریع کے ساتھ فرمایا کہ جب تو ایسا ہی کہ جیسا
تو دعوی کرتا ہی کہ تو ہی پیدا کرتا اور تو ہی موت دیتا ہی تو جو شخص زندہ کرتا و مارتا ہی وہی مخلوق کے وجود مین متصرف ہی اور اسکے اختیار مین مخلوق کی ذات
و تسخیر کواکب و حرکات ہین پس یہ شمس جو ہر روز مشرق سے نکلتا ہی اور مغرب مین ڈوبتا ہی اگر تو ہی متصرف وجود ہی تو اسکو مغرب سے تو بھلا نکال دے
پس نمرود نے جانا کہ اس سے مین عاجز ہون اور یہان مکابرہ بھی نہین چل سکتا ہی تب مبہوت ہو گیا ای چپ ہو گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا اور
حجت اسپر قایم ہو گئی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے واللہ لا یہدی القوم الظالمین ۔ ای کافرون کو اللہ تعالیٰ حجت نہین الہام فرماتا ہی بلکہ انکی حجت
پروردگار کے نزدیک مٹی ہوئی ہی قال المترجم یہ تقریر شیخ رحمہ اللہ کی مستحسن ہے اور جماعت مفسرین نے جو احیا و امانت کے معنے موافق تقریر
شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے بیان کر کے نمرود کی غباوت پر محمول کیا ہی وہ مستبعد ہی کیونکہ ایسی غباوت کے ساتھ اتنی بڑی سلطنت
کیونکر رکھ سکتا ہی اور نیز یہ لازم آتا ہی کہ حضرت ابراہیمؑ نے اول حجت کو چھوڑ کر دوسری حجت واضح کی طرف انتقال کیا اور شیخ ابن کثیر کی تحریر
پر یہ بھی لازم نہین آتا اور قولہ فان اللہ مین فا کا ربط بھی خوب چسپان ہی اور خود شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ آیہ کریمہ کے یہ معنے لینا بہت
اچھے ہین بہ نسبت اسکے جسکو بہتیرے منطقیون نے ذکر کیا ہی کہ ابراہیم علیہ السلام نے اول مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کی طرف انتقال کیا اس وجہ سے کہ دوسری
دلیل بہ نسبت اول کے زیادہ واضح تھی حالانکہ ایسا نہین ہی جیسا ان لوگون نے کہا بلکہ مقام اول تو مقام دوم کے واسطے مثل مقدمہ
کے ہے اور قول نمرود کا اول و دوم دونون سے باطل ہوا وللہ الحمد والمنۃ اور سدی رح نے ذکر کیا کہ ابراہیم و نمرود کے درمیان یہ مناظرہ اس وقت
واقع ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام آگ سے سلامت نکل آئے تھے اور کبھی اس سے پہلے نمرود کے پاس یکجا نہین ہوئے تھے مگر اسی روز پس دونون کے درمیان
یہ مناظرہ واقع ہوا اور عبد الرزاق نے معمر عن زید بن اسلم روایت کی کہ قحط مین نمرود کے پاس اناج تھا اور لوگ ہر روز اسکے پاس اناج کے واسطے
جایا کرتے تھے پس ابراہیم بھی ان لوگون مین آئے تھے جو اناج کے لیے اسکے پاس بھیجے گئے تھے پس ابراہیم سے اسنے یہ مناظرہ کیا اور ابراہیم کو کچھ اناج

نہ دیا جیسے لوگون کو دیا پس جب نکلے تو انکے پاس کچھ اناج نہ تھا پس جب گھر کے قریب پہونچے تو ایک تودۂ ریگ پر جا کر اپنی گونون میں ریگ بھر لی اور سوچ لیا کہ میری گھر والی میرے جانے پر اسکو دیکھکر تسکین پاویگی اور مین ذرا بے فکر بیٹھ سکونگا پس جب گھر مین داخل ہوے تو گونین رکھدین اور خود تکیہ دیکر سو رہے پس انکی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا اٹھین تو دونون گونون کو عمدہ گیہون سے بھرا پایا اور کھانا تیار کیا پھر جب ابراہیم اٹھے تو دیکھا کہ تیار کھانا موجود ہی پوچھا کہ یہ تجھے کہان سے ملا اسنے جواب دیا کہ تم جو لاے ہو اسی مین سے مین نے لیا ہی تو حضرت ابراہیم سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہی۔ زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس نمرود مغرور کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا اسنے نمرود کو ایمان لانے کا حکم کیا مگر اس نے انکار کیا پھر دوبارہ اسکو ایمان کی دعوت کی مگر اسنے انکار کیا پھر تیسری بار اسکو ایمان کی دعوت کی مگر اسنے انکار کیا پس کہا کہ تو اپنے لشکرون کو جمع کر اور مین اپنا لشکر جمع کرتا ہون پس نمرود نے اپنے لشکر جمع کرکے طلوع آفتاب کے وقت روانہ کیے اور اللہ عزوجل نے انپر ایک جھنڈ مچھرون کا بھیجا کہ انکے پیچھے سے آفتاب کا گرو انہین دکھلائی دیتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مچھرون کو انپر مسلط کر دیا کہ مچھرون نے ان سب کا خون پی لیا اور گوشت کھا گئے اور خالی ہڈیان چھوڑ دین اور ان مین سے ایک مچھر اس نمرود کی ناک مین گھس گیا اور وہان چپٹ رہا کہ اسکے سر پر جوتے پڑا کرتے تھے تب تسکین ہوتی تھی یہانتک کہ جب تک جیا اس عذاب مین گرفتار رہا آخرکار مرگیا اور یہ حالت اسکی چار سو برس تک رہی ہکذا ذکرہ ابن کثیر اور محی السنہ نے ذکر کیا ہو کہ چار سو برس تک اس سے پہلے وہ اپنے آپ کو خدا کہلایا کیا پس اللہ تعالیٰ نے اسی قدر مدت اسکو اس ذلت مین گرفتار رکھا اور اس حال مین وہ ایسے شخص سے نہایت راضی تھا اور بڑا مہربان جانتا تھا جو اسکے سر پر دو تھپڑ مارے اور اسی نے نہایت بلند منارہ بنایا تھا تاکہ آسمان والون سے قتال کرے اور اللہ تعالیٰ نے اسکو ڈھا دیا جیسا کہ سورۂ غافر مین انشاء اللہ تعالیٰ یہ قصہ بیان کرونگا قولہ فبہت الذی کفر بہت بصیغۂ معروف و مجہول جبکہ آگے زبان نہ چلے اور متحیر ہو کر چپ ہو جاوے اور الذی کفر فرمایا الذی حاج تاکہ اشعار ہو کہ ایسی محاجت بھی کفر ہی۔

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَاۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ

یا جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک شہر پر اور گر پڑا تھا اپنی چھتون پر بولا کہان جلاویگا اسکو اللہ تعالیٰ اسکے مرگئے

مَوْتِھَاۚ فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ ؕ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ

پیچھے پس موت دے رکھا اللہ نے اسکو سو برس پھر اسکو اٹھایا فرمایا تو کتنی دیر رہا بولا مین رہا ایک دن یا دن سے

یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْۚ

کچھ کم فرمایا نہین بلکہ تو رہا سو برس سو دیکھ اپنے کھانے و پینے کو کہ بگڑا نہین ہی

وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ

اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھکو ہم کیا چاہین نمونہ لوگون کے لیے اور دیکھ ہڈیون کو کہ کیونکر ہم ان کو ابھارتے ہین۔ پھر

نَکْسُوْھَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

انپر گوشت پہناتے ہین پھر جب اسپر کھل گیا بولا کہ مین جانتا ہون کہ اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہی

او رایت کالذی مر یا دیکھا تو نے اس شخص کو جو گذرا تھا۔ علی قریۃ۔ ہی بیت المقدس راکبا علی حمار ومعہ سلۃ تین وقدح عصیر وہو عزیر۔ ایک شہر پر وہ بیت المقدس ہی پس گذرا یہ شخص اس شہر پر در حالیکہ سوار تھا اپنے گدھے پر اور اسکے ساتھ

ایک ٹوکری انجیر کی اور ایک پیالہ شیرہ انگور کا تھا اور یہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام تھے جب بیت المقدس کیطرف ہوکر گذرے تو دیکھا کہ ۔ وَهِيَ
خَاوِيَةٌ ۔ ساقطۃ ۔ وہ گرا پڑا تھا ۔ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۔ سقوفہا لما خربہا بخت نصر ۔ اپنی چھتون پر یعنے چھت گری پھر دیوارین یعنے
بالکل برباد تھا ۔ اور یہ اسوجہ سے تھا کہ بخت نصر نے اس شہر کو اجاڑ کر کھنڈل کر دیا تھا ۔ قَالَ اَنّٰى ۔ کیف ۔ یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بولا
کیونکر اور کس کیفیت سے اسکو زندہ آباد کریگا اللہ تعالیٰ ۔ بَعْدَ مَوْتِهَا ۔ اسکے اُجاڑ ہونے کے بعد ف یعنے اب بھلا کس طرح آباد ہوگا ۔
یہ جو کہا تھا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بزرگی خیال کرکے کہا کہ اسکی شان بزرگ ہے کہ پھر یہ آباد ہوگا ۔ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ ۔ واَلبثہ ۔ مِائَةَ
عَامٍ پس موت دیدی اسکو اللہ تعالیٰ نے اور ٹھہرا دیا سو برس تک یعنے وہین پڑے رہے ۔ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۔ پھر اس کو زندہ کیا تاکہ یہ کیفیت
اسکو دکھلاوے ۔ قَالَ ۔ تعالےٰ لہ اللہ تعالےٰ نے عزیر سے فرمایا ۔ كَمْ لَبِثْتَ ۔ مکثت ہہنا کتنی مدت ٹھہرا تو اس مقام پر ۔ قَالَ
لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۔ عرض کیا کہ ایک دن یا کچھ کم ۔ لانہ نام اول النہار فقبض واُحیی عند الغروب فظن انہ یوم النوم کیونکہ وہ دن
چڑھتے میں سوئے تھے پس انکی روح قبض کرلی گئی اور غروب آفتاب کے وقت جلائے گئے تو انکو گمان ہوا کہ یہ وہی دن ہے جس مین مین سویا تھا ۔
قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ ۔ فرمایا بلکہ تو سو برس ٹھہرا رہا ف اب قدرت کا تماشا دیکھ ۔ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ
شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۔ لم یتغیر مع طول الزمان پس اپنے کھانے و پانی کو دیکھ کہ وہ بگڑا نہین یعنے باوجودیکہ اس قدر زمانہ دراز
ہوگیا ۔ اور لم یتسنہ مین جو ہا ہے بعض نے کہا کہ اصلی ہے اور بعض نے کہا کہ سکتہ کے واسطے بڑھائی گئی ہے اور فعل سانہت سے ہے اور حمزہ وکسائی
کی قراءۃ مین یہ ہا حذف ہے حالت وصل مین ۔ حاصل یہ کہ انجیر و شیرہ انگور بگڑنے کی چیز اس سو برس مین نہین بگڑی یہ بھی تیرے واسطے دلیل قدرت ہے
نہ حالت وقف مین ۱۲
وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ ۔ اور اپنی سواری کا گدھا دیکھ ۔ کیف ہو فرآہ میتا وعظامہ بیض تلوح کہ وہ کس حال مین ہے دیکھا تو مردار پڑا ہے اور
اسکی ہڈیان بے گوشت کی سپید چمکتی ہین یہ سب ہمنے تیرے واسطے نشان قدرت کیا تاکہ تم دیکھ لو ۔ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً ۔ بالبعث
لِّلنَّاسِ ۔ تاکہ ہم تجھکو بناوین نشانی حشر مین اُٹھائے جانے کی لوگون کے واسطے یعنے تجھکو دیکھکر لوگ یقین کرین کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے
مُردے کو زندہ فرماوے کیونکہ عزیر علیہ السلام کو سو برس بعد زندہ کر دیا ۔ پھر عزیر علیہ السلام کو فرمایا ۔ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ ۔ من حمارک اپنے گدھے
کی ہڈیون کو دیکھ ۔ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ۔ نحییہا ۔ کہ کیونکر ہم ان ہڈیون کو زندہ کرتے ہین ف تاکہ تو آنکھون دیکھ لے ننشزہا بضم نون و
سکون نون دوم وکسر شین معجمہ وضم راے مہملہ ہے اور اسی سے حشر و نشر بولتے ہین ۔ اور اہل کوفہ کی قراءۃ مین بضم نون وآخر زاے معجمہ سے آیا ہے یعنے انکی
ہڈیون کو ہم حرکت دیتے اور انکو اُٹھاتے ملاتے ہین ۔ ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۔ پھر کیونکر ہم ان ہڈیون کو گوشت پہناتے ہین فنظر الیہا
وقد ترکبت وکسیت لحما ونفخ فیہ الروح ونہق ۔ پس عزیر نے اسکو دیکھا اور حال یہ گذرا کہ دیکھتے دیکھتے ہی وہ ایک دوسرے سے ملائی
گئین اور انپر گوشت چڑھایا گیا اور روح پھونکی گئی اور وہ گدھا رینگ اُٹھا ۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۔ ذلک بالمشاہدۃ پھر جب کھل گیا اسپر یہ
معاملہ ف مشاہدہ کرلینے سے ۔ قَالَ اَعْلَمُ ۔ علم مشاہدۃ کہنے لگا کہ مین جانتا ہون آنکھون دیکھا جاننا کہ ۔ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
یعنے بولا ۱۲
قَدِيْرٌ ۔ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے اور حمزہ اور کسائی کی قراءۃ مین اعلم بصیغہ امر ہے پس اللہ تعالےٰ کی طرف سے عزیر کو امر یعنے
دیکھکر جان لے کہ اللہ تعالےٰ کے ہین سب قدرت ہے قریہ یعنے اکٹھا کیونکہ گانون و شہر جامع بیوت یا اہل قریہ ہوتا ہے اور خاویہ از خوی دراصل یعنے
مکانہا ۱۲
خلو ہے اسی سے بھوکھ کو خوی کہتے ہین کہ پیٹ خالی ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ ماخوذ از خوی البیت ہے یعنے سقط البیت و ابن عباس نے فرمایا کہ خاویہ
ای خراب یعنے کھنڈل اور سدی نے کہا کہ خاویہ علی عروشہا ۔ ای چھت پہلے گری پھر اسپر دیوارین گرین اور اسکو ابن جریر نے اختیار کیا اور ظاہر

یہ ہے کہ یہ محاورہ ایسا ہی جیسے ہم کہتے ہین کہ چھت کے بل گر پڑا پس دیوارون کا گرنا ضرور نہین جیسے ثابت رہنا ضرور نہین پس ارجح تفسیر حضرت ابن عباسؓ ہے واللہ اعلم پھر جاننا چاہیئے کہ قریہ کی تفسیر مین اختلاف ہی اور وہبؒ و عکرمہ و ربیع بن انسؒ و قتادہ نے کہا کہ وہ بیت المقدس ہی جس کو بخت نصر بادشاہ بابل نے خراب کر ڈالا تھا اور یہی مشہور اور راجح ہی اور کمالین مین کہا کہ حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہما السلام کی پیدائش سے چار سو برس پہلے جب بنی اسرائیل نے شعیاء کو قتل کیا تو اس عذاب مین بخت نصر انپر غالب کیا گیا جسنے بنی اسرائیل کو بالکل برباد کر دیا اور اس مین اختلاف ہی کہ یہ گذرنے والا کون شخص تھا پس وہب بن منبہ و عبداللہ بن عبید سے روایت ہی کہ وہ ارمیا بن خلقیا تھے اور یہ خضر علیہ السلام کا نام ہی اور بعض نے کہا خرقیل بن بوار تھے اور مجاہد سے روایت ہی کہ وہ ایک شخص بنی اسرائیل مین تھا اور مشہور یہ ہی کہ وہ عزیر علیہ السلام تھے اور یہی ابن ابی حاتم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا اور ابن جریر نے اسکو ناجیہ بن کعب سے روایت کیا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابن عباس و حسنؒ و قتادہ و سدی و سلیمان بن بریدہ کا ہی **ذکرہ ابن کثیرؒ** اور یہی ارجح ہی - اور رہی یہ بات کہ یہ کہان تھے کیونکہ بخت نصر نے جب بنی اسرائیل پر حملہ کیا تو لڑائی مین کثرت سے بنی اسرائیل مارے گئے پھر اسنے بلاد زمین مقدسہ کے بنی اسرائیل جمع کر کے تین حصہ کیے ایک حصہ کو قتل کر دیا اور ایک حصہ کو باندی غلام بنایا اور ستر ہزار لڑکے لیکر اپنے سردارون مین بانٹ دیے اور ایک تہائی کو یہان بسا دیا تھا پس شاید یہ ان لوگون مین سے ہون جو بسائے گئے تھے اور شاید کہ بابل سے چھوٹ آئے ہون اور معالم مین وہب بن منبہ کی روایت مین آرمیاء کو گذرنے والا قرار دینے کی تقریر پر بیان کیا ہی کہ وہ جنگلون کے جانورون مین جا ملے تھے واللہ اعلم - بہر حال آیہ کریمہ کا مطلب ان تفاسیر مین سے کسی پر موقوف نہین ہی وہ خود ظاہر ہی اگرچہ ان تفسیرون مین سے کوئی معلوم نہو یہ تفاسیر تو صرف زوائد توضیح کے واسطے ہین **قال ابن کثیر** مشہور یہ ہی کہ وہ قریہ بیت المقدس کی طرف گذرے بعد تخریب بخت نصر کے اور اسکے لوگون کے قتل ہو جانے کے اور بیت المقدس کی حالت یہ تھی کہ وہ خراب پڑا تھا اس مین کوئی نہ تھا وقولہ علی عروشہا ای اسکی چھتین گری پڑی تھین اور اسپر دیوارین منہدم تھین تو کہا کہ انّی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا - اور یہ اسوجہ سے کہا تھا کہ وہ شدت سے برباد تھا تو مستبعد جانا کہ اب کیونکر یہ اصلی حالت پر آویگا **قال المترجم** اور **بیضاوی** نے کہا کہ یہ قول انکا اس اقرار کے طور پر تھا کہ زندہ کرنے کے طریق سے مجھے آگاہی نہین ہی - اور ابو السعود نے کہا کہ اسکی خرابی پر افسوس اور اسکی عمارت کے شوق کے طور پر مع اشعار یاس کے کہا تھا اور شیخ مفسرؒ نے اختیار کیا کہ یہ قدرت الٰہی کے استعظام کے طور پر تھا یعنے اسکی قدرت عظیم ہی کہ ایسے خراب شدہ کو بھی زندہ کر دیگا پس اللہ تعالیٰ نے انکو اس سے بھی بڑھکر دکھلایا کہ جسکا بیان آگے موجود ہی اور اس تقریر پر قولہ اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر بہایت مرتبط ہی یعنے یہ قدرت اس سے بڑھکر دیکھکر کہا کہ ہان مین جانتا ہون کہ اللہ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہی اور اب تو مجھے مشاہدہ ہو گیا **فی تفسیر ابن کثیرؒ** وغیرہ جب انھون نے ایسا کہا تو اللہ تعالیٰ نے انکو سو برس کے لیے موت دیدی باین طور کہ وہ ایک گدھے پر سوار گذرے تھے اس مقام پر اس سے اتر کر گدھے کو باندھ دیا اور انکے ساتھ ٹوکری مین انجیر و انگور تھے اور پینے کے لیے شیرہ انگور تھا یہ سب رکھدیا اور خود سو رہے پس سوتے مین انکی روح قبض کر لیگئی اور یہ دن چڑھتے ہوئے واقع ہوا پھر شہر مذکور انکے موت کے ستر برس بعد بدستور آباد ہو گیا باین طور کہ بخت نصر مر گیا اور بنی اسرائیل اسکے پنجہ سے چھوٹ کر پھر شام مین آئے اور بیت المقدس آباد کیا اور معالم وغیرہ کی روایت مین ہی کہ عزیر علیہ السلام جہان پڑے تھے اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگون کی آنکھون پر پردہ کر دیا کہ کسی نے انکو نہین دیکھا یہانتک کہ سو برس پورے ہوے پس جب اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا گیا ہی کہ پہلے انکے بدن سے دونون آنکھین زندہ کر دین تاکہ اپنے مین قدرت الٰہی کو مشاہدہ کرین کہ باقی تمام بدن کیونکر زندہ ہوتا ہی پھر جب پورے زندہ ہو کر ٹھیک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بواسطہ فرشتہ کے عزیر کو کہا کہ کم لبثت - تو عزیر نے جواب دیا کہ لبثت یومًا او بعض یوم کیونکہ وہ چڑھتے

دن مین سوئے تھے اور جب زندہ کیئے گئے ہین تو آفتاب ڈوبنے سے پہلے آخر دن تھا اس سے انھون نے یہ گمان کرکے کہ وہی دن ہی کہا کہ او بعض یوم۔
تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ بل لبثت مائۃ عام۔ اور حکم دیا کہ اپنے کھانے کو دیکھ کہ وہ متغیر نہین ہوا۔ اور انکے ساتھ انجیر وانگور واس کا شیرہ تھا۔ عزیر نے
دیکھا تو اس مین سے کچھ متغیر نہین ہوا اور حکم دیا کہ وانظر الی حمارک یعنی اپنے گدھے کو دیکھ کہ اللہ عزوجل اسکو کس کیفیت سے زندہ فرماتا ہی اور سدی وغیرہ نے
فرمایا کہ گدھے کی ہڈیان ادھر اُدھر متفرق ہوگئی تھین پس انھون نے دیکھا تو سپید سپید چمکتی تھین پس اللہ تعالی نے ایک ہوا بھیجی اسنے تمام ہڈیان اس
مقام سے جمع کردین پھر حکم الٰہی سے ہر ہڈی اپنے مقام پر لگی اور ہڈیون کا گدھا کھڑا ہوگیا کہ اسپر گوشت نہ تھا پھر اللہ تعالی نے اس پر گوشت پٹھے رگین
کھال چڑھ جانے کا حکم دیا پھر اللہ تعالے نے ایک فرشتہ بھیجا جسنے اسکے نتھنون مین روح پھونکی کہ وہ بولتا زندہ جانور ہوگیا پھر جو فرمایا ہی کہ ہم تجھکو
لوگون کے واسطے اس بات کی نشانی کردین کہ حشر کے واسطے زندہ ہونا برحق ہی تو اسطرح کہ عزیر علیہ السلام زندہ ہوکر اسی سن وسال پر روانہ ہوکے
جس سن پر مرے تھے اور شہر مین پہونچے تو انکے بیٹے پوتے بڑھے ہوگئے تھے اور انھون نے علامات سے انکو پہچانا و معالم مین یہ قصہ دراز نقل کیا ہی
ظاہرا روایت اسرائیلیات سے ہی واللہ اعلم۔ ف۲۰ فی العرائس قولہ تعالے۔ انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا۔ عزیر علیہ السلام مشاہدہ کی خواہش مین تھے
تاکہ اس مشاہدہ کے نور مین اس مقدور کے اندر قادر عزوجل کو مشاہدہ کرین اور نیز انکا تعجب کرنا قدرت مین کچھ بنظر شک نہین تھا ولیکن یہ خاطر
کا تلون تھا کہ ان کو مقام ایمان سے مقام مشاہدہ حال کی طرف لے گیا کہ بیان ظاہر ہو۔ اور نیز انھون نے تفکر کیا تاکہ معرفت حاصل کرین یعنی
اپنے درجہ حاصلہ سے زائد مقام مین ترقی کرین۔ قال المترجم اس کلام سے (کشفی دلیل ۱۲) ظاہر ہوتا ہی کہ مراتب انبیاء علیہم السلام مین بھی ہر نبی اپنے مرتبہ
خاص کے درجون مین ترقی کرتا ہی اور ابتدا سے اس منزلت کے تمام درجہ اسکو حاصل نہین ہوتے ہین اور یہی قول تحقیق معلوم ہوتا ہی اور اسی پر مندفع
ہوتا ہی کہ مثلاً نوح علیہ السلام کو دعوت قوم کا حکم دیا گیا تھا کہ اپنی قوم کو ایمان کی طرف دعوت کرین اور وہ لوگ انکو ایذا دیتے تھے اور ایمان نہین لاتے
تھے ضرور حضرت نوح کو ملال ہوتا تھا پھر آخرکار انکو حکم دیا کہ انہ لن یؤمن من قومک الا من قد آمن فلا تبتئس بما کانوا یعملون پس جب مقدر تھا کہ
کوئی اور ایمان ہی نہ لائیگا۔ تو دعوت کرنے کا کیا فائدہ تھا پس جواب یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے مدارج پورے ہونے کے واسطے تھا فافہم
اور عزیر وابراہیم علیہما السلام دونون کے سوالون مین فرق یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام تو مقام تمکین مین تھے تو اللہ تعالے نے ان کو دوسری چیز
مین قدرت کا مشاہدہ دیا اور عزیر علیہ السلام محل تلوین مین تھے پس انکو انکی ذات مین مشاہدہ قدرت دیا تاکہ انکا قلب نور صفات مین بلکہ فعل قدیم
کی حقیقت تک پہونچے اور محل تمکین مین استوار ہو۔ اور نیز خلیل علیہ السلام کا مقام تو مقام انبساط تھا اور مقام عزیر علیہ السلام کا مقام تحیر تھا پس خلیل
علیہ السلام نے انبساط کرکے درخواست کی کہ انکو آیات کے لباس مین صفات کا مشاہدہ نصیب کیا جاوے پس ان کو دوسری چیز مین انکی
درخواست دکھلائی گئی کیونکہ وہ خود تو انوار قدرت سے بھرے ہوے تھے اور اپنے حال پر اور زیادہ چاہتے تھے اور عزیر علیہ السلام کا تعجب کرنا
اسوجہ سے تھا کہ وہ اسرار ربوبیت مین نہایت متحیر ہوگئے تھے یعنے انکا قدم مقام تحیر مین جما ہوا تھا پس اللہ تعالے نے ان کو ادب سکھلانے کیواسطے
ان کی ذات مین نشانیان دکھلاوین اور خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ ایسا نہین ہوا کیونکہ انبساط کے مقام والے لوگون سے مواخذہ نہین
ہوتا ہے۔ اور نیز خلیل ع کا سوال تو مشاہدہ کے درخواست مین ہی اور عزیر علیہ السلام کا حال یہ ہی کہ انھون نے کمال قدرت مین متحیر ہوکر تعجب کیا
اور نشانی طلب کی تاکہ وحدانیت کو اپنے دل مین اللہ تعالے کی قدرت سے مضبوط کرلین۔ اور نیز خلیل علیہ السلام کا مقام تو صفات کی تجلیان
ایک ہو جانے کا مقام ہی اور عزیر علیہ السلام کا جو مقام ہی وہ افعال کی تجلیات ایک ہو جانے کا مقام ہی پس صفات کی تجلی حضرت خلیل کے دل کو
ملی کیونکہ فرمایا ولکن لیطمئن قلبی اور افعال کی تجلی حضرت عزیر کی صورت کو پہونچی تاکہ انکے واسطے علم کا حاصل ہونا حضرت قادر ذو الجلال

کی قدرت سے ہو کیونکہ کہا اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر اور نیز خلیل علیہ السلام کو اختصاص دیا گیا تھا تجلی صرف کے ساتھ بدون اسکے کہ انکی ذات میں
آیات دکھلائی جاویں پس اسکی حاجت نہوئی کہ وہ مار ڈالے جاویں پھر زندہ کیے جاویں اسواسطے کہ حق عزوجل کی تجلی صرف تو انمیں بلا واسطہ آیات
کے ہوتی تھی ولیکن اسکے محتاج تھے کہ حق کی تجلی کو اپنے غیر میں دیکھیں پس انکو دو منزلت سے اختصاص ہو جاوے یعنے تجلی صرف سے اور تجلی انفس
سے لیکن غیر میں انکو تجلی دی گئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کے واسطے مشاہدہ خاص تھا پس اسکے محتاج ہوئے کہ اسکو انکی ذات وغیرہ میں دکھلاوین
تاکہ انکے واسطے ہر دو مقام کی تجلی حاصل ہو جاوے اگرچہ وہ تجلی صرف نہ ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوئی چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت
عزیر نے جب اپنی ذاتی واقعہ کی تجلی کو مشاہدہ کر لیا تو انسے کہا گیا کہ فانظر الی طعامک وشرابک اور مشاہدہ آفاقی اپنے غیر میں ہوا اور نیز حضرت خلیل
علیہ السلام کو کشف معائنات کے مقام میں زندہ رہنے کی حالت ہی میں پہونچ گئے تھے پھر انکے واسطے ملکوت اشیاء کو کشف کیا گیا تاکہ انفس میں اور
آیات میں سے نور مشاہدہ حق کو حاصل کریں اور اسکی احتیاج نہوئی کہ انکی روح انکے حواس سے غائب ہو جاوے تب معائنہ صرف کو دیکھیں کیونکہ
وہ حالت صحو میں تھے اور عزیر علیہ السلام اسوقت میں مقام مذکور کو نہیں پہونچے تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکو صورت سے غائب کر دیا یعنی مار کر دوبارہ
زندگی دی پس جب اس مرگ سے نجات دیدی تو حالت غیبت میں انکو مشاہدہ حق دکھلایا کیونکہ وہ حالت سکر میں تھے پھر جب وہ موت سے بیدار ہو
تو حالت صحو میں بھی وہی دیکھا جو حالت سکر میں دیکھا تھا ولیکن جو کچھ حالت سکر یعنی حالت غیبت میں دیکھا تھا وہ مشاہدہ روحی تھا اور جو حالت صحو میں
دیکھا وہ مشاہدہ عیان تھا۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو مردہ کا زندہ کرنا دوسری چیز میں دکھلایا گیا اور عزیر علیہ السلام کو انکی ذات میں
دکھلایا اسوجہ سے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سوال میں تلطف کیا تھا اور کہا کہ اَرِنِی پس غیر چیز میں انکو دکھلایا گیا اور عزیر علیہ السلام نے قدرت میں تعجب
کیا تو یہ نہیں دیکھا کہ عزیر کے قصہ کو ایمان پر ختم کیا کہ فرمایا اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر اور خلیل علیہ السلام کے قصہ کو عزت و حکمت پر ختم کیا چنانچہ
فرمایا واعلم ان اللہ عزیز حکیم اسواسطے کہ خلیل نے اظہار حکمت و مشاہدہ عزت کا سوال کیا تھا اور عزیر نے قدرت سے تعجب کیا تھا پس ہر ایک
کو اپنے سوال کے موافق جواب دیا گیا قال المترجم یہ قول خیر اگرچہ درست ہے ولیکن اس سے کوئی خلاف حکمت مذکورہ بالا و اقوال مذکورہ بالا
سے نہیں ہوتا کیونکہ درخواست ہر ایک کی اپنے مرتبہ پر تھی اور قصہ خلیل سے مراد یہی کہا قال اللہ تعالیٰ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ
اور جب کہا ابراہیم نے اے رب دکھا مجھکو کیونکر جلاویگا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا بولا کیوں نہیں ولیکن

لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ
اسواسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو فرمایا تو پکڑ چار جانور پرندوں سے پھر انکو ہلا اپنے ساتھ پھر ڈال اوپر ہر پہاڑ کے

مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠
ان میں سے ایک ایک ٹکڑا پھر انکو پکار آویںگے تیرے پاس دوڑتے اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے

و۔ اذکر اور نصیحت بیان کر اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى۔ جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب مجھے
دکھلادے کہ کس کیفیت سے تو مردے زندے فرماتا ہو۔ قَالَ۔ تعالیٰ لہ۔ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو فرمایا کیا تو ایمان نہیں لایا
ف یعنے میرے قادر ہونے پر ایمان نہیں لایا کہ میں جب چاہوں مردہ زندہ کردوں۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ تو سب بات جانتا ہے پھر اس نے کہ
ابراہیم سے کیوں پوچھا۔ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ابراہیم کو اسپر ایمان ہے پھر اسواسطے پوچھا کہ ابراہیم اس سوال کا جواب دیں تاکہ سننے

والون کو معلوم ہو جاوے کہ ابراہیم کی اس درخواست سے کیا غرض ہے۔ قَالَ بَلٰی۔ امنت۔ وَلٰكِنْ سالتک۔ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي بالمعاینۃ المضمومۃ الی الاستدلال۔ ابراہیم نے کہا کہ کیون نہین ہین تو ایمان لایا ہون ولیکن مین نے تجھسے درخواست کی تاکہ سکون ہو میرے دل کو یعنے استدلال کے ساتھ معاینہ ملایا جاوے تو جیسے دلیل توحید پر ایمان لایا تھا آنکھون دیکھ لون۔ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ۔ فرمایا کہ پھر چار پرندون سے لیکر انکو اپنی جانب مائل کر یعنے ہلالے۔ واقطعهن واخلط لحمهن وریشهن پھر ہلا لینے کے بعد انکو ذبح کرکے پارہ پارہ کردے اور ان کے گوشتون و پرون کو باہم مخلوط کردے۔ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا پھر انمین سے ایک جزو پہاڑ پر رکھدے ف یعنے اپنے وطن کے پہاڑون مین سے ہر پہاڑ پر اس مخلوط سے ایک جزو رکھدے۔ ثُمَّ ادْعُهُنَّ ایک پھر ان کو۔ اپنے پاس بلا۔ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا۔ سریعًا۔ جلدی تیرے پاس آجاوین گے وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ لایعجزہ شئی اور جان لے کہ اللہ تعالے ایسا غالب ہے کہ اسکو کوئی چیز عاجز نہین کرتی۔ حَكِيْمٌ۔ فی صنعہ۔ اپنی صنعت مین بڑا دانا کاری ہے روایت ہے کہ ابراہیم ؑ نے ایک مور۔ ایک کرگس اور ایک کوا۔ اور ایک مرغ لیا۔ اور ان سب کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو مذکور ہوا اور انکے سر اپنے پاس رکھ لیے پھر انکو پکارا پس انکے اجزا اڑے بعض اجزا بعض کی طرف یہانتک کہ ملکر سب دھڑ پورا ہوا پھر اپنے سر کی طرف دوڑکر اس مین مل گیا اور جیسا تھا ویسا جانور انکے پاس کھڑا ہوا اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ علما نے اسکے کئی سبب بیان کیے ہین کہ ابراہیم ؑ نے یہ سوال کیون کیا تھا یعنے دل سے تو یقین تھا اسکے ساتھ ظاہری مشاہدہ کا سوال کیون کیا تھا پس منجملہ ان اسباب کے یہ کہ جب انھون نے نمرود سے کہا کہ میرا پروردگار جلاتا اور مارتا ہے تو چاہا کہ مجھے علم یقین کے ساتھ عین الیقین بھی حاصل ہو اور مین اسکو مشاہدہ بھی کرلون۔ قال المترجم معالم مین ذکر کیا کہ حسن و قتادہ و عطار خراسانی و ضحاک و ابن جریج نے کہا کہ سبب اس سوال کا یہ ہوا تھا کہ وہ ایک مردار جانور کی طرف ہوکر گذرے جو سمندر کے کنارے پڑا تھا اسکو دیکھا کہ خشکی وتری کے جانورون نے اسکو پارہ پارہ کردیا تھا جب دریا چڑھتا تو اسکی مچھلیان اس جانور کا گوشت کھاتین اور جب اتر جاتا تو خشکی کے جانور کھاتے جب وہ ہٹ جاتے تو ہوا کے پرند شکاری نوچتے کھاتے اور اس کے ٹکڑے بوٹیان سمندر رہ ہوا مین ادھر ادھر خاک ہوکر اڑتی تھین یہ دیکھکر ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار مین جانتا ہون کہ تو اسکو جمع فرماویگا اور مجھے دکھلاوے کہ کیسے زندہ کریگا قال المترجم اور یہ سوال حضرت ابراہیم کی طرف سے شک نہ تھا اور ابن جریر رح نے چند لوگون سے نقل کیا کہ انھون نے قدرت الٰہی مین شک کرکے ایسا سوال کیا تھا اور استدلال انکا اس حدیث سے ہے جو صحیحین وغیرہ مین ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ نحن احق بالشک من ابراہیم اذ قال رب ارنی کیف تحی الموتی۔ یعنے ہم احق ہین شک کرنے کو ابراہیم کی بہ نسبت جبکہ کہا تھا کہ رب ارنی کیف تحی الموتی اور نیز ابن عباس رض کے قول سے ہے کہ قرآن مین کوئی آیت میرے نزدیک اس سے زیادہ امید کی نہین ہے اور کہا کہ اولم تومن کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے بلٰی سے رضامندی فرمائی اور کہا کہ پس یہ ایسی چیزون کے واسطے ہے کہ جو نفس پر عارض ہوتی ہے اور اس سے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے رواہ ابن ابی حاتم والحاکم وصححہ وابن جریر وعبدالرزاق۔ اور ابن جریر نے بعد حکایت اس قول کے اسی کو ترجیح دی ہے اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس قول پر طعن کیا اور فرمایا کہ حدیث مین شک سے بلا خلاف وہ معنے مراد نہین ہین جو بعضے ایسے لوگ سمجھے ہین جنکے پاس کچھ علم نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن عطیہ رح نے فرمایا کہ اس گروہ کا قول میرے نزدیک مردود ہے اور کہا کہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اوپر مذکور ہوا اسکے یہ معنے ہین کہ اگر وہ شک کرنے والے ہوتے تو ہمکو شک کرنے مین اُنسے بڑھا ہونا چاہیئے تھا اور ابن عباس کے قول کے معنے یہ ہین کہ اس مین ابراہیم نے اولال کے طور پر کہا تھا اور کہا کہ اسپر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کبائر سے اور ایسے صغیرہ گناہون سے جس مین رذالت ہووے

معصوم ہین اور محی السنۃ نے بعد ذکر حدیث کے کہا کہ اسمعیل بن یحیی المزنی نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شک نہین کیا اور
نہ ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا اس بات مین کہ اللہ تعالےٰ مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور **شیخ ابو سلیمان خطابی** نے فرمایا کہ قولہ نحن احق
بالشک من ابراہیم۔ مین اپنے اوپر شک کرنیکا اقرار نہین اور نہ ابراہیم پر شک کرنیکا اقرار ہے بلکہ دونون سے شک کرنے کی نفی ہے کہ حضرت صلعم فرماتے ہین کہ
جب ہمنے ہمین شک نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے تو ابراہیم اولیٰ ہین کہ شک کرین اور آنحضرت صلعم نے ایسا برسبیل تواضع وکسرنفسی کے فرمایا ہے جیسے
یہ فرمایا کہ لو لبثت فی السجن طول مالبث یوسف لاجبت الداعی۔ ای اگر اتنے زمانہ دراز تک مین قید خانہ مین پڑا رہتا جتنے دنون یوسف پڑے رہے تو بادشاہی
بلانے والے کا بلانا بغیر تاخیر کے مان لیتا اور بالاجماع انبیاء علیہم السلام کبیرہ گناہ سے معصوم ہین۔ اور **قرطبی** رح نے قول ابن عطیہ کی تائید کی اور کہا کہ
انبیاء علیہم السلام پر ایسا شک نہین روا ہے پس حدیث مین شک کرنا مراد نہین ہے کیونکہ یہ شک تو کفر ہے اور ادنیٰ مومن خالص اس مین شک نہین کرتا ہے
کجا انبیاء علیہم السلام کہ وہ سب تو متفق ہین کہ حشر ہونا برحق ہے **قال المترجم** تعجب اُن لوگون سے ہے جو حضرت ابراہیم سے شک قرار دیتے ہین اور
حدیث مین شک کے بھی معنے ظاہری لیتے ہین کیونکہ خود آیت مین موجود ہے کہ۔ اولم تومن۔ اور ایمان بمعنے یقین ہے اور بلیٰ سے عدم یقین کی نفی ہوئی
پس یقین ثابت ہوا اور ظاہر ہوا کہ حضرت ابراہیم کو یقین کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور خود ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا
کہ اولم تومن تو خود اللہ تعالےٰ کو معلوم تھا کہ اسکا یقین کامل ہے صرف اسواسطے فرمایا تھا کہ لوگون کو معلوم ہو جاوے کہ یقین پر اور زیادہ چاہتا ہے کیونکہ
ابراہیم نے جواب دیا کہ ہان مجھے قطعی یقین ہے ولیکن مشاہدہ مانگتا ہون اور فرق دونون مین یہ ہے کہ یقین ایمانی تو استدلال سے ہوتا ہے اور مشاہدہ
آنکھون سے ہے پس لیطمئن قلبی مین جو اطمینان چاہا ہے وہ آنکھون دیکھنے کے شوق سے تسکین چاہی ورنہ یقین کے ساتھ تو اطمینان قلب ہوتا ہے جیسے فرمایا
وقلبہ مطمئن بالایمان۔ اور توضیح یہ ہے کہ یقین ایمانی کے ساتھ قلب کا مطمئن ہونا اس بات کے منافی نہین ہے کہ قلب کو اور وجہ سے اضطراب ہو
لیکن اور وجہ سے اضطراب ہونے سے ایمان قلبی کا اطمینان نہین جاتا ہے پس قلب انکا ایمان سے مطمئن تھا اور ظاہری شوق کی وجہ سے مضطرب
تھا اور قولہ فخذ اربعۃ من الطیر **بیضاوی** رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ پرند لینے کی خصوصیت اسوجہ سے تھی کہ وہ انسان سے قریب تر ہے اور خواص حیوان کا
جامع ہے اور چار کی تعداد مین اشارہ ہے چار عنصر کی طرف جن سے انسان وغیرہ کے اجسام مرکب ہوتے ہین۔ اور رہا یہ کہ کون کون پرند تھے تو ابن عباس کی
روایت وہ ہے جو مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اخرجہ ابن ابی حاتم اور مجاہد وغیرہ کے قول مین بجاے کرگس کے کبوتر مذکور ہے اور بعض اقوال دیگر ہین اور **شیخ
ابن کثیر** رح نے فرمایا کہ مفسرین باہمین مختلف ہین مگر اسکے تعیین مین کوئی فائدہ متعلق نہین کیونکہ اگر اب ہوتا تو کلام مجید مین خود بیان ہوتا اور
بیضاوی رح نے کہا کہ اس مین اشارہ ہے کہ نفس کو اگر دائمی زندگی کے ساتھ زندہ رکھنا چاہیے تو یون ہوگا کہ شہوات وزخارف کو جو طاؤس کی صفت ہے
ظاہری زینت
ہلاک کرے اور صولت کو جو مرغ کی صفت ہے مارے اور خست وپلیدی نفس اور امید دراز جو کوے کی صفت ہے زائل کرے اور خواہش نفسانی مین جلد گرنا
اور اونچائی چاہنا جو کبوتر کی صفت ہے دور کرے تب وہ ہمیشہ کی زندگی سے زندہ ہوگا۔ اور الطیر جمع طائر ہے مثل تجر وتاجر یا اسم جمع ہے مثل رکب و
راکب قولہ فصرھن الیک۔ یہ لفظ صار یصور اور صار یصیر دونون سے پڑھا گیا اور لفظ مشترک ہے بمعنے مائل کرنا اور قطع کرنا اور بعض نے کہا کہ بالکسر
بمعنے قطع کرنا اور بالضم بمعنے مائل کرنا۔ اور بعض نے کہا کہ بالضم تو دونون معنون مین مشترک ہے اور یہ بالکسر فقط بمعنے قطع کرنا۔ اور ابن عباس رض سے اس کے
معنے قطع کرنے کے مروی ہین اور **ابن کثیر** رح نے ایک جماعت تابعین سے یہی معنے نقل کیے ہین **قال ابن کثیر** رح پھر ان علما نے ذکر کیا کہ ابراہیم علیہ السلام
نے چار چڑیان لین اور انکو ذبح کیا پھر انکو کاٹ ڈالا اور انکے پر و بازو اکھاڑے اور خوب انکو پارہ پارہ قیمہ کیا اور سب کو ایک دوسرے مین مخلوط کر دیا پھر اس مخلوط کے
بخرے کیے اور ہر پہاڑ پر ایک ایک بخرا رکھا پس بعض نے کہا کہ چار پہاڑ تھے اور بعض نے کہا کہ سات تھے اور اس مین اتفاق ہے کہ ہر پہاڑ سے مراد تمام

روے زمین کے پہاڑ نہیں بلکہ اُسی زمین کے پہاڑ مراد ہیں جہاں حضرت ابراہیم رہتے تھے اور ابن عباس رضؓ نے کہا کہ ان پرندوں کے سر اپنے ہاتھ میں رکھے
پھر اللہ عزوجل نے ابراہیم کو حکم دیا کہ ان چڑیوں کو بلا پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ویسے ہی انھوں نے پکارا اور دیکھتے تھے کہ پر اڑ کر پر سے اور
خون اڑ کر خون سے اور گوشت گوشت سے اور کل جز ایک پرندے کے بعض اجزا بعض سے ملتے تھے یہاں تک کہ ہر پرندہ علیحدہ تیار ہو گیا اور وہ حضرت
ابراہیم کی طرف پیروں پیروں دوڑتے چلے آئے تاکہ جس کے دیکھنے کا سوال کیا تھا وہ پورے طور پر حاصل ہو پس ہر پرندہ ان کے پاس اپنا سر لینے آیا جو
حضرت ابراہیم کے ہاتھ میں تھا پس اگر اسکے سوا دوسرے کا سر دیتے تھے تو اسکے لینے سے انکار کرتا تھا اور جب اسی کا سر اسکو دیتے تو باقی جسم
سے مرکب ہو جاتا اور یہ اللہ عزوجل کی قدرت تھی اور یہ اسکو ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے اور معالم و بیضاوی وغیرہ میں مذکور
ہو کہ اس قصہ میں خلیل علیہ السلام کی فضیلت وحسن ادب سوال کرنے میں ظاہر ہو کہ جو مانگا تھا وہ انکو فی الحال دیا اور عزیر علیہ السلام کو سو برس کی
موت کے بعد دیا واللہ اعلم مترجم کہتا ہو کہ یہ قول تامل ہو وقت شیخ نے عرائس البیان میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تؤمن
قال بلی ولکن لیطمئن قلبی۔ جاننا چاہیے کہ اللہ عزوجل نے خلیل علیہ السلام کو اسکے ظاہر و باطن میں طرح طرح کی بلیات سے امتحان کیا پس ظاہر کا امتحان
تو وہ تھا کہ اپنی کتاب مجید میں اسکی خبر دی کہ آگ میں ڈالے گئے اور کفار کے ہاتھ سے عذاب دیے گئے اور نیز انکو انکے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کے حکم
سے امتحان کیا اور مانند اسکے اور ظاہری امتحانات تھے۔ اور یہ باطن کے امتحانات تو جو اللہ تعالیٰ نے خبر دی انکا اضطراب قلب کی کہ محض
ربوبیت کے ادراک کرنے میں دل مضطرب تھا کبھی کہتے کہ ہٰذا ربی اور کبھی کہتے کہ ارنی کیف تحی الموتی کیونکہ وہ اپنے خاطر سے خالص یقین ثابت کرنا
چاہتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے جو امتحانات خلیل علیہ السلام سے کیے ان سب کی خبر اپنی کتاب مجید کی ایک آیت میں دیدی کہ فرمایا واذ ابتلی ابراہیم ربہ
بکلمات فاتمہن۔ اور مقصود حق سبحانہ وتعالیٰ کا اس سے یہ ہوتا ہو کہ اپنے اخیار و اولیاء کے باطن کو انکے نفسوں کے خطرات سے پاکیزہ کرے تاکہ انکے
باطن اسرار بشریت کے میل و خطرات شیطانیہ سے بالکل پاک صاف ہوجاویں اور خاص بندوں کا امتحان اکثروں ہی ہوتا ہو جیسے ابراہیم و موسیٰ و عزیر و
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ عزوجل نے ان سب کا احوال اپنی کتاب مجید میں ذکر فرمایا ہو چنانچہ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ فان کنت فی
شک مما انزلنا الیک۔ اگرچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں شک نہیں کرتا اور نہیں پوچھتا اور خود حضرت صلعم نے فرمایا کہ انہ لیغان علی قلبی انی لاستغفر اللہ فی
کل یوم سبعین مرۃ۔ میرے دل پر ایک قسم کا پردہ سا ہو جاتا ہو اور میں اللہ تعالیٰ سے ستر دفعہ ہر روز استغفار کرتا ہوں اور ایسا ہی ابتلا خاص بندوں کا
ہوتا ہو اسواسطے کہ پروردگار پھر پروردگار ہی اور بندہ تو بندہ ہی ہو قال المترجم حدیث میں ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو
نہایت عمدہ صورت میں دیکھا فرمایا کہ اے محمد کس بات میں ملاء اعلیٰ بحث کرتے ہیں گروہ آسمان کے میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار تو ہی دانا تر ہی پس اپنی
ہتھیلی میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھی پس میں نے اسکی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں میں پائی پس جو آسمان و زمین میں تھا سب
میں نے جان لیا اور پڑھی یہ آیت وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔ رواہ الدارمی والبیہقی واحمد والترمذی
وحسنہ وابن الجوزی فی العلل۔ قال الشیخ اور نیز حضرت خلیل کا سوال کچھ اضطراب شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ زیادت وقت چاہتے تھے۔ فخذ اربعۃ
من الطیر فصرہن الیک۔ اس سے ان چڑیوں کی طرف بھی اشارہ ہو جو باطن کے اندر جسم کے پنجرے میں ہیں اور وہ چار چڑیاں جو فضاء غیب میں
اڑنے والی ہیں اول عقل دوم قلب سوم نفس مطمئنہ چہارم روح یعنے پرندہ عقل کو محبت کی چھری سے ملکوت کے دروازہ پر ذبح کر دے اور پرندہ
قلب کو شوق کی چھری سے جبروت کی درگاہ میں اور پرندہ نفس کو عشق کے چھرے سے فردانیت کے میدان میں اور پرندہ روح کو عاجزی کی چھری سے
اسرار وحدانیت کے بڑے جنگل میں ذبح کر دے۔ ثم اجعل علی کل جبل منہن جزءا۔ موافق اشارہ کے عقل کو تو عظمت باری تعالیٰ کے پہاڑ پر ڈال دے

تاکہ اسپر سلطنت ربوبیت کے انوار پے در پے ہجوم کرین اور قلب کو کبریائی کے پہاڑون پر ڈالدے تاکہ قدس کی روشنی سے اسکو لباس ملے اور نفس کو عزت کے
پہاڑ پر ڈالدے تاکہ نور عظمت کا لباس پہنے اور عبودیت بجالانے مین کچھ منازعت نہ کرے اور روح کو جمال ازل کے پہاڑ پر ڈالدے کہ اسکو نور النور اور
عز العز اور قدس القدس کا لباس ملے پھر جب یہ سب تیرے سینہ کے چراگاہ مین مجتمع ہوجاوینگے تو لاہوتیہ کی آنکھون اور ملکوتیہ کے نور سے مطمئن ہوگا
اور بعض اکابر نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ خلیل علیہ السلام نے یہ چاہا کہ علم الیقین اور عین الیقین دونون جمع ہوجاوین پس جواب ملا کہ اولم تؤمن
اور ایمان غیب پر علم الیقین ہے تو عرض کیا کہ ہان مین علم غیب پر ثابت ہون ولیکن مشاہدہ غیب چاہتا ہون حضرت جعفر صادق رض سے
قولہ لیطمئن قلبی کے معنے مین روایت ہے کہ مراد یہ ہے کہ تاکہ میرے ساتھیون کے دل مطمئن ہون **قال المترجم** ابن عطیہ رح نے اس پر استدلال یون پیش
کیا کہ آیت مین کیف موجود ہے اور کیف ہمیشہ ایسی چیز کے حال سے سوال ہوتا ہے جو سائل و مسئول دونون کے نزدیک موجود متقرر ہو جیسے کیف علم
زید پس علم زید تو معلوم و مقرر ہے صرف اس علم کی کیفیت سے سوال ہے اور ایسے ہی جب کہا کہ کیف انت تو مخاطب کے وجود مین شک نہین بلکہ اسکا
حال دریافت کیا جاتا ہے علی ہذا کیف تحیی الموتی پس مردہ کا زندہ کرنا تو معلوم ہے فقط سوال یہ ہے کہ وہ کیونکر ہوتا ہے مجھے دکھلادے اور یہان سے تجھے معلوم ہوا کہ
شک مذکور اپنے معنے پر نہین ہے بلکہ یہ معنے ہین کہ میرے خیال مین اور قیاس مین نہین سماتا ہے اگرچہ مین یقین رکھتا ہون کہ ضرور زندہ کریگا اور یہ کچھ مخصوص احیاء
موتی کے ساتھ نہین بلکہ عذاب قبر کی بھی یہی کیفیت ہے فافہم واللہ اعلم بالصواب اور سہل بن عبد اللہ نے فرمایا کہ آنکھ پر جو پردہ ہے اسکے کھولنے کا سوال کیا تاکہ نور یقین پر
اور یقین بڑھ جاوے اور اپنے حال مین تمکن زائد ہوجاوے کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ لفظ شک کا جواب اُنھون نے کیسے بل کے ساتھ دیا یعنے کچھ بھی شک نہین ہے
اور بعض نے فرمایا کہ جب سکون کیا بندے نے اپنے پروردگار کی طرف اور اسکی طرف مطمئن ہوا تو اللہ تعالے اسپر کرامات ظاہر فرماتا ہے کہ اس مین سے
چھوٹی سی چھوٹی کرامت مردہ کو زندہ کرنا ہے اور اللہ تعالی نے اپنے خلیل علیہ السلام کو کہا کہ فخذ اربعۃ من الطیر الآیۃ۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ

مثال ان لوگون کی جو خرچ کرتے ہین اپنے مال اللہ تعالے کی راہ مین ایسی جیسے ایک دانہ ہے کہ اوگین اُس سے سات بالیان کہ ہر

سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

بالی مین سو سو دانہ ہین اور اللہ بڑھاتا ہے جسکے لیے چاہے اور اللہ کشایش والا بڑا دانا ہے

مَثَلُ ۔ صفۃ نفقات ۔ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ ای طاعتہ ۔ یعنے ان لوگون کے نفقات کی مثل وصفت جو
خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو اللہ تعالے کی راہ مین یعنے اللہ کی فرمانبرداری مین ایسی مثل ہے ۔ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ
سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۔ جیسے ایک دانہ نے سات بالیان اُگائین ہر بالی مین سو دانہ ہین ف پس
ایسے ہی ان لوگون کے نفقات بھی سات سو گونہ بڑھائے جاتے ہین وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ اکثر من ذلک ۔ اللہ تعالے
بڑھاتا ہے جسکے لیے چاہے اس سے بھی زیادہ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ ۔ فضلہ ۔ اور اللہ تعالے واسع ہے یعنے اپنے فضل مین ۔ عَلِيْمٌ ۝ بمن یستحق المضاعفۃ
جاننے والا ہے یعنے اس شخص کو جو ایسا ہو کہ بڑھتی دینے کا مستحق ہے ف اس آیۂ کریمہ مین اللہ تعالے نے ان لوگون کی مثالین بیان کین
جو اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کرتے ہین پھر پوشیدہ کرکے خرچ کرنا اچھا ہے لیکن اگر اسکے ظاہر کرنے مین لوگون کو رغبت ہوتی ہے تو اس نیت سے
ظاہر کرنا بھی اچھا ہے پھر جو خرچہ امر خیر مین ہو حتی کہ اپنی جان پر خرچ کرے یا اہل وعیال پر خرچ کرے اسکو ایک کی دس گونہ نیکی تو متعین ہے کیونکہ
وہ حسنہ ہے اور ہر حسنہ دس گونہ ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ جسنے اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کیا اسکے لیے سات سو گونہ لکھے جاوینگے۔

اور جسنے اپنی جان پر یا اہل و عیال پر خرچ کیا یا کسی مریض کی عیادت کی تو ہر نیکی دس گونہ ہوگی رواہ احمد اسی سے مکحول رح نے آیت مین کہا کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے اور سات سو گونہ ثواب خرچہ جہاد کا حدیث ابن مسعود مین ہے رواہ احمد و مسلم والنسائی والحاکم والبیہقی اور حدیث خریم بن فاتک مین ہے رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم وصححہ والبیہقی - اور حدیث انس مین ہے اخرجہ البخاری فی التاریخ اور حدیث ابو عبیدہ مین ہے رواہ احمد اور حدیث عمران بن حصین و علی بن ابی طالب وابو الدرداء وابو ہریرہ وابو امامہ وابن عمر و جابر مین ہے رواہ ابن ماجہ وابن ابی حاتم ولیکن یہ وجہ تخصیص کی نہین ہوسکتی ہے اسواسطے کہ ان احادیث مین خرچہ جہاد کے ثواب کو سات سو گونہ فرمایا ہے تو بے شک خرچ جہاد ضرور سات سو گونہ ہوگا لیکن لازم نہین کہ دیگر خرچہ اسقدر نہو چنانچہ بریدہ رض سے مرفوعا روایت ہے کہ حج کا خرچہ مثل خرچہ جہاد کے سات سو گونہ ہے رواہ احمد فی مسندہ والطبرانی فی المعجم الاوسط والبیہقی فی سننہ - اور شاید اسی سے ابن عباس رض سے آیت کی تفسیر مین فی سبیل اللہ سے جہاد و حج مروی ہے یعنے انھین دو کو بیان فرمایا ہے - اور حق یہ ہے کہ ان احادیث کے معنے یہ ہین کہ اگر جہاد یا حج مین خرچہ کیا تو ابتدائً سات سو گونہ متعین ہے اور آگے اللہ تعالےٰ زیادہ دے چنانچہ قولہ فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ کی تفسیر مین گذرا ہے اور بعض احادیث مین سات لاکھ و دو کرور وغیرہ تک مذکور ہے کما فی حدیث الطبرانی وغیرہ جیسے دیگر اعمال خیر مین دس گونہ ابتدائً متعین ہے اور آگے اللہ تعالیٰ جس قدر دے حتی کہ سات سو گونہ یا زیادہ چنانچہ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ہر عمل خیر کی نیکی بڑھائی جاتی ہے دس گونہ سے سات سو گونہ تک اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے سوائے روزے کے کہ وہ میرے واسطے ہے اور مین ہی اسکے بدلے کو پورا دونگا الحدیث اور بعض روایت مین سات سو گونہ تک آگے جہانتک اللہ تعالےٰ چاہے اس حدیث کو اصحاب ستہ نے روایت کیا ہے پس آیت مین مطلقا راہ خدا مین خرچہ مراد لیا جاسکتا ہے کیونکہ آیت مین تمثیل ثواب کے بڑھنے کی ہے **قال ابن کثیر رح** یہ مثل ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ثواب بڑھنے کے بارہ مین ایسے شخص کے لیے بیان کی ہے جسنے اللہ تعالیٰ کی راہ مین اسکی مرضی چاہنے کے لیے خرچ کیا پس بیان ہے کہ نیکی بڑھتی ہے دس گونہ سے سات سو گونہ تک اور فی سبیل اللہ کی تفسیر مین سعید بن جبیر نے کہا کہ مراد طاعۃ اللہ ہے ای اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و طاعت و بندگی مین خرچ کیا ہو **قال المترجم** اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا ہے اور ابن عباس رض کی تفسیر بھی قوی ہے فافہم - اور انبتت ای اگایا اس دانہ نے اور اگانے والا درحقیقت اللہ تعالےٰ ہے دانہ کی طرف نسبت مجازی ہے ولیکن اشارہ فرمایا کہ ایسا مرغوب نفقہ و خرچہ ہے کہ قابل اطمینان ہے گویا خود بخود سات سو گونہ ہوجاتا ہے اور یہ کمال کرم کا اظہار ہے فتدبر اور قولہ واللہ یضاعف لمن یشاء مین بڑھانے کو مفسر وغیرہ نے سات سو گونہ سے زیادہ بڑھانا مراد لیا تاکہ تکرار لازم نہ آوے اور سواد پر بیان ہوا کہ سات سو گونہ سے بے انتہا تک اللہ عزوجل کے کرم مین ہے اور ابوداؤد نے معاذ رض سے مرفوعاً روایت کی کہ نماز روزہ و ذکر کا ثواب اللہ تعالےٰ کی راہ مین خرچ کرنے پر سات سو گونہ بڑھتی ہے و **ابن کثیر رح** نے حافظ ابن مردویہ کی روایت ذکر کی کہ ابن عمر رض نے کہا کہ جب قولہ تعالیٰ مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ الآیۃ - اتری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار میری امت کے لیے بڑھادے پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا قولہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ پروردگار میری امت کے لئے بڑھادے تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب - اور اس حدیث کو ابو حاتم و ابن حبان نے اپنی صحیح مین بھی روایت کیا ہے اور بندے کے عمل مین جیسا اخلاص ہو ویسا ہی اللہ تعالےٰ اسکے نفقہ کے ثواب مین بڑھاتا ہے

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ

جو لوگ خرچ کرتے ہین اپنے مال اللہ تعالےٰ کی راہ مین پھر نہین پیچھے لگاتے جو خرچ کیا ہے احسان اور نہ اذیت تو انھین کے واسطے

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ

ہے ثواب انکا انکے پروردگار کے پاس اور نہین خوف ہے انپر اور نہ وہ غمگین ہونگے بات بھلی کہنی

ومغفرۃ

وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا أَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ○

اور مغفرت بہتر ہی ایسے صدقہ سے جسکے پیچھے لگی ہو اذیت اور اللہ تعالےٰ بے پرواہی تحمل والا

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ جو لوگ راہ الٰہی مین یعنے اس کی طاعت مین اپنے اموال خرچ کرتے ہین ف پھر اسکو مٹاتے نہین یعنے خالص طاعت رکھتے ہین۔ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَنًّا۔ پھر اسکے پیچھے احسان جتانا نہین لگاتے ف اس شخص پر جسپر خرچ کیا ہو مثلاً یون کہین کہ مین نے اسپر احسان کیا اور مین نے اسکے شکستہ حال کو درست کر دیا۔ وَّلَآ اَذًى اور نہ اذیت دیتے ہین ف جسپر خرچ کیا ہی باین طور کہ یہ حال ایسے شخص سے بیان کرے جسکا واقف ہونا وہ نہین چاہتا تھا اور مانند اسکے اور افعال جس سے اسکو ایذا پہونچے بلکہ اس سے پاک کر کے نیت فقط طاعت رکھتے ہین تو۔ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ توان کے خرچ کا ثواب انکے رب کے یہان ہی۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور انپر خوف نہین اور نہ وہ غمگین ہون ف یعنے آخرت مین خوف و غم نہوگا اور یہ خرچ کسی طرح برباد نہوگا۔ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۔ قول معروف کہدینا ف کہ مثلاً اسوقت مجھسے ممکن نہین ہی وَّمَغْفِرَةٌ۔ اور سائل کے واسطے مغفرت کی دعا کر دینا۔ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى۔ ایسے صدقہ دینے سے بہتر ہی جسکے پیچھے ایذا دہی لگی ہو۔ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ اور اللہ تعالےٰ غنی ہی۔ ف وہ محتاج کی حاجت خود پوری کرنے والا ہی تو موذی کی ضرورت نہین ہی حَلِيْمٌ وہ حلیم ہی ف کہ موذی کو عذاب نہین کرتا۔ معالم مین فرمایا کہ کلبی رحؒ نے کہا کہ یہ آیت عثمان بن عفان اور عبد الرحمٰن بن عوف کے حق مین نازل ہوئی کہ عبد الرحمٰن چار ہزار درم لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلعم یہ صدقہ ہی اور میرے پاس آٹھ ہزار درم تھے پس مین نے اس مین سے چار ہزار درم اپنے اور عیال کیواسطے رکھ لیے اور یہ چار ہزار درم مین نے اپنے پروردگار کو قرض دیے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو تو نے اپنے لیے رکھا ہی اسمین اور جو تو نے صدقہ دیا ہی اسمین اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماوے اور عثمان رضؓ نے مسلمانون کو تبوک کے جہاد مین سامان کر دیا ایک ہزار اونٹ مع جھولون و پالانون کے دیے پس ان دونون کے حق مین یہ آیت اُتری اور عبد الرحمٰن بن سمرہ نے کہا کہ عثمان بن عفان لشکر تبوک کے واسطے ایک ہزار اشرفیان لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مین رکھدین پس مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس مین اپنا مبارک ہاتھ ڈال کر لوٹ پوٹ کرتے اور فرماتے تھے کہ نہین ضرر کریگا عثمان کو کوئی عمل جو اسنے اس دن کے بعد کیا پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہی اور دوسری روایت بھی عبد الرحمٰن بن سمرہ سے ترمذی نے روایت کی اور اس مین دو ہزار اشرفیان مذکور ہین اور حدیث حسن ہی اور دونون روایتون کے بعد مذکور ہی کہ حضرت صلعم نے دو مرتبہ فرمایا کہ عثمان بن عفان کو آج کے بعد کوئی عمل مضر نہوگا اور یہ روایت اصح ہی اور حدیث صحیح مین مذکور ہوا ہی کہ عثمان نے جیش عسرت یعنے لشکر تبوک کا سامان کر دیا اور غازی کے واسطے صحیح احادیث بہت وارد ہین اور علی ہذا عثمان رضؓ کے واسطے اس عمل خیر مین بہت ہی بڑا ثواب ہوا کیونکہ وہ خود بھی اس جہاد مین شریک تھے اور ابن ماجہ و ابن ابی حاتم وغیرہ نے جو عمران بن حصین اور حضرت علی ابن ابی طالب و ابو الدرداء و ابو ہریرہ و ابو امامہ و ابن عمرو جابر رضی اللہ عنہم سے مرفوع روایت کی ہی اس مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالےٰ کی راہ مین خرچہ بھیجدیا اور خود اپنے گھر مین ٹھہر رہا اسکے واسطے ہر درم کے عوض قیامت مین سات سو درم ہونگے اور جس نے خود جہاد کیا اللہ تعالےٰ کی راہ مین اور راہ جہاد مین خرچ کیا تو اسکے لیے ہر درم کے عوض مین سات لاکھ درم ہونگے پھر یہ آیت پڑھی واللہ یضاعف لمن یشاء۔ پس قیاس کرنا چاہیے کہ حضرت عثمان رضؓ کے واسطے کتنا ثواب ہوا کہ اللہ تعالےٰ اسکا علیم ہی بالجملہ حکم آیت کا عام ہی اور اللہ تعالےٰ ایسے لوگون کی مدح فرماتا ہے جنھون نے اللہ تعالےٰ کی طاعت مین خرچ کیا خواہ جہاد ہو یا حج ہو یا خیرات

وصدقہ ہو کروہ قیامت مین خائف نہونگے اور نہ انکو کچھ اندوہ ہوگا۔ قولہ ثم لایتبعون ما انفقوا الخ ثم اس مقام پر رتبہ کے تراخی کے واسطے ہو یعنے منت
واذیت چھوڑنا خود خرچ کرنے سے بہتر ہی (کشاف ومدارک) اور بعض نے تجویز کیا کہ ثم تراخی زمانے کے واسطے ہو سکتا ہی بنظر غالب کیونکہ اکثر یہی ہو سکتا
ہے کہ انفاق کے عرصہ کے بعد احسان رکھنا اور اذیت دینا ہوتا ہی اور منت واحسان رکھنا کبیرہ گناہ ہی چنانچہ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہی کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے شخص ہین کہ اللہ تعالے اُن سے قیامت مین کلام نہ کریگا اور نہ انکی طرف نظر کریگا اور نہ انکو پاک کریگا اور
انکے واسطے عذاب الیم ہی ایک وہ کہ جو اسنے دیا اسکا اس شخص پر احسان جتلاتا ہی جسکو دیا ہی دوم وہ کہ اپنی ازار ٹخنون سے نیچے لٹکاتا ہی سوم وہ کہ جھوٹی قسم
سے اپنے مال کا رواج دیتا ہی۔ اخرجہ مسلم۔ اور ابو درداءؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہ داخل ہوگا جنت مین عاق اور نہ دائمی شراب خوار
(یعنے والدین کا نافرمان ۱۲ الفہ)
اور نہ منّان اور نہ تقدیر کو جھٹلانے والا۔ رواہ احمد وابن مردویہ وابن ماجہ۔ اور ابن عمرؓ سے مرفوعا روایت ہی کہ تین قسم کے شخصون کی طرف اللہ
(احسان رکھنے والا صدقہ دیکے پر ۱۲)
نظر نہ فرماوے گا قیامت کے روز ایک وہ کہ اپنے والدین کا عاق یعنے نافران ہی دوم ہمیشہ کا شراب خوار سوم جو دیا اسپر احسان رکھنے والا رواہ
ابن حبان والحاکم وابن مردویہ والنسائی ورواہ النسائی عن ابن عباس ایضاً وابن ابی حاتم ونحوہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ **قال المترجم** اگر
دریافت کیا جاوے کہ جس نے صدقہ دیا پھر جسکو دیا ہی اسپر احسان رکھا یا ایسی کوئی بات کی جس سے اسکو اذیت پہونچی تو بھلا صدقہ کا ثواب ملے گا
اور اس پر احسان رکھنے یا اذیت دینے کا کبیرہ گناہ الگ ہوگا یا صدقہ بھی باطل ہوا تو جواب یہ ہی کہ بعض علمانے کہا کہ صدقہ کا ثواب
ملے گا اور اس پر گناہ کبیرہ الگ ہوگا اور ما بعد کی آیت مین آتا ہی فانظر۔ قولہ قول معروف الخ ضحاکؒ نے کہا قول معروف یہ کہ سائل کو
اچھا جواب دیدے مثلاً کہدے کہ بھائی اللہ تمپر رحم کرے اور تمکو رزق عطا فرماوے اور سائل کو جھڑکے نہین اور نہ اس سے ایسی بات
کہے جو اس پر گران گذرے اور عمرو بن دینار سے مرسلاً روایت ہی کہ ہمکو پہونچا ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی صدقہ اللہ تعالے کے
نزدیک بھلی بات سے زیادہ پسند نہین ہی کیا تو نے نہین سُنا قول اللہ تعالے۔ قول معروف ومغفرۃ الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح مسلم کی حدیث مین
ثابت ہوا ہی کہ اچھا کلمہ کہنا صدقہ ہی اور معروف مین سے یہ بات بھی ہی کہ اپنے بھائی سے بہ خندہ پیشانی ملے۔ قولہ ومغفرۃ۔ ای سائل گر الحاح کرے اور اَڑ جاوے
تو اس سے درگزرے اگرچہ گران گذرے اسکو **بیضاوی** وغیرہ نے ذکر کیا اور **مفسر سیوطی** رحؒ نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ اچھے کلمہ سے سوال کرنے والے
سے عذر کر دینے پر اللہ تعالے کی طرف سے مغفرت حاصل ہونا بہتر ہی اور بعض نے کہا کہ یہ سائل کی طرف سے ہی یعنے سائل کی طرف سے عفو اس طور کہ
اس سے عذر کر دیا **وقال المترجم**۔ وظاہر یہ کہ جو بعض نے کہا کہ ایسی بات کہنا جو مغفرت کی طرف پہونچاوے بہتر ہی اور اظہر یہ ہی کہ سائل کو دعا دینا کہ اللہ
تعالے ہماری تمھاری مغفرت کرے اور تکالیف رفع کرے فافہم۔ قولہ واللہ غنی حلیم۔ یعنے اللہ تعالے اپنے بندون کے رزق دینے مین صدقہ دینے
والون سے بے پرواہ ہی کہ جس طور سے انکو رزق دینا منظور ہی وہ دوسرے حیلہ سے انکو عطا فرما دیگا اور یہ تو صدقہ دینے والون پر کرامت تھی کہ سائل اسکے
پاس آیا اسنے دیکر ثواب کثیر کمایا پس یہ نعمت ہی کہ اسکا شکر یہ واجب ہی اور یہ سب مضامین اخبار واحادیث مین ثابت ہین پھر جاننا چاہیئے کہ متاخرین
فقہا نے لکھا ہی کہ جو لوگ مسجد مین سوال کرنے کو جمع ہوتے ہین اور نمازیون کو ٹوکتے ہین وہ مستحق نہین کہ دیے جاوین۔ اور ان کے حکم مین وہ لوگ
بھی شامل کیے جو اسکو پیشہ اختیار کرلین کیونکہ مسجد جگہ نماز ودعا وسوال از حق تعالی ہی اور نمازی جس سے سوال کیا اگر وہ مکان پر دیسکتا ہی تو یہان سوال کرنے مین
اسکے دل کو تشویش ہوگی اور رعایت مسجد تھی کہ وہان بندون سے سوال نہ کیا جاوے واللہ اعلم اور حدیث مین ثابت ہی کہ سائل کا حق ہی اگرچہ گھوڑے پر سوار
آوے (رواہ ابن ماجہ) پس سائل کی ظاہری صورت پر نظر نہ کرے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنے صدقوں کو احسان رکھکر اور ایذا دیکر جیسے وہ جو خرچ کرتا ہی اپنا مال لوگون کے دکھانے کو

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ

اور نہین یقین رکھتا ہی اللہ پر اور پچھلے دن پر سو اسکی مثال جیسے صاف پتھر کہ اس پر مٹی پڑی ہی پھر اس پر برسا زور کا مینھ

فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝

تو اسکو چھوڑ رکھا بالکل سخت کچھ ہاتھ نہین لگتی ان کو اپنی کمائی اور اللہ تعالے راہ نہین دیتا ہی منکر لوگون کو

شیخ دہلوی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ اوپر تو خیرات کرنے کی بھلائی سے مثال دی کہ جیسے ایک دانہ بویا اور سات بالیان نکلین اور ہر بالی مین سو دانہ ہین تو سات سو ملے ایک دانہ کی خیرات پر اور یہان فرمایا کہ اس مین نیت شرط ہی کہ خالص اللہ تعالے کے واسطے ہو جس مین اپنے لیے بھی بہتری کی نیت ہو اور اگر دکھاوے کی نیت سے خرچ کیا تو جیسے پتھر پر دانہ بویا اسپر تھوڑی سی مٹی تھی پھر زور کا مینھ برسا وہ مٹی سب بہ گئی صاف چٹیل پتھر رہ گیا اب اس مین سے بھلا کیا اُگیگا یہین سے بعض علما نے کہا ہی کہ اس کا ثواب جاتا رہا جس نے احسان رکھا یا ستایا اور اس پر گناہ بھی نہین ہی اور بعض نے کہا کہ اسکو صدقہ کا ثواب ملے گا ولیکن بڑھتی ثواب جو مقرر ہی جاتا رہا اور اس پر احسان رکھنے وستانے کا گناہ رہا اور کرخی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی اوجہ ہی اور بعض نے کہا کہ اسکو اپنے صدقہ کا کچھ ثواب نہ ملے گا اور اسپر احسان رکھنے واذیت دینے کا گناہ ہوگا لقولہ تعالے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى اے ایمان والو مت مٹاؤ اپنے صدقات کو منت رکھنے واذیت دینے سے ف یعنے ثواب صدقات مت مٹاؤ کیونکہ جب ثواب کچھ نہ رہا تو گویا صدقہ ہی نہین دیا تھا۔ اور مراد مجموع من واذی سے ابطال نہین بلکہ اگر ان مین سے کوئی ہوگا خواہ منت یا اذیت تو ثواب باطل ہوجائیگا پس ایسا مٹانا مت مٹاؤ۔ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ جیسے وہ شخص کہ اپنا مال لوگون کے دکھلانے کو خرچ کرتا ہی ف بغیر نیت ثواب کے۔ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور وہ اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان نہین رکھتا ہی ف تو اسکا صدقہ کرنا آخرت مین رائگان ہی کچھ ثواب نہین بلکہ یہی ریاکاری دنیاوی ہی پس حاصل یہ ہوگا کہ تم ایسا فعل نہ کرو جیسے منافق کرتا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ منافق کا فعل تو سراسر نفاق ہی کہ وہ لوگون کے دکھلانے کو کرتا ہی اور اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان ہی نہین لایا ہی بخلاف مومنون کے کہ یہ ریاکاری کے واسطے اس حال پر صدقہ نہین دیتے بلکہ من واذی کی ممانعت کردی کہ یہ بھی اعمال کفر و نفاق سے ہی انکو مت کرو اسی سے بعض علما نے کہا ہی مومن نے اگر منت واذیت کی تو بالکل ثواب باطل نہوگا کما ذکرناہ اسوجہ سے کہ کالذی اسکی قید ہی اور باطل نہ کرو مثل باطل کرنے منافق کے فافہم۔ قولہ رئاء الناس الخ۔ معنے یہ ہین کہ وہ اپنا مال لوگون کے دکھلانے کو خرچ کرتا ہی تاکہ وہ لوگ تعریف و توصیف کرین کچھ اللہ تعالے کی رضا و ثواب آخرت کیواسطے خرچ نہین کرتا ہی وہ اللہ تعالی و آخرت پر ایمان ہی نہین لایا ہی پھر اس منافق کے صدقہ دینے کی مثال فرمائی۔ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا۔ پس اس ریاکار کی مثل جیسے پتھر سخت پر مٹی ہی پس اسکو زور کا مینھ پہونچا تو اسکو سخت پتھر کر چھوڑا ف یعنے وہی پتھر رہ گیا اور مٹی و دانہ سب بہ گیا پھر کہان سے اُگیگا۔ اسی طرح ظاہر مین وہ صدقہ دینے والا معلوم ہوتا تھا لیکن بے ایمانی سے کچھ نہ رہا جو آخرت مین کام آوے۔ پس اللہ تعالی نے منافق کی مثل ایسے پتھر سے دی کہ جسپر کچھ مٹی ہی کہ گمان کرنے والا گمان کرسکتا ہی کہ اسپر کھیتی ہوجائیگی حالانکہ پانی پڑکر وہ بالکل چٹیل میدان رہ گیا کہ اسپر کچھ بھی نہین اُگیگا اور صلد بالکل صاف جسپر غبار تک نہو خشک کھٹر یعنے ایسی حالت قیامت مین اس منافق کی ہوگی کہ اسکے پاس اعمال خیر مین سے کچھ بھی نہ ہوگا۔ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا۔ جو کچھ کمایا اس مین سے کچھ بھی نہ پاوینگے ف یہ جملہ مستانفہ ہی گویا کہا گیا کہ پھر ایسے منافقون کا کیا حال ہوگا تو فرمایا کہ لا یقدرون علی شئ مما کسبوا یعنے کچھ بھی وہان انکے ہاتھ نہوگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ جن لوگون کی

نسبت علم الٰہی مین یہ ثابت ہی کہ وہ کافر مرینگے انکو راہ راست نہین ملتی ہی ف اس مین تعریض ہی کہ منت رکھنا اور ایذا دینا اور ریا کاری یہ سب کافرون کی فصلتون مین سے ہین اور حدیث مین ثابت ہوا ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین شرک سے بے پرواہون جو ایسا کام کرے کہ اس مین میرے ساتھ شریک کرے تو اسکو اسکے شرک کے ساتھ چھوڑتا ہون یعنے وہ اور اسکا عمل دونون میری درگاہ سے متروک ہین اور محی السنہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ بڑا خوف مجھکو تمپر شرک اصغر سے ہی عرض کیا کہ شرک اصغر کیا ہی فرمایا کہ ریا ہی ریا کار آدمیون سے قیامت مین کہا جائیگا جسوقت کہ لوگون کو ان کے اعمال کا ثواب ملیگا کہ ای ریا کارو تم ان لوگون کے پاس جاؤ جنکو تم دنیا مین دکھلانے کو کام کرتے تھے سو انکے پاس دیکھو تمکو کچھ بھلائی ملتی ہے -

قال المترجم اسکی مذمت مین دیگر احادیث بھی وارد ہین - ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ - قول معروف یہ ہی کہ جسوقت اپنے بھائی مسلمان کی طرف سے کوئی ایسی بات دیکھے جو اسکو غضب مین لاوے تو اسکے حق مین انصاف کرے اور مغفرہ یعنے جبکہ تو اس پہ قدرت پاتا ہی اس وقت اسکو عفو کرے اور معنے یہ ہین کہ قول معروف ومغفرت بہتر ہی اس سے کہ تو اسکو کچھ دیوے اور اسکو ایذا پہونچادے اور نیز تیرا پھیر دینا سائل کو اچھی بات کہکر اور عیب مین اسکی پردہ پوشی کردینا اس سے بہتر ہی کہ تو اسکو دیوے اور احسان رکھے یا یہ معنے ہین کہ دینے کا وعدہ کرنا اس سے بہتر ہی کہ دیکر احسان رکھے اور اذیت پہونچاوے قولہ تعالیٰ لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی من کی جبلت یہ ہی کہ بشر اپنے کو بھلائی مین بڑا جانے اور رحادث ممکن اپنے جی مین حضرت کبریا و قدیم پر غرور رکھے اور اذی کی جبلت یہ ہی کہ جو عطا مانگی گئی اس مین نقصان وکمی کرے اور نیز من یہ ہی کہ حدوث کو یاد رکھے اور قدیم کو بھول جاوے اسواسطے کہ جو شخص کسی کو کچھ دیکر اسپر احسان رکھتا ہی تو اللہ تعالیٰ کو بھولا اور اس کو اپنا نفس یاد رہا اور یہ ایک نوع کا شرک ہی قال المترجم - توضیح یہ ہی کہ احسان رکھنے والے نے جب دوسرے پر احسان رکھا تو یہی سمجھکر کہ ہمنے اسکے ساتھ یہ کیا اور ہم ایسے ہین کیونکہ اگر وہ یہ سمجھتا کہ اللہ تعالےٰ نے اسکے ساتھ احسان کیا کہ مجھسے دلوایا تو وہ کبھی احسان نرکھتا بلکہ جناب باری مین شکریہ ادا کرتا کہ پروردگار تیرا مجھپر احسان ہی کہ تونے میرا ہاتھ اونچا رکھا اور نیچا نہین کیا اور یہ احسان ہی کہ تونے اسکو دیا اور میرے ہاتھ سے دلوا کر مجھے ثواب جمیل عنایت فرمایا اگر وہ بیوقوفی سے اسکے برعکس سمجھا کہ مین نے دیا اور میرا اسپر احسان ہی پس اللہ تعالیٰ کو بھولا اور اپنے کو یاد رکھا اور سمجھا کہ مین ایسا کرنے پر قادر ہون اور یہ ایک قسم کا شرک ظاہر ہی فافہم - اور اذی باین طور کہ فقیرون کی طرف طعنہ اسوجہ پر کہ اپنی تعظیم ہو اور فقیرون پر اپنا شرف ہو حضرت سری سقطی رح نے فرمایا کہ جسنے اپنے اعمال سے اپنے کو آراستہ کیا اسکی نیکیان سب بدیان ہین بایکہ اسنے ان اعمال کی کچھ قیمت سمجھی اور انکا عوض چاہا قال المترجم توضیح یہ ہی کہ جسنے اپنے اعمال کو ایسا سمجھا کہ مجھے ان نیک اعمال سے زینت ہی تو اسنے اپنے اعمال پر نظر رکھی اور خود ہی انکے عمدہ ہونے کا زعم کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور ثواب عطا کرے اور ان مین ظاہر وباطن ہزارون خرابیان ہین انکو عفو کرے تو فقط اسکے جناب مین کچھ اسکے حکم کی تعمیل ہوے پھر اس مین احسان اللہ تعالےٰ کا ہی یا اس بندے کا یہ بندہ کس بات پر اپنی خوبی ظاہر کرتا ہی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی قدرت دی اسی کی توفیق و قدرت پر اسنے کیا اسکو اس مین کیا فخر وخوبی ہوئی بلکہ ہزار جان سے اسپر واجب ہی کہ شکریہ ادا کرے اور ہرگز نہین ادا کرسکتا ہی تو عاجزی کرے اور یہی اسکی بندگی ہوگی پھر ایک شکریہ کی تو یہ کیفیت ہی عبادت کہان سے اسنے پوری کرلی بلکہ عبادت ادا ہونا محال ہی اور یہ حکم کی فرمانبرداری بھی نہین پوری ہوتی چنانچہ اپنے موقع پر یہ بحث مفصل آوے گی - اور بعض اکابر نے فرمایا کہ کیونکر منت رکھتے ہو ایسی چیز سے جسکو خود ناچیز وحقیر سمجھتے ہو اور شیخ جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم آگاہ کیے گئے کہ جس شخص کے واسطے اسکے صدقہ کا ثواب خالص ہوگا یہ وہی شخص ہی جو اپنے صدقہ کرنے پر کچھ احسان نہین رکھتا ہی اور جسکو صدقہ دیا ہی اسکو ایذا نہین پہونچاتا ہے -

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ

اور مثال انکی جو خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو رضامندیان چاہنے کے لیے اللہ کی اور اپنا دل ثابت کرکے جیسے

جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ج فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ط وَاللّٰهُ

ایک باغ ہو بلندی پر کہ پہونچا اسکو خوب مینھ تو پھلا وہ دونے پھل پھر اگر اسکو نہ پہونچا گھرا مینھ تو اوس پڑی پڑی اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے

مَثَلُ الَّذِيْنَ ۔ مثل ان لوگون کی ف یعنے مثل انکے صدقہ کی جو صدقہ دیتے ہین ۔ اَمْوَالَهُمُ ۔ اپنے اموال کو ف جو اللہ تعالےٰ مالک حقیقی نے دنیا مین انکے نام کردیے ہین ۔ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ مرضیات الٰہی چاہنے کو اور اپنے نفوس سے دلجمعی کرکے ف یعنے جو بندے کہ دلجمعی سے مرضیات الٰہی چاہتے کہ راہ حق مین اپنے اموال خرچ کرتے ہین تو انکے نفقہ کی مثل یہ ہے کہ کمثل جنۃ بربوۃ ۔ جیسے بلندی پر ایک باغ ہے ف زمین ریگستان وادی نہین ہے ۔ تو وہ زمین خوشگوار ہے ۔ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۔ اس باغ کو خوب مینھ پہونچا تو وہ دو چند پھل لایا ف جیسے دوسری زمین مین پھل آوین اس سے دونے آئے ۔ وَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۔ اور اگر بہت مینھ نہ پہونچا تو خفیف مینھ ف یعنے بلندی کی وجہ سے کافی ہوگیا اور خوب پھل آئے مغنے یہ ہین کہ اس مین پھل آتے ہین اور زیادہ ہوتے ہین خواہ مینھ زیادہ ہو یا کم ہو پس ایسے ہی اشخاص مذکورۂ بالا کے صدقات ہین کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھتے ہین خواہ تھوڑے ہون یا بہت ہون ۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔ اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالےٰ خوب دیکھتا ہے ف پس تمکو جزا و ثواب دیگا تمھارے عمل پر اللہ تعالےٰ نے یہ مثال اُن لوگون کے نفقہ کی بیان فرمائی جو خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے بدون احسان رکھنے اور اذیت دینے کے خرچ کرتے ہین اور جاننا چاہیئے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد اور کوئی خرچہ واجب نہین رہا بنا بر قول جمہور کے پھر یہ مثال جن لوگون کے نفقہ کی ہے وہ لوگ ہین جو مسلمان ہون اور اللہ تعالےٰ و روز قیامت پر ایمان رکھتے ہون اور حلال طال سے خرچ کرین اور خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے پھر جسکو دین اسپر کچھ احسان نہ رکھین اور نہ کوئی ایسی بات کرین جس سے اسکو اذیت پہونچے پس فرمایا ۔ ومثل الذین ینفقون اموالہم ابتغاء مرضات اللہ مرضات مصدر رضی یرضی مرضاۃ ۔ ای چاہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ ہم سے راضی ہو ۔ قولہ وتثبیتا من انفسہم ۔ مفسرین نے اسکے مغنے مین اختلاف کیا ہے اگرچہ مآل واحد ہے اور مدار اس امر پر ہے کہ من انفسہم مین من تبعیضیہ ہے یا ابتدائیہ پس بعض نے کہا کہ تبعیضیہ ہے اور نفس سے مال کے خرچ کرنے کے تبعیض با این مغنے درست ہے کہ مال گویا اسکا ایک جزو ہوتا ہے لہذا جو شخص مال سے سخی ہوتا ہے وہ جان سے شجاع و دلیر ہوتا ہے اور اسکے مغنے یہ ہین کہ مال کو دوست رکھنے کے باوجود کرم کی خصلت مین بے تکلف دیدیتا ہے اور یہ مغنے نہین کہ آدمی اسراف و فضول خرچی کرتا ہو کہ اس مین دلیری ہونا بعید نہین ہے پس ریاضت نفس اس سے ظاہر ہے اور شاید یہی مراد ہے جو مجاہد و حسن سے روایت ہے ای یثبتون ان یضعوا صدقاتہم ۔ یعنے صدقات کے دینے مین مضبوطی سے ثابت قدمی اختیار کرتے ہین آور بعض نے کہا کہ من ابتدائیہ ہے پس یہ صفت تثبیتا کی واقع ہوا اور متعلق محذوف ہے پھر اس محذوف کے بارہ مین مختلف اقوال ہین مع اختلاف مغنے تثبیت کے پس کہا گیا کہ مغنے یہ ہین کہ احتسابا کائنا من انفسہم یعنے امید ثواب اور بعض نے کہا کہ تصدیقا ویقینا من انفسہم اور یہ ابن عباس کی طرف منسوب ہے اور بعض نے کہا کہ تحقیقا مبتدأ من انفسہم ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ تثبیتا من انفسہم ای تصدیقا ویقینا اور ایسا ہی ابو صالح و قتادہ و ابن زید نے کہا ہے اور حق یہ ہے کہ من ابتدائیہ کی صورت کے سب اقوال بمغنے واحد ہین اور مراد یہ ہے کہ ان کے دلون کو یقین کامل ہے اور تحقیق جانتے ہین کہ اللہ تعالےٰ انکو اس کام پر ثواب جمیل عطا فرماویگا اس تحقیق و یقین و قطعی امید ثواب پر خرچ کرتے ہین اور یہ تحقیق و

قطع واحتساب ناشی ہوا ہی انکے دلون سے اور یہی اجود ہی اور اسکو ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور یہی مختار مفسرؒ ہی اور قول حسن کے معنے بنا بر انکہ
بغوی رحؒ نے ذکر کیے ہین یہ ہین کہ حسنؒ نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین جب کوئی صدقہ کا قصد کرتا تو ٹھہر کر غور کرتا اور تثبیت کرتا پس اگر وہ اللہ تعالے
کے واسطے ہوتا تو اسکو پورا کر دیتا یعنے دیدیتا اور اگر اس مین شک کا میل ہوتا تو روک دیتا قال البغوی رح علی ہذا تثبیت کے معنے تثبت [تفعل ۱۲] کے ہون گے
جیسے قولہ تبتل الیہ تبتیلا [تفعیل ۱۲] مین ہین قال المترجم یہ خلوص سے کام کرنے کا طریقہ سلف صالحین کا ہی فتدبر - قولہ کمثل جنۃ بربوۃ - مبرد و فراءؒ نے کہا کہ اگر
بستان مین نخل ہو تو وہ جنت ہی اور اگر کرم یعنے درخت انگور ہون تو فردوس ہوا اور بعض نے ذکر کیا کہ جس زمین مین درختان سرسبز و شاداب گنجان و گھنے
ہون وہ جنت ہی اور ان درختون کو بھی بولتے ہین اور یہان دونون کو محل ہی اور شاید دوسرے معنے اولی ہون بقرینۂ قولہ بربوۃ اور ربوہ بحرکات ثلثہ
ہی ولیکن فتحہ وضمہ قراءات مشہورہ ہین وکسرہ ابن عباس کی طرف منسوب ہی اور سورہ مومنین مین بفتح راء بالاتفاق ہی واللہ اعلم اور معنے اس کے
زمین مستوی جو خفیف بلند ہو یہ جمہور کی تفسیر ہی اور ابن عباسؓ وضحاکؒ نے کہا کہ زمین برابر جو کچھ اونچی ہو اور اس مین نہرین جاری ہون ذکرہ ابن کثیر
اور یہی معالم مین اختیار کی گئی ہی اور کہا کہ پس ایسی زمین کے باغ مین پانی نہین چڑھتا ہی کہ ڈوب جاوے اور نہ وہ پانی سے زیادہ دور ہوتی ہی
پس ربوہ کا باغ اختیار کیا کہ اسکے درخت و پیداوار عمدہ و پاکیزہ ہوتے ہین اور ابن عطیہ کے قول مین ہی کہ ربوہ ماخوذ ہی ربو سے یعنے زائد ہونا پس گویا
ربوہ مین پھلون کی پیداوار بہت ہوتی ہی اور بعض نے کہا کہ ربوہ وہ زمین مستوی جس کی مٹی نہایت عمدہ ہو اور پاکیزہ ایسی ہو کہ جب اس پر پانی
پڑے تو پھول جاوے اور قوت پکڑے اور اسکی پیداوار خوب ہو اور یہ قسم زمین کی نہایت عمدہ ہوتی ہی قولہ اصابہا وابل فاتت اکلہا ضعفین پہلے
گذرا ہی کہ وابل سخت مینھ کو کہتے ہین اور یہان مقصود شدت سے متعلق نہین بلکہ بھر دل پانی پڑا اور اتت بمعنے اعطت ہی مانند قولہ تعالے توتی
اکلہا کل حین باذن ربہا - ای دیتا ہی وہ ہر وقت پر اپنا میوہ اپنے پروردگار کے حکم سے پس یہان بھی دینے کی نسبت باغ کی طرف اسی معنے کر ہی کہ
دیتا ہی اپنے پروردگار کے حکم سے اور اضافت بوجہ اختصاص ہی مثل باب الدار و جل الفرس و ضعفین ای دوچند پس یہ دونا ہونا یا تو خود اسی کے
اعتبار سے ہی پس ضرور ہی کہ یون کہا جاوے کہ کبھی بدون وابل کے جتنا پھلتا تھا اس سے وابل کی وجہ سے دونا پھلا اور اظہر یہ ہی کہ غیر کے
قیاس پر ہی ای جس قدر اور باغون مین پھل آتے تھے اس سے دوچند اس مین آئے پس دوچندگی کی وجہ مجموع ربوہ و وابل ہوے یعنے
زمین مستوی بلند پر ہوتا اور اسکو وابل کا پہونچنا موجب اسکے دوچند پھلون کا ہوا اور بہرحال ضعف سے مراد مثل ہوا کہ ضعفین دو مثل لیا گیا
اور بعض نے کہا کہ ضعف الشئی ایک اسکے برابر اور اتنا ہی اور ہوتا ہی پس ایک ضعف دوچند ہی اور ضعفین چارچند ہوا اور شیخ
ابو حیان نے کہا کہ ضعفین واسطے تکثیر کے ہی ای ضعفا بعد ضعف یعنے ضعف پر ضعف بمعنے اضعاف کثیرہ اسواسطے کہ نفقہ فقط ایک ہی
مانند بڑھایا نہین جاتا ہی بلکہ دس سے سات سو سے جہانتک اللہ تعالے چاہے اور نصب اسکا بنا بر حالیت کے ہی ای مضاعفا ذکرہ فی السراج
قولہ فان لم یصبہا وابل فطل - یعنے اگر اسکو وابل نہ پہونچا تو طل کافی ہی اور اس کو طش کہتے ہین یعنے ضعیف خفیف مینھ اور
بغوی نے کہا کہ وہ ہمیشہ ہوتا ہی پس یہی اوس ہوئی اور سدیؒ نے کہا کہ وہ ندی ای یعنے اوس اور ضحاک نے کہا کہ وہ رذاذ ہی ای نرم مینھ
ذکرہ ابن کثیر - پھر اختلاف ہی کہ تقدیر یہان کیا ہی کیونکہ فطل مین فا جواب شرط ہی پس طل جملہ ہی اور تقدیر ضرور ہی پس یا تو مبتدا مقدر ہی یا فعل مضمر
یا خبر محذوف ہی پس زجاج نے کہا کہ فالذی یصیبہا طل بتقدیر مبتدا اور بعض نے کہا فیصیبہا طل بحذف فعل اور مبرد وغیرہ نے
اختیار کیا کہ فطل یکفیہا - خبر مقدر ہی اور - ابن کثیر رح نے معنے آیت کے یون بیان کیے ای باغ اس ربوہ پر کبھی مہمل نہین رہتا کہ اگر اسکو وابل نہ
پہونچا تو طل ہی سہی اور کوئی ہو بہرحال اسکے واسطے کافی ہی کیونکہ جب طل اسکو دوام پہونچی تو وہ وابل کا کام دے گی ایسے ہی مومن کا نفقہ

ہی کہ کبھی برباد نہین جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ اسکو قبول کرتا اور زیادہ کرتا اور بڑھاتا ہی ہر ایک کے حسب حال اسی واسطے فرمایا واللہ بما تعملون بصیر۔ سلے بندون کے اعمال مین سے اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہی اور بغوی رح نے کہا کہ یہ مثل اللہ تعالیٰ نے مومن مخلص کے نفقہ کی بیان فرمائی کہ جیسے یہ باغ مذکور ہر حال مین پھلتا ہی کبھی خالی نہین جاتا ہی خواہ بارش قلیل ہو یا کثیر ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ مومن مخلص کے صدقہ کو جو احسان نہین رکھتا اور نہ ایذا دیتا ہی ہمیشہ بڑھاتا ہی خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اسی کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور بیضاوی رح نے کہا کہ یہ بھی ہو سکتا ہی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو ان مخلصون کا حال ہی اسکی تمثیل ہو ایسے باغ سے جو زمین بلند پر ہو اور جو انکے نفقات قلیل و کثیر کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگون کے مرتبہ کے موافق بڑھتے ہین اسکی تمثیل ہو وابل وطل سے قال المترجم اور یہ تجویز بھی درست ہی اور حدیث صحیح مین بطرف اشارہ ہی کہ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ میرے اصحاب کو برا مت کہو کہ اگر تم مین سے کوئی شخص آسمان و زمین کے درمیان کے خالی جگہ بھر کے سونا خرچ کریگا اور بعض روایت مین اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کریگا تو وہ انکے ایک مُد سو خیرات کرنے کے برابر بلکہ نصف مُد کے برابر بھی نہ پہونچے گا۔

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ

بھلا خوش لگتا ہی تم مین کسی کو یہ کہ ہووے اس کا ایک باغ کھجور اور انگور کا بہتی ہون اسکے نیچے ندیان اسکو

فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ

وہان حاصل سب طرح کا میوہ اور اسکو بڑھاپا پہونچ گیا اور اسکی اولاد ہین ضعیف تب پڑا اس باغ مین بگولا جسمین

نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۝

آگ تھی تو وہ جل گیا یون ہی سمجھاتا ہے اللہ تمکو آیتین شاید تم دھیان کرو

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ۔ ایحب۔ کیا پسند کرتا ہی تم مین کوئی کہ۔ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ۔ بستان۔ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ اسکے واسطے ایک باغ ہو خرما و انگور کا جسکے نیچے نہرین جاری ہین۔ لَهُ فِيهَا۔ ثمر۔ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَ۔ قد۔ أَصَابَهُ الْكِبَرُ۔ فضعف عن الکسب۔ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ۔ اولاد صغار لا یقدرون علیہ اور اس شخص کے لیے حاصل ہین اس باغ مین (پھل) ہر قسم کے پھلون سے اور (حال یہ کہ) پہونچ گیا ہی اسکو بڑھاپا (پس وہ کمائی سے سست ہو گیا) اور حال یہ کہ اسکی اولاد ضعیف ہین (چھوٹے چھوٹے بچہ ہین کہ کمائی کرنے کی قدرت نہین رکھتے ہین) فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ۔ ریح شدیدۃ۔ سخت ہوا۔ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ۔ ففقدہا احوج ما کان الیہا و بقی ہو و اولادہ عجزۃ متحیرین لا حیلۃ لہم۔ پھر اس باغ کو سخت آندھی کا صدمہ پہونچا جس مین آگ ہی پس وہ باغ جل گیا یعنے پس اس شخص نے گم کیا اس باغ کو جس وقت مین وہ اس باغ کی طرف بہت ہی محتاج تھا اور رہ گیا وہ اور اسکی اولاد سب کی سب عاجز و متحیر کہ انکے لیے کوئی حیلہ نہین ہی جس سے تن پروری کرین وہذا تمثیل لنفقۃ المان والمرائی فی ذہابہا و عدم نفعہا احوج ما یکون الیہا فی الآخرۃ والاستفہام بمعنے النفی۔ اور یہ تمثیل ہی ایسے شخص کے صدقہ کی جو احسان رکھتا اور جو لوگون کے دکھلانے کو دیتا تھا اس بات مین مثال دی کہ وہ صدقہ جاتا رہیگا اور کچھ نفع نہ دیگا ایسے وقت مین کہ منت نہندہ و ریاکار اس صدقہ کے ثواب کا بہت ہی محتاج ہو گا یعنے آخرت و قیامت مین جب اسکے ثواب کا سخت محتاج ہو گا اسوقت نظر آویگا کہ وہ صدقہ بوجہ احسان رکھنے یا ریاکاری کے کچھ کام کا نہین ہی۔ اور استفہام یہان بمعنے نفی ہی یعنے ایسا کوئی نہین پسند کریگا کہ اسکا باغ ایسے وقت جل کر خاک ہو جاوے۔ وعن ابن عباس ہو لرجل عمل بالطاعات ثم بعث لہ الشیطان فعمل بالمعاصی حتی اغرق اعمالہ۔ اور ابن عباس رض سے روایت ہی کہ یہ آیت ایسے شخص کے حق مین ہی جسنے

ابتدا مین بہت عبادتین کین پھر اسکے واسطے شیطان اٹھایا گیا پس شخص مذکور نے گناہ کیے یہانتک کہ سب اپنی عبادتین ڈبودین - كَذٰلِكَ کما بین لکم ما ذکر جیسے تمھارے لیے نصیحت مذکورۂ بالا کو بیان کیا - اسی طرح - يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ - اللہ تعالےٰ تمھارے لیے اپنی آیات نصیحت بیان کرتا ہی - لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ - فتعتبرون - تاکہ تم تفکر کرو پس عبرت حاصل کرو ف یہ آیت متصل ہی بقولہ یا ایہا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی - یعنے منت رکھنے اور ستانے سے اپنے نفقات کو جو ثواب کثیر لائے اور پھلے پھولے ہین باطل مت کرو - قال ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الآیۃ - کیا تم مین کوئی اسکو پسند کرتا ہی کہ اسکا ایک باغ نہایت خوب ہو وہ اسکے بڑھاپے اور چھوٹی چھوٹی اولاد کے وقت جلکر خاک ہو جاوے جسوقت اسکو نہایت حاجت اس باغ کی ہی یعنے ایسا کوئی تم مین سے نہین پسند کرتا ہی پس اس تمثیل کی دو جہتین ہین ایک تو یہ کہ مومنون کو منع کر دیا کہ ایسے نہ بنین جیسے اس مثل والے کا حال مذکور ہوا اب رہا یہ کہ یہ مثل کہان کہان صادق ہی تو جاننا چاہیے کہ کمال بلاغت یہی کہ مثل مذکور منافق و فاسق و کافر سب پر صادق ہی اسواسطے کہ دنیاوی مال و متاع سے بھرے پھر صدقہ دیا لیکن نام کے واسطے پس آخرت مین کچھ نہین ہی اور فاسق مسلمانون کو آخرت مین زیادہ رنج ہوگا کیونکہ انھین کے واسطے آخرت مین ثواب جمع رہتا ہی لہذا محی السنۃ وغیرہ مفسرین نے اسکو احسان رکھنے والے و ایذا دینے والے کی خیرات کی مثل اور منافق کے نفقہ کی مثل قرار دیا اور یہی سیاق کلام سے زیادہ مربوط ہی اور شامل ایسے شخص کو بھی ہی کہ جسنے ابتدا مین اعمال خیر کر کے اپنے واسطے آخرت مین باغ لگایا اور پھر اسنے تونگری کے فتنہ مین گرفتار ہو کر ایسے گناہ کیے کہ سب باغ جلا دیا اور یہی معنے ہین اس روایت کے جو بخاری رح نے عبید بن عمیر سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رض نے ایک روز اپنے اصحاب سے کہا کہ تم کیسے شخص کے حق مین جانتے ہو کہ یہ آیت اتری ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الآیۃ - تو بولے کہ اللہ دانا تر ہی پس عمر رض غصہ ہوے کہ یہان موقع یہی ہی کہ کہو ہم جانتے ہین یا نہین جانتے ہین تو ابن عباس رض نے عرض کیا کہ ای امیر المومنین میرے دل مین اس آیت کے بارہ مین کچھ بات ہی عمر رض نے کہا کہ ای بھتیجے وہ بیان کر اور تو اپنے آپکو چھوٹا اور حقیر مت قرار دے تو عرض کیا کہ یہ مثل ہی عمل کی تو عمر رض نے کہا کہ کس عمل کی ابن عباس رض نے کہا کہ مرد تونگر نے اللہ تعالےٰ کی طاعات کین پھر اللہ تعالیٰ نے اسکے واسطے شیطان کو برانگیختہ کر دیا پس اسنے گناہ کیے یہانتک کہ اپنے اعمال سب ڈبو دیے رواہ البخاری و تفرد بہ اور اس مین یہ دلیل نہین ہی کہ آیۂ کریمہ کی یہی تفسیر ہی اور سابق مین جو اسکے معنے مذکور ہوے وہ نہین ہین بلکہ یہ فائدہ نکالا گیا ہی چنانچہ خود ابن عباس رض سے عوفی نے روایت کیا کہ اللہ تعالےٰ نے یہ خوب مثل بیان فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی سب مثلین خوب ہین تو کہا ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الآیۃ - فرماتا ہی کہ اسکے بڑھاپے مین اسکے ہری بھری زمین بستان ہی اور اسکو بڑھاپا پہونچا اور اسکی اولاد و ذریۃ سب چھوٹے ہین پس اعصار نے جس مین آگ ہی آکر یہ باغ جلا دیا پھر نہ اسکو قوت ہی کہ ایسا باغ جماوے اور نہ اسکی نسل کے پاس کچھ مال ہی کہ پیر مرد کی خبرگیری کرین ایسے ہی قیامت مین کافر کا حال ہوگا کہ نہ اسکے پاس کچھ بھلائی ہوگی اور نہ قوت ہوگی کہ بھلائی جمع کرے اور نہ اسنے کچھ خیرات پہونچا رکھی ہی جو اسکو مل جاوے جیسے اس مثل والے کو اسکی اولاد سے کچھ نہ ملا اور ثواب ایسے وقت نہ دار دہی کہ وہ بہت محتاج ہی جیسے مثل والا اپنے باغ سے اپنے بڑھاپے اور اولاد ضعیف ہونے کے وقت جب زیادہ حاجت تھی محروم ہوا - رواہ ابن ابی حاتم اور حاکم نے مستدرک مین روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین کہا کرتے تھے کہ ای پروردگار میرا رزق میرے بڑھاپے اور میری عمر منقضی ہونے کے وقت بڑھا دے اور بیضاوی نے فرمایا کہ یہ تمثیل ایسے شخص کے حال کی ہی جسنے ایسے کام کیے جو نیک معلوم ہوتے ہین اور ان کامون کے ساتھ ایسے کام بھی ملائے جو نیک کامون کو مٹانے والے ہین مانند احسان رکھنے اور ایذا دینے وغیرہ کے تو قیامت مین جب ان کی طرف اسکو سخت حاجت ہوگی تو سب کو مٹا ہوا پاکر حسرت و افسوس کھاویگا اور کتنا مشابہ ہی ایسے شخصون کے حال سے حال اس شخص کا جس نے اپنے

دل سے عالم ملکوت کی طرف جولانی کی اور اپنی فکر سے عالم جبروت کی طرف ترقی کی پھر الٹے پاؤن لوٹ کر لوگون سے مکاری کرنے لگا اور حق عزوجل کے سوائے دیگر چیزون کی طرف ملتفت ہوگیا اور اپنی تمام کوشش اسنے خاک کردی۔ پھر جاننا چاہیئے کہ نخیل اسم جمع ہے واحد اسکا نخلہ۔ یا نخیل جمع نخل کی جو اسم جنس ہے اور اعناب جمع عنب جو اسم جنس ہے اور واحد اسکا عنبہ ہے اور اسکو عرب والے کرم کہتے ہین اور حدیث مین منع آیا ہے اور فرمایا کہ کرم قلب مومن ہے۔ اور باغ مذکور مین تمام قسم کے میوہ جات تھے مگر نخیل واعناب کو انکے اشرف ہونے کی وجہ سے مخصوص ذکر کیا کیونکہ لہ فیہا من کل الثمرات۔ فرمایا ہے۔ اور اعصار ہوائے گرم تند جو زمین سے آسمان کی طرف مانند ستون کے بہتی ہے اس مین آگ ہوتی ہے ذکرہ البخاری وغیرہ اور یہ لفظ مذکر ہے برخلاف دیگر اسماء ہوا کے کہ وہ مؤنث ہین ذکرہ ابن الانباری وغیرہ اور جاننا چاہیئے کہ آیۂ کریمہ مین حسن استقصار ہے یعنے جو معنے قصد کیے گئے اسکے ساتھ اسکے سب اوصاف ذاتیہ ذکر کرنے کے بعد اسکے سب عوارض ولوازم اس طرح ذکر کر دیے گئے کہ پھر اگر کوئی اس معنے کو لے تو اس سے زیادہ اسکو اس مین کلام کی گنجایش نہ ملے چنانچہ آیۂ کریمہ مین اگر لفظ جنت پر اقتصار ہوتا تو کافی تھا مگر اسکی تفسیر کردی کہ من نخیل واعناب کیونکہ ایسے باغ والے کو خوب ملتا ہے پھر زیادہ کر دیا۔ تجری من تحتہا الانہار۔ کہ اسکا وصف پورا کر دیا پھر وجود صرف کے بعد قولہ۔ لہ فیہا من کل الثمرات۔ سے اوصاف کی تکمیل کردی یعنے جو کچھ باغون مین ہوا کرتا ہے سب فرمادیا تاکہ اسکے خراب ہوجانے پر کمال افسوس ہو پھر اسکے مالک کی وصف مین کہا کہ۔ اصابہ الکبر۔ پھر اسکا استقصار کیا اس معنے کی راہ سے جس سے باغ کی خرابی مین زیادہ غم ہو پس فرمایا۔ ولہ ذریۃ۔ اور اسی پر اکتفا نہین بلکہ وصف کردیا۔ ضعفاء۔ پھر اس باغ کی استیصال کو ایسی سرعت سے ہلاکت کے ساتھ ذکر کیا فاصابہا اعصار۔ اور اسی پر اقتصار نہ کیا کہ جلد تباہ ہونا شاید اس سے نہو فرمایا۔ فیہ نار۔ اور اسی پر اکتفا نہ فرمایا کہ شاید آگ سست ہو کہ رطوبت درختان و انہار سے زیادہ موثر نہوئی ہو تو صنعت احتراس کے ساتھ فرمادیا۔ فاحترقت۔ ای قوی آگ تھی کہ اسنے خواہ نخواہ جلادیا قال المفسرونہا یہ بلیغ عمدہ استقصار ہے اور بہت پورا و کامل ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

ای ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزین اپنی کمائی میں سے اور اس سے جو ہمنے نکالا تمھارے لیے زمین مین سے

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا

اور قصد نہ کرو گندی چیز کا اس مین سے کہ اسکو خرچ کرو اور تم آپ وہ نہین لوگے مگر آنکہ آنکھین موندلو اسکے بارہ مین اور جان رکھو

اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

یہ کہ اللہ تعالے بے پرواہ ہے خوبیون والا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا۔ زکوا۔ ای ایمان والو خرچ کرو یعنے زکوۃ دو۔ مِنْ طَيِّبٰتِ۔ جیاد۔ عمدہ کھرے۔ مَا كَسَبْتُمْ من المال کھرے عمدہ مال سے جو تمنے کمایا ہو۔ وَمِنْ۔ طیبات۔ مَآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ۔ اور کھری اس چیز سے کہ نکالی ہم نے تمھارے لیے۔ مِنَ الْاَرْضِ۔ من الحبوب الثمار۔ زمین سے یعنے اناج وپھلون کو۔ وَلَا تَيَمَّمُوا۔ تقصدوا۔ اور مت قصد کرو۔ الْخَبِيْثَ۔ الردی۔ ناکارہ کو۔ مِنْهُ۔ ای من المذکور۔ تُنْفِقُوْنَ۔ فی الزکوۃ۔ یعنے اس مذکور کمائی وپیداوار مین سے ناکارہ کا قصد مت کرو کہ اسکو خیرات کرنے لگو۔ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ۔ ای الخبیث لو اعطیتموہ فی حقوقکم۔ حالانکہ تم خود نہین لینے والے ہو اسکو یعنے خبیث کو کہ اگر دیے جاؤ تم اپنے حقوق مین۔ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ۔ بالتساہل وغض البصر فکیف یؤدون منہ حق اللہ۔ مگر یون ہی

لے لوگے کہ اس روی سے اغماض کر دیعنے باین طور کہ تساہل کرکے لیلو اورچشم پوشی کرو پس جب یہ حال ہے تو تم ردی سے اللہ تعالیٰ کا حق کیونکر ادا
کرتے ہو۔ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عن نفقاتکم حَمِيْدٌ محمود علی کل حال اور خوب جان لو کہ اللہ تعالےٰ غنی یعنے بے پرواہ ہے
تمہارے نفقات سے اور حمید یعنے محمود ہے ہر حال مین ف مفسرین رحمہم اللہ تعالےٰ نے اختلاف کیا کہ یہان کیسا خرچ مراد ہے آیا انفاق
واجب یعنے زکوٰۃ مراد ہے یا خیرات مستحب ہے یا واجب و مستحب دونون کو شامل ہے پس مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا کہ نفقہ واجب مراد ہے اور وہ زکوٰۃ
ہے اسواسطے کہ جمہور کے نزدیک زکوٰۃ کے بعد اور کوئی نفقہ واجب نہین رہا اور فرض پر واجب کا اطلاق آتا ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے قولہ انفقوا۔
بصیغہ امر اسواسطے کہ امر واسطے وجوب کے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ مفروضہ کے حق مین نازل ہوئی اور یہی ایک
جماعت سلف سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ صدقہ مستحب مراد ہے اور امر استحباب کے لیے ہے کیونکہ ابن عباس رض نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ارزان طعام خریدکر خیرات کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور اکثرون کے نزدیک فرض و مستحب سب کو شامل ہے اور یہی ظاہر
آیۂ کریمہ ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے باسناد ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ کے براء بن عازب سے روایت ذکر کی کہ براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ یہ آیت انصار کے حق مین اتری انکا دستور تھا کہ جب خرما توڑنے کے دن آتے تو اپنے باغون سے گدر خرمے لاکر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے دو ستونون کے درمیان رسی مین لٹکا دیتے تھے پس اسکو فقراء مہاجرین کھاتے تھے پس بعض ان مین سے گدر عمدہ خوشون کے ساتھ حشف
یعنے جو ناکارہ ہو گیا تھا لاکر لٹکاتا اور سمجھتا کہ یہ جائز ہے پس اللہ تعالےٰ نے اس شخص کے حق مین جسنے ایسا کیا یہ آیت نازل فرمائی ولا تیمموا
الخبیث منہ تنفقون۔ رواہ ابن ماجہ وابن مردویہ والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین اور ابن ابی حاتم نے براء رض سے روایت کی کہ یہ آیت ہم
لوگون کے حق مین نازل ہوئی ہم لوگ خرما کے باغ رکھتے تھے پس ہم مین سے ہر ایک اپنی وسعت کے موافق قلیل و کثیر لاتا تھا پس ہم مین سے
آدمی خرما کی گودھ لاتا اور اسکو مسجد مین لٹکا دیتا اور اہل صفہ مہاجرین کیواسطے کچھ طعام نہ تھا پس ان مین سے جب کسیکو بھوک لگتی تو آکر اپنے عصا سے
گودھ کو مارکر اسمین سے گدر و پکے چھوہارے گراکر کھا لیتا اور بعضے لوگون کو خیرات کی رغبت نہ تھی تو وہ ایسی گودھ لاتا کہ اس مین حشف و شیص ہوتے اور ایسی
گودھ لاتا کہ وہ چوٹ کھائے ہوتے تھے اور اسکو لٹکا دیتا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ۔ کہا
براء نے یعنے اگر تم مین سے کسیکو ایسا ہدیہ بھیجا جاوے جیسا تمنے دیا ہے تو اسکو نہ لیگا الا اغماض کرکے اور حیاء کرکے کہ پھیرنے مین بھیجنے والے کو رنج ہوگا۔
پھر اسکے بعد ہم لوگون کا دستور تھا کہ آدمی اپنے پاس کی چیزمین سے جو سب سے اچھی ہوتی تھی لاتا تھا رواہ الترمذی عن الدارمی وقال حسن غریب
اور ابن ابی حاتم نے سہل بن حنیف سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوہارے کی دو قسم سے ایک جعرور اور ایک حبیق سے
منع فرمادیا تھا اور لوگون کا دستور تھا کہ اپنے پھلون مین سے ناکارہ کو قصد کرکے انکو صدقہ مین نکالتے تھے پس نازل ہوا۔ ولا تیمموا الخبیث
منہ تنفقون الآیہ۔ ورواہ ابوداؤد اور دوسری وجہ سے روایت کی اس مین یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرور وحبیق کو صدقہ مین لینے
سے منع کر دیا۔ رواہ النسائی ایضاً مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا یہ زکوٰۃ مین لینے سے ممانعت ہے۔ اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ مسلمان کی کمائی خبیث نہین ہوتی ہے ولیکن وہ ناکارہ چھوہارے کو اور کھوٹے کم مال درم کو اور جس مین کچھ خیر نہین ہے صدقہ نہ کرے۔ رواہ
ابن ابی حاتم۔ اور مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ ہین کہ مومن اپنے دین کی پابندی سے حلال کماتا ہے اُسکی خبیث کمائی اسوجہ سے نہین ہوتی ہے۔ اور
احسن ان روایات مین حدیث ابن ابی حاتم و ترمذی ہے اور ترمذی نے اپنی سنن مین اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے
کہ یہ صدقہ نفل کو بھی شامل ہے۔ حضرت علی رض سے طیبات کی تفسیر مین سونا چاندی مذکور ہے اور ابن عباس رض نے کہا کہ طیبات اس چیز سے جو اللہ تعالےٰ

نے نصیب کیا انکو ان اموال مین سے جو انھون نے کمائے ہین اور یہ درحقیقت کسب کی تفسیر ہے اور ایسی ہی مجاہد سے تجارت مذکور ہے یہ بھی کمائی کی
تفسیر ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفسیر البتہ طیبات کی ہے اور وہی سدی سے روایت ہے اور ظاہر امراد اس سے نفیس و جید ہے اسواسطے کہ عرب کے
نزدیک یہی اجود ہے اور قرینہ اسپر لفظ خبیث ہے کہ مراد اس سے ردی ہے اور یہی مفسر رحمہ نے اختیار کیا اور ابن عباس رضہ سے صریح روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
مومنون کو حکم کیا کہ مال سے اجود و اطیب و انفس کو خیرات کرین اور انکو مال رذیل وردی سے منع کیا اور یہی خبیث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ طیب ہے نہین قبول
کرتا مگر طیب کو اور بعض نے اسکی تفسیر مین حلال ذکر کیا طیبات ای حلالات اور یہ ناقص تفسیر ہے اسواسطے کہ طیبات دونون امور کو شامل ہے کہ حلال بھی ہو
اور جید یعنے کھرا بھی ہو بمقابلہ خبیث کے فافہم اور کسبتم شامل ہے ہر ایسی وجہ کو جو شرعاً روا ہے مثل تجارت و حرفہ وغیرہ مگر آنکہ تجارات و حرفتون مین سے
جو روا ہین انکی کمائی روا ہے اور جو نہین روا ہین انکی کمائی بھی خبیث ہے پس آیت مین دلیل ہے کہ اپنی مشقت سے کمانا مباح ہے اور اسکی دو قسمین ہین ایک طیب
اور ایک خبیث پس طیب مثلاً علمی کتابون کی یا اناج کی یا کپڑے کی تجارت کرے اور جو شرائط ہر ایک قسم کی خرید فروخت کی ہین انکو لحاظ رکھے تو کمائی حلال ہے
مگر اس زمانہ مین بہت لوگ تجارت کرتے ہین اور شرائط سے بالکل واقف نہین ہین اور انکی ناواقفی سے ناحق حلال کا حرام ہو جاتا ہے اور البتہ ترجمہ
فتاواے عالمگیری و عین الہدایہ جلد سوم کتاب البیع مین مفصل مذکور ہین واللہ الموفق اور حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو آدمی
کھاوے اس مین اطیب وہ ہے جو اپنی کمائی سے کھاوے اور آدمی کا فرزند اسکا کسب ہے۔ اور نیز فرمایا کہ ہرگز نہ کھایا آدمی نے کوئی طعام بہتر اس سے کہ اپنے
ہاتھ کی کمائی سے کھاوے اور داؤد علیہ السلام نہین کھاتے مگر اپنے ہاتھ کی کمائی سے رواہ البخاری وغیرہ۔ اور جاننا چاہیے کہ زکوٰۃ مفروضہ سونے چاندی و ریوڑ
و جنگلی چرائی کے پلے ہوئے جانور و اموال تجارت مین ایک سال گذر جانے پر ادا کرنی واجب ہوتی ہے اور حدیث مین ہے کہ جو چیز بیع کے واسطے مہیا ہوتی
تھی اس مین سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرماتے تھے۔ قولہ تعالیٰ۔ ومما اخرجنا لکم من الارض پس مما ای من طیبات ما۔ لیکن مضاف بقرینہ ماسبق کے حذف
ہوا۔ اور علی کرم اللہ وجہہ و سدی سے روایت ہے ای من الثمار والزروع التی انبتہا لکم من الارض۔ یعنے پھلون و کھیتیون سے جو تمہارے لیے زمین
سے اگائی ہین اور ظاہر آیت یہ ہے کہ پھل و اناج و کھان کی پیداوار نمک و لوہا و سونا و چاندی وغیرہ سب کو شامل ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور
یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ کا ہے حتیٰ کہ فواکہ و ساگ پات و لکڑی و کھیرا وغیرہ جو کچھ زمین سے پیدا ہوتا ہے انھون نے سب مین عشر یعنے دسوان حصہ
بشرائط واجب کہا ہے اور یہ اقویٰ ہے اور تفصیل اسکی فقہ مین ہے اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ اہل علم سب متفق ہین کہ نخیل و کروم مین اور جو اناج کہ
آدمی ذخیرہ کرتا ہے اس مین دسوان حصہ واجب ہے اگر وہ آسمان کے مینہ سے یا ایسی نہر کے پانی سے جو قدرتی روان ہے سینچا گیا ہو اور اگر چرس یا ڈھیکلی سے
سینچا گیا تو بیسوان حصہ واجب ہوگا پھر ابن عمر رضہ کی مرفوع روایت من طریق البخاری رحمہ ذکر کی پھر کہا کہ سوائے مذکورہ بالا کے اور چیزون مین اہل علم
نے اختلاف کیا ہے پس ایک قوم نے کہا کہ ان چیزون مین عشر نہین ہے اور یہی ابن ابی لیلیٰ و شافعی کا قول ہے اور زہری و اوزاعی و مالک نے کہا کہ زیتون
مین عشر واجب ہے اور ابوحنیفہ رحمہ نے کہا کہ ہر ساگ و سبزی یعنے ترکاری مین عشر واجب ہے جیسے پھلون مین واجب ہے سوائے گھاس و جلانے کی
لکڑی کے۔ قولہ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ یعنے مت قصد کرو مال مین سے ردی کا خیرات کرنے کے حال مین
حالانکہ اگر تمکو دیا جاوے تو تم نہ لو مگر اسی طور کہ چشم پوشی کرو اور ابن کثیر رحمہ نے عن البراء بن عازب رضہ روایت کیا یعنے اگر تم مین سے کسی کا دوسرے پر
مال ہو اور اسنے ایسا ناکارہ دیا تو نہ لیگا الا آنکہ جان لے کہ اسنے میرے حق مین کم دیا ہے رواہ ابن جریر علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ
فرمایا ہے کہ اگر تم مین سے کسی کا دوسرے پر حق ہو پھر وہ تمہارے حق واجب سے گھٹا ہوا لایا تو تم اسکو جید کے حساب سے نہ لوگے یہان تک کہ اس کو
ناقص کرو پس کیونکر تم میرے واسطے پسند کرتے ہو ایسی بات جو اپنے واسطے نہین پسند کرتے ہو اور میرا حق تم پر تمہارے مالون مین سے اطیب

وانفس مین سے ہی رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر اور یہی بہتون کا قول ہی اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہی قال فی المعالم یہ حکم اسوقت ہی کہ جب کل مال یا بعض مال جید و نفیس ہو اور اگر کل مال ردی ہو تو ردی دینے مین مضائقہ نہین ہی فافہم واللہ اعلم ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم - دکھلانے سنانے سے پاک جو معاملات اپنے بدنون سے کمائے ہین ان کو اپنی ارواح کے واسطے صدقہ کرو قال المترجم یہان سے ثابت ہوا کہ ارواح کو کمالات حاصل ہونے کا واسطہ یہ جسم ظاہری ہی بشرطیکہ تمام اعضا وارکان انسانی حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتے ہون اور یہین سے حل ہوا کہ زندگی دراز مرد صالح کے واسطے بہت خوب ہی اور یہین سے نکلا کہ نفس کے مجاہدہ مین کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے زیادہ ثواب ہی اور اسی پر دلالت کرتی ہی وہ حدیث کہ دو شخصون کے درمیان حضرت صلعم نے بھائی چارہ کر دیا تھا ان مین سے ایک شہید ہو گیا اور دوسرا چند روز کے بعد مرا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ پیچھے جو مرا ہی اسکے اعمال اور شہید ہونے والے کے اعمال مین آسمان کے ستارون کی کثرت سے فرق ہی اور اصل حدیث ابو داؤد مین ہی

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ

شیطان وعدہ دیتا ہی تمکو محتاجی کا اور حکم کرتا ہی بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہی تمکو اپنی بخشش کا اور فضل کا

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ

اور اللہ کشایش والا ہی دانا۔ دیتا ہی سمجھ جس شخص کو چاہے اور جس کو دی گئی سمجھ اس کو

اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ

مل گئی بہت بھلائی اور وہی سمجھین گے جن کو عقل ہی اور جو خرچ کروگے کچھ خیرات

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

کروگے یا نذر مانوگے کوئی نذر سو اللہ تعالے اسکو جانتا ہی اور گنہگارون کا کوئی مددگار نہین

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ - یخوفکم بہ ان تصدقتم تمسکوا۔ یعنے شیطان تمکو خوف دلاتا ہی کہ اگر خیرات کروگے تو محتاج ہو جاؤگے تاکہ تم ہاتھ روک لو۔ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ - البخل ومنع الزکوۃ۔ اور شیطان تمکو بخل کرنے کا اور زکوۃ نہ دینے کا حکم کرتا ہی یعنے تمھارے دلون مین وسوسہ ڈالتا ہی۔ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ - علی الانفاق - مَّغْفِرَةً مِّنْهُ - لذنوبکم - وَفَضْلًا - رزقا خلفا منہ - اور اللہ تعالی وعدہ دیتا ہی تم کو خیرات کرنے پر اپنی طرف سے مغفرت کا یعنے تمھارے گناہون کی مغفرت کا اور فضل کا یعنے ایسے رزق کا جو خرچ کیے ہوے کے قائم مقام عطا کرے گا۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ - فضلہ - عَلِيْمٌ - بالمنفق اور اللہ تعالے کی شان یہ کہ وسیع ہی فضل اسکا۔ اور وہ خوب جانتا ہی خرچ کرنے والے کو۔ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ - العلم النافع المؤدی الی العمل جسکو چاہے عطا فرماتا ہی حکمت یعنے ایسے علم کو جو نفع کرنیوالا ہی اور عمل کرنے کی توفیق تک پہونچا دے یعنے ایسا علم جو قلب کے واسطے نفع دے اور اسکے موافق عمل کرنا نصیب ہو۔ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا - اور جسکو حکمت ملی وہ خیر کثیر عطا کیا گیا۔ لمصیرہ الی السعادۃ الابدیۃ۔ یعنے خیر کثیر اس واسطے ملی کہ یہ شخص سعادت ابدی کو پہونچ گیا۔ وَمَا يَذَّكَّرُ - فیہ ادغام التاء فی الاصل فی الذال - ای یتعظ یعنے یذکر در اصل یتذکر تھا تا کو دال کر کے بعد حذف حرکت کے ادغام کر دیا۔ اور معنے یہ ہین کہ اور نصیحت کوئی حاصل نہین کرتا۔ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ - اصحاب العقول مگر وہی جو عقل والے لوگ ہین۔ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ - ادیتم من زکوۃ او صدقۃ۔ یعنے اور جو کچھ ادا کیا تم نے زکوۃ یا صدقہ

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ-نوقیم پر- یا جو کچھ تمنے نذر کیا یعنے پھر تمنے اس نذر کو وفا کیا تو یہ رائگان نہین ہی بلکہ فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُهٗ فیجازیکم علیہ
اللہ تعالے اسکو خوب جانتا ہی پس تمکو اسپر جزا و ثواب دیگا- وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ - بمنع الزکوٰۃ والنذر او بوضع الانفاق فی غیر محلہ من معاصی
اللہ تعالے مِنْ اَنْصَارٍ- مانعین لہم من عذابہ یعنے لوگون کے لیے جو ظلم کرنے والے ہین باین طور کہ باز رکھین زکوٰۃ دینے اور نذر
ادا کرنے سے یا باین طور کہ خرچ کرین اللہ تعالے کی نافرمانیون مین ایسے مقام پر جو محل خرچ کرنے کا نہین ہین تو ایسے ظالمون کے لیے کوئی مددگار
نہین جو مانع ہون او بچاوین انکو عذاب الٰہی سے ف اس آیۂ کریمہ مین اللہ عزوجل نے سمجھ والون کے واسطے حکمت و علم وافر بیان فرمایا ہی اور
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جیسے تمھاری روزیان تقسیم کی ہین ویسے تمھارے درمیان
اخلاق تقسیم کیے ہین اور اللہ تعالی دیتا ہی دنیا جسکو چاہتا ہی مگر دین نہین دیتا ہی مگر اُسی شخص کو جسکو دوست رکھتا ہی پس جسکو اللہ تعالے نے دین دیا
اُسکو دوست کر لیا اور قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ بندہ مسلمان نہین ہوتا یہانتک کہ مسلمان ہو اسکا دل اور زبان اور مؤمن نہین ہوتا
یہان تک کہ اس کا پڑوسی اسکے بوائق سے امن مین ہو تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکے بوائق کیا ہین فرمایا کہ اسکا کھوٹ اور ظلم- پھر فرمایا کہ
جو کوئی بندہ مال کو حرام طریقہ سے کماتا ہی تو کبھی نہین ہوتا کہ اُس مین سے خرچ کرے کہ اُسکو اُسمین برکت ملے اور نہین ہوتا کہ صدقہ دے کہ وہ قبول ہو اور
نہین چھوڑتا اپنے پیچھے مگر کہ وہ اسکے واسطے دوزخ کی طرف زاد راہ ہوگا- اللہ تعالے نہین میٹ دیتا بُرائی سے بُرائی کو ولیکن میٹتا ہی بُرائی کو بھلائی
سے- البتہ جو چیز خود خبیث ہی وہ خبیث کو نہین میٹتی ہی رواہ الامام احمد- اور اس آیت مین فرمایا- الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء- حضرت
ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی مین ایک پٹا شیطان کا ہی اور ایک پٹا فرشتہ کا ہی پس شیطان کا پٹا یہ ہی کہ اسکو بُرائی کا وعدہ دیتا ہی
اور حق کو جھٹلاتا ہی اور فرشتہ کا پٹا یہ ہی کہ اسکو بھلائی کا وعدہ دیتا ہی اور حق کی تصدیق کراتا ہی پس جو وعدہ خیر اور تصدیق حق کو پاوے تو جان لے
کہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے ہی اور اللہ تعالے کے لیے اسپر حمد ادا کرے اور جو دوسری بات پاوے تو شیطان سے پناہ مانگے پھر پڑھی آیہ
قولہ تعالے الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا الآیہ- رواہ ابن ابی حاتم والترمذی والنسائی وابن مردویہ پھر ابن کثیرؒ نے
فرمایا کہ معنے قولہ یعدکم الفقر- یعنے خوف دلاتا ہی تمکو فقیر ہونے کا تاکہ روک لو جو تمھارے ہاتھ مین ہی اور اسکو رضاے الٰہی مین خرچ نہ کرو اور قولہ یامرکم بالفحشاء
ای باوجود اسکے کہ تمکو فقیری کا خوف دلا کر خرچ کرنے سے روکتا ہی مگر تمکو گناہون اور حرام باتون اور مخالفت حق عزوجل کا حکم کرتا ہی یعنے خصلت فحش کا
حکم دیتا ہی ای گناہون کا اور اُن مین خرچ کرنیکا حکم دیتا ہی مترجم- کہتا ہی کہ یہ بات بدیہی مشاہدہ ہی کہ ہزارون مالدار ہین کہ انکو ہوس بخل ہی اور راہ خیر مین
خرچ کرنے سے نہایت مکدر ہوتے ہین لیکن شادی بیاہ و ناچ رنگ و بہت سے خوشامدی چندہ و دعوتون مین بکثرت خرچ کرتے ہین پس ہم لوگون کے واسطے
یہ مقام عبرت ہی- اور غور کرنا چاہیے کہ زمانہ مین کہانتک اسوقت شیطان کا وسوسہ پھیل گیا- قولہ واللہ یعدکم مغفرۃ- مغفرت الٰہی بندے کے واسطے یہ ہی کہ دنیا
مین اسکی پردہ پوشی کرے اور آخرت مین اس سے درگذر فرماوے اور فضل یہ ہی کہ جو خرچ کیا ہی اس سے افضل عطا کرے پس دنیا مین رزق مین
وسعت دے اور آخرت مین ثواب جمیل عطا فرماوے- واللہ واسع علیم- یعنے فضل اسکا وسیع ہی بشر کے قیاس سے باہر ہی اور حدیث مین ہی کہ ہر روز صبح کو
دو فرشتے اُترتے ہین ایک کہتا ہی کہ ای ہمارے پروردگار خرچ کرنے والے بندہ کو جو خرچ کیا ہی اسکی جگہ اور دے اور دوسرا کہتا ہی کہ ای ہمارے پروردگار
بخیل کو تلف دے اور یہ حدیث صحیحین مین ہی- قولہ یوتی الحکمۃ من یشاء- شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت
کی کہ حکمت سے مراد قرآن کی معرفت ہی یعنے قرآن کے ناسخ و منسوخ و محکم و متشابہ و مقدم و موخر و حلال و حرام و امثال کا جاننا اور جویبر نے ابن عباس سے
مرفوعًا روایت کی کہ وہ قرآن ہی یعنے حکمت کی تفسیر قرآن مجید ہی- اور مجاہد نے کہا کہ بات مین راہ صواب پانا- اور نیز مجاہدؒ سے لیث بن ابی سلیم نے

روایت کی کہ وہ نبوت نہین ولیکن علم فقہ وقرآن ہی **قال المترجم** یہ قول دقیق وباریک وصحیح ہو اور یہی کشف ودقائق ہین جو اکابر راسخین کو حاصل
ہوتے ہین اور **غزالی** رحمہ اللہ نے اسکو مفصل بیان کیا ہی- اور شیخ ابو العالیہ نے کہا کہ حکمت خشیۃ اللہ ہی یعنے محبت کے ساتھ اللہ تعالے
کی طرف سے خوف ہونا اور ابن مردویہ نے ابن مسعودؓ سے مرفوعا روایت کی کہ حکمت کی چوٹی خشیۃ اللہ ہی اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ فہم ہی اور
ابومالک نے کہا کہ سنت ہی اور زید بن اسلم نے کہا کہ عقل ہی اور امام مالک نے کہا کہ میری عقل مین آتا ہی کہ حکمت اللہ تعالے کی دین مین سمجھ ہی اور وہ
ایک ایسا امر ہی کہ اسکو اللہ تعالے اپنی رحمت وفضل سے دلون مین داخل کردیتا ہی اور اسکے دلائل مین سے ایک یہ ہی کہ تو ایک آدمی ایسا پاتا ہی کہ وہ دنیا
کے معاملہ مین عاقل مگر دین مین ناسمجھ ہی اور دوسرے کو پاتا ہی وہ دنیا کے معاملہ مین ضعیف ہوتا ہی اور اپنے دین کے معاملہ مین دانا ہوتا ہی پس اللہ تعالے
اسکو دین کی سمجھ دیدیتا ہی اور دنیا سے اسکو محروم کردیتا ہی پس معلوم ہوا کہ حکمت اللہ تعالے کی دین مین دانائی ہی پس یہ انبیا علیہم السلام کی اتباع سے
اہل ایمان کو ایک حصہ مل جاتا ہی **قال المترجم** جب تو غور سے تامل کرے تو ظاہر ہوجاتا ہی کہ امام مالک کا یہ قول نہایت نفیس ہی اور حکمت کی تفاسیر
جو ان اکابر سے مروی ہین وہ سب قریب ایک دوسرے کی گردن سے گردن ملی ہوئی ہین مآل سب کا یہی ہی جو امام مالک رحمہ اللہ نے بیان
فرمایا ہی اور مالک سے علم کی تفسیر بھی یون ہی مروی ہی کہ وہ ایک نور ہی جسکو اللہ تعالے دل مین رکھ دیتا ہی اور یہ نہایت عمدہ قول ہی ولیکن اسکو
عالم ہی سمجھے گا اور یہان بھی حکمت کی تفسیر کا یہی حال ہی وقد قال تعالے وما یذکر الا اولوا الالباب **شیخ ابن کثیر**ؒ نے کہا کہ مراد یہ ہی کہ خطاب کو اور
اس کلام کے معنے کو وہی حاصل کرین گے جنکو عقل حاصل ہی **قال المترجم** عاقل سمجھ لیگا کہ عقل یونانی یہ عقل جو ہی نہین ہی جس پر عوام غرہ کرتے
ہین اور ہر ایک عاقل مشہور ہی ہرگز نہین بلکہ عقل وہ ہی کہ جسکو اکابر عقل کلی اور عقل یونانی وغیرہ عبارات سے تعبیر کرتے ہین اور اسکے حواس بھی اور
ہین جیسے اس عقل حواسی کے حواس ظاہرہ وباطنہ ہین اور یہ موقع توضیح وتطویل کلام کا نہین ہی یہان مترجم اسی پر انتصار کرتا ہی کہ اللہ تعالے
مجھکو اور تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جمیع امور مین یعنے اخلاق نفس اور افعال قلب واعمال جوارح سب مین عطا فرماوے تو یہ
پردہ خود بخود اٹھ جائیگا اور بدون اسکے زبانی باتین کچھ مفید نہین ہین- اور جاننا چاہیئے کہ جو لوگ اس حکمت کو جو آیت مین مذکور ہی علم ہیأت و
افلاک پر محمول کرتے ہین اگر شاعرانہ کلام کے طور پر کہتے ہین تو حرام وکبیرہ گناہ مین کوئی شک نہین اور اگر عمدًا ہی تو کفر ہونا اقوی ہی اور نہایت
سخت برائی تو یہ ہی کہ اسکو حکمت فلسفہ یعنے یونانیون کی فلسفی باتون پر محمول کرتے ہین اور یہ کفر شدید ہی نعوذ باللہ منہ- قولہ وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم
من نذر فان اللہ یعلمہ- مفسر رحمہ اللہ نے نفقہ سے فرض یا نفل یعنے زکوۃ یا صدقہ مراد لیا ہی اور یہی ظاہر کلام **شیخ ابن کثیر**ؒ وغیرہ سے ہے اور
زمخشری نے حق وباطل کی تعمیم کی یعنے آنکہ یہ حکم کلی ہی کہ تم کوئی نفقہ کرو اور کسی طور پر خرچ کرو خواہ طاعت مین یا معصیت مین اور علے ہذا تم
کوئی نذر کرو خواہ نذر جائز ہو یا وہ نذر گناہ ہو سب کو اللہ تعالے جانتا ہی اور **مفسر سیوطی**ؒ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہی بقولہ او بوضع الانفاق فی
غیر محلہ- اور یہ اولی ہی بایں معنے کہ کلام اول وجہ پر تو وعدہ خیر ہوگا فقط اور اس صورت مین وعدہ ووعید دونون ہوگا کیونکہ اللہ تعالے جب
جانتا ہی تو راہ خیر پر خرچ کرنے والون کو ثواب عطا فرماویگا اور راہ شر پر خرچ کرنے والون کو عذاب دے گا اور وہ لوگ ظالم ہون گے کہ انھون
نے ایک شے کو اسکے موقع سے ہٹا کر غیر موقع مین رکھا اور ایسے ظالمین کے لیے مددگار نہین ہین کہ عذاب الٰہی سے بچالین اگر کہا جاوے کہ فان
اللہ یعلمہ مین ضمیر واحد ہی حالانکہ مرجع دو چیز ہین ایک نفقہ دوم نذر اور جواب یہ ہی کہ عطف یہان او کے ساتھ ہی اس مین دونون امر جائز
ہوتے ہین کہ ضمیر واحد آوے کما فی قولہ من یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا- یا ضمیر مثنی آوے مثل قولہ ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ
اولی بہما- اور بعض نے کہا کہ دو یا کئی چیزون کے بعد جب ضمیر واحد راجع ہو تو بتاویل مذکور راجع ہوتی ہی پس فان اللہ یعلمہ اسے فان اللہ

یعلم المذکور اور **ابن عطیہ** رح نے اسی پر جزم کیا اور **قرطبی** رح نے اسکو ترجیح دی۔ اور یہان سے ثابت ہوا کہ نذر کرنا مشروع ہی اور یہی قول جمہور ہی اور
صحیح حدیث مین آیا ہی کہ نذر کرنا قضاے الٰہی کو مانع نہین ہوتا ہی اور اصل حدیث صحیح مسلم مین ہی اور مراد یہ ہی کہ نذر کرکے آدمی یہ اعتقاد نہ کرے کہ اب
میرے مقصود کے موافق ہی واقع ہوگا یا تقدیر کچھ بدل جاتی ہی بلکہ تقدیر الٰہی کے موافق واقع ہوگا اور یہ نذر کرنا بھی اسکے حق مین مقدر تھا لیکن جو نذر کی
ہی اسکا وفا کرنا واجب ہی اور یہ اسوقت ہی کہ کار خیر کی نذر کی ہو پس اگر کسی نے نذر کی کہ اگر ایسا ہوگا تو مین شیخ صدو کا بکرا چڑھاؤنگا یا فقیر کو روٹی دونگا
یا سیتلا پر دونا دونگا یا تعزیہ رکھونگا تو یہ نذر حرام و معصیت ہی اور ہرگز اسکو پورا نہ کرے ورنہ گناہ کبیرہ مین داخل ہی اور اگر خیر کی نذر کی کہ اگر اللہ تعالیٰ
مجھے یہ رزق حلال عطا فرمادے گا تو مین چار رکعت نفل پڑھونگا یا روزہ رکھونگا یا صدقہ دونگا تو یہ روا ہی اور وفا کرنا واجب ہی اور اگر
کسی نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ رزق حرام دے گا یا یہ سود کا روپیہ وصول کراوے گا یا فلان عورت اجنبی حرام طور پر ملجائے گی یا مانند اسکے کوئی امر کہا تو ایسا
شخص کافر ہوا اعاذنا اللہ و جمیع المومنین۔ اور ظالمین کی تفسیر مین جو مفسر رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ کہا کہ یا ظالم باین طور مراد ہین کہ بے جگہ خرچ کرنے سے اپنے اوپر
ظلم کرین تو اس سے ثابت ہوا کہ بے جگہ خرچ کرنا گناہ شدید ہی یعنے اُنکا ایسا کرنے والا دوزخ مین جائے گا اگر اس نے توبہ نہ کی کیونکہ یہ وعید عذاب
کی ہی اور بے جگہ خرچ کرنے کی صورتین بے شمار ہین از انجملہ چند ذکر کی جاتی ہین شاید اللہ تعالیٰ اس سے اہل ایمان کو سمجھ عطا کرے اور جو کرتا ہو وہ باز رہے
شادی بیاہ مین خلاف شرع رسمون مین خرچ کرنا۔ اسراف کرنا۔ تفاخر و تکبر کی وجہ سے باریک کپڑا بد وضع پہننا۔ کفن مین بڑھانا بے ضرورت و خلاف شرع بے ضرورت
اشتہار سے زائد کھانا کل مال صدقہ کرنا کہ اہل و عیال کو محتاج پریشان کرے اور مسجد کے فرش مین ناجائز تکلف کرنا اور بے ضرورت کثرت سے چراغ و شمعین
روشن کرنا اور مقابر مین چراغ جلانا اور چادر چڑھانا چالیس روز قبر کے پاس لوگون کو بسانے کے لیے دینا۔ قبر پر قبہ بنانا اور گچ کرنا یہ سب خرچ ناجائز
ہین کما فی الفقہ **فـ** قال الشیخ فی عرائس البیان قولہ تعالےٰ الشیطان یعدکم الفقر۔ یعنے تمکو وعدہ دیتا ہی کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کی
بخشش کی اُمید قطع کرو **قال المترجم** یعنے جب یہ وسوسہ دلایا کہ تم راہ خیر مین خرچ کرنے سے فقیر ہو جاؤگے تو گویا مایوس کیا کہ اللہ تعالےٰ کے انعام
بے انتہا سے تمکو اب نہ ملیگا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اور نیز اللہ تعالےٰ نے جو اپنے بندون کو نفیس الطاف کا جن سے بندون کی دنیا و
آخرت مین راحت ہی وعدہ فرمایا ہی اس مین شیطان شک دلاتا ہی اور دلون سے طمانینت گھٹاتا ہی۔ اور نیز شیطان تمکو جناب باری تعالےٰ کی
شان مین طرح طرح کی بدگمانیان دلاتا ہی اور یہ داؤ اسی شخص پر چلتا ہی جو حق عزوجل سے کمتر عرفان رکھتا ہی اور اللہ تعالےٰ جل سلطانہ کی سلطنت عظیم
و کبریا جلیل سے نادان ہی اسواسطے کہ شیطان کا فریب و وسوسہ ڈالنا بندے کے دل مین اللہ تعالےٰ کی طرف سے شک پیدا کرنا اور
جو اسنے اپنے بندون سے وعدہ فرمایا ہی اس مین تردد ہوتا ہی اور متواتر شیطان کے وسوسون سے وہ متحیر ہو جاتا ہی یہان تک کہ بدگمانی کر
بیٹھتا ہی کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ نور ایمان نہونے سے یہودی کیسے شیطان کے قابو مین آئے کہ کہنے لگے ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء۔ ان
مردودون کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ فقیر ہی اور ہم تونگر ہین اور یہ شیطان کا سخت وسوسہ تھا کہ ان کو تسویل مین ڈال دیا کہ جو پاس ہی اس کو
حفاظت سے رکھو اور نہونے سے خوف کرو اور خوب جمع کرو اور زکوٰۃ و خیرات کچھ مت دو ہاتھ روک لو اور ان کو کثرت سے گمراہی پر آمادہ کیا
کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کروگے تو جو کچھ تم کو ملتا ہی یہ کچھ نہ ملیگا محض محتاج ہو جاؤگے پھر کہان سے پاؤگے اور قناعت سے بھگایا
اور کفایت جس سے آدمی تونگر ہوتا ہی ہٹایا اور فریب مین ڈال دیا کہ ہر روز بڑھنے کی خواہش کرو **قال المترجم** انجام یہ ہوا کہ ان کا تمام مال
اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو جو فقیر ہو کر ایمان کے پیچھے ہجرت کرکے چلے آئے تھے بدون لڑائی و قتال کے دلوا دیا اور انکو ہلاک کر دیا سو یامرکم بالفحشاء
شیطان تمکو فحشاء کا حکم دیتا ہی یعنے بخل کرنے کا اور اللہ عزوجل کی جناب مین بدگمانی کرنے کا اور دنیا سے محبت رکھنے کا اور موت سے بغض رکھنے کا

اور زمین و مکانات کے تعمیر کرنے کا اور ہر روز زیادتی چاہنے کا اور نقیری اور فقیرون سے بغض رکھنے کا اور زکوٰۃ نہ دینے کا اور حج و جہاد وغیرہ جو باتین اللہ
تعالےٰ نے انپر فرض کی ہین ان سے باز رہنے کا حکم کرتا ہی اور رئیس بننے کی محبت دلاتا ہی اور اسکو آنکھون مین آراستہ کر دکھاتا ہی اور بہت سے افعال ناشائستہ
کو نظر مین رچاتا ہی جیسے یہ کہ زنا کرنے کے لیے خوبصورت عورتون سے نظر لڑاؤ اور تاک لگاؤ اور شراب پینے سے تقویت ہوتی ہی اور باجے سننے سے
کانون کو فرحت ہی اور روگ اسکو بھول جاتے ہین کہ حضرت کبریا رب العزت ذوالجلال والاکرام کی ممانعت برحق ہی یہ عقل وسمجھ اسکی ادنیٰ مخلوق ہی
اور شیطان انکو تکبر کرنا سکھلاتا ہی اور ضعیفون و مسکینون پر جبر کرنا بتاتا ہی اور جور و ظلم و عناد و بے انصافی کو ان کی نظر مین زینت دیتا ہی اور اپنے مالون
کی حفاظت کے واسطے منتین مانگ سوائے خداے تعالےٰ کے دوسرون کو پروردگار بناتے ہین اور ایسے ہی اور امور ردی فاحش ہین جن کا حکم کرتا ہی۔
واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا - اللہ تعالےٰ کی مغفرت یہ ہی کہ تمام فحش و بری باتون اور بخیلی کے میل کچیل سے دلون کو پاک کر دیتا ہی اور
دنیا و ما فیہا کی محبت سے بچا لیتا ہی اور فضل اسکا یہ ہی کہ اپنا مشاہدہ عنایت کرتا ہی اور اپنی درگاہ مین تقرب دیتا ہی اور اپنی معرفت و توحید
سے سرفراز کرتا ہی اور اسرار کشف کر دیتا ہی یہ خاص انھین بندون کے لیے ہی جنکو اپنی خدمت و خطاب خصائص مناجات و محبت کے واسطے
برگزیدہ فرمایا ہی۔ اور نیز مغفرت یہ کہ یقین کو کشف کر کے نفس کو طمانینت و تسکین دیتا ہی اور فضل یہ کہ حکم ازلی پر رضامندی حاصل ہوتی ہی۔ اور
نیز مغفرت یہ ہی کہ ماسوائے حق کے جو عالم مخلوق ہی اس سے بے پروائی ہوتی ہی اور فضل یہ کہ وصال ملتا ہی۔ اور بعض کابرین نے فرمایا کہ الشیطان یعدکم
الفقر یعنے بھلا دیتا ہی تمام اس فضل کو جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسکو ملا اور اسکا عادی ہو رہا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یعدکم الفقراے کفایت سے
زیادہ طلب کرنے پر آمادہ کرتا ہی پس یہ شخص اسی کا گویا بندہ اور اسی کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہی۔ اقول جیسے حدیث مین آیا کہ تباہ ہوا روپیہ و اشرفی کا بندہ
ہو۔ اور بعض نے کہا کہ فقر سے مراد حرص ہی اور اللہ وعدہ دیتا ہی قناعت کا۔ اور **شیخ ابوعثمان** رح نے فرمایا کہ دنیا ترک کرنے اور اس سے
منھ پھیرنے پر شیطان تمکو فقیر ہو جانیکا وعدہ و خوف دلاتا ہی اور اللہ تعالےٰ تمکو اسپر اپنی مغفرت و فضل کا وعدہ فرماتا ہی **قال المترجم** یہ کلام پاکیزہ ہی
اور تمام مقصود ان انکلام سے یہی ہی کہ دنیا کی کسی چیز پر محبت و اعتماد نہ کرین اور راہ خدا مین اپنی جان دین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین عجیب طور
سے یہ وعدہ پورا فرمایا۔ کہ انھون نے دنیا سے درحقیقت اعراض کیا مگر دنیا ان کے واسطے مال و متاع و حشمت و شوکت سے پھٹ پڑی اور وہ
ویسے ہی بے پروا تھے اور وجہ یہی ہی کہ دنیا سے انکو اعراض تھا اور راہ خدا مین جان دینا عین مقصود تھا پس کثرت جہاد سے دنیاوی سامان سب
نہایت کثرت سے موجود تھا اگرچہ انکی توجہ اس طرف بالکل نہ تھی اور حضرت محمد بن علی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیطان تمکو وعدہ دیتا ہی فقیر ہو جانیکا بسبب
اسکے کہ وہ خود محتاج ہی اور حکم کرتا ہی تمکو فحشاء کا تاکہ اسکا اجڑا ہوا گھر بنے کیونکہ یہی اسکے گھر کی آبادی ہی اور اللہ تعالےٰ تمکو مغفرت کا وعدہ دیتا ہی اور
اس سے تمھاری آخرت آباد ہی اور اللہ تعالےٰ وعدہ دیتا ہی اپنے فضل کا اور وہ یہ ہی کہ سوائے جناب باری تعالےٰ کے سب سے استغنا ہی اور
بعض مشائخ نے فرمایا کہ قولہ الشیطان یعدکم الفقر یہ خوف دلانا شیطان کا موحدین کو ہی کافرون کو نہین ہی کیونکہ کافر تو اس سے بدتر حال مین اسکے
تابع ہین پھر شیطان پہلے اسکو محتاجی سے ڈراتا ہی پھر جب وہ محتاجی سے ڈرا تو اسکو معصیت کی طرف بلاتا ہی یعنے ایسا کرو گے تو محتاجی نہ ہوگی
پھر جب آدمی نے معصیت کو حلال کر لیا تو اسکو نفاق کی طرف بلاتا ہی پھر جب سنے نفاق کو حلال کر لیا تو اسکو کفر کی طرف بلاتا ہی مگر فقر سے وہی
ڈر جاتا ہی جو قسمت کو بھول گیا اور قسمت کو نہین بھولتا جسنے یہ جان لیا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے ازل مین جس شخص کے واسطے جو چاہا ہی وہ رزق
تقسیم کر دیا ہی اسمین کمی بیشی نہین ہو سکتی ہی اور گناہون کی جڑ یہ ہی کہ آدمی اپنی خواہشون کی آگ روشن کرے اور نفاق کی جڑ یہ ہی کہ مخلوق کے لیے
اپنے کو آراستہ کرے اور کفر کی جڑ یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کی تقدیر مین جھگڑا کرے اور **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقر یہ ہی کہ جو چیز جس وجہ سے

یعنی چاہیے اسکے سوائے دوسری وجہ سے لیوے اور جہان اسکے خرچ کا موقع ہو اسکے سوائے دوسری جگہ صرف کرے **قال المترجم** اس قول پر آیت کے معنے یہ ہوے کہ شیطان تمکو اس بات پر آمادہ کرتا ہی کہ جہان خرچ کرنا چاہیئے وہان مت خرچ کرو اور جہان نہین خرچ کرنا چاہیئے وہان خرچ کرو اور درحقیقت بہتیرے لوگ ایسے نظر آتے ہین کہ راہ خیر مین خرچ کرنے کی حالت مین محتاج ہین اور بیجا صرف کرنے کے وقت مالدار ہین بھلا کسیکو دیکھا گیا کہ اس نے خیرات کرنے کے واسطے قرض لیا ہو اور ایسے بہت ہین جنھون نے شادی بیاہ اور طعام اموات کی دھوم کے واسطے ہزارون قرض لیے فافہم قولہ تعالےٰ یوتی الحکمة من یشاء منجملہ حکمت کے یہ ہی کہ باطن قلوب کے انوار سے نفس کے عیوب جو نہایت پوشیدہ و باریک ہین انکو دریافت کرکے ترک کرے اور حکمت ایک ادب الٰہی ہی جو خلقت انسانی کی تہذیب کرتی ہی اور نیز حکمت یہ ہی کہ اخلاق الٰہی کی معرفت حاصل ہو اور نفس کے عیوب اور شیطانی باریک باتین جانکر انکو ترک کرے اور علم شرعی کے ذریعہ سے عالم فرق کرلیتا ہی کہ یہ تو نفس کا وسوسہ اور شیطان کا بہکاوا ہی اور یہ فرشتہ کی خاصیت جو انسان مین ہی اسکا ارشاد اور عقل کی ہدایت اور قلب کے نور سے بصیرت ہی اور منجملہ حکمت کے امور ذیل ہین یعنی جب حکمت حاصل ہوتی ہی تو یہ امور حاصل ہوتے ہین۔ الہام حق اور نطق روح اور رمز سر اور اقسام خطاب حق اور مخلوق کے اقدار کی شناخت اور باطن کی بیماریون کا علاج اور وسوسہ کا دفع کرنا اور مخلوق کے احوال و مقامات کی شناخت۔ مکاشفات و مشاہدات واقع ہونا۔ اور معرفت کی منزلین دریافت کرلینا اور توحید کے درجے جان لینا اور دیگر امور جو ان حقائق کے ساتھ متعلق ہین مثلاً ریا کی بہت باریکیان جو ظاہری علم سے معلوم نہین ہوتی ہین اور نفس کے شکوک و برے خطرے اور علم لدنی تک پہونچنا و خاص خاص کرامتین و فراست پاجانا اور غیب کو غیب سے دیکھنا اور حق عزوجل کے ساتھ مخاطبت و مکالمہ اپنے خلوتون کے اسرار مین اور مناجاتون کے انوار مین **قال المترجم** یہ اعلیٰ مقامات جنکی طرف شیخ رحمہ اللہ نے یہان اشارہ فرمایا اور بہت خوب اشارہ کیا ہی اور حکمت ایک امر الٰہی جو شریعت و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع وجوہ سے پورے طور پر بجالانے سے اللہ تعالےٰ کے فضل سے بندے کو حاصل ہوتی ہی جیسا کہ امام مالک نے تصریح کی اور ایک جماعت سلف نے اشارہ کیا ہی اور یہی حق ہی فافہم پھر شیخ نے فرمایا کہ پھر جس کو یہ درجات دیدیے جاتے ہین اسی کو انبیاء و رسولون کی خلافت ملتی ہی اور ملائکہ کرام کے درجہ پر ہوتا ہی اور یہ منزلت تمام منازل اولیاء مین سے اعلیٰ درجہ کی ہی اور اللہ تعالےٰ کے خاص بندون کے مقامات مین سے نہایت اونچا مرتبہ ہی اور دنیا و آخرت کی خیر یہی ہی یعنے سب سے عمدہ بھلائی ہی **قال المترجم** بعض اکابر نے تصریح کردی کہ انبیاء علیہم السلام مین سے ہر ایک نبی کے قلب کے موافق افراد بشر کو جنکو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ہی حکمت ملتی ہی پس اس امت مین ایک خاص حکمت جو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہی وہ ایک ہی شخص کو عطا ہوگی اور باقی کو حکمتین ملین گی جو دیگر انبیاء علیہم السلام کے قلب سے موافق ہونگے یعنے گویا وہ پر تو انکے قلب کا ہوگا اور بسا اوقات یہ ہوگا کہ ادنیٰ درجہ کی نبوت اور اعلیٰ درجہ کی حکمت موافق ہوگی اور بھید اس قول کا جو مشہور ہی کہ علماء اس امت کے مثل انبیاء بنی اسرائیل ہین یہی ہی اور حاشا کہ یہ معنے نہین ہین کہ ما و شما جتنے پڑھے لکھے پھرتے ہین یہ انبیاء بنی اسرائیل کے مساوی ہین استغفر اللہ تعالےٰ پھر بھی جو لوگ اہل حکمت ہین اور اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے حکمت عطا کی ہی وہ درجہ نبوت مین ان لوگون مین سے ادنیٰ نبی کے برابر بھی نہین ہین قال الشیخ اور نیز حکمت یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کے خطاب مین رمز کو پاکر اس سے حق عزوجل کی مراد دریافت کرنی پھر جو دریافت کیا ہی اسکو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے بجالاوے اور نیز حکمت یہ ہی کہ اعضاء ظاہرہ جنکو جوارح کہتے ہین انکو پاک کردے اور خطرات کو دور کردے اور تقدیری بجلیان جو پیش آوین ان مین ٹھہرا ہوا ساکن رہے اور حاصل کلام یہ ہی کہ حکمت وہ چیز ہی جو اشارات الٰہی و مخصائص کلام سے روح ناطقہ کو حق سبحانہ تعالےٰ کی طرف سے حاصل ہو جاوے اور حکمت یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کی آیات و مصنوعات مین اللہ تعالےٰ کے افعال کی معرفت حاصل ہو **قال المترجم** جس طرح احکام قضا و قدر جاری ہین ان مین احتمالات ہوتے ہین حتی کہ وہ لوگ جو مثل جانورون کے ہین انکو تدبیر کہتے ہین

اور جو اُن سے کسی قدر او نچے مگر انھین کے بھائی بند ہین بندہ کی قدرت سے کہتے ہین یہ احتمالات غلط سب سو قت دور ہونگے جب وہ ان شواہد مین دیکھے گا کہ صرف حضرت حق عزوجل کی قدرت جاری ہو فافہم- اور سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ حکمت اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ خاصہ قدیمہ مین سے ہو اور اس کو کوئی نہین پاسکتا ہو مگر اسی شرط سے کہ استقامت شریعت وسنت حاصل ہو اور جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہو کہ اپنے بندون مین سے کسی بندے کو مقام حکمت کی طرف ہدایت کرے تو اسکی روح کو اس صفت کا لباس پہنا دیتا ہو حتیٰ کہ وہ روح ربانیہ صمدانیہ ہوجاتی ہو اور غائب امور کو اپنی فراست سے ادراک کرلیتی ہو اور حقائق اشیا یعنے چیزون کی ماہیتین اسی صفت خاص سے دریافت ہوتی ہین اور اللہ تعالےٰ نے اپنے ارشاد مین جس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہونچائی ہو یون فرمایا ہو- لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی کنت سمعہ الذی یسمع بی وبصرہ الذی یبصر بی ولسانہ الذی ینطق بی وقلبہ الذی یعقل بی- **مترجم** کہتا ہو کہ ان الفاظ سے یہ حدیث غریب ہو اور اصل حدیث یون ہو کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہو کہ من عادیٰ لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی من اداء ما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا ورجلہ الذی یمشی بہا وان سالنی لاعطینہ وان استعاذنی لاعیذنہ الحدیث رواہ البخاری یعنے جسنے میرے کسی ولی کو دشمن رکھا مین نے اسکو اپنے ساتھ لڑائی کا اشتہار دیدیا اور نہین تقرب چاہا بندے نے میری طرف کسی چیز کے ساتھ جو مجھے زیادہ پسند ہو اس سے کہ ادا کرے وہ چیز جو مین نے اس پر فرض کردی ہو اور برابر میرا بندہ میری طرف نوافل سے تقرب چاہتا ہو یہانتک کہ مین اسکو محبوب کرلیتا ہون پھر جب مین نے اسکو محبوب کرلیا تو مین ہوجاتا ہون اسکے کان جنسے وہ سنتا ہو اور اسکی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہو اور اسکے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہو اور اسکے پانؤن جس سے وہ چلتا ہو اور اگر وہ مجھسے مانگتا ہو تو مین اسکو عطا کرتا ہون اور اگر مجھسے پناہ چاہتا ہو تو اسکو پناہ دیتا ہون تا آخر حدیث اسکو بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہو اور معنے اسکے یہ ہین کہ جو شخص اللہ عزوجل پر سچا ایمان لایا وہ اللہ تعالےٰ کا ولی ہو پس جو اسکا دشمن ہو وہ خدا کا دشمن ہو اور فرائض واجبات کا ادا کرنا اللہ تعالےٰ کو بہت محبوب ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کی جناب مین نزدیکی حاصل ہوتی ہو اور اسپر نوافل بڑھانا زیادہ افضل ہو اور کافی ہین وہ سنتین جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت اور آج کے روز معروف ہین اور انکے ادا کرنیکا نتیجہ یہ فرمایا کہ اسکے کان آنکھ و ہاتھ و پانؤن سب کے افعال بقدرت الٰہی صادر ہوتے ہین اور سب اعضاء مذکور امر الٰہی پر چلتے ہین اور یہ مرتبہ ابدال کا ہو جیسا کہ قطب الوقت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے فتوح الغیب مین تحریر فرمایا ہو فافہم واللہ تعالےٰ اعلم- قال الشیخ پھر جب تمام وجود اُسکا اپنے خالق کی روبیت مین مستغرق ہوا تو وہ قدرت حق سبحانہ تعالےٰ مین ہو **قال المترجم** شیخ رحمہ اللہ نے یہان اشارہ پر اکتفا کیا اور مراد یہ ہو کہ ابدال اپنے اختیار د حرکات وسکنات سے خارج ہوتا ہو اسکے اعضا وجوارح سب اسی خاطر پر حرکت وکام کرتے ہین جو غیب سے اسپر وارد ہوتا ہو اور وہ خود تو فنا ہوتا ہو اور بقاء حق عزوجل کے ساتھ باقی ہوتا ہو اور یہی اتحاد کے معنے ہین پس غیب پر مطلع ہونا درحقیقت شان حضرت حی القیوم کی ہو اور یہ شخص پردہ ہی پردہ ہو جسکو عوام سمجھتے ہین کہ عارف سے زبان لی جاتی ہو وہ کچھ وہان بھید نہین کہہ سکتا ہو حالانکہ وہ خود ہی فنا ہو مولوی روم فرماتے ہین ؎ جملہ معشوق است وعاشق پردۂ + زندہ معشوق است وعاشق مردۂ اور بڑا دھوکا اسکی حرکات وسکنات وعادات کے موافق افعال ادا کرنے سے پڑا ہو اور تحقیق وہ ہو جو مین نے اکابر طریقہ سے نقل کیا واللہ تعالےٰ اعلم اور بعض اکابر نے بیان کیا کہ حکمت شاہد کرنا حق عزوجل کو تمام احوال پر ہو اور بعض نے فرمایا کہ حکمت یہ ہو کہ اپنے سر باطنی کو ورود الہام کے واسطے سب چیزون سے مجرد کردینا اور **شیخ ابو عثمان** نے فرمایا کہ حکمت ایک نور ہو جو الہام و وسواس کے درمیان فرق کردیتا ہو یعنے اس نور سے تمیز ہوجاتی ہو کہ یہ الہام ربانی ہو یا وسواس شیطانی ہو اور **شیخ ابو عبدالرحمٰن** نے کہا کہ مین نے **شیخ منصور بن عبداللہ** سے سنا وہ کہتے تھے کہ مین نے کتانی رحمہ سے

سُنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسولون کو بھیجا کہ اسکی مخلوق مین سے جو نہایت نفیس ہین انکو نصیحت کرین اور کتاب کو ان لوگون کے دلون کی
تنبیہ کے لیے نازل فرمایا اور حکمت کو اسواسطے اُتارا کہ انکی روحین اس سے سکون پاوین اور رسول تو اللہ تعالےٰ کے حکم کی طرف بلاتا ہے اور کتاب اسکے
احکام کی طرف بلاتی ہے اور حکمت اسکے فضل کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور شیخ قاسم رحؒ نے فرمایا کہ حکمت یہ ہے کہ حق عزوجل کی طرف سے جو دل مین آنے
والی بات ہے وہ تجھپر حکم چلاوے اور تیرے نفس کی خواہش تجھپر حکم نہ چلاوے **قال المترجم** یعنے جب بندہ حکم آلہی کی پابندی پر چلے اور نفس کی خواہش پر
نہ چلے تو اسکو حکمت حاصل ہوگئی واللہ اعلم اور شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ایک قوم کو حکمت کے ساتھ زندگی دی اور حکمت ہی کی وجہ سے
انکی بوجھ کی اور فرمایا کہ ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ اور شیخ عبداللہ بن المبارکؒ نے فرمایا کہ حکمت خشیۃ اللہ تعالی ہے یعنے خوف آلہی جس کے
ساتھ اُمید و محبت لگی ہو **قال المترجم** یہی قول شیخ ابوالعالیہ و مطر الوراق سے مروی ہے اور شیخ ابوالعالیہ نے کہا کہ حکمت خشیۃ اللہ ہے اسواسطے کہ خشیۃ اللہ
سب حکمت کی چوٹی ہے اور ابن مردویہ نے ابن مسعودؓ سے مرفوعًا روایت کیا کہ حکمت کا سر یہ ہے کہ خشیۃ اللہ ہو **قال الشیخ** اور بعض نے فرمایا کہ حکمت یہ ہے
کہ قول مین مصیب ہو اور اسکے ساتھ اسکے افعال بھی باخلاص صحیح ہون۔ **قال المترجم** مانند اسکے ابن ابی نجیح نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے
قال الشیخ اور بعض اکابر سے کہا گیا کہ تجھین کب سے حکمت نے اثر کیا ہے فرمایا کہ جب سے مجھین حکمت شروع ہوئی تب سے مین اپنے آپ کو بہت حقیر جانتا ہون اور
بعض نے فرمایا کہ حکمت اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ ہے اور حکما امین اللہ تعالےٰ کی طرف سے ذمہ دار کیے گئے ہین انکو انکے پروردگار نے حکم کیا ہے کہ اللہ
تعالےٰ کے خزانہ کو اسکے بندون پر خرچ کرو۔ اور بعض نے فرمایا کہ حکمت وہ نور فطنتؒ ہے اور شیخ معروف کرخیؒ نے فرمایا کہ جس کا علم اچھا ہوتا ہے
اسکے دل مین حکمت نازل ہوتی ہے **قال المترجم** یعنے جسکا علم محض اللہ تعالےٰ کے واسطے ہوتا ہے اور وہ اللہ عزوجل کی معرفت کے واسطے علم سیکھتا اور
رکھتا ہے اور اسپر اسکے موافق عمل کرتا ہے آخر اسپر حکمت نازل ہوتی ہے اور حدیث مین ابن عباسؓ کے واسطے حضرت صلعم نے حکمت عطا ہونے کی دعا
فرمائی ہے فافہم اور **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حکمت تمام علوم شرعی کا مجمع ہے اور اصل اسکی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے
واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ پس آیات تو فرض ہین یعنے کتاب اللہ تعالی اور حکمت وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے **قال المترجم**
یہ قول بہت ہی اچھا ہے اور کوئی شک نہین کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انوار ربانی ہین اور جو کچھ چاہیے سب اسمین موجود ہے ولیکن کمال حسرت ہے
کہ بہتیرے آدمی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تفکر و تدبر نہین حاصل کرتے ہین بلکہ جدال و بحث مین اوقات ضائع کرتے ہین پس یہ عدم توفیق ہے۔ اے
میرے پروردگار اہل ایمان واسلام کو توفیق عطا کردے اور ہم سب کو بخشدے ربی اسالک العافیۃ فی الدارین۔ اور حضرت سہل رحمہ اللہ نے اپنے
مشائخ کے واسطے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن مجید ایک حکمت اللہ تعالےٰ کی
اسکے بندون کے بیچ مین موجود ہے پس جس نے قرآن سیکھا اور اسپر عمل کیا پس گویا نبوت اسکے دونون کندھون کے بیچ مین درج کی گئی سوائے وحی کے
کہ اسکے پاس نہین آتی ہے پس اس سے انبیا کے حساب کے مانند حساب لیا جائیگا سوائے اسکے کہ رسالت پہونچانے کا اس سے حساب نہوگا۔
قال المترجم شیخ ابن کثیرؒ نے اسکے مانند وکیع بن الجراح کی تفسیر سے عبداللہ بن عمرو کا قول نقل کیا اور کہا کہ بعض احادیث مین ایسا آیا ہے اور
معنے اسکے صحیح ہین کیونکہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نہین حسد مگر دو باتون مین ایک یہ کہ کسی آدمی کو اللہ تعالےٰ نے مال دیا پھر اسکو توفیق سے مسلط
کردیا کہ وہ اس مال کو اللہ تعالےٰ کی راہ مین خرچ کرتا ہے اور دوم یہ کہ کسی آدمی کو اللہ تعالےٰ نے حکمت دی پس وہ اسکے موافق عمل کرتا اور اسکو سکھلاتا ہے
رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ۔ **قال الشیخ** اور نیز سہل رحمہ اللہ نے اپنے مشائخ کے واسطے سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن حکمت ہے جس نے قرآن کو اپنے بڑھاپے مین سیکھا تو قرآن اسکے گوشت و خون مین مخلوط ہوگیا اور آگاہ رہو کہ دوزخ

کی آگ ایسے دل کو نہین چھویگی جسنے قرآن کو بھر لیا ہی اور نہ ایسے بدن کو جسنے قرآن کی حرام چیزون سے پرہیز کیا اور جس چیز کو قرآن نے حلال کہا ہی اسکو حلال جانا اور جس کو حرام کہا ہی اسکو حرام جانا اور قرآن کے حکم پر ایمان لایا اور قرآن کے متشابہ پر رک گیا یعنے مان لیا اور خوض نہین کیا۔ اور قرآن مین کوئی بدعت نہین نکالی۔ ھ۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ حکمت چار چیزین ہین علم وحلم وعقل ومعرفت اور شیخ ابوبکر الوراق رح نے فرمایا کہ حکمت جس کے پاس ہو اسکو کبھی فاقہ نہین ہی اللہ تعالی نے فرمایا ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ قال المترجم لیث بن ابی سلیم نے مجاہد سے روایت کی کہ حکمت کچھ نبوت نہین ولیکن وہ علم وفقہ یعنے دین کی سمجھ اور قرآن ہی اور ضحاک نے ابن عباس سے مرفوعا روایت کی کہ وہ قرآن ہی یعنے قرآن کی تفسیر جاننا ابن عباس رض نے فرمایا اس لیے کہ قرآن کو نیکوکار وفاسق سب پڑھتے ہین رواہ ابن مردویہ قال المترجم حکمت کی تفسیر مین ائمہ علما ومشائخ کبار کے اقوال اگرچہ مختلف معلوم ہوتے ہین مگر درحقیقت ان مین اختلاف نہین ہی اگر اللہ تعالی حکمت دیدے اور حکمت کی سمجھ عطا فرمادے تو ظاہر ہوجاوے کہ ان سب کا مآل واحد ہی اور جس قدر اقوال نقل کیے ہین سب صحیح ہین اور ہر درجہ کے لائق اس مقام کی حالت ہی فافہم۔ قال الشیخ قولہ تعالے وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر فان اللہ یعلمہ۔ اپنے اولیاء کو بشارت وخوشخبری دیتا ہی کہ انکو ثواب عظیم وجزائے جمیل ملیگی اور انکو آمادہ فرماتا ہی کہ اپنی جان ومال کو اسپر قربان کرین اور انکو ادب سکھلاتا ہی کہ الہامی خطرات کو دل سے بوتین اور زبان سے بھی کہین اور اپنے اولیاء کو ڈراتا ہی کہ او تعالے عز وجل انکے دلی خیالون وپوشیدہ بھیدون پر مطلع ہی اور وہ قبول نہین فرماتا مگر وہی جو اخلاص سے ہو اور جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالے ہر دو فریق نیکوکار وبدکار کو بدلا دیگا پس نیکوکار کو اسکی نیکیون کا اور بدکار کو اس کی بدیون کا بدلا دے گا۔ اور واسطی رح نے فرمایا کہ اس سے ایک قوم کی طرف اشارہ فرمایا کہ انکو انکے مال واولاد کچھ نفع نہ دین گے یعنے اللہ تعالے اپنے علم قدیم سے ایسون کو جانتا ہی جن کا خاتمہ بخیر کیا جائیگا قال المترجم پس اس آیہ کریمہ مین وعدہ ووعید دونون ہین

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۚ

اگر ظاہر کرو خیرات کو توکیا اچھی بات ہی اور اگر چھپاؤ اور فقیرون کو ہو پہنچاؤ تو وہ بہتر ہی تمھارے لیے

وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

اور جھاڑ دے گا تم سے کچھ تمھارے گناہون سے اور اللہ تعالے جو تم کرتے ہو اس سے خبردار ہی

إِنْ تُبْدُوا۔ تظہروا۔ الصَّدَقَاتِ۔ النوافل۔ یعنے اگر تم نفل صدقون کو ظاہر کرو تو۔ فَنِعِمَّا هِيَ۔ ای نعم شیء ابداؤہا یہ اچھی چیز ہی یعنے اظہار اسکا بہتر ہی۔ وَإِنْ تُخْفُوهَا۔ تسروہا۔ اور اگر پوشیدہ دو صدقات کو۔ وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ۔ من ابدائہا وایتائہا الاغنیاء۔ اور صدقات فقیرون کو دیدو تو وہ تمھارے لیے بہتر ہی یعنے تمھارے لیے صدقات کے ظاہر کرنے اور تونگرون کو دینے سے بہتر ہی اور یہ صدقہ نفل مین حکم ہی۔ اما صدقۃ الفرض فالافضل اظہارہا لیقتدی بہ ولئلا یتہم وایتاؤہا الفقراء متعین یہا صدقہ فرض یعنے زکوۃ تو افضل یہ ہی کہ اسکو ظاہر کرکے دیوے تاکہ اور لوگ اسکی اقتدا کرین اور تاکہ وہ متہم نہ کیا جاوے کہ زکوۃ دیتا ہی یا نہین دیتا ہی۔ اور صدقہ فرض تو فقیرون ہی کو دینا متعین ہی اسی واسطے بعضے کہا کہ یہ آیت صدقہ نفل مین ہی وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ۔ بالیاء وبالنون مجزوما بالعطف علے محل فہو ومرفوعا علے الاستیناف۔ یعنے ابن عامر وحفص کی قراءۃ بیاء تحتانیہ ہی اور باقیون کی قراءۃ بنون ہی اور آخر جزم کے ساتھ قراءۃ حمزہ ونافع وکسائی ہی بسبب اسکے کہ فہو کے محل پر عطف ہی پس جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہی اور آخر رفع کے ساتھ باقیون کی قراءۃ ہی بنابر آنکہ جملہ مستانفہ شروع ہوا ہی۔ مِنْ۔ بعض سَيِّئَاتِكُمْ۔ بقراءت اول معنے یہ کہ اللہ تعالے تمھارے

گناہ بخشے (حمزہ وغیرہ) یا وہ بخشے گا (باقیہ) اور بقراءۃ دوم یہ معنے کہ ہم تمہارے گناہ بخشین (حمزہ وغیرہ) یا ہم بخشین گے (باقیہ) - وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ عالم بباطنہ کظاہرہ ولا یخفی علیہ شئ منہ - اور اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے یعنے تمہارے کامون کے باطنی حال کا دانا ہے جیسے ظاہر کا دانا ہے اور اس مین سے اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہے - ف ابن ابی حاتم نے بسند حسن حضرت عامر الشعبی تابعی عالم ثقہ سے روایت کی کہ آیۂ کریمہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق مین نازل ہوئی پس عمرؓ نے اپنا نصف مال لاکر حضرت صلعم کو دیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے کہا کہ تو نے اپنے لوگون کے واسطے کیا چھوڑا ہے عرض کیا کہ نصف مال مین نے انکے واسطے چھوڑ دیا ہے اور ابوبکر اپنا کل مال اس طرح لائے کہ قریب تھا کہ ان کو اپنے آپ بھی خبر نہو یہانتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خفیہ لاکر دیدیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اپنے پیچھے اپنی اہل کے واسطے کیا چھوڑا ہے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ و اسکے رسول کا وعدہ پس عمرؓ رونے لگے اور کہا کہ اے ابوبکر تمپر میرے مان باپ فدا ہون واللہ ہم لوگون نے کسی امر خیر مین تمپر سبقت نہین چاہی مگر کہ تم اسمین ہم سب سے آگے ہی نکلے - اور یہ حدیث دوسری وجہ سے بھی عمرؓ سے مروی ہوئی ہے کذا ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ یہ آیت اس حکم مین عام ہے کہ صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل ہو اسکا پوشیدہ دینا افضل ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے لیکن ابن جریر نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ تطوع کو علانیہ کی بہ نسبت پوشیدہ دینا افضل قرار دیا کہا جاتا ہے کہ ستر گونہ افضل ہے اور صدقہ فریضہ کو علانیہ دینا افضل قرار دیا کہا جاتا ہے کہ پچیس[۲۵] گونہ افضل ہے قال المترجم - یہان سے معلوم ہوا کہ مفسر سیوطی رحؒ نے آیت کو صدقہ نفل کے ساتھ اسی وجہ سے مخصوص کیا ہے کہ صدقہ فریضہ یعنے زکوٰۃ مین اظہار افضل ہے اور بعض نے ذکر کیا کہ جمہور مفسرین اس طرف گئے ہین کہ آیۂ مذکورہ صدقہ نفل کے حق مین ہے اور معالم مین ذکر کیا کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ مفروضہ کے حق مین ہے اور رسول اللہ صلعم کے وقت مین اسکو خفیہ دینا افضل تھا اور رہا ہمارے زمانہ مین اسکو ظاہر کرکے دینا افضل ہے تاکہ اس کی طرف بدگمانی نہو - قال المترجم ظاہر کلام شیخ ابن کثیر دلالت کرتا ہے کہ آیت عام ہے خواہ صدقہ فرض ہو یا نفل ہو جیساکہ اوپر کی آیت مین بھی عام لیا ہے اور اس صورت مین گویا اس آیت سے ایک نوع کی تفصیل اس اجمال کی ہوگی جو آیت سابقہ مین ہے اور اسی کی مؤید یہ بات کہ جملہ مین واو عاطفہ درمیان مین نہین ہے بلکہ ان تبدوا الصدقات بلا حرف عطف فرمایا ہے فافہم - پھر قولہ فنعما ہی - در اصل فنعم ما ہی - ہے اے فنعم الشئے شیئا ہی - اور یہی مخصوص بالمدح ہے ولیکن مفسر رحؒ نے مضاف مقدر کیا اے ابداء چنانچہ کہا ابداؤہا - تاکہ جزا کا ارتباط شرط کے ساتھ بخوبی ہو جاوے اور اسی پر دلالت کرتا ہے مذکر آنا ضمیر فہو خیر لکم کا اے فاخفاءہا خیر لکم - پس ابداؤہا لینے مین گویا تطابق نظیرین بھی ہوگا اور معنے یہ ہین کہ اظہار بھی بہتر اور اگر اخفا ہو تو اس سے بہتر ہے کیونکہ خیر افعل التفضیل کے معنے مین ہے اور حاصل یہ کہ دونون مین سے ہر ایک مقبول ہے جبکہ نیت صادقہ ہو کیونکہ ریاکاری کی مذمت تو پہلے ظاہر ہو چکی ہے پس یہان اظہار کو جو خوب فرمایا تو اسی طور سے کہ بغرض ریاکاری نہو اور یہ ضرور نہین کہ جو اظہار ہو وہ بطور ریا ہو - اور مفسر نے جو کہا وابتائہا الاغنیاء - تو بنظر قولہ وتؤتوہا الفقراء - ہے یعنے چھپا کر فقیرون کو دینا بہتر ہے بہ نسبت اظہار کرنے و تونگرون کے دینے کے اور یہ اسوجہ سے کہ سوائے زکوٰۃ کے صدقہ نفل مین خصوصیت فقیرون کی نہین ہے جیسے کہ زکوٰۃ مین خصوصیت ہے کہ فقیرون ہی کو دیا جاوے مگر آنکہ ادا کرنے والے کو شناخت نہوئی ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ تکلف ظاہر ہے - اور اگر آیت قدسی فرائض و نوافل کو عام رکھی جاوے تو اسکی حاجت نہین ہے فافہم - اور محی السنہ نے باسناد مالک رحمہ اللہ ابوسعید خدری و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہین کہ اللہ تعالےٰ انکو اپنے سایہ مین لیگا جس دن سوائے اسکے سایہ کے کوئی سایہ نہوگا - حاکم عادل اور وہ جوان کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت مین نشو و نما پایا ہے - اور وہ مرد کہ جب مسجد سے نکلا تو دل اسکا مسجد مین لگا رہا کہ کب پھر اس مین لوٹ آوے اور دو مرد کہ باہم اللہ تعالےٰ کے ہی واسطے

اکٹھا ہوے اور متفرق ہوے یعنے انکا ملنا وجدا ہونا اللہ تعالے ہی کے واسطے تھا۔ اور وہ شخص کہ اسنے تنہائی مین اللہ تعالے کو یاد کیا کہ آنسو جاری ہوے۔ اور وہ مرد کہ اسکو ایسی عورت نے جو منصب والی وجمال والی ہو بلایا پس اسنے جواب دیدیا کہ مین اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہون۔ اور وہ شخص کہ اسنے کوئی صدقہ دیا کہ اسکا بایان ہاتھ نہین جانتا کہ اسکے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہی **قال المترجم** یہ حدیث صحیحین مین موجود ہی اور نیز حدیث مین ہی کہ پوشیدہ صدقہ دینا پروردگار کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہی اور اس باب مین احادیث مرفوع بہت ہین جنسے ظاہر ہی کہ پوشیدہ صدقہ دینا مطلقاً افضل ہی اور یہی ائمۂ حنفیہ کا مختار ہی اور بعض نے قول شافعی کو زکوۃ مین اختیار کیا **ف۲** شیخ نے عرائس مین ذکر کیا قولہ تعالے ان تبدوا الصدقات فنعما ہی۔ اگر دینا مقام یقین سے بصفت تمکین ہو اور اگر دینا اس طرح ہو کہ وہ شخص محو ہو مطالعہ نفس سے بصفت اخلاص تو اظہار اچھا ہی یعنے جو شخص مقام تمکین مین ثابت قدم ہی اور اسکو نفس وغیرہ کے خطرات اور طرح طرح کے تغیر حالات سے اگرچہ خیر ہون کچھ جنبش نہین ہوتی ہی اور وہ مقام عرفان مین ثابت قدم ہی کہ ہر چیز پھیر فعل اسکا اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی اور یقین اسکو کامل حاصل ہی وہ اگر اظہار کرے تو خوب ہی اور اگر نفس مطلع ہو تو وہ اسکے وساوس اور پیچیدگی مین حق کی جانب قائم رہے اور اخلاص کی خاص صفتین پوری رہین اور جو باتین موٹی موٹی اخلاص کے خلاف ہین اور جو باریک خفیہ امور خلاف اخلاص ہین ان سے برطرف رہے تو اظہار خوب ہی۔ قال الشیخ اور نیز اگر تونے صدقہ دینے کا اعلان اس غرض سے کیا کہ مریدون کو اس مین گرفتار کردے اور انکے اسرار باطنی کو جوش دلادے کہ ہماری محبت کی شرطون سے اپنی دنیا ہمپر صدقہ کرین تو یہ خوب بات ہی اسواسطے کہ مقام تمکین سے اوپر چڑھے ہوے شخص کا جو معاملہ ہوتا ہی وہ معرفت طلب کرنے والون کے لیے پیشوا ہو جاتا ہی اور اگر ایسا کیا کہ جو تونے کیا اُسکو اپنے نفس سے اور مخلوق کی التفات کرنے سے اور طبیعت کے عوض چاہنے سے چھپا ڈالا تو وہ بہت بہتر ہی اسواسطے کہ اپنے افعال پر نظر ڈالنے اور بدلے کی طمع رکھنے سے باطن کو پاک رکھنا اُن خطرات کو خوب دور کرتا ہی جن مین ریا کا میل ہو اور اس کا یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ تمام احوال مین نفس کا منھ پھرا رہتا ہی **قال المترجم** یعنے باطن کو ایسے امر کا متوقع ہی نہ رکھے کہ نفس وہان تصرف کرکے باریک ریا کا میل ملا ہوا خطرہ پیدا کرسکے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ

تیرا ذمہ نہین انکو راہ پر لانا ولیکن اللہ راہ پر لاوے جس کو چاہے اور مال جو خرچ کروگے سو اپنے واسطے

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ

اور جب تک نہ خرچ کروگے مگر اللہ تعالے کی خوشی چاہنے کو اور جو خرچ کروگے خیرات وہ پوری ملے گی تمکو

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اور تمھارا حق کم نہین کیا جاے گا۔

لما منع النبی صلعم من التصدق علی المشرکین لیسلموا نزل۔ **لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ** ای الناس الی الدخول فی الاسلام وانما علیک البلاغ۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال صدقات مشرکون کو دینے سے منع کیا تاکہ وہ لوگ اسلام لادین تو نازل ہوا نہین ہی تجھپر راہ دینا انکا یعنے لوگون کا اسلام مین داخل ہونا تیرے اختیار مین نہین اور تجھپر تو فقط یہی ہی کہ حکم پہونچاوے **وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ** ہدایتہ۔ ولیکن اللہ تعالے جس کی ہدایت چاہے اسکو اسلام مین داخل ہونے کی ہدایت فرماتا ہی۔ **وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ** مال **فَلِاَنْفُسِكُمْ** اور تم لوگ جو کچھ خیر یعنے مال صدقہ کروگے وہ تمھارے لیے ہی کیونکہ اسکا ثواب تمھین کو ملے گا۔ **وَمَا تُنْفِقُوْنَ**

إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۔ ای ثوابہ لا غیرہ من اغراض الدنیا ۔ اور تم نہین صدقہ کروگے مگر وجہ اللہ کی خواہش سے یعنے ثواب الٰہی کے لیے ف
یعنے فقط ثواب الٰہی کے واسطے نہ اور کسی غرض دنیاوی کے لیے اور یہ خبر بمعنے نہی ہے ای لا تنفقوا مت خرچ کرو مگر اسیواسطے ۔ وَمَا تُنْفِقُوا
مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ ۔ جزاؤہ ۔ اور تم جو کچھ مال خرچ کرو پورا ادا کیا جائیگا تمکو ف یعنے بعینہ وہی نہین بلکہ اسکا ثواب پورا ملے گا وَأَنْتُمْ
لَا تُظْلَمُونَ ۔ لا تنقصون منہ شیئا ۔ اور تم کچھ ظلم نہین کیے جاؤگے ف یعنے تمھارے حق مین اس مین سے کچھ بھی کم نہوگا ابن عباس رضؓ سے
روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے تھے کہ صدقہ نہ دیا جاوے مگر اہل اسلام ہی کو یہانتک کہ یہ آیت اتری لیس علیک ہداہم الآیہ پھر اسکے بعد حکم دیتے تھے کہ
جس دین والا سوال کرے اسکو دو ۔ روا ابن ابی حاتم اور نسائی نے ابن عباس سے روایت کی کہ کانوا یکرہون ان یرضخوا لانسابہم من المشرکین فسالوا فرخص لہم
فنزلت ہذہ الآیہ ۔ یعنے اہل اسلام کراہت کرتے کہ رزق دین قرابتی مشرکین کو پس انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا پس آپ نے
اجازت دی تب یہ آیت نازل ہوئی قال المترجم اجازت دینے کے معنے یہ ہین کہ آپ نے انکو یہ اجازت دیدی کہ ہان اگر انکو نہ دو تو روا ہے
کیونکہ حاکم و نسائی کی روایت مین توضیح ہے کہ مسلمانون مین سے چند لوگون کی قرابت یہود مین تھی اور رضاعت کا تعلق تھا اور قبل اسلام کے یہ لوگ ان کو
نفقہ دیتے تھے پھر جب اسلام آیا تو انھون نے کراہت کی پس یہ آیت نازل ہوئی اور محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ پہلے
ذمی فقیرون کو صدقہ دیا کرتے تھے پھر جب فقراء مسلمین بہت ہو گئے تو رسول اللہ صلعم نے مشرکون کو صدقہ دینے سے ممانعت کردی تاکہ
ان لوگون کو محتاجی اس بات پر آمادہ کرے کہ دین اسلام مین داخل ہون پس نازل ہوا قولہ لیس علیک ہداہم الآیہ ۔ ہدایت سے مراد ہدایت بیانی
نہین ہے کیونکہ ہدایت بیانی تو حضرت صلعم پر واجب تھی بلکہ مراد یہان ہدایت توفیقی ہے پس لیس علیک ای لیس بواجب علیک توفیق ہداہم یعنے
تجھپر یہ واجب نہین ہے کہ تو انکو راہ پر پہونچا دے قال البیضاوی یہ صریح ہے کہ ہدایت توفیقی اللہ تعالےٰ ہی کے اختیار مین ہے اور یہ اسی کی مشیت
سے ہے کہ ایک قوم کو دیتا ہے اور دوسری قوم کو نہین دیتا ہے اور یہی مذہب اہل سنت کا ہے کما قال ولکن اللہ یہدی من یشاء ۔ اور قولہ وما
تنفقوا من خیر فلانفسکم ۔ اس مین ما شرطیہ ہے اسی سے نون حذف ہوا اشار الیہ فی المعالم اور خیر سے مراد مال ہے اور تفسیر قولہ ان ترک خیرا الوصیۃ
للوالدین والاقربین مین گذر چکا ہے ۔ قولہ وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ ۔ یہان وجہ اللہ یا جہت سے مراد ثواب اللہ تعالیٰ ہے اور یہ استعمال جہت کے
معنے مین شائع ہے جیسے بولتے ہین انفقت کذا علی وجہ الخیر ۔ وجہ خیر پر مین نے اس قدر صرف کیا اور نفی بمعنے نہی ہے و معنے یہ ہین کہ لا تنفقوا لغرض
الا لہذا الغرض ۔ یعنے کسی غرض سے خرچ مت کرو سوائے اس نیت یعنے ثواب کے ۔ اور حسن بصری رحؒ نے کہا کہ مومن کا خرچ کرنا خیرات
کا اپنے ہی ذات کے واسطے ہوتا ہے اور مومن جب صدقہ کرتا ہے تو نہین صدقہ کرتا مگر اسی واسطے کہ رضا و ثواب الٰہی حاصل ہو اور عطاء
خراسانی نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ جب تو نے لوجہ اللہ دیدیا تو تجھپر یہ نہین کہ اسکے اعمال کیسے ہین قال ابن کثیر اور یہ معنے پسندیدہ ہین ۔
قال المترجم علی ہذا یہ جملہ حال واقع ہوا یعنے جو تم خرچ کروگے وہ اپنے ہی واسطے درحالیکہ تم خرچ نہین کروگے مگر اسی غرض سے کہ تمکو ثواب الٰہی
ملے اور اسکو بیضاوی نے مختار رکھا ہے اور نفی بمعنے نہی لینا تکلف و ضعف سے خالی نہین ہے قال ابن کثیر اور حاصل اسکا یہ ہے کہ صدقہ دینے
والے نے جب لوجہ اللہ صدقہ دیدیا تو اسکا ثواب ثابت ہو گیا اور اس پر یہ نہوگا کہ نفس الامر مین کیسے شخص کو پہونچا وہ نیکوکار ہے یا بدکار ہے بلکہ
وہ اپنی نیت و قصد پر ثواب پاویگا اور تتمہ آیت کریمہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ فرمایا وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون ۔ اور حدیث
ابوہریرہ رضؓ بھی اسی پر دال ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مین آج رات کچھ صدقہ کرونگا پس صدقہ لیکر نکلا اور ایک زانیہ یعنے فاحشہ عورت کے
ہاتھ مین دیدیا ۔ صبح کو لوگون نے باتین کرنی شروع کین کہ زانیہ کو صدقہ دیا گیا جب صدقہ دینے والے کو معلوم ہوا تو اس نے اللہ تعالےٰ

کی حمد کی اور کہا کہ آج رات پھر صدقہ دونگا پس اس رات ایک تونگر کے ہاتھ پر رکھا صبح کو لوگون نے کہا تونگر کو صدقہ دیا گیا اس شخص نے کہا کہ پروردگار میرے تجھی کو حمد ہی آج رات مین پھر صدقہ دونگا پس نکلا ایک چور کے ہاتھ مین رکھا صبح لوگون نے باتین کین کہ رات ایک چور کو صدقہ دیا گیا اس شخص نے کہا کہ پروردگار میرے تجھی کو حمد ہی زانیہ و تونگر و چور کے صدقہ دلوانے پر پھر اسکے پاس کہلایا گیا کہ تیرا صدقہ جسقدر تونے دیا سب قبول ہوا یعنے اسوقت کے پیغمبر کے ذریعہ سے بتلایا گیا پس زانیہ کا تو شاید یہ ہو کہ اس مال صدقہ کی وجہ سے زنا سے عفیفہ ہوجاوے اور رہا تونگر تو شاید نصیحت حاصل کرے اور جو اللہ تعالی نے اسکو دیا ہی اسمین سے خیرات کرے اور چور شاید اس صدقہ کی وجہ سے چوری سے باز رہے۔ رواہ البخاری و مسلم۔ اس شخص نے عمداً ان لوگون کو صدقہ نہین دیا تھا پس غایت اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اگر صدقہ دینے کے بعد ظاہر ہو کہ وہ شخص جسکو صدقہ دیا ہی وہ فاجر یا تونگر تھا تو اسکو اپنی نیت پر ثواب ملیگا اور یہ اس مین نہین مذکور ہی کہ ابتداءً ایسے لوگون کو صدقہ دینا روا ہی اور حدیث مین ثابت ہی کہ۔ لا یاکل طعامک الا تقی۔ یعنے چاہیے کہ تیرا طعام وہی کھاوے جو پرہیزگار ہو قال المترجم حق یہ ہی کہ مخلوق الٰہی رزق دیے جانے مین مساوی ہی پس اگر کوئی کافر یا فاجر بھوکون مرتا ہو تو اسکو صدقہ دینا موجب ثواب ہی اور جبکہ ایسی حالت نہو تو صدقہ کیواسطے مراتب ہین یعنے مثلاً ایک آدمی کا کھانا ایک شخص صدقہ دینا چاہتا ہی تو اولی یہ ہی کہ کنبہ والون سے محتاج کو دے اور اگر ایک متقی دوسرا فاجر ہو تو متقی کو ترجیح دے کہ اس مین زیادہ فضل ہی اور اگر فاجر کو دیدیا تو ضائع نہوگا علی ہذا القیاس محلہ مین بھی مسلمان متقی بہ نسبت مسلمان فاجر کے اولی ہی اور مسلمان فاجر بہ نسبت کافر کے صدقہ دینے مین اولی ہی فافہم پھر یہ سب اس صدقہ کی بابت ہی جو نفل ہو اور جو صدقہ فرض و واجب ہی مثل زکوٰۃ و صدقہ فطر وغیرہ کے تو زکوٰۃ مین علما نے بالاتفاق کہا ہی کہ مستحق اسکے مسلمان فقیر ہین اور گویا بھید یہ ہی کہ وہ مسلمان تونگرون ہی سے لیا جاتا اور انھین کے فقیرون کو دیا جاتا ہی اسیواسطے ہر مقام کی زکوٰۃ کو وہان سے دوسرے مقام و شہر کے محتاجون کے لیے بھیجنا مکروہ کہا گیا ہی اور رہا صدقہ فطر تو جمہور علما اسکو مثل زکوٰۃ کے قرار دیتے ہین اور امام ابوحنیفہؒ نے جائز رکھا ہی کہ ذمی فقیرون کو دیا جاوے اور ذمیون سے وہ کافر مراد ہین جو مسلمانون کی ذمہ داری مین مسلمانون کے مطیع ہوکر رہتے ہین پھر یہ سب تقریر اس بنا پر ہی کہ قولہ و ما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ حال واقع ہی اور مفسرؒ نے باتباع معالم وغیرہ کے اسکو خبر بمعنے نہی قرار دیا ہی اور اس صورت مین یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ جب بمعنے نہی ہوا تو جملہ انشائیہ ہوا اور ما قبل اسکا جملہ خبریہ ہی پس خبر پر انشاء کا عطف لازم آتا ہی اور یہ ممنوع ہی اور جواب ہوسکتا ہی کہ جملہ سابقہ بھی بتاویل انشاء قرار دیا جاوے ای انفقوا ما ینفع لانفسکم ذکرہ فی بعض حواشی البیضاوی اور اولیٰ یہ ہی کہ یہ معنے لیے جاوین ای لیس نفقتکم الا لابتغاء وجہہ فما لکم ان تکونوا کارہین۔ یعنے نہین ہی تمھارا نفقہ دینا مگر خواہش ثواب الٰہی پھر تم اسمین کیون کراہت کرتے ہو فافہم واللہ اعلم ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی لیس علیک ہداہم آپس کے عمل در آمد اور ایک دوسرے کی سفارش کرنے سے اسباب ہدایت کو الگ قطع کرلیا تاکہ اہل ولایت کے دلون پر خیال نہ رہے اور اسکا انجام اپنی ہی ذات پاک کی طرف رکھا کہ مین ہی انکا ہادی ہون۔ قولہ تعالی و ما تنفقوا من خیر فلانفسکم۔ مجاہدہ و ریاضت بھی خیر ہی پس اسکا رنج جو تمنے اپنے بدنون سے اٹھایا اسکی جزا تمھارے واسطے ہی اور تمنے اپنے قلوب سے جو جدائی کے رنج کھینچے ہین اور انکو شوق کی آگ سے جلایا ہی اسکی جزا جو کچھ ہی وہ میرے ہی علم مین ہی اور یہ ویسا ہی ہی جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کے بارہ مین اللہ تعالی عزوجل سے قول قدسی نقل فرمایا ہی جسکا مضمون یہ ہی کہ آدمی کا ہر کام تو اسکے واسطے ہی سوا روزے کے کہ وہ میرے واسطے ہی اور مین ہی اسکا بدلا دونگا۔ اور نیز یہ معنے ہین کہ تمھارے اعمال کی جزا تمھارے واسطے ہی اور میرے واسطے میرا فضل کرنا کہ تمام فضل میرے ہی طرف سے ہوگا اور یہ فضل مین تم پر اپنی طرف سے نازل کرونگا کچھ تمھارے افعال و اعمال پر نہوگا اسواسطے کہ فضل کرنا میرا خاصہ ہی اسمین بندے کی بندگی کو کچھ دخل نہین ہی قال المترجم جاننا چاہیے کہ حدیث مین ہی کہ تم مین سے کوئی اپنے عمل سے جنت مین داخل نہوگا حتی کہ آپنے اپنی ذات مقدس کے حق مین بھی یہی فرمایا اور اللہ تعالی نے جزاے اعمال مقرر فرمائی ہی تو کلام شیخ سے یہ نکتہ نکلا کہ جنت ایک فضل باری تعالی ہی پس جب بندہ مقبول ہوا اور فضل باری تعالی کے قابل ہوا تو جزاے اعمال

تو اسکی ذات کے واسطے ہی اور فضل باری تعالے ہی پس اعمال وہ نشان مقبولیت ہین اور رضاے آلہی اسی مقبولیت پر ہی اور اسی واسطے آیا ہی کہ جنت رضاے آلہی ہی اور اہل سنت نے اتفاق کیا ہی کہ اعمال بندے کی سعادت کی دلیل ہین اور جنت وغیرہ نعمتین سب فضل آلہی پر موقوف ہین اعمال پر نہین ہین اسواسطے کہ جو نعمتین انسان کو زندگی مین عطا ہوئی ہین یہ عبادت انکا عوض بھی نہین ہوسکتی ہی کجا کہ وہ اسپر اور بدلے کا مستحق ہو پس حاصل یہ ہی کہ جو اہل سعادت ہین انپر اعمال خیر آسان ہین اور اہل شقاوت پر اعمال شر آسان ہین کل میسر لما خلق لہ ہر ایک پر وہ آسان کیا گیا جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہی اور جنت وغیرہ فضل سے ہی فتفکر

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ

دینا ہی ان مفلسون کو　جو اٹک رہے ہین　اللہ تعالے کی راہ مین نہین　استطاعت　پاتے ہین کہ چل کرے ہون ملک مین　سمجھے ان کو

الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ

بے خبر آدمی　تونگر　انکے نہ مانگنے کی وجہ سے　تو پہچانتا ہے ان کو ان کی صورت سے　نہین مانگتے　لوگون سے لپٹ کر

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

جو تم خرچ کروگے　کام کی چیز　سو اللہ تعالے اسکو خوب جاننے والا ہی

لِلْفُقَرَآءِ ۔ یہ مبتدا ے محذوف کی خبر ہی ای الصدقات للفقراء اور مترجم کہتا ہی کہ ترجمہ آیت مین جو لفظ مقدر رہا یعنے دینا چاہیے فقرا کو یہ زیادہ موزون ہی ۔ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ ای اجلسوا انفسہم علی الجہاد ونزلت فی اہل الصفۃ وہم اربعمائۃ من المہاجرین ارصدوا لتعلیم القرآن والخروج مع السرایا یعنے جنھون نے روک رکھا ہی اپنی جانون کو جہاد کرنے پر ۔ اور نازل ہوئی یہ آیت اہل صفہ کے حق مین اور وہ چار سو آدمی مہاجرین مین سے تھے اسی واسطے مستعد تھے کہ قرآن کی تعلیم کرین اور جن لشکرون کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ فرماوین انکے ساتھ جاوین ۔ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا ۔ سفرا ۔ فِي الْاَرْضِ ۔ للتجارۃ والمعاش لشغلہم عنہ بالجہاد ۔ ملک مین سفر کرنے کی استطاعت نہین رکھتے ف ۔ یعنے واسطے تجارت کرنے اور کمانے کے اس وجہ سے کہ جہاد کرنے مین مشغول ہوکر اس سفر سے منھ موڑے ہین اور توقف رکھتے ہین حتی کہ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ بحالہم ۔ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۔ لتعففہم عن السوال وترکہ جو ان کے حال سے واقف نہین وہ انکو تونگر خیال کرتا ہی بوجہ تعفف کے ف ۔ یعنے بسبب اسکے کہ مانگنے سے عفت کرتے ہین اور سوال کرنا ترک کردیا ہے ۔ تَعْرِفُهُمْ ۔ یا مخاطب ۔ بِسِيْمٰهُمْ ۔ علامتہم من التواضع واثر الجہد یعنے ای مخاطب سمجھ دار تو انکو ان کی علامت سے پہچان سکتا ہی کہ تواضع سے رہتے ہین اور مشقت اٹھانے کا اثر نیز ظاہر ہی ۔ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ ۔ شیئا فیلحفون ۔ اِلْحَافًا ۔ ای الحاحا ۔ لا سوال لہم اصلا فلا یقع منہم الحاف وہو الالحاح ۔ یعنے نہین سوال کرتے لوگون سے کچھ تا کہ الحاف کرین الحاف کرنے کہ یعنے انکی طرف سے بالکل سوال ہی واقع نہین ہوتا پس ان سے الحاف بھی نہین واقع ہوتا ہی اور الحاف بمعنے الحاح ہی یعنے کسی سے سوال نہین کرتے تو الحاح بھی نہین کرتے ۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۔ فیجازیکم علیہ ۔ اور جو کچھ تم مال سے صدقہ کرو تو اللہ تعالے اسکا علیم ہی ف ۔ پس تمکو اس خیرات کرنے پر جزا و ثواب عطا کریگا ۔ قولہ للفقراء کے لام کے تعلق مین ایک قول تو مفسر نے ذکر کردیا کہ خبر مبتدا محذوف ہی ای الصدقات ثابت للفقراء ۔ اور بعض نے کہا کہ للفقراء الذین صفتہم کذا حق واجب یعنے جن فقراء کی صفت مذکور ہی انکے لیے تمہیر حق واجب ہی پس مبتدا مؤخر محذوف ہی پھر اس مین چند اقوال ہین کہ ان فقراء سے کون لوگ مراد ہین پس سعید بن جبیر سے

روایت ہی کہ وہ قوم کہ انکو راہ خدا مین لیسے زخم پہونچے تھے کہ وہ نکمے ہو گئے پس مسلمانون کے اموال مین انکا حق قرار دیا اور قولہ لا یستطیعون ضرباً
فی الارض اسکا مؤید ہی اور احصار بھی اپنے معنے پر ہوگا اسواسطے کہ احصر العدو کی طرح احصر المرض بھی درست ہی بنا بر قول بعض محققین کے
وخصوص بحقیقت شرعی جیساکہ قولہ فان احصرتم فما استیسر من الھدی کی تفسیر مین مذکور ہوا۔ اور مجاہدؒ سے روایت ہی کہ مہاجرین قریش جو مدینہ
مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اس روایت مین قریش کی قید اتفاقی ہی اور مراد وہ معنے ہین جو ابن المنذر نے ابن عباسؓ سے
روایت کیے کہ وہ مہاجرین ہین جو اپنا مال متاع چھوڑ کر اللہ تعالےٰ ورسول کی طرف ہجرت کر کے چلے آئے اور مدینہ منورہ مین رہتے تھے انکے
واسطے کوئی ایسا سبب نہ تھا کہ اس سے اپنے آپ کو بے پروا کر سکین اور سفر بھی نہین کر سکتے تھے کہ کچھ کماوین اور چار سو کی تعداد جو مذکور ہوئی یہ انکی
تعداد تھی اور بسا اوقات وہ اس سے کم ہو جاتے تھے اور قاضی عیاض وغیرہ نے ایک سو بیس اور کم وبیش تعداد بھی نقل کی ہی ان لوگون کے رشتہ دار
بھی مدینہ مین نہ تھے اور نہ کہین انکے رہنے کا ٹھکانا تھا پس صفہ مسجد مین رہتے تھے اور یہ اشارہ وہ تھا جو مسجد کے مقابل مین شمال کی طرف
تھا جدھر پہلے قبلہ تھا یعنے بیت المقدس کی طرف جب تک نماز پڑھتے تھے اور یہ لوگ قرآن سیکھتے سکھلاتے تھے اور عبادات مین اپنی تمام
اوقات صرف کرتے اور حضرت صلعم جو سریہ بھیجتے یعنے چھوٹا لشکر جس مین خود نجاتے تھے یہ لوگ اس لشکر مین جایا کرتے تھے اور یہی اصحاب صفہ
مشہور ہین اور مختلف قبائل کے لوگ تھے اور حضرت ابوہریرہؓ دوسی اسی مین سے ہین اور اس روایت پر احصروا بمعنے احبسوا ہوگا اسلے
جس کیے گئے یعنے پابند کیے گئے اور چونکہ انکو صرف محتاجی کی وجہ سے ایسی پابندی تھی پس مراد یہ ہی کہ احبسوا انفسھم ای اپنے جانون کو انھون
اللہ تعالےٰ کی راہ مین پابند کر دیا باین طور کہ گھر بار چھوڑ کر ایمان کے واسطے فقیر ہو گئے اور مفسرؒ نے جو کہا کہ ارصدوا التعلیم القرآن ای اعدوا یعنے
مہیا کر دیے گئے تھے کقولہ تعالےٰ واعدوا لھم ما استطعتم من رباط الخیل۔ اس مین گویا احصروا فی سبیل اللہ کی توجیہ دیگر سوائے محتاجی کی طرف
اشارہ کیا اور ایسے ہی لا یستطیعون ضرباً فی الارض کی توجیہ بھی ہو سکتی ہی اگرچہ استطاعت نہونیکا اصل سبب انکی محتاجی تھی اور ضرب چند
معنے مین آتا ہی از انجملہ زمین مین سفر کرنا اور اس صورت مین بدون فی کے مستعمل نہین ہی اور متعدی بھی نہین ہوتا ہی اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ جو کوئی بدون
فی۔ کے یہ معنے لیوے یا سوائے زمین خشکی کے لیوے وہ جاہل اور اسکا خیال غلط ہی جیسے قصہ موسیٰ علیہ السلام مین قولہ فاضرب بعصاک البحر کے
یہ معنے لینا کہ اپنا عصا لیکر دریا مین چل یہ معنے تحریف وغلط ہین کیونکہ دریا مین چلنے کو ضرب نہین کہتے اور لنیز فی البحر ہونا واجب تھا۔ کقولہ تعالےٰ واذا
ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰة الآیة اور مثل قولہ تعالےٰ وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ الآیة۔ اور یہی
معنے کہ زمین مین نہین چل سکتے یہان مراد ہین پس بنا بر قول سعید بن جبیر کے سفر نہین کر سکتے واسطے جہاد کے نہ واسطے تجارت وغیرہ کے اور بقول
ابن عباسؓ سفر نہین کر سکتے واسطے تجارت ومعیشت کے کما ذکرہ المفسرؒ پھر جاننا چاہیے کہ حکم آیت کا عام ہی خواہ قول سعید بن جبیر لیا جاوے
یا ابن عباسؓ کا قول لیا جاوے یعنے جو فقیر اس صفت کا ہو اسکو صدقہ دینا چاہیے پس آیہ کریمہ سے آمادگی دلائی کہ ایسے فقیرون پر خرچ کرنا بہت
ثواب ہی۔ اور انپر شفقت دلانے اور ترس کرنے کو فرمایا یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف۔ اور تعفف بروزن تفعل از عفت بمعنے ترک وتنزہ یعنی
اور وزن تفعل بناء مبالغہ ہی یعنے انکے کمال درجہ سوال کو ترک کرنے کی وجہ سے جو شخص کہ انکے حال سے آگاہ نہین ہی انکو تونگر جانتا ہے اور
مسند احمد مین حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت ہی کہ مسکین یہ دروازون پر پھیرے کرنیوالا نہین جسکو ایک چھوارا یا دو چھوارے دینا یا ایک لقمہ
یا دو لقمہ یا اکلہ یا دو اکلہ دینا پھیر دیتا ہی ولیکن مسکین وہ ہی جو اسقدر نہین پاتا کہ اسکو بے پروا کرے اور اسکے حال سے اگاہی نہین ہوتی کہ اسکو صدقہ دیا جاوے
اور لوگون سے کچھ سوال نہین کرتا ہی رواہ البخاری ومسلم ایضاً۔ اور قولہ تعرفھم بسیماھم اے تعرفھم بکونھم فقراء بسیماھم۔ تو ای مومن عاقل اُن کا فقیر ہونا انکی

علامت سے پہچان سکتا ہی۔ اور سیما مقصور ممدود بمعنے علامت ہی اور مراد یہان تواضع وانکسار ہی اور بعض نے کہا کہ کپڑون کی شکستگی و بھوک سے رنگ کی زردی اور بدن کا ضعف وغیرہ جو علامات فقر و فاقہ کے ہین اور اولی یہ ہی کہ لباس و حال و مقال کو عام لیا جاوے اور سنن کی حدیث مین ہی کہ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ ثم قرا ان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔ یعنے مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کہ نور الٰہی سے دیکھتا ہی پھر آپ نے پڑھ دیا قولہ تعالے ان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔ اور حاصل یہ ہی کہ وہ لوگ سوال سے تو بہت عفیف ہین پس سوال کرنے سے تو انکا فقر نہین پہچانا جاتا ہی ہان انکی سیما سے البتہ تو انکو پہچان لیگا اور یہ شناخت اسیکو ہوگی جو مومن منور بنور الٰہی ہی پس جاہل سے ایک لطیف تعریض کافرون و منافقون کو ہی۔ قولہ تعالے لا یسئلون الناس الحافا۔ بعض نے ذکر کیا کہ الحاف ماخوذ از لحاف ہی جیسے لحاف سے سب طرف ڈھک جاتا ہی ایسے ہی سوال الحاف بھی سب وجوہ کو حاوی ہوتا ہی اور مفسر و غیرہ نے ذکر کیا کہ وہ مصدر باب افعال ہی بمعنے مبالغہ کے ساتھ سوال کرنا جسکو ہندی مین کہتے ہین کہ یہ فقیر تو ہٹ کرکے لپٹ گیا۔ اور عربی مین کہتے ہین اَلْحَفَ عَلَیَّ۔ اور یہی معنے الحاح کے ہین پس اَلْحَفَ عَلَیَّ وَاَلَحَّ عَلَیَّ اور اَحْفٰی بالسوال سب ایک معنے مین ہین۔ اور معنے یہ ہین کہ وہ لوگ بالکل سوال ہی نہین کرتے کہ اس مین الحاف واقع ہو جیسے عرب بولتے ہین کہ لا یرجی خیرہ۔ اس شخص کی بھلائی حاصل ہونے کی امید ہی نہین یعنے اسکے پاس بھلائی ہی نہین کہ اسکے حصول کی امید ہو اور یہی معنے ابن جریر رح نے بیان کیے اور یہی قول زجاج کا ہی اور جمہور مفسرین نے یہی معنے لیے ہین اور سعد الدین تفتازانی نے حاشیہ کشاف مین اسپر اعتراض کیا کہ یہ جب صحیح ہی کہ منفی کی قید اسکے ساتھ بطریق غالب لازم ہو یعنے غالب اوقات مین منفی کے ساتھ اس قید کا پایا جانا ضرور ہوتا ہو تاکہ نفی مقید سے نفی مطلق بھی لازم آوے اور یہان ایسا نہین ہی اسواسطے کہ سوال کے ساتھ الحاف کچھ غالبًا لازم نہین ہے۔ **قال المترجم**۔ اور یہ اعتراض کچھ نہین ہی کیونکہ یہ تقریر نفی عقلی ثابت ہونے کے واسطے مشروط ہوگی اور یہ مفہوم عرفی ہی کیا تو نہین دیکھتا لا یرجی خیرہ مین اس شخص کے واسطے خیر لازم ہونا ضرور نہین ہی علاوہ برین نفی مقید کے ساتھ نفی مطلق کا انحصار اسی امر مذکورہ مین مسلم نہین شاید کہ بقرینہ نہی مقید سے مطلق کی نفی ہو اور محققین مفسرین نے اس مقام پر نفی مطلق کی توجیہ مین کہا ہی کہ اللہ تعالے نے ان فقرون کے واسطے تعفف کی صفت ثابت فرمائی ہی کہ کبھی ان سے جدا نہین پھر فقط سوال کرنا اس صفت کے منافی ٹھہرتا ہی اور نیز فرمایا کہ جاہل ان کو تونگر خیال کرتا ہی تو یہ جب ہی ہی کہ انسے سوال بالکل صادر نہین ہوتا پس یہ قرینہ صریح ہی کہ سوال الحاف کی نفی مقید مع مطلق ہی پھر مفسر رحمہ اللہ تعالے نے جو الحاف کو مصدر فعل محذوف قرار دیا یہ پسندیدہ ہی کہ مادہ اعتراض ہی جل گیا ای لا یسئلون الناس سوالا یلحفون الحافا۔ یعنے لوگون سے سوال ہی نہین کرتے تاکہ ان سے الحاف صادر ہووے پس نفی در اصل سوال پر وارد ہی اور اسپر عطف سے مقید کی بھی نفی ہوگئی۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ مراد یہ ہی کہ اگر وہ سوال کرتے ہین تو تلطف سے کرتے ہین اور الحاح نہین کرتے ہین اقول یہ تقریر ہیچ ہی و **قال ابن کثیر** رح قولہ لا یسئلون الناس الحافا۔ ای سوال کرنے مین الحاح نہین کرتے ہین اور لوگون کو اس چیز کی تکلیف نہین دیتے جس کے وہ فی الحال محتاج نہین ہین کیونکہ جس نے سوال کیا درحالیکہ اسکے پاس ایسی چیز موجود ہی جس سے وہ سوال کرنے سے بے پروا ہو سکتا ہی تو اسنے مانگنے مین الحاف کیا۔ **قال المترجم** اس تقریر سے واضح ہی کہ نفی فقط الحاف کی ہی اور سوال کی نفی نہین ہی اور غایۃ توجیہ اسکی یہ ہی کہ شرع مین فقیر کا تعفف یہ ہی کہ بدون حاجت شدید کے سوال نہ کرے اگرچہ اسپر تکلیف ہو پس اگر تعفف کی صفت انکے واسطے لازمی ثابت کی تو اس سے اسی قدر معلوم ہوا کہ بدون حاجت شدید کے سوال نہین کرتے ہین اور اس سے مطلق سوال کی نفی نہین سمجھی گئی پس الحاف مین سوال کی نفی نہین بلکہ الحاف کی نفی ہی اور معنے الحاف کے شرعًا وہ ہین جو شیخ رح نے بیان کیے کہ جب اسکے پاس اس قدر موجود ہو کہ اسکو بے پروا کر سکے تو اس وقت

سوال کرنا الحاف ہی۔ اگر کہا جاوے کہ جاہل کا انکو تونگر خیال کرنا بسبب انکے عدم سوال ہی کے تھا اور جب سوال پایا گیا تو کیونکر ایسا ہوگا جواب یہ ہی کہ تکلیف سے اوقات بسر کرلینا اور سوال نہ کرنا جاہل کے غنی تصور کرنے کے واسطے کافی ہی یعنے باوجود تنگی کے جب اُنھون نے سوال نہ کیا تو جاہل بے فراست کو یہی معلوم ہوا کہ یہ بے پرواہین حالانکہ وہ اس تکلیف مین تھے اسی واسطے فرمایا کہ تعرفہم بسیماہم یعنے اہل فراست اپنے نور ایمان سے تاڑلیتا ہی اور جاہل نہین جان سکتا ہی۔ پھر جو ہمنے ذکر کیا ہی وہ احادیث سے ثابت ہی چنانچہ بخاری ومسلم ونسائی وابن ابی حاتم وابن جریر وامام احمد وغیرہ کی حدیث ابوہریرہؓ مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ مسکین یہ دربدر پھرنے والا نہین کہ اسکو نوالہ دونوالے دے کر پھیر دیتے ہین بلکہ مسکین وہ ہی جو اپنے گھر مین تعفف کرنے والا ہو لوگون سے کچھ سوال نہین کرتا اگرچہ اسکو حاجت ہو اور پڑھو تمھارا جی چاہے قولہ تعالے لا یسألون الناس الحافا۔ اور یہ لفظ ابن جریر کی روایت کے ہین۔ اور امام احمد نے ابوسعید سے روایت کی کہ میری مان نے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا کہ آپ سے مانگون پس مین آکر حضور مین بیٹھ گیا۔ پس آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جو بندہ استغنا چاہتا ہی اللہ تعالے اسکو بے پروا کردیتا ہی اور جو عفت مانگتا ہی اللہ تعالے اسکو عفیف کردیتا ہی اور جو کفایت چاہتا ہی اللہ تعالے اسکو کفایت دیتا ہی اور جس شخص نے سوال کیا درحالیکہ اسکے پاس ایک اوقیہ کی قیمت ہی تو اسنے الحاف کیا پس مین نے دل مین کہا کہ میری یاقوتہ اونٹنی ایک اوقیہ سے اچھی ہی پس مین لوٹ آیا اور سوال نہ کیا۔ رواہ ابوداود والنسائی ایضاً مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث مین معجزہ ہی اور ابوسعید خدریؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے سوال کیا درحالیکہ اسکے پاس ایک اوقیہ کی قیمت ہی تو وہ ملحف ہی اور اوقیہ چالیس درم وزن ہی۔ رواہ ابن ابی حاتم ونحوہ احمد اور طبرانی کی روایت ابوذرؓ مین چالیس درم کی تصریح ہی اور ایسے ہی ابوبکر بن مردویہ کی روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مین صریح ہی کہ جسنے سوال کیا درحالیکہ اسکے واسطے چالیس درم ہین تو وہ ملحف ہی قال المترجم پوشیدہ نہ رہے کہ سوال کرنے کی مذمت مین بہت حدیثین وارد ہین ماسوائے ایسی صورت کے کہ آدمی کو بدون سوال کے کوئی چارہ نہو یا جس سے سوال کرتا ہی وہ صاحب سلطنت[له] ہو تو البتہ روا ہی اور روایت ثابت ہی کہ حضرت صلعم نے سوال نہ کرنے پر بیعت لی تھی اور اسکا اثر یہانتک تھا کہ اگر کسی سوار کا کوڑا گرجاتا تو خود اُترکر اٹھا لیتا تھا دوسرے سے نہین طلب کرتا تھا اور صحیح ہوا کہ آپ نے فرمایا ہی کہ اگر مرد محتاج قصد کرکے جنگل سے ایک لکڑی کا گٹھا لاوے اور اسکو فروخت کرکے کچھ خیرات کرے اور باقی اپنے صرف مین لاوے تو اس سے بہتر ہی کہ دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلاوے وہ دے یا نہ دے اور اصل حدیث بخاری وغیرہ مین ہی اور صاحب سلطنت سے بھی اسوقت روا ہی کہ جس طور پر شرع نے سوال کی اجازت دی ہی اسی طور پر ہو مال ڈھیر کرنے وغیرہ کی غرض سے نہو اور روایت ابوسعیدؓ وغیرہ جو اوپر مذکور ہوئی ہین اس امر پر شاہد ہین اور بدون اجازت شرعی کے سوال کرنا حرام ہونے پر اتفاق ہی اور ایسے سوال کرنے والے کے حق مین عذاب کی وعید مروی ہین جب یہ معلوم ہوگیا تو شیخ ابن کثیر وغیرہ کی تائید تفسیر مین جو احادیث مروی ہین وہ نفس سوال سے زائد یعنے الحاف کی مقدار ظاہر کرتی ہین بمعنے انکہ نفس سوال مذموم ہی اور اگر سوال ایسی حالت مین ہو کہ ایک اوقیہ کی قیمت کا مالک ہی تو نہایت مذموم بدرجہ الحاف ہی پس ظاہر ہوا کہ ان احادیث سے تفسیر جمہور مفسرین کی تقویت ہوتی ہی بلکہ حدیث ابوہریرہؓ بروایت ابن جریر اس معنے مین گویا نص ہی اسیواسطے مفسرؒ نے قول جمہور کو راجح قرار دیا ہی واللہ تعالے اعلم ف ۲۰ عوارف مین کہا کہ قولہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ۔ اس مین ایسے لوگ بھی شامل ہین جنھون نے اللہ عزوجل کی مجلس مراقبہ مین اپنے نفسون کو روک رکھا ہی کہ سوائے اللہ عزوجل کے کسی اور کی طرف مائل نہین ہونے دیتے ہین وہ اللہ تعالے ہی کی طرف نظر رکھتے ہین اور اللہ تعالے نے حکم تقدیر جاری ہونے سے جو ارادہ فرمایا وہ اسپر راضی ہین اور اللہ تعالی کے امتحان ومحنت مین صبر کرتے اور ثابت قدم رہتے ہین اور اپنے

[له] مثل بادشاہ وصوبہ دار وحاکم وولاۃ وغیرہ کے ۱۲ م

نفسون سے مجاہدہ کرنے مین اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے حساب لیتے ہین اور اس دنیاے ناپائدار کے واسطے اپنے عہد و پیمانون کو جو ازل مین باندھے تھے نہین توڑتے ہین پھر یہ لوگ جنکا یہ وصف بیان ہوا ہے۔ کہ اپنے نفوس کو غیر اللہ تعالےٰ کی طرف تعرض کرنے سے مصئون رکھتے ہین اللہ تعالیٰ نے انکو رمز و اشارہ و سوال سے بیان کیا اسوجہ سے کہ انکے احوال پر غیرت فرمائی اور انکے اسرار کو مصئون رکھا اور انکی فقیری کو برعایت حقیقی محتاجی کے فرمایا اور یا ین معنے کہ مشقت و تکلیف اُٹھاتے ہین اس طرح کہ رات و دن اپنی جانون و مالون کو اہل دنیا کی خدمت مین صرف کرتے ہین۔ قال تعالےٰ لایستطیعون ضربا فی الارض یعنے اپنی معاش و حوائج ضروری تلاش کرنے کے واسطے اپنی مجالس و مراقبہ سے جدا نہین ہوتے ہین اس جہت سے کہ انپر حال کا زور ہے اور ذکر الٰہی انپر غالب ہے اور اپنے مولی کے مشاہدہ مین مستغرق ہین اور محبت انپر شدت سے اور عشق کثرت سے طاری ہے کہ انکو کمائی مین مشقت کی استطاعت ہی نہین رہی جیسے بیخود ہوتے ہین اسواسطے کہ توکل کی درستی اور رضا کی خوبی اور سب کچھ اللہ تعالےٰ ہی کو سونپ دینے کی حقیقت انپر اپنا زور باندھے ہے اور وے اپنے تمام سب کام اللہ تعالےٰ ہی کے سپرد کر چکے اور اپنی استطاعت سے خارج ہو چکے ہین قولہ یحسبھم الجاہل اغنیاء من التعفف۔ اسواسطے کہ وے دنیا دارون کے پاس نرم باتون سے تملق نہین کرتے اور انپر اپنی شکستگی ظاہر نہین کرتے ہین اس خیال سے کہ انکو اپنے احوال سے ڈر رہتا ہے باوجودیکہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف شدت سے محتاج ہوتے ہین پھر انکے حال سے ناواقف کو جاہل فرمایا اسواسطے کہ عالم انکو نور علم و معرفت سے پہچان لیتا ہے۔ قال تعالےٰ تعرفھم بسیماھم۔ یعنے انکے چہرون سے مشاہدہ حق عزوجل کی بشارت برستی ہے اور ان کے دلون مین سے نور معرفت کی خوشی کا اثر کھلتا ہے اسواسطے کہ اللہ عزوجل نے انکے چہرون پر صفات کریمہ کی روشنی کا نقاب ڈالا ہے اور انکی پیشانیون کو جمال کا لباس پہنایا ہے۔ ای تو انکو ان صفات سے پہچان لیگا اسواسطے کہ وے پرہیزگار و حق عزوجل کے محبتی لائق لوگ ہین کہ دنیا کی لذّت و زینت وغیرہ کی نظر سے وہ خلق کی طرف کبھی نہین جھکتے ہین بلکہ وہ اہل محبت ہین کہ طرح طرح کی بلاؤن مین مبتلا کیے جاتے ہین اور وے اللہ تعالےٰ کے لیے اللہ تعالےٰ ہی مین صبر کیے ہوے ثواب کے اُمیدوار ہین **قال المترجم** حدیث صحیح مین یہ مضمون آیا ہے کہ سخت بلاء انبیا علیہم السلام کو دیجاتی ہے پھر درجہ بدرجہ فضیلت مین اُترتے ہوؤن کو دی جاتی ہے اور نیز حدیث صحیح مین ہے کہ مومن کی مثال جیسے دھان کا درخت کہ جھوکون سے جنبشین کھاتا ہے اور انجام بخیر ہو کر پھل لاتا ہے اور منافق کی مثال جیسے کھجور کا درخت کہ کبھی اسکو جھوکا نہین پہونچتا اور آخر کار جڑ سے گرجاتا ہے اور تاریخ مین مذکور ہے کہ فرعون مردود کے چارسو برس کبھی سر مین درد بھی نہین ہوا۔ اور جاننا چاہیئے کہ اہل جال و مقام عالی ان بلاؤن کو شربت کی طرح پی جاتے ہین اُنپر جو اسکا لطف ہے وہ لذت سے کم نہین ہے۔ قولہ تعالےٰ لایسئلون الناس الحافا۔ یعنے اہل دنیا کی طرف نہین پھیل پڑتے۔ اور مخلوق سے اپنے نفس کے حظوظ نہین چاہتے ہین ہان جو لوگ برادران ایمان اور اللہ تعالےٰ کی خدمت مین سرگرم ہین انپر مہربانی کی راہ سے بازو بچھاتے اور نرم ہوجاتے ہین تاکہ لطف و مہربانی کرین اور طبیعت کی پسندیدہ چیزون و خواہشون سے منھ موڑنے کے لیے اہل حق کی ہواداری کرتے ہین انکی خوبی و بھلائی و مردانگی کا کیا کہنا اور جو انپر رحمت و فضل ہے اسکا کیا پوچھنا۔ یہ لوگ عین تلوین سے عین تمکین کے محتاج ہین یعنے تلوین سے تمکین مین ہوجاوین۔ اور اپنے بوجھ کے بھاری ہونے کی وجہ سے یہ استطاعت نہین رکھتے کہ حیرت کے مقام سے دیدار منت و کشف قربت کی[حال خاص ۱۲] طرف صفت دائمی بقا کی زمین مین جاوین اور نہ حدوث کی شکلون سے اڑکر اسرار ہویت قدمیہ مین جا سکتے ہین **قال المترجم** یعنے مقام حیرت مین انپر عظمت کا بار اسقدر گران ہے کہ وہان سے آگے مقام پر جانے کی استطاعت نہین ہے اور اگلا مقام وہ منت و کشف قربت ہے اور یہ مقامات سب اللہ تعالےٰ کے ہمیشہ باقی ہونے کی جو صفت ہے اسکے پرتو سے زندہ و اس مین فنا ہونے والون کے ہین پس یہ سفر اس مین مین ہے ولیکن جان لینا چاہیئے کہ کم فہمی سے یہ گمان نہ کیا جاوے کہ صفات حدوث زائل ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس مین قدم سے یعنے حضرت حق

عزوجل کی صفات آجاوین تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا - یہ محال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آثار ان حدوث کی صفات کے مٹ جاوین پس ان کا مٹنا وہی وصول بحق عزوجل ہے اور اس سے حادث اپنے حدوث سے خارج نہین ہوتا ہان اسکی بقا بسبب اسکے کہ رحمت حق سے پیوستہ ہے بقاء حق عزوجل کے سایہ مین دائمی ہے جیسے روح کی بقا ہر شخص کے واسطے بعد موت وفنا کے یکسان ہے بعض اکابر نے فرمایا کہ احصروا فی سبیل اللہ - وہ لوگ ہین کہ انپی ہمتون سے اللہ تعالےٰ کے ساتھ ٹھہرے کہ اسکی جناب سے دوسرے کی طرف رجوع نہین کرتے ہین اور بعض نے فرمایا کہ لایستطیعون ضربا فی الارض یعنی اپنی روزی طلب کرنے کے واسطے حرکت نہین کر سکتے ہین - اور محمد بن الفضل رح نے اس آیت مین کہا کہ ان کو ان کی بلند ہمتی اس بات سے روکتی ہے کہ اپنی حاجتون کو سواے اپنے مولی کے کسی اور کی طرف لاوین - اور ابن عطاؒ نے کہا کہ یحسبھم الجاھل اغنیاء یعنی گمان کرتا ہے جو انکے حال سے جاہل ہے کہ وہ ظاہر تونگر ہین اور حال یہ ہے کہ وہ ظاہر مین اللہ تعالےٰ کی طرف سخت محتاج ہین پس تونگری انکے باطن مین ہے - اور بعض نے فرمایا کہ تعرفھم بسیماھم - یعنی انکے دلون کی پاکیزگی وخوبی اور انکے حال کی خوبی وانکے چہرون کی بشاشت وانکے اسرار کے نور سے یعنے ان علامتون سے پہچانتا ہے - اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ایسے لوگون کو جو قدم کی طرف محتاج ہین وصف کیا کہ محتاجی کا سوال اسی کی طرف رکھتے ہین اور اسی سے ملتجی ہوتے ہین - اور تعریف کردی کہ وہ لوگ راضی وقانع ہین انکو کچھ استطاعت نہین مگر اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ اور اسی سے اور انکو اپنی طاقت وقوت سے کچھ نہین ہے اور اللہ تعالےٰ نے انکے دلون کے سواے حق عزوجل کے اور کی طرف تسکین پانا بالکل دور کردیا ہے اور جو مسکین ہوتے ہین وہ دنیاوی سببون کی طرف رجوع کرتے ہین چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا - لمساکین یعملون فی البحر یعنے موسیٰ وخضر علیہما السلام کے قصہ مین کشتی کو کہا کہ یہ کشتی چند مسکینون کی تھی جو دریا مین کام کیا کرتے تھے پس ان مسکینون کو اسباب کی طرف پھیرا کہ اس سے سکون پاتے ہین اور انہین سے بعض نے فرمایا ہے کہ فقیری تو عزت ہے اور مسکینی ذلت ہے یعنے دونون ایک دوسرے کی ضد ہین ایک نہین ہین اور شیخ عمر والملکی نے کہا کہ جسنے کسی چیز کو دوست رکھا تو اسکے ساتھ بخل کرتا ہے اور جسنے کسی چیز کو دوست رکھا اس سے مانوس ہوجاتا ہے اور شیخ نصر آبادی نے فرمایا کہ فقیر کو لائق ہے کہ اسکے واسطے قناعت ہو وعفت ہو پس قناعت کی ازار پہنے اور عفت کی چادر اوڑھے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قناعت ایسا مال ہے جو کبھی فنا نہین ہوتا پس جب فقیر اس صفت کے ساتھ ہوا تو وہ بھی اس حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق ہوا کہ فقیر لوگ تونگرون سے پانچ سو برس پہلے جنت مین داخل ہونگے **قال المترجم** یہ مضمون صحیح حدیث مین آیا ہے اور معنے یہ ہین کہ تمام لوگ جو جنت مین جانے والے ہین اگرچہ وہ سب نیکوکار اور جنتی ہین مگر جو لوگ ان مین سے دنیا مین فقیر تھے وہ پہلے جنت مین داخل ہوجاوینگے پھر اسکے پانچ سو برس کے بعد وہ لوگ داخل ہونگے جو دنیا مین تونگر صالح مومن بندگان حق عزوجل تھے اور یہ امر انکے حق مین کچھ سزا نہین ہے بلکہ جنت مین ان کے جانے کا وقت معہود وہی ہے ہان فقیرون کے حق مین کرامت ہے فلیتذکر - اور حضرت ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ تعرفھم بسیماھم - یعنے تو ان کے چہرون سے ان کو پہچان لیگا کہ وے اپنی محتاجی پر خوش ہین اور بلاؤ محنت انپر نازل ہونے کے وقت اپنے حال پر مستقیم وثابت ہین اور شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جب انکی زبانین اس سلطان حقیقی سے مانگنے سے گونگی ہین جس کی سلطنت بے انتہا ہے تو بھلا وہ اور کسی سے کیا سوال کرینگے - اور جنید رح سے دریافت کیا گیا کہ سچا فقیر کب تونگرون سے پانچ سو برس پہلے جنت مین داخل ہونے کا مستحق ہوتا ہے تو فرمایا کہ جب اس فقیر مین یہ صفتین ہون کہ دل سے اسکا معاملہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہو اور اپنے سب حال مین خواہ اللہ تعالےٰ اسکو دیوے یا نہ دیوے دل سے اللہ تعالےٰ سے موافق ہو اور اس فقیری کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اپنے اوپر نعمت شمار کرے اور اسکے زائل ہوجانے سے ایسا ہی خوفناک ہو جیسے تونگر اپنی تونگری جانے سے خوفناک ہوتا ہے اور صابر رہے اور ثواب کا امیدوار رہے اور اللہ تعالےٰ نے جو اسکے واسطے

سے سالکین کا مخطوظ ۱۲م

فقیری کو پسند فرمایا ہے اسپر مسرور رہے اور اپنے دین کو بچائے رکھے اپنی فقیری کو چھپائے رکھے ظاہر میں یاس کے بدلے امید ظاہر کرے اور اپنی محتاجی میں اپنے پروردگار کے ساتھ مستغنی رہے جیسے اللہ تعالے نے فرمایا۔ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ پس جب اس صفت کا فقیر ہو تو وہ تونگروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوگا اور موقف کی مشقت اس سے کفایت کردی جائے گی یعنے میدان قیامت میں لوگ قبل حساب کے کھڑے رکھے جاوینگے تو یہ شخص اس مصیبت سے بری کیا جائے گا۔ قال المترجم اس معنے میں کچھ لوگ بلاحساب جنت میں داخل ہوں گے اور حدیث صحیح میں انکا بیان یوں آیا ہے کہ نہ دوا کرتے ہیں اور نہ رقیہ اور نہ چاہتے ہیں کہ رقیہ کیا جاوے اور اپنے پروردگار پر بھروسا اور توکل کرتے ہیں پس شاید یہ لوگ ان فقیروں سے بھی افضل ہوں یا انھیں میں سے ہوں واللہ تعالے اعلم۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال راہ خدا میں رات اور دن چھپے اور کھلے تو ان کے لیے ہے مزدوری انکی انکے رب کے پاس

وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ①

اور نہیں ڈر ہے انپر اور نہ وہ لوگ غم کھاوینگے

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس چار درم تھے پس انھوں نے ایک درم رات کو اور ایک درم دن کو اور ایک درم پوشیدہ اور ایک درم علانیہ خیرات کیے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن ابی حاتم وکذا رواہ ابن جریر من طریق عبدالوہاب بن مجاہد اور یہ عبدالوہاب روایت حدیث میں ضعیف ہیں انکی روایت معتبر نہیں ہے ولیکن ابن مردویہ نے اسکو دوسری وجہ سے ابن عباس رض سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور محی السنہ نے معالم میں کہا کہ مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے حق میں اتری کہ انکے پاس چار درم تھے اور سوائے اسکے اور درم بھی نہ تھے پس انھوں نے ایک درم رات کو اور ایک درم دن کو اور ایک درم پوشیدہ اور ایک درم علانیہ خیرات کیا۔ اور ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب نازل ہوا قولہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ تو عبدالرحمن بن عوف نے بہت سے دینار اصحاب صفہ کو بھیجے اور علی بن ابی طالب رض نے آدھی رات میں ایک وسق چھوہارے بھیجے پس اللہ تعالے نے ان دونوں کے حق میں نازل فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ پس نہار سے علانیہ تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا صدقہ مراد ہے اور لیل سر سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا صدقہ مراد ہے قال ابن کثیر رح اور ابن شہاب نے ابن عباس رض سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالے کی راہ میں گھوڑوں کو چارہ دیتے ہیں رواہ ابن ابی حاتم۔ اور ایسا ہی ابو امامہ و مکحول و سعید بن المسیب سے مروی ہے۔ اقول ومحی السنہ نے ان لوگوں کے ساتھ ابو الدرداء رض و رباح کو بھی زیادہ کیا اور بعض نے سعید بن المسیب سے یہ قول نقل کیا کہ یہ آیت عبدالرحمن بن عوف و عثمان بن عفان کے حق میں اتری کہ انھوں نے جیش عسرت یعنے لشکر تبوک کو سامان سے آراستہ کرنے میں خرچ کیا تھا اور قتادہ رح سے روایت ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو شرعی طریقوں میں جو اللہ تعالی نے انپر واجب کیے ہیں خرچ کرتے ہیں بایں طور کہ نہ اس میں اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل اور نہ فساد۔ اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ غریب الملیکی نے مرفوعاً حضرت صلعم سے روایت کی کہ یہ آیت اصحاب خیل کے حق میں نازل ہوئی یعنے جو لوگ اللہ تعالے کی راہ میں گھوڑوں کو دانہ چارہ دیتے ہیں قال المترجم ان روایات میں باہم کچھ

اختلاف نہین ہی اسواسطے کہ آیت کا ایک سبب نزول ہوتا ہی اور ایک عام حکم ہوتا ہی اور حکم کے تحت مین بہت صورتین داخل ہوجاتی ہین جبکہ حکم عام ہو پس سلف کی عادت تھی کہ احکام مین یہی کہدیا کرتے تھے کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی یعنے یہ آیت اس حکم کو بھی شامل ہی اور مقدمہ مین یہ بحث گذری ہی پس وقائع مذکورۂ بالاسب اس آیت کے حکم مین داخل ہین اور سب مصداق اسی ثواب کے ہین جو آیت مین وعدہ فرمایا گیا ہی **قال ابن کثیر** اللہ عزوجل نے ایسے لوگون کی مدح فرمائی یعنے ثواب کا وعدہ دیا ہی جو اسکی راہ مین اسکی رضامندی کے واسطے تمام اوقات رات و دن مین اور تمام احوال پوشیدہ و علانیہ سے خرچ کرتے ہین پس وقائع مذکورہ سب اس مین داخل ہین یہانتک کہ آدمی جو نفقہ اپنی جورو کو دیتا ہے وہ بھی اس مین داخل ہی چنانچہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سعد بن ابی وقاص کی بیماری مین انکی عیادت کی تو طویل حدیث مین یہ بھی فرمایا کہ تو جو نفقہ ایسا دے گا کہ اس سے تیری خواہش رضائے پروردگار ہو تو ضرور تیرے لیے درجہ مرتبہ بڑھایا جائے گا یہانتک کہ اس نفقہ پر بھی جو تو اپنی جورو کے منھ مین دیگا اور ابو مسعودؓ (بدری صحابی جلیل ۱۲) سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان نے جب اپنی اہل کو ثواب کی نیت سے نفقہ دیا تو اسکے واسطے صدقہ ہوگا رواہ احمد والشیخان۔ اور محی السنہ نے معالم مین حدیث بخاری کو حضرت ابوہریرہؓ سے مسند کیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے کوئی گھوڑا اللہ تعالے کی راہ مین باندھا اللہ تعالے پر ایمان کے ساتھ اور اسکے وعدہ کی تصدیق کے ساتھ تو اس گھوڑے کا سیر ہو کر کھانا پینا اور لید و پیشاب سب قیامت مین اسکے پلۂ میزان مین ہوگا۔ اور مراد یہ ہی کہ اس گھوڑے کا لڑتے ہی مین ثواب نہین بلکہ بندھے ہوے کھانے پینے اور لید و پیشاب کرتے رہنے مین بھی ثواب ہی اور بھید اسکا اول پارہ کے بعض مقام مین مین نے مشرح کردیا ہی اور آئندہ انشاء اللہ تعالے آویگا۔ قولہ فلہم اجرہم۔ فاء سببیہ اور جملہ خبر موصول مبتدا کا ہی اور صلہ مین تقدیم لیل کی نہار پر بنا بر اصل ہونے اور سر کے علانیہ پر باعتبار فضل کے اور اشارہ ہی کہ صدقہ سرا افضل ہی اگر کہا جاوے کہ سابق مین لہم اجرہم اور یہان فلہم اجرہم کیون ہی جواب یہ ہی کہ وہان موصول متضمن معنے شرط کو نہین ہی اور یہان متضمن معنے شرط کو ہی گویا یون کہ جسنے ایسا کیا اسکے واسطے چنین وچنان ہی ای من فعل کذا فلہ کذا۔ اور بعض نے فاء عطف ہونا تجویز کیا اور خبر محذوف ہی اور یہین سے وعلانیہ پر وقف جائز رکھا ہی والاول اصح **فـ۲ـا** شیخ نے عرائس البیان مین بیان کیا کہ قولہ الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا وعلانیہ **شیخ ابن عطاء** نے فرمایا کہ وقت دو ہین اور حال دو ہین پس وقت تو رات و دن ہین اور حال سر و علانیہ ہین پس جب اُسنے رات و دن سرا و علانیہ سب چارون مین خرچ کیا تو جو اسپر واجب تھا اُسنے پورا کیا اسواسطے کہ محب اپنے محبوب سے بچا کر کوئی چیز جمع کرنا نہین چاہتا ہی اور اس کی رضامندی چاہنے سے کسی حال مین نہین بیٹھ رہتا ہی اور **شیخ عبد العزیز مکی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت مین لیل و نہار و سر و علانیہ چار باتین مذکور ہین سو رات کی تاریکی مین اس غرض سے کہ لینے والے کو شرمندگی نہو اور نہار مین یعنے روز روشن مین اسواسطے کہ اپنے اور لینے والے کے درمیان حیاء کو حذف کردے گویا کہ یہ اسکا دینے والا نہین ہی اور سر مین یعنے پوشیدہ اسواسطے کہ صفا و اخلاص ہو اور علانیہ اس نیت سے کہ لوگ اس راہ خیر کو اختیار کرین اور اس مین پیروی کرین **قال المترجم** یہانتک بیان انفاق خیرات و خرچ کرنے اور اسپر بہت گونہ ثواب اللہ کی طرف سے حاصل کرنے کا تھا اور بڑھانے کے دو طریق لوگون مین اور بھی ہین ایک بیاج اور دوم بیع پس اللہ تعالے نے بیع کو حلال اور بیاج کو حرام فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

جو لوگ کھاتے ہین بیاج نہ اُٹھین گے قیامت کو مگر جیسے اُٹھتا ہی وہ شخص جسکے حواس کھو دیے جن نے لپٹ کر

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ

یہ اسواسطے کہ انھون نے کہا کہ بیچ کرنا مانند بیاج کے ہی اور اللہ نے حلال کیا بیچ کو اور حرام کیا بیاج کو پھر جس کو پہونچی

وقف لازم

[illegible]

مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ
نصیحت اسکے پروردگار کی اور وہ باز آیا تو اسکا ہی جو گذر چکا اور اسکا حکم اللہ کی طرف ہی اور جو کوئی پھر کرے وہی ہین
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲﴾
دوزخ کے لوگ وے اسی مین رہ پڑے

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا - ای یاخذونہ وہو الزیادۃ فی المعاملۃ بالنقود والمطعومات فی القدر او الاجل - جو لوگ سود کھاتے ہین - ف یعنے لیتے ہین اور سود اس زیادتی کو کہتے ہین جو مقدار یا مدت مین نقود و مطعومات کے معاملہ مین لیجاوے یہ شافعی کا قول ہی اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک مقداری ہمجنس چیزین بڑھتی یا ادھار کرنا چنانچہ آئندہ توضیح آویگی - پس جو لوگ بیاج لیتے ہین - لَا يَقُوْمُوْنَ - من قبورہم - اِلَّا - قیاما - كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ - یصرعہ - الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ - الجنون بہم متعلق بیقومون وہ نہین اٹھین گے یعنے اپنی قبرون سے مگر اٹھنا ایسا جیسے اٹھتا ہی وہ شخص جسکو متخبط کرتا ہی یعنے پچھاڑ دیتا ہی اسکو شیطان مس سے یعنے جنون سے جو انکو پہونچا ہی ذٰلِكَ - الذی نزل بہم - یہ جو انکے ساتھ نازل ہوا ہی بِاَنَّهُمْ - بسبب انہم - قَالُوْٓا - بسبب اسکے کہ کہتے ہین وہ لوگ - اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا - فی الجواز - بیع تو بیاج کی مثل ہی یعنے جواز مین بیع ایسی ہی جیسے بیاج - وہذا من عکس التشبیہ مبالغۃ - حالانکہ مراد یہ لیتے ہین کہ بیاج ایسا جائز ہی جیسے بیع حلال ہی لیکن الٹا کہا بیاج مثل بیع کے حلال ہی - اور یہ مبالغہ کے لیے الٹی تشبیہ ہی گویا کہا کہ بیاج حلال ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہی اور شبہہ ہو تو بیع مین ہو لیکن بیع بھی مثل بیاج کے حلال ہی - فقال تعالے ردا علیہم - وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا - پس اللہ تعالے نے انپر رد کرنے کو فرمایا - کہ حال یہ ہی کہ اللہ تعالے نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا بیاج کو - فَمَنْ جَآءَهٗ - بلغہ مَوْعِظَةٌ - وعظ - مِّنْ رَّبِّهٖ - من جہتہ - فَانْتَهٰى - عن اکلہ فَلَهٗ مَا سَلَفَ - قبل النہی ای لا یسترد منہ - پھر جس شخص کے پاس آگئی نصیحت اسکے رب عز وجل کی طرف سے پس وہ باز رہا یعنے بیاج کھانے سے باز رہا تو جو کچھ گزر چکا وہ اسکے ہے ف یعنے وہ بیاج اس سے واپس لیا جائیگا جو حکم الٰہی پہونچنے سے پہلے وہ لیکر ہضم کر چکا ہی - وَاَمْرُهٗ - فی العفو عنہ - اِلَى اللّٰهِ - اور حکم اسکا یعنے اس سے عفو فرمانیکا معاملہ اللہ تعالے کے اختیار مین ہی ف یعنے وہ کریم رحیم ہی تو ضرور امید عفو ہی - وَمَنْ عَادَ - الی اکلہ مشبہا لہ بالبیع فی الحل - اور جو شخص پھرا ف یعنے بیاج کھانے کی طرف پھرا این طور کہ حلال ہونے مین اسکو بیع کے ساتھ تشبیہ دیکر کھایا کیا - فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ - تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہین وہ ہمیشہ دوزخ مین رہ پڑے ف اس سے نکل آیا کہ اگر کسی فاسق نے حلال سمجھکر نہین کھایا بلکہ بیاج کو بیاج سمجھکر کھایا تو کافر دائمی دوزخی نہوگا بلکہ مرتکب گناہ کبیرہ ہی واضح ہو کہ اللہ تعالے نے ان نیکوکارون کا ذکر فرماکر جو صدقہ و زکوٰۃ سے تمام احوال و اوقات مین حاجتمندون و قرابت دارون کو اپنا مال دیکر ثواب عظیم و رضاے حق حاصل کرتے ہین اب ان بدکارون کو بیان کیا جو باطل و شبہات سے لوگون کا مال لیکر کھاتے اور جمع کرتے ہین اور اپنی دنیا و آخرت خراب کرتے ہین پس اوپر کی آیات سے اس آیت کی مناسبت بروجہ تضاد ہی یعنے اوپر والون کے ضد لوگون کا حال اس مین بیان فرمایا کیونکہ صدقہ و زکوٰۃ تو اپنا مال کم کر دینا اللہ تعالیٰ کے ثواب و رضا کے واسطے بحکم شرعی ہی اور سود یہ کہ اپنے مال پر اور زیادتی چاہنا برخلاف حکم شرعی کے پس دونون گویا ایک دوسرے سے ضد ہین اور ربوا کا رسم خط واو سے مانند صلوٰۃ کے ان لوگون کی زبان کے موافق ہی جو ربا کا الف پھر اماند واو کے پڑھتے ہین اور آخر مین الف زائد بتشبیہ واو جمع ہی اور بعض نے کہا کہ ربٰو واو ساکن زبان اہل حیرہ کی ہی جنسے اہل حجاز نے خط سیکھا ہی

پس اُنھون نے اسکا خط اپنی زبان کے موافق سکھلایا ہو بالجملہ لغت مین ربوا بمعنے زیادت ہی کیسے ہی زیادت ہو لیکن شرع مین زیادت بطور خاص ہو
اور زمانہ جاہلیت مین اکثر یون واقع ہوتا تھا کہ ایک نے دوسرے سے قرض کسی مدت معلوم کے واسطے لیا اور جب میعاد پوری ہوئی تو قرضخواہ نے
کہا کہ تو ادا کرتا ہو یا ربوا دیتا ہو پس اگر ادا نہ کیا تو مال قرض مین ایک مقدار معلوم بڑھا دے اور پھر اسکے ادا کرنے کی ایک مدت مقرر کرے اور
علما کا اتفاق ہو کہ شرع مین بیاج لینا قطعًا حرام ہو اور اسکا حلال جاننے والا کافر ہو وقد قال تعالےٰ الذین یاکلون الربوا لایقومون الاکما
یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ معلوم ہوچکا کہ بیاج لینا ہی بالاتفاق حرام ہو اور وہی آیت کریمہ سے مراد ہو اور اللہ تعالےٰ نے بجائے
یاخذون کے یاکلون فرمایا کیونکہ مال کا سب سے بڑا نفع یہی ہو اسکو کھانے پینے مین لاتے ہین اور سنت نے اسکو صاف بتلا دیا کہ مراد بیاج لینا ہو
اور کھانے کے معنے بھی اس سے انتفاع حاصل کرنا کسی طور سے ہو نہ فقط منھ سے کھا لینا اور لایقومون ای لایقومون من قبورہم یوم القیامۃ
اپنی قبرون سے قیامت کے روز نہین اُٹھین گے مگر اسی طرح جیسے صرع والا یعنی مرگی والا اپنی مرگی کی حالت مین اُٹھتا ہو اور یہ بدترا اُٹھنے کی
تصویر ہو پھر قیاس کرو کہ انکے عذاب کا حال تو بدرجہ اولیٰ نہایت خراب طور پر سخت ہوگا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بیاج خورہ قیامت کے روز
مجنون مخنوق اُٹھیگا رواہ ابن ابی حاتم اور کہا کہ ابن مالک وسعید بن جبیر وسدی وربیع بن انس وقتادہ ومقاتل بن حبان سے اسکے مانند
مروی ہو اور اُٹھنے کی تفسیر بروز قیامت اُٹھنے کی ان بزرگون کے سواے عکرمہ وحسن ومجاہد وضحاکؒ ابن زید سے بھی مروی ہو اور ابن مسعودؓ سے
یہ قراءۃ آئی ہو کہ وہ پڑھا کرتے۔ الذین یاکلون الربوا لایقومون الاکما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس یوم القیامۃ رواہ ابن ابی حاتم اور
ابن عباس سے روایت ہو کہ یہ اسوقت ہوگا کہ جب وہ اپنی قبر سے اُٹھایا جائیگا۔ اور سمرہ بن جندب کی حدیث طویل آنحضرت صلعم کے خواب کی
اس مین ہو کہ پھر ایک نہر پر آئے جو سرخ مثل خون کے تھی اور نہر مین ایک شخص پیرتا تھا اور اسکے کنارے ایک شخص بہت سے پتھر لیے بیٹھا تھا جب وہ
پیرنے والا کنارے آتا تو منھ پھیلاتا اور یہ شخص اسکے منھ مین ایک پتھر دیتا اور اسکی تاویل مین کہا کہ یہ سود خورہ تھا یہ حدیث بخاری مین ہو اور کثرت سے
احادیث اسکی مذمت اور عذاب و وعید مین وارد ہین اور جابرؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے بیاج کھانے والے اور اسکے کھلانے والے اور لکھنے
والے اور گواہون پر لعنت فرمائی رواہ مسلم اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ربوا کے تہتر۷۳ دروازے ہین ان
سب مین سے خفیف ایسا ہو جیسے کسی نے اپنی مان سے جماع کیا رواہ البیہقی والحاکم وصححہ۔ بالجملہ اتفاق ہو کہ مراد یاکلون الربوا سے عام ہر وہ شخص ہو
جو ربوا کا معاملہ کرے پس لیوے و دیوے اور لایقومون سے قیامت کے روز اُٹھنے کی تفسیر جمہور سے مروی ہو اور خبط اصل مین ٹاپتے
چال کو کہتے ہین جو ٹھیک نہ چلے اور مس بمعنے جنون اور ممسوس بمعنے مجنون اور اصل مین مس ہاتھ سے چھونے کو کہتے ہین پھر مجنون کو
ممسوس اسواسطے کہتے ہین کہ شیطان اسکو مس کرجاتا ہو قالہ الفرا اور من المس متعلق یقومون کے ساتھ ہو اور معنے یہ ہین کہ لایقومون من المس
الذی بہم الاکما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان یعنے جنون کی وجہ سے وہ نہین اُٹھین گے مگر ایسی حالت مین جیسے وہ اُٹھتا ہو جسکو صرع ہو اور
بعض نے کہا متعلق یقوم سے ہو ای کما یقوم المصروع من جنونہ۔ اور شیخ ابوحیان نے فرمایا کہ یتخبطہ کے متعلق ہو ای یتخبطہ من المس
بعضے مفسرین نے زعم کیا کہ اس امر کو شیطان کی طرف نسبت کرنا بنا بر زعم اہل عرب کے ہو کہ شیطان خبط کر دیتا ہو آدمی کو پس وہ مرگی
مین ہو جاتا ہو اور معنے یہ ہین کہ ویسے اُٹھیگا جیسے تم لوگ اپنے زعم مین شیطان کے تخبط کا اُٹھنا دیکھتے ہو اور در اصل اہل عرب کا یہ زعم صحیح
نہین ہو شیطان کا مسلک آدمی کے اندر نہین ہو اور وہ کچھ مس نہین کرسکتا اور تحقیق یہ ہو کہ ان مفسرین کا یہ زعم غلط ہو اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس سے استعاذہ کیا کہ شیطان متخبط کردے رواہ النسائی وغیرہ اور صحیح حدیث مین ہو کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو شیطان مس

کرتا ہی پس وہ چھینتا ہی سوائے مریم اور اسکے فرزند عیسیٰ علیہ السلام کے رواہ البخاری ۔ بالجملہ عرصات قیامت مین سودخورہ کی یہ علامت ہوگی کہ قبر سے ایسے اُٹھیگا جیسے مصروع اُٹھتا ہی ۔ قولہ ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنے یہ حال و عذاب ان لوگون کا اس سبب سے ہوگا کہ اُنھون نے کہا کہ بیع مانند ربوا کے ہی ۔ اگر کہا جاوے کہ قیاس یہ تھا کہ یون کہا جاتا کہ انما الربوا مثل البیع یعنے ربوا مانند بیع کے حلال ہی مگر تشبیہ کو عکس کردیا اس مین کیا حکمت ہی تو اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ بطریق مبالغہ ہی یعنے ربوا کی طرف ایسے جھکے ہوے اور اسکو حلال جانتے تھے کہ گویا یہ نوبت پہونچی کہ بیع کا حلال ہونا اسپر قیاس کرتے تھے اسلیے کہ مشبہ بہ کو مشبہ سے اقوی ہونا چاہیے پس عکس قیاس بغرض مبالغہ ہی اور شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے اسکو پسند نہین کیا چنانچہ فرمایا کہ قولہ ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا ۔ یعنے یہ جزا انکو اسواسطے دی گئی کہ اُنھون نے اللہ تعالےٰ کے احکام شرعی پر اعتراض کیا اور یہ قیاس ربوا کا بیع پر نہین ہی اسواسطے کہ مشرک لوگ اصل بیع کے مشروع ہونے کا جس وجہ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مین مشروع فرمایا ہی اقرار نہین کرتے تھے اور اگر قیاس کے طور پر ہوتا تو یون ہوتا ۔ انما الربوا مثل البیع ۔ مگر اُنھون نے تو یون کہا ہی کہ انما البیع مثل الربوا پس مراد انکی اعتراض ہی کہ بیع بھی تو ربوا کی نظیر ہی پھر بیع کیون حلال ہوئی اور ربوا کیون حرام ہوا پس قولہ تعالےٰ ۔ واحل اللہ البیع و حرم الربوا مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ انپر رد ہو یعنے اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہی وہ بہتر کو بدتر سے جانتا ہی جو بہتر تھا یعنے بیع وہ حلال کردی اور جو بدتر تھا یعنے ربوا وہ حرام کردیا اور دوم یہ کہ یہ تتمہ اعتراض ہو یعنے بیع تو مثل ربوا کے ہی کیون بیع کو حلال کیا اور ربوا کو حرام کیا ہی **قال المترجم** سیاق مؤید قول جمہور ہی کہ اُنھون نے عکس قیاس بغرض مبالغہ کیا اور قولہ احل اللہ البیع وحرم الربوا انکے قیاس کا ابطال ہی کیونکہ وہ معارض نص ہی ۔ اگر کہا جاوے کہ اس صورت مین آیۃ سے ثابت ہوگا کہ بیع مطلقاً حلال ہی اور جواب یہ ہی کہ یہان شافعیؒ کے دو قول ہین ایک یہ کہ آیۃ مجمل ہی اور سنت اسکی مبین ہی اور دوم یہ کہ ہان آیت عام ہی اور سنت سے اسکی تخصیص ہوگئی ہی اور ماوردی نے کہا کہ یہی قول شافعی وانکے اصحاب کے نزدیک اصح ہی اور اگر کہا جاوے کہ ربوا یعنے زیادت ہی اور کوئی بیع ایسی نہین کہ اس مین کچھ زیادت نہو تو اسکی حاجت پڑی کہ بیان کیا جاوے کہ کون حرام اور کون حلال ہی پس آیۃ مجمل ہوئی اور جواب یہ ہی کہ بیع منقول شرعی ہی پس وہ اپنے عموم پر محمول ہوگی جب تک کہ کوئی دلیل تخصیص کی قائم نہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بیوع سے منع کردیا جنکو جاہلیت والے اپنی عادت کے موافق آپس مین کرتے تھے اور جائز کو بیان نہین کیا کہ فلان وفلان بیوع جائز ہین تو دلالت ہوئی کہ آیۃ تمام بیوع کی اباحت کو شامل ہی سوائے ان کے جو مخصوص ہون اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص کو بیان فرمایا ہی اور یہی قول ہمارے نزدیک ہی یعنے انکہ جن صورتون کی جواز وناجواز مین اختلاف پڑے تو آیت سے استدلال ہوسکتا ہی کہ یہ صورت عموم آیت سے جائز ہی اور تخصیص کی دلیل نہین پائی جاتی ہی فتامل ۔ معالم مین کہا کہ تجارت کے طریق سے زیادتی کا طلب کرنا فی الجملہ حرام نہین ہی حرام وہی زیادتی ہی جو مال مخصوصہ مین مخصوص صفت سے ہو جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا ہی پھر اپنی اسناد سے بواسطۂ شافعیؒ کے عبادہ بن الصامتؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کو بعوض سونے کے اور درم چاندی بعوض درم چاندی کے اور گیہون کو بعوض گیہون کے اور جو کو بعوض جو کے اور چھوہارے کو بعوض چھوہارے کے اور نمک کو بعوض نمک کے نہ فروخت کرو مگر برابر برابر عین بعوض معین کے ہاتھون ہاتھ ولیکن سونے کو بعوض چاندی کے اور چاندی کو بعوض سونے کے اور گیہون کو بدلے جو کے اور جو کو بدلے گیہون کے اور چھوہارے کو بدلے نمک کے اور نمک کو بدلے چھوہارے کے ہاتھون ہاتھ جس کیفیت سے چاہو زیادہ ہو یا کم ہو فروخت کرو **قال المترجم** اور ترمذی نے اسکو عبادہ بن الصامت سے مرفوعاً روایت کیا کہ فروخت کرو سونے کو بعوض سونے کے مثل بمثل ۔ اور چاندی کو چاندی سے مثل بمثل اور چھوہارے کو چھوہارے سے مثل بمثل اور گیہون کو گیہون سے مثل بمثل اور

نمک کو نمک سے مثل بمثل اور جو کو جو سے مثل بمثل پھر جسنے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اسنے بیاج کا معاملہ کیا اور فروخت کرو سونے کو بعوض چاندی کے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ اور گیہون کو چھوہارے سے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ اور جو کو چھوہارے سے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ **قال الترمذی** حدیث حسن صحیح اور کہا کہ اہل علم کا اسی پر عمل ہی انکے نزدیک یون ہی جائز ہی کہ گیہون بعوض گیہون کے مثل بمثل بیچا جاوے اگرچہ ایک کھرا اور دوسرا کھوٹا ہو اور جو بعوض جو کے مثل بمثل بیچا جاوے پھر جب اصناف مختلف ہون تو باہم بڑھتی بیچنا روا ہی- بشرطیکہ ہاتھون ہاتھ لین دین ہو اور اس مین سے کوئی اُدھار نہو- اور یہ قول اکثر اہل علم صحابہ وغیرہم کا ہی اور بعض اہل علم نے گیہون بعوض جو کے زیادتی سے بیچنا مکروہ جانا بلکہ برابر برابر چاہیے ہی اور یہی قول امام مالک رح کا ہی اور اول اصح ہی- اور **شیخ دہلوی** رح نے لمعات مین کہا کہ باب ربوا مین یہی حدیث اصل ہی کہ حضرت صلعم نے چھ چیزون کو ذکر کیا اور باقی کو قیاس پر چھوڑا پس مجتہدین نے باقی کے قیاس کے لیے علت کو استنباط کیا سو ہمارے نزدیک مقدار و جنس علت ہی اور یہی اشہر قول احمد رحمہ اللہ ہی اور شافعی کے نزدیک طعم و ثمنیۃ[1] اور مالک کے نزدیک طعم و ادخار[2] علت ہی **قال المترجم** اور توضیح اسکی بنا بر قول معالم کے یہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ چیزون کو منصوص کر دیا اور عامہ اہل علم کا قول ہی کہ ان چھ چیزون مین ربوا کا حکم ثابت ہونا انکے بعض اوصاف کی وجہ سے ہی پس یہ اوصاف جن چیزون مین پائے جاوینگے ان مین بھی ربوا ثابت ہوگا- رہا یہ امر کہ یہ اوصاف کیا ہین تو اس مین اختلاف ہی بعض لوگ اس طرف گئے کہ وہ صرف ایک بات ہی جو ان سب مین ہی یعنے نفع پس ان لوگون نے تمام اموال مین ربوا ثابت کیا اور یہ قول کچھ نہین ہی اسواسطے کہ جو و گیہون مین نفع کی علت موجود ہی چاہیے کہ تفاضل ربوا ہو جاوے حالانکہ ہاتھون ہاتھ جائز ہی جیساکہ حدیث بالا مین منصوص ہی- اور اکثرون کے نزدیک درہم و دینار مین تو ربوا ایک وصف سے اور باقی چار چیزون مین دوسری وصف سے ثابت ہوتا ہی پھر ان لوگون نے باہم اس وصف کی تعیین مین اختلاف کیا پس اکثرون مین سے ایک قوم نے کہا کہ درہم و دینار مین تو علت وزن ہی اور یہی قول امام ابوحنیفہ و احمد و دوسرون کا ہی پس ان لوگون نے جتنی چیزین وزنی ہین مانند لوہا و تانبا و پیتل و روئی وغیرہ کے سب مین ربوا ثابت کیا یعنے ایک جنس کی ہون تو برابر ہی برابر ہاتھون ہاتھ روا ہی اور تفاضل نہین روا ہی اور یہ جان لینا چاہیے کہ جو مال ایسے ہین کہ انمین ربوا ثابت ہوتا ہی انکا کھرا و کھوٹا یکسان ہی یعنے یہ نہین ہوسکتا کہ کھرے لوہے کو جو ایک سیر ہو دیکر کھوٹے لوہے کو دو سیر لیا جاوے بلکہ چاہیے برابر لیوے یا چھوڑ دے اور اس قاعدے مین علما کا اتفاق ہی پس ان چیزون مین ربوا ثابت ہوگا اگرچہ یہ کھانے کی نہووین اور ہم نے تفسیر آیت مین پہلے ذکر کر دیا ہی کہ یاکلون الربوا ٭ بیاج کھاتے ہین اس سے مراد منھ سے کھا لینا نہین بلکہ ہمارے عرف کے موافق بیاج لینا مراد ہی- اور باقی چار چیزون مین امام ابوحنیفہ رح وغیرہ مذکورین کے نزدیک علت کیل یعنے پیمانہ ہی پس ان چیزون کے مانند جو چیزین پیمانہ سے فروخت ہوتی ہون خواہ وہ کھانے کی ہون یا نہون سب مین ربوا ثابت ہوگا جیسے گچ و چونا وغیرہ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو چیزین حضرت رسول اللہ صلعم کے وقت مین پیمانہ سے فروخت ہوتی تھین مثل گیہون و جو و چھوہارے و نمک وغیرہ کے اب اگر وہ وزن سے بکنے لگی ہین تو وہ کیلی ہی شمار ہونگی و ہوالاصح- یہ سب قول نقدین مین اور باقی چار چیزون مین علت وزن و پیمانہ اور جنس کہنے والون کا تھا جن مین امام ابوحنیفہ و عامہ علماے حنفیہ ہین- اور ایک قوم نے کہا کہ نقدین مین وصف مذکور نقدیت ہی اور یہ قول مالک و شافعی کا ہی اور باقی چار چیزون مین شافعی کے نزدیک طعم علت ہی پس جتنی چیزین کھانے کی ہین ان مین شافعی رح کے نزدیک ربوا ثابت ہوگا مانند پھل و فواکہ و ساگ و دوائیان وغیرہ کے پس جملہ اموال ربوا ان کے نزدیک مثمن و مطعوم ہین **کذا قال البغوی** اور ایک جماعت کا قول ہی کہ باقی چار چیزون مین ربوا کی علت طعم مع کیل یا وزن ہی پس کھانے کی جس چیز مین وزن و کیل نہو اس مین ربوا ثابت نہوگا اور یہ قول سعید بن المسیب کا ہی اور یہی شافعی کا قول قدیم ہی **تم قال البغوی** اور ربوا دو قسم سے ہی ایک بڑھتے سے اور دوم اودھار سے پس

[1] نقد ہونا یعنے درہم و دینار کی ۱۲ منہ [2] مطعوم [illegible] ۱۲ منہ [illegible] ۱۲

اگر ایسے مال کو جس مین ربوا ہوتا ہی اسکے جنس کے ساتھ بیچا مثلاً روپیون کو روپیون سے یا اشرفیون کو اشرفیون سے یا وہ کھانے کی ہو مثلاً گیہون کو گیہون سے بیچا تو اس مین دونون قسم ربوا کی ثابت ہون گی یہانتک کہ روا نہین ہی مگر اسی طرح کہ پہلا اگر روپیہ دیتا ہی وہ دوسرے روپیہ کے برابر ہون اگر وزنی ہین تو وزن مین اور کیلی ہین تو کیل مین برابر ہون **قال المترجم** اور یہ معتبر نہوگا کہ کھوٹے کو کھرے سے زائد دیا جاوے اس واسطے کہ ہمنے پہلے بیان کر دیا کہ اموال ربوا کا کھرا کھوٹا یکسان ہی اُدھار نہین بلکہ اسی مجلس مین نقدین دین ہو جاوے اور اگر مال ربوا کو غیر جنس سے فروخت کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر دوسری چیز ایسی ہی کہ وصف ربوا مین اسکے موافق ہی نہین ہی مثلاً کھانے کی چیز کو درم یا دینار سے خریدا تو اس مین ربوا کا کچھ احتمال نہین ہی یہ ایسا ہی جیسے غیر مال ربوا سے فروخت کیا اور اگر ایسی چیز سے بیچا جو وصف مین اسکے موافق ہی مثلاً درم کو دینار سے یا گیہون کو جو سے فروخت کیا یا ایک مطعوم کو دوسرے مطعوم سے فروخت کیا جو اسکے غیر جنس ہی تو اس مین زیادتی کا ربوا ثابت نہوگا حتی کہ باہم ایک دوسرے سے وزن مین زائد اور جزاف سے یعنی اسکی ڈھیری کو اسکی ڈھیری سے فروخت کرنا روا ہی لیکن اودھار کا ربوا اس مین ثابت ہوگا پس ضرور ہے کہ ہر دو جنس بعینہ ہون اور اسی مجلس مین دونون کا قبضہ ہو جاوے اور یہ سب باہم بیع کرنے کی صورت مین ربوا ہی اور باقی رہین اور صورتین جو ربوا ہوتی ہین چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو قرض دیا اس شرط سے کہ اس سے افضل ادا کرے یا اس سے زائد ادا کرے تو یہ ایسا قرض ہی کہ نفع لایا اور جو قرض ایسا ہو کہ وہ نفع لاوے تو وہ بیاج ہی **ہکذا ذکرہ الائمۃ من الحنفیۃ والشافعیۃ** اور مسائل ربوا کے بہت ہین وہ فقہ کی کتابون مین مذکور ہین ولیکن مترجم ضعیف کا مقصود یہ ہی کہ یہان بعض وجوہ ذکر کر دے شاید اللہ تعالیٰ اس سے نفع دے پس جاننا چاہیے کہ ائمۂ علما نے ذکر کیا ہی کہ قرض دینے والا قرضدار سے اگر کوئی نفع ایسا لیوے جسکا منشا یہی قرض پیش آیا ہو تو سود اور حرام ہی جیسے حاکم و قاضی و کوئی اہل کار اگر کسی شخص سے ایسا نفع حاصل کرے جسکا منشا اسکی حکومت یا قضا یا کار پردازی پیش آئی ہی تو وہ رشوت ہوتی ہی حتی کہ اگر وہ دعوت کرے تو روا ہی کہ احتیاط سے نہ قبول کرے اور اگر قبول کرے تو ایسی دعوت کو جو معمول کے موافق ہو جیسے وہ پہلے کیا کرتا تھا اور اگر اس مین کوئی تکلف زائد ہو تو بھی قبول کرنا روا نہین ہی اور اگر زمیندار نے آسامی کو اناج دیا تخم ریزی کے واسطے اور ٹھہرا لیا کہ فصل پر ہمکو مثلاً چالیس سیر کے حساب سے دیوے تو یہ بیاج ہی ہان اگر اسوقت اسکے ہاتھ اناج کو اودھار اس نرخ سے جو بازار مین ہی فروخت کیا بدون اس کے کہ بھاؤ مین کچھ بھی کمی ہو پھر قرار دیا کہ بعد وصول اس روپیہ کے اسی روپیہ سے تم ہمکو فصل پر جو اناج پیدا ہو وہ جس بھاؤ سے بازار مین بکے دیدو تو مضائقہ نہین ہی لیکن اُس اناج مین جو شرائط سلم کے ہونے چاہیے ہین وہ معتبر ہونگے بنا بر آنکہ یہ سلم صحیح ہو ورنہ اصح یہ ہی کہ یہ صرف وعدہ ہے اور اولی یہ کہ اسکے ہاتھ اودھار فروخت کر دے اور فصل پر اُس سے اپنا روپیہ لے لے اور اودھار کے دام ادا کرنے کا وقت مقرر کرے یون نہ کہے کہ پیداوار کی بکری سے دام لونگا ورنہ بیع جائز نہوگی اور یہ مسائل ترجمۂ فتاوائے عالمگیری سے یاد کر لینے چاہئین۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے روپیہ وغیرہ قرض لیا اور اپنا باغ یا زمین اسکے پاس رہن کی تو شرع مین رہن فقط مضبوطی ہی پس اگر مرتہن نے قبضہ کیا تو حاصلات اس مرہون کی راہن کی ہی اور اگر قرضہ مین شرط تھی کہ ادائے قرضہ تک اسکی حاصلات مرتہن کی ہی تو یہ بیاج ہی اور اس مین کسی کا خلاف نہین ہی اور جاننا چاہیے کہ **ابوداؤد** رحمہ اللہ نے بسند جید حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ جب یہ آیت۔ الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مخابرہ کو نہ چھوڑے وہ اللہ تعالیٰ واس کے رسول سے لڑائی پر اعلان دے۔ اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک مین روایت کرکے کہا کہ صحیح علی شرط مسلم ہے اور مخابرہ یہ ہی کہ زمین کو کھیتی کے واسطے دے بعض پیداوار اس زمین پر یعنی اس زمین کی پیداوار مین سے نصف یا تہائی وغیرہ جزو مشترک نہین کہتے بلکہ پچاس من یا چالیس من

وغیرہ کو کوئی مقدار معلوم شرط کرتے تھے اور یہ بیاج کے حکم مین ہی کیونکہ یہ کیا معلوم کہ زمین مین کسقدر پیدا ہوگا شاید کہ کچھ بھی پیدا نہو۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے حدیثا
کو عام ظاہر لیکر مزارعت کو ممنوع کہا ہی اور یہی حدیث انکے واسطے حجت ظاہر ہی کیونکہ اس مین مطلقا ممانعت ہی کوئی قید حصہ بٹائی کی نہین ہی اور
صاحبین یعنی امام ابو یوسف و محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ بھی اسکو جائز رکھتے ہین اور نہایت توجیہ ان کی طرف سے یہ ہوسکتی ہی کہ حدیث شریف مین
ایسے مخابرہ سے ممانعت ہی جس مین حصہ مشترک نہو مانند تہائی وغیرہ کے بلکہ سو بچاس من کی شرط ہو کیونکہ پیداوار زمین غیر معلوم ہی فافہم پس کتب فقہ مین
جو مسائل باب مزارعت مین مذکور ہین وہ بر بناے قول صاحبین ہین اور امام ابو حنیفہ رح کا جو نام لیا گیا ہی وہ اس معنے کر کہ اگر وہ جائز فرماتے ہوتے
تو ان کا قیاس قول یہان یہ ہوتا فاحفظہ اور ایسے ہی مزابنہ بھی حرام ہی اور وہ اس طرح کہ خرما کے درخت پر جو خرما لگے ہین ان کو سوکھے
چھوہارون سے خرید کیا مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ مین تمکو چار من چھوارے یہ جو میرے پاس ہین دیتا ہون بدلے تمھارے اس درخت کے چھوہارون کے
جو اسپر لگے ہین بطور بیع کے پس بکر نے یہ چھوہارے لے لیے اور درخت مذکور زید کو دیدیا کہ اسکے پھل سب لے لے پھر جب خالی ہوجاوے تو بکر کو واپس
دے تو یہ بیع حرام ہی اور ایسے ہی محاقلہ بھی حرام ہے کہ زید نے مثلاً دس من گیہون بکر کو دیے کہ بکر اپنا گیہون کا تیار کھیت اسکو دے بطور بیع کے پس اس
کھیت مین جو کچھ گیہون نکلین جو بالون مین موجود ہین سب زید کے ہونگے تو یہ بھی حرام ہی اسواسطے کہ درخت کے چھوہارے یا کھیت کے گیہون
نہین معلوم کہ برابر برابر نکلین یا کم و بیش ہون اور شبہہ بیاج بھی بیاج ہوتا ہی جیسا کہ فقہا نے اجماع کیا ہی اور بعضے متاخرین فقہا نے کہا کہ کھیت
جب تیار کھڑا ہی اور کاٹنے کے قابل ہی تو اس طرح کی بیع مین مضائقہ نہین اسلیے کہ کھیت مین بھوسا اور گیہون دونون ہین پس گیہون بمقابلہ گیہون کے
اور باقی بمقابلہ بھوسے کے ہون گے اور مترجم کہتا ہی کہ اسپر فتوی نہین ہی اور یہ قول کچھ نہین ہی اور صحیح یہی ہی کہ ایسی بیع بھی حرام ہی شیخ
ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ صورتین اور جو اور ایسی ہی صورتین ہون سب اسواسطے حرام ہوئی ہین کہ ربوا کا مادہ بالکل نیست ہو اسواسطے کہ خشک
ہونے سے پہلے دونون چیزون کی برابری معلوم نہین ہوسکتی ہی اور اسیواسطے فقہا نے کہا ہی کہ جہان برابری معلوم نہو وہان سود والے مالون مین ایسا
قرار دیا جاتا ہی کہ جیسے درحقیقت زیادتی ہی اسی سے ایسی سب چیزین حرام ہین اور یہ سود کا باب ایک مشکل باب ہی نہین دیکھتے کہ امیر المومنین عمر
بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تمنا رہ گئی کہ تین باب یعنے دادا کی میراث اور کلالہ کی میراث اور ربوا کے بعض ابواب مین حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہمارے واسطے کوئی حد مقرر کی ہوتی کہ ہم اس حد تک رہتے اور تجاوز کا گمان نہوتا قال المترجم اور وجہ اسکی یہ ہی کہ یہ آیت ربوا بیع
روایتون کے موافق سب سے آخر آتری ہی کہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند ہی روز دنیا مین رہے اور وفات پائی تو یہی حضرت عمر رض کہتے ہین کہ مجھے
تمنا رہ گئی کہ آپ سے اسکی تفصیل بروجہ محدود معلوم نہوئی اور شریعت اس امر پر شاید ہی کہ حرام کی طرف جو چیز وسیلہ ہو وہ بھی حرام ہی جیسے کہ واجب جس
چیز کے بدون تمام نہین ہوتا وہ چیز بھی واجب ہوتی ہی اور صحیحین مین نعمان بن بشیر سے روایت ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ حلال کھلا ہوا
ہے اور حرام کھلا ہوا ہی اور ان دونون کے بیچ مین امور مشتبہات ہین پس جسنے شبہات سے پرہیز کیا وہ اپنے دین و آبرو کو بچا لے گیا اور جو شبہات
مین پڑ گیا وہ خطرہ مین پڑا جیسے وہ چرواہا کہ سبزہ زار کے گرد چراتا ہی قریب ہی کہ سبزہ زار مین چرا وے۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ گناہ وہ ہی کہ دل مین
دغدغہ دے اور نفس کو اس مین تردد ہو اور مکروہ جانے کہ لوگ اسپر مطلع ہون اور ایک روایت مین ہی کہ فتوی نے اپنے دل سے اور اگرچہ لوگون نے
تجھکو فتوی دیا ہو۔ اور ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا کہ اس مین سود کھاوینگے تو عرض کیا گیا کہ سب کے
سب بیاج کھاوینگے فرمایا کہ ان مین سے جو نہ کھاویگا اسکو بیاج کا غبار بھی پہونچ جاویگا۔ رواہ ابو داؤد والنسائی و ابن ماجہ پھر شیخ ابن کثیر رح نے
ذکر کیا کہ حرام چیزون تک پہونچانے والے وسیلون کے حرام کرنے کے قبیل سے جو امام احمد نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی کہ جب سورۂ بقرہ کے

آخر آیتین جو بیاج حرام ہونے کے بارہ مین ہین نازل ہوئین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلکر مسجد مین تشریف لائے اور لوگون کو پڑھ سنائین پھر شراب کی تجارت حرام کردی ورواہ البخاری والجماعۃ اور بعض علماء نے اسکے معنے مین کہا کہ ربوا اور اسکے وسائل کو حرام کیا تو شراب کو اور جو امور تجارت وغیرہ کے ایسے ہین کہ انسے شراب خواری مین پڑجانے کا اشتباہ ہو حرام کردیا اور یہ ویسے ہی ہو جیسے حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہودیون پر اللہ تعالے لعنت کرے کہ انپر چربی حرام کی گئی تھی انھون نے اسکو پگھلایا پھر اسکو فروخت کیا اور اسکے دام کھائے۔ قولہ ومن عاد فاولٰئک اصحاب النار۔ بعض علماء نے کہا کہ عود با این طور کہ بیاج کھایا اور بعض نے کہا کہ عود اس قول مین کہ انما البیع مثل الربوا۔ پس دوسرے قول پر تو قولہ۔ ہم فیہا خالدون بلا تاویل درست ہو اسواسطے کہ جو شخص بیاج کو مثل بیع کے قرار دے وہ کافر ہو اور کافرون کی سزا یہی ہو کہ ہمیشہ دوزخ مین رہین اور قول اول پر بیاج کھانے سے یہ مراد ہو کہ حلال جانکر کھایا جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے قید لگائی ہو اسوجہ سے کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا اہل سنت کے نزدیک دائمی دوزخی نہین ہو پس چونکہ دائمی دوزخی ہونے کی وعید فرمائی ہو لہذا معلوم ہوا کہ مراد ایسا بیاج کھانے والا ہو جو اسکو حلال جانکر کھاوے یا بیاج کو بیع کے مثل بتلاوے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

مٹاتا ہو اللہ بیاج کو اور بڑھاتا ہو خیرات کو اور اللہ نہین چاہتا کسی ناشکرے گنہگار کو البتہ جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

ایمان لائے اور کام کیے نیک اور قائم رکھا اُنھون نے نماز کو اور دی اُنھون نے زکوۃ تو انکے لیے ہو انکا ثواب

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

انکے پروردگار کے پاس۔ اور نہین خوف ہو اُن پر اور نہ وہ غمگین ہونگے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا ینقصہ ویذہب برکتہ۔ اللہ تعالے بیاج کو ناقص کرتا اور اسکی برکت دور کرتا ہو۔ وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ یزید ہا وینمیہا ویضاعف ثوابہا۔ اور صدقات کو بڑھاتا ہو اور بڑھا دیتا ہو اور اسکے ثواب کو بہت گونہ کرتا ہو۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ بتحلیل الربوا۔ اور اللہ دوست نہین رکھتا ہر ایسے شخص کو جو کفار ہو ف با این طور کہ حلال کرے بیاج کو۔ اَثِيْمٍ۔ فاجر باکلہ الربوا ای یعاقبہ۔ اور فاجر ہو ف با این طور کہ اسنے بیاج کھایا جیسے کفار اس طرح ہو کہ اسنے بیاج کو حلال جانا۔ اور لا یحب کے معنے یہ ہین کہ اسکو عذاب کریگا جیسے مومنون کو یحب فرمایا تو معنے یہ کہ انکو ثواب دیگا۔ اللہ عزوجل اس آیہ کریمہ مین خبر دیتا ہو کہ یمحق اللہ الربوا۔ ای یذہبہ اور دور کردیتا ہو اسکو یا تو با این طور کہ بیاج والے کے ہاتھ سے بالکل دور کردیتا ہو یا بایں طور کہ اس کو اس مال کی برکت سے محروم کردیتا ہو پس وہ مال سے انتفاع نہین پاتا ہو بلکہ دنیا مین اسکو اپنے مال سے محروم رکھتا ہو اور قیامت مین اسکو اس مال پر عذاب کرتا ہو اور نظیر اسکی قولہ تعالے۔ وما اٰتیتم من ربوا لیربو فی اموال الناس فلا یربو عند اللہ الآیۃ۔ اور شیخ ابن جریر نے کہا کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ربوا اگرچہ بہت ہوجاوے مگر انجام کار اسکا قلت کی طرف ہوجاتا ہو اور اس حدیث کو امام احمد نے ابن مسعود سے مرفوعاً یعنے قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہو اور ایسے ہی ابن ماجہ نے بھی دوسری وجہ سے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کیا۔ اور بناہرین قولہ یمحق اللہ الربوا۔ مین اخبار ہو کہ سودخورہ جو مال بڑھانا چاہتا ہو اسکے ساتھ اسکے خبیث اعتقاد کے برعکس معاملہ کیا جاتا ہو اور یہ ایسا ہو جیسے امام احمد نے فروخؒ سے جو عثمان کے آزاد کیے ہوے غلام تھے روایت کی کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک روز اپنی خلافت مین مسجد سے نکلکر آئے تو دیکھا کہ اناج کا ڈھیر لگا یا گیا ہو فرمایا کہ یہ اناج کیسا ہو تو لوگون نے کہا کہ ہمارے واسطے لایا گیا ہو فرمایا کہ اللہ تعالے برکت دے اس مین اور اسکے لانے والے مین تو عرض کیا گیا کہ اے امیر المومنین اسکے لانے والے نے احتکار کیا تھا

فرمایاکہ کسنے احتکار کیا تھا بولے کہ فروخ رحؒنے جو عثمان کے آزاد کیے ہوے ہین اور فلان شخص نے جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا ہی پس عمرؓ نے دونون کو بلوایا اور فرمایا
کہ تمکو کس بات نے احتکار پر آمادہ کیا تھا کہ تمنے مسلمانون کے طعام کو احتکار کیا تو دونون نے عرض کیا کہ ای امیرالمومنین ہم اپنے مالون سے خریدتے
اور بیچتے ہین تو عمرؓ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہی کہ آپ فرماتے تھے کہ جسنے مسلمانون پر انکے طعام کو احتکار کیا تو اللہ تعالے اس کو
ماریگا افلاس کی یا جذام کی۔ اور ابن ماجہ کی روایت مین ہی کہ افلاس کی اور جذام کی پس فروخ نے یہ سُنکر کہا کہ مین اللہ تعالے سے عہد کرتا ہون
اور تم سے عہد کرتا ہون کہ مین اب کبھی طعام مین ایسا نہ کرونگا اور رہا دوسرا شخص جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا تھا اسکا قول یہ رہا کہ ہم اپنے مالون سے
خریدتے اور بیچتے ہین ابو یحییٰ راوی اس حدیث کے کہتے ہین کہ واللہ مین نے دوسرے کو جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا تھا دیکھا کہ مجذوم ہو گیا تھا۔ قال المترجم
بالاتفاق مشاہدہ ہو رہا ہی کہ ہر سود خورہ دنیا مین اپنے مال سے محروم رہتا ہی اور نہایت خبیث طور سے زندگی بسر کر کے مرجاتا ہی اور آخر کو وہ مال برباد ہوجاتا
ہی بخلاف ان نیکوکارون کے مال کے جو اپنے مالون کو حلال طور سے کماتے اور اسکی زکوٰۃ دیتے رہتے ہین کہ اللہ تعالے اسکو دنیا و آخرت
مین خوب بڑھاتا ہی۔ اور معالم مین قولہ تعالے یمحق اللہ الربوا کی تفسیر مین مذکور ہی کہ اللہ تعالے اس مال کو جس مین بیاج شامل ہوا ہی ہلاک کر دیتا ہی اور
اسکی برکت دور کر دیتا ہی اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ یمحق اللہ الربوا یعنے سود خورہ سے قبول نہین کرتا نہ صدقہ اور نہ جہاد اور نہ
حج اور نہ صلہ رحم۔ یعنے کوئی خیر کا خرچ اس سے قبول نہین کرتا ہی وقال المترجم اور بیان کیا گیا ہی کہ سود کا کھانا و کپڑا سود خورہ کی نماز و روزہ کو
بھی کھو دیتا ہی کہ اس سے وہ بھی قبول نہین ہوتا ہی واللہ اعلم۔ وقال تعالے ویربی الصدقات تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ یربی بضم یا و تخفیف
از اربا یربی یعنے باب افعال سے پڑھا گیا یعنے آنکہ اسکو بڑھاتا ہی اور بڑھاور یعنے نمود یتا ہی اور ایک قرأۃ مین بتشدید بای موحدہ از تربیہ
یعنے باب تفعیل سے آیا ہی جیسا کہ بخاری نے ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایک چھوہارے کے برابر
پاک کمائی سے صدقہ دیا اور حال یہ ہی کہ اللہ تعالے قبول نہین کرتا مگر پاک ہی کو تو اللہ تعالی اس صدقہ کو اپنے دائین ہاتھ مین قبول فرماتا ہی پھر
اسکو تربیت فرماتا ہی اس شخص صدقہ دینے والے کے لیے جیسے تم مین سے کوئی اپنا گھوڑے کا بچہ پالتا ہی یہانتک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔
رواہ مسلم والبیہقی والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم واحمد وابن جریر اور روایت امام احمد کی جو ابوہریرہ و عائشہؓ سے ہی اسمین یہ بھی ہی کہ یہانتک
کہ وہ چھوہارا یا لقمہ اللہ تعالے کی پرورش مین مثل اُحد پہاڑ کے ہوجاتا ہی اور ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہی قال المترجم۔ اللہ تعالی کا دائین
ہاتھ مین لینا کنایہ اسکے فضل سے ہی اور اولی یہ ہی کہ اسکی تاویل نہ کیجاوے باوجود یقین اس امر کے کہ اللہ عزوجل ایسے ہاتھ وغیرہ سے جو کسی مخلوق کے
ہین پاک اور منزہ ہی۔ قولہ تعالے واللہ لا یحب کل کفار اثیم۔ یعنے نہین دوست رکھتا ہی دل کے کفور کو اور قول و فعل کے اثیم کو۔ اور دوست رکھنے
مراد اسکا لازم ہی ای اسکو عذاب دیتا ہی اور اس صفت کے ساتھ اس آیہ کریمہ کا خاتمہ با این مناسبت ہی کہ سود خورہ اس قسمت پر راضی نہوا جو اللہ
تعالے نے اسکے واسطے حلال سے مقدر کیا تھا اور مباح کمائی کی راہ پر اکتفا نہ کیا پس اسنے طرح طرح کی خبیث کمائیون سے لوگون کے
مالون کو باطل وجہ پر کھانا شروع کیا پس اسنے نعمت حق سے کفران کیا اور افعال خبیثہ سے فاجر گنہگار رہا پھر اسکے بعد اللہ تعالے نے عادات
قرآن کے موافق ان لوگون کے ثواب کو ذکر فرمایا جو ایمان لائے اور نیک کام کیے لقولہ ان الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت الآیۃ۔ پس ظاہر یہ ہی
کہ علی العموم اہل ایمان مراد ہین اور مدارک مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ مراد وہ لوگ ہین جو ربوا کے حرام ہونے پر ایمان لائے یعنے اور جو لوگ کہ اس امر پر ایمان لائے
کہ ربوا حرام ہی اور انھون نے نیک کام کیے الخ۔ اور اولی یہ ہی کہ الذین آمنوا سے عام مراد رکھی جاوے کیونکہ اس مین مومنین کے حق مین مدح زائد ہی
اور ربوا کے حرام ہونے کا اعتقاد کل مومنین کو خود حاصل ہی اور صلوٰۃ و زکوٰۃ کو بخصوص بیان فرمایا کہ اگرچہ صالحات مین یہ بھی شامل ہے تو

صلوٰۃ کو اس وجہ سے کہ وہ افضل صالحات ہی اور زکوٰۃ کو اس وجہ سے کہ سیاق در باب مال ہی اور زکوٰۃ اخراج مال کا بتمنائے رضائے حق عزوجل ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آیہ کریمہ مین ثواب مذکور جو بمنزلہ اس قول کے ہی لہم الجنۃ عند ربہم یہ ثواب بعد ایمان کے ان اعمال صالحہ کے ہونے کے ساتھ مذکور ہی یعنے ایمان لائے اور نیک کام کیے و نماز و زکوٰۃ ادا کی انکے واسطے جنت ہی حالانکہ اگر کوئی شخص بالغ ہوا اور حالیکہ وہ اللہ تعالے پر ایمان لایا اور ہنوز کسی نماز کا وقت یا زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت نہ گذرا تھا کہ وہ مرگیا تو بالاتفاق وہ اہل ثواب مین سے ہی اور ایسے ہی ایک شخص ایمان لایا اور ایمان کی خوشی مین اسکو شادی مرگ ہوگئی کوئی نماز و روزہ وغیرہ نہین کرنے پایا تو وہ اہل ثواب مین سے ہی پس ثابت ہوا کہ ثواب حاصل ہونا اعمال کے پائے جانے پر موقوف نہین ہی پھر جو ایمان کے ساتھ اعمال مذکور ہین انکے ذکر مین کیا حکمت ہی تو جواب یہ ہی کہ اللہ تعالے نے ان نیک خصلتون کو اسواسطے نہین ذکر کیا ہی کہ ثواب کا استحقاق انپر مشروط ہی بلکہ اس بیان کے واسطے کہ ان افعال حمیدہ کو بھی ثواب و رضائے الٰہی حاصل کرنے مین دخل ہی یعنے آنکہ یہ علامات ثواب کے ہین بالجملہ اس سے بیان ان کی اطاعت کا ہی اور یہ غرض نہین کہ ثواب اس پر مشروط ہی۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہ گیا سود اگر تم یقین والے ہو پھر

لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ج وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ

اگر نہین کرتے تو خبردار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اسکے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمکو پہونچتے ہین اصل

أَمْوَالِكُمْ ج لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۝ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ط

مال تمہارے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر اور اگر ایک شخص ہو تنگی والا تو فرصت دینی چاہیے جب تک کشایش پاوے

وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ

اور اگر خیرات کرو تو تمہارے لیے بہتر ہی اگر تم کو سمجھ ہو اور ڈرتے رہو اُس دن سے جس مین اُلٹے پھر جاؤ گے

إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

اللہ کے پاس پھر پورا ملے گا ہر شخص کو جو اسنے کمایا ہی اور اُن پر کچھ ظلم نہین کیا جائے گا

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا - اترکوا - مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ صادقین فی ایمانکم فان من شان المومنین امتثال امر اللہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور مابقی بیاج کو چھوڑو اگر تم مومن ہو ف یعنے اگر تم اپنے ایمان مین سچے ہو کیونکہ مومن کی شان سے یہ بات ہی کہ حکم الٰہی کا بجا لانے والا ہو۔ نزلت لما طالب بعض الصحابۃ بعد النہی ربوا کان لہ قبل۔ روایت ہی کہ بعضے صحابہ نے ربوا سے ممانعت ہوجانے کے بعد اپنا کچھ سود جو ممانعت سے پہلے کا چڑھا تھا طلب کیا تب یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ بیاج چھوڑ دو۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا - ما امرتم بہ پھر اگر تم نہ کروگے ف یہ کام جسکا تمکو حکم کیا گیا ہی۔ فَأْذَنُوا اعلموا۔ بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لکم فیہ تہدید شدید لہم ولما نزلت قالوا لا یدلنا بحربہ۔ تو اللہ تعالی و اسکے رسول کے ساتھ لڑائی کا اشتہار ہو ف اس مین انکو تہدید شدید ہی اور جب یہ آیت اتری تو بولے کہ ہمکو اللہ تعالے سے لڑنے کی طاقت نہین ہی وَإِنْ تُبْتُمْ رجعتم عنہ اور اگر تمنے توبہ کی یعنے تمنے اس سے رجوع کیا اور بات مان لی۔ فَلَكُمْ رُءُوسُ - اصول - أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ

بزیادۃ سود۔ وَلَا تُظْلَمُونَ۔ بنقص تو تمھارے لیے راس المال یعنی اصل مال ہی نہ تم ظلم کرو اور نہ ظلم کیے جاؤ۔ ف یعنے نہ تم کسی پر ظلم کرو زیادہ لینے مین کہ وہ سود ہو اور نہ تمپر ظلم کیا جائیگا کہ تمکو اپنے اصل مال سے خواہ مخواہ کمی نہین لائی جائیگی۔ وَإِنْ كَانَ۔ وقع غریم۔ ذُو عُسْرَةٍ۔ اور اگر واقع ہوا قرضدار تنگدست یعنی اصل مال لینے مین بھی اگر بالفعل قرضدار تنگدست ہو تو حکم دیا کہ۔ فَنَظِرَةٌ۔ لہ ای علیکم تاخیرہ۔ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ۔ بفتح السین وضمہا ای وقت یسرہ۔ پس انتظار ہو یعنے اس قرضدار مذکور کے لیے تمپر تاخیر دینا واجب ہو تا میسرہ یعنے تا وقت اسکی آسانی وکشائش کے یعنے اسکی فراخی ودسترس تک انتظار ومہلت دو۔ اور لفظ میسرہ ظرف زمان ہی اکثرون کی قراۃ مین بفتح سین مہملہ اور نافع کی قراۃ مین بضم سین ہی مانند مقبرہ بفتح بار موحدہ ومقبرہ بضم بار موحدہ کے وَأَن تَصَدَّقُوا۔ بالتشدید علی ادغام التاء فی الاصل فی الصاد وبالتخفیف علی حذفہا ای تتصدقوا علی المعسر بالابراء۔ اکثرون کی قراۃ مین تصدقوا بتشدید صاد ودال ہی بنابرینکہ اصل مین تتصدقوا تھا تا کو صاد کرکے بعد حذف حرکت کے صاد مین ادغام کردیا اور عاصم کی قراۃ مین بلا تشدید صاد کے بنابرینکہ تا کو حذف کردیا اور معنے یہ ہین کہ صدقہ کردینا تمھارا تنگدست پر اصل مال بھی باین طور کہ اسکو اپنے اصلی قرضہ سے بھی بری کردو تو یہ۔ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ تمھارے لیے بہتر ہی۔ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ انہ خیر فافعلوہ۔ اگر تم جانتے ہو ف اس بات کو کہ تنگدست کو بری کرنا بہتر ہی تو ایسا کرو۔ وفی الحدیث من انظر معسرا او وضع عنہ اظلہ اللہ فی ظلہ یوم لاظل الاظلہ رواہ مسلم اور حدیث مین آیا ہی کہ جسنے تاخیر ومہلت دی اپنے قرضدار تنگدست کو یا اُتار دیا اسکے ذمہ سے تو اللہ تعالے اسکو اپنے سایہ مین لے لیگا اس روز کہ سوائے اللہ تعالے کے سایہ کے سایہ ہی نہوگا رواہ مسلم فی صحیحہ (معاف کردیا ۱۲)۔ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ۔ بالبناء للمفعول تردون وللفاعل تصیرون۔ یعنے اکثرون کی قراۃ بصیغہ مجہول ہی بمعنے تردون یعنے پھیرے جاؤگے اور ابو عمرو کی قراۃ بصیغہ معروف ہی بمعنے پھر جاؤگے۔ فِيهِ إِلَى اللَّهِ۔ ہو یوم القیامہ۔ اور ڈرو ایسے دن کو کہ جس مین پھیرے جاؤگے یا لوٹ جاؤگے اللہ تعالے کی طرف اور وہ قیامت کا روز ہی۔ ثُمَّ تُوَفَّىٰ۔ فیہ۔ كُلُّ نَفْسٍ۔ جزاء۔ مَّا كَسَبَتْ۔ عملت من خیر وشر۔ پھر پورا دیا جائیگا اس دن ہر نفس جزاء اس چیز کی جو اسنے کمایا ہی۔ یعنے دنیا مین عمل کیا ہی بھلائی وبرائی سے ف پس نیکی کرو اور بدی سے بچو۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ بنقص حسنۃ او زیادۃ سیئۃ۔ اور یہ لوگ کچھ ظلم نہ کیے جاوینگے ف باین طور کہ کوئی نیکی کم کیجاوے یا کوئی بدی بڑھائی جاوے۔ معالم مین مذکور ہی کہ سدی رح نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی عباس بن عبد المطلب رض و خالد بن الولید کے حق مین اور زمانۂ جاہلیت مین دونون شریک تھے کہ بنی عمرو بن عمیر کے لوگون کو قبیلہ ثقیف مین سود پر قرض دیتے پھر اسلام کا زمانہ ہوگیا اور ان دونون کا سود کا مال بہت بڑا تھا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ زید بن اسلم وابن جریج ومقاتل بن حیان وسدی رحمہم اللہ نے ذکر کیا کہ یہ سیاق نازل ہوا قبیلہ ثقیف کے بنی عمرو بن عمیر اور مخزوم کے بنی مغیرہ کے حق مین کہ ان دونون فریق کے درمیان زمانۂ جاہلیت مین سود جاری تھا پھر جب اسلام آیا اور جب لوگ بعد فتح مکہ کے مسلمان ہوگئے تو ثقیف والون نے مطالبہ کیا کہ اپنا سود لیوین اور بنو مغیرہ نے کہا کہ ہم لوگ زمانۂ اسلام مین اسلام کی کمائی سے سود نہ دینگے پس عتاب بن اسید رض نے جو حضرت صلعم کی طرف سے مکۂ معظمہ مین نائب تھے اس معاملہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا پس یہ آیت نازل ہوئی پس اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ بھیجا۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ پس ان لوگون نے کہا کہ ہم اللہ تعالے سے توبہ کرتے ہین اور جو کچھ سود کا مال باقی ہی سب چھوڑتے ہین اور ہمکو اللہ تعالے سے لڑنے کی طاقت نہین ہی قال المترجم اور معالم مین بھی اسکے مانند مقاتل بن حیان سے مذکور ہی اور بنو عمرو بن عمیر بن عوف الثقفی کے چار بھائی بنام

مسعود و عبد یا لیل و حبیب و ربیعہ بیان کیے اور ذکر کیا کہ انھون نے بنو مغیرہ قبیلہ مخزوم سے اپنا سود طلب کیا اور وہ بڑا بھاری مال تھا اور انھون نے انکار کیا کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو مسلمانون سے دور کیا ہی ہم زمانۂ اسلام مین نہین دینگے اور ہر دو فریق نے عتاب بن اسید کے پاس نالش کی جو مکہ مین حضرت صلعم کی طرف سے نائب تھے پھر باقی قصہ ذکر کیا اور شاید یہی باعث ہوا ہو کہ حضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے خطبہ مین فرمایا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے سب سود جو کچھ ہون وہ موضوع ہین یعنے گرا دیے گئے و دور کیے گئے ہین اور پہلا سود زمانۂ جاہلیت کا جس کو مین اپنون کا مال سود دور کرتا ہون وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہی کہ وہ سب کا سب گرا دیا گیا ہی الحدیث۔ بالجملہ معنے آیت کے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ اپنے ایمان والے بندون کو حکم فرماتا ہی کہ اس سے ڈرین اور اسی کا تقوی کرین اور انکو منع فرماتا ہی ہر ایسی چیز سے جو انکو اللہ تعالیٰ کے غضب سے قریب کرے اور اسکی رضامندی سے دور ڈالے پس قولہ اتقوا اللہ ای خوف کرو اللہ تعالےٰ سے اور اپنے افعال پر اسکو حاضر و ناظر جانو اور قولہ وذروا ما بقی من الربوا۔ ای چھوڑ دو تمام وہ مال سود جو ممانعت سے پہلے تمھارے کچھ لینے کے بعد باقی رہگئے ہین اور وہ تمھارے اصل سے بڑھتی و سود ہین اب ممانعت کے بعد ہرگز اس بڑھتی کے مالون کو مت لو۔ قولہ ان کنتم مومنین۔ ای یقین رکھتے ہو جو تمھارے واسطے شروع کیا ہی کہ بیع حلال ہی اور ربوا حرام ہی وغیر ذلک۔ اور یہان حرف ان شرطیہ مین تامل کیا گیا کہ یہ شک کے واسطے مستعمل ہوتا ہی حالانکہ یہ لوگ مومنین تھے اور انکو کچھ شک نہ تھا تو معالم مین کہا کہ ان بمعنے اذ ہی ای جبکہ تم مومن ہو اور ابن عطیہؒ نے اسکو پسند نہ کیا کیونکہ لغت مین اسکا نشان نہین ہی اور مفسرؒ نے ان کو اپنے معنے پر لیا اور مومنین کو بمعنے صادقین فی الایمان لیا ہی ای اگر تم اپنے ایمان مین سچے ہو تو باقی سود چھوڑ دو کیونکہ سود کو اللہ تعالےٰ نے حرام کیا ہی اور سچائی والے کی پہچان یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرے اور مترجم کے نزدیک اولی یہ ہی کہ ان یہان جوش دلانے اور آمادہ کرنے کے واسطے لیا جاوے جیسے کوئی اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر ہمارے بیٹے ہو تو یہ کام تو کر لاؤ اور وجہ یہ ہی کہ ان لوگون کو اگرچہ سود کا حرام ہونا معلوم تھا مگر آیندہ کے واسطے سمجھے تھے بدین قرینہ کہ فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتہی فلہ ما سلف۔ اور ما سلف مین وہ باقی رہا ہوا سود بھی سمجھے تھے پس انکو تنبیہ کردی اور تہدید اسواسطے کہ مخاصمت اسکے مطالبہ مین ہو چکی تھی۔ واللہ اعلم۔ اسیواسطے فرمایا۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ اس مین انکو تہدید کردی اور حکم عام ہی پس ہر ایسے شخص کے واسطے سخت و شدید تہدید ہو گئی جو بعد ممانعت کے سود خواری کو برتتے جاتا ہی اور برابر سود کھائے جاتا ہی اور ایک قراءۃ مین فاذنوا بمد و کسر ذال معجمہ بروزن آمنوا بھی پڑھا گیا اور معنے اسکے یہ ہونگے کہ اعلموا بالحرب۔ ای آگاہ کرو غیر کو اللہ ورسول کی لڑائی سے اپنے ساتھ۔ اور مشہور قراءۃ بفتح ذال معجمہ و قصر ہمزہ ہی اور معنے اسکے یہ ہین کہ تم جانو اور یقین کرو اور ایسا ہی ابن عباس سے روایت ہی کہ قولہ۔ فاذنوا بحرب ای استیقنوا بحرب اور نیز ابن عباسؓ سے روایت ہوا کہ بیاج کھانے والے سے کہا جائیگا قیامت کے روز کہ لڑائی کے واسطے اپنے ہتھیار اٹھا پھر ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے اس آیت مین روایت کی یعنے پھر جو شخص سود خواری پر اڑا رہے اس سے الگ نہو تو مسلمانون کے سردار کو واجب ہی کہ اس سے توبہ کراوے پھر اگر وہ توبہ کر کے الگ ہوا تو خیر ورنہ اسکی گردن مار دے۔ اور حسن بصری وابن سیرین رحمہما اللہ تعالےٰ سے روایت ہی کہ دونون نے فرمایا تھا کہ واللہ یہ صیارفہ لوگ ضرور بیاج کھانے والے ہین اور انھون نے آگاہی لی اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول سے لڑائی کی اور اگر لوگون پر کوئی امام عادل ہوتا تو انسے توبہ کراتا پھر اگر توبہ کرتے تو خیر ورنہ انکو قتل کرتا رواہ ابن ابی حاتم اور ربیع بن انس سے روایت ہی کہ اللہ تعالےٰ نے سود کھانے والے کو قتل کی وعید فرمائی ہی رواہ ابن جریر اور ان اقوال مین توفیق اسطرح ہی کہ اللہ تعالےٰ سے لڑائی یون ہی کہ اللہ تعالےٰ ان کو آگ مین ڈال دیگا اور رسول اللہ صلی اللہ

ف یعنے اسوقت مین بعضے لوگ ناجائز طور پر صرافی کرتے تھے یعنے سونا چاندی و روپیہ و اشرفی کے بیع کرنے مین بیاج کا برتاؤ کرتے تھے ۱۲ منہ

علیہ وسلم سے لڑائی یہ ہے کہ انپر بلوا چلائی جاوے اور یہی ان علماء بیان کا قول ہے جنھون نے معانی قرآن مین باعتبار لغت و محاورۂ زبان کے گفتگو کی ہے مثل ابو عبیدہ و زجاج وغیرہم کے اور اسی سے امام رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرین تو ظاہر آیت کا مقتضا یہ ہے کہ ان سے لڑائی کیجاوے - بالجملہ اس مین کسی کا خلاف نہین ہے کہ بیاج کھانا کبیرہ گناہ ہے - اور ہندوستان مین جو بہتیرے جاہل لوگ کہتے ہین کہ انگریزون و ہندوؤن سے بیاج لینا جائز ہے یہ محض جہالت ہے عوام بھائی مسلمانون کو اس پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیئے ہرگز جائز نہین ہے اور جو لوگ ایسا کہتے ہین وہ کمبخت اپنی عاقبت خراب کرتے ہین - قولہ وان تبتم فلكم رؤس اموالكم لا تظلمون ولا تظلمون - یعنے اور اگر تمنے باقی سود مانگنے اور اسکے ارتکاب سے توبہ کی تو تمھارے واسطے تمھارے اصل مال واجب ہین تم خود ظلم نہ کرو اور بڑھتی مت مانگو اور تمپر بھی ظلم نہوگا کہ اصل مال نہ دیا جاوے پس اللہ عزوجل نے وہ تمام سود جو لوگون نے ممانعت سے پہلے لیے تھے انکے واسطے روا رکھے یعنے یہ نہین حکم دیا کہ پہلے جس نے جو سود لیا ہے اگر وہ اصل مال کے برابر پہونچ گیا تو اب اصل مال مین سے کچھ نہین چاہیئے وہ وضع ہوگیا جیسے کہ اب شرع مین حکم ہے کہ اگر مرتہن نے مال رہن سے کچھ حاصلات وصول کی اور وہ مال قرض کے برابر اسکو مل گئی تو قرضہ ادا ہوگیا اور راہن کو رہن واپس کرے اور وہ قرضہ سے بری ہوا اور اس سے دلیل نکلتی ہے کہ اسلام سے پہلے جو احکام گذر چکے وہ ثابت ہین مانند اسکے کہ ایک کافر مسلمان ہوا اور حالت کفر مین اسنے بیاج سے مال جمع کیا ہے تو اُمید ہے کہ وہ عفو ہوگا - اور منجملہ ظلم کے یہ ہے کہ قرضخواہ اپنے قرضدار مفلس کو تنگ کرے بغرض انتفاع اور یہ بھی ظلم ہے کہ قرضدار کو دسترس ہو اور وہ مال ادا نہ کرے اسیواسطے حدیث صحیح مین ہے کہ دسترس والے کا قرض ادا کرنے مین درنگی کرنا ظلم ہے اور معالم مین مذکور ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو سود چاہنے والون نے کہا کہ ہم توبہ کرتے ہین ہمکو اللہ تعالیٰ سے اور اسکے رسول سے لڑنے کی طاقت کہان ہے پس سود چھوڑا اور اصل مال کے طالب ہوے تب قرضدارون نے کہا کہ ہم تنگدست ہین ہمکو حاصلات آنے تک مہلت دو مگر اُنھون نے نہ مانا تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا - فان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة - اور بعض قراءۃ مین ذا عسرۃ - اور بعض قراءۃ مین - فان كان معسرا بھی آیا ہے پس کان ناقصہ ہے - ای فان کان ہذا المطلوب او المدیون ذا عسرۃ او معسرا - اور بنابر مشہور قراءۃ کے اوجہ یہ ہے کہ کان تامہ ہے بمعنے وقع یا حصل کے - یعنے اگر قرضدار تنگدست ہو تو آسانی تک مہلت ہے پھر جمہور کے نزدیک یہ آیت عام ہے ہر قرضدار کے واسطے کہ جب وہ تنگدست ہے تو اسکو مہلت دیجاوے اور یہ تاخیر واجب ہے کیونکہ نظرۃ مرفوع ہے اور رفع کی سبیل وجوب ہے كما ذكره المفسر فی الاتقان اور سراج مین مذکور ہے کہ آیت مین دلیل ہے کہ اگر قرضخواہ نے قرضدار پر نالش کی اور اسنے کہا کہ مین تنگدست ہون تو قید نہین کیا جائیگا رہا یہ کہ اسکا دعویٰ کہ مین تنگدست ہون ان مین گواہ کی ضرورت ہے یا نہین تو اس مین دو صورتین مین دیکھا جاوے کہ اگر یہ قرضہ کسی چیز کا عوض ہے مثلاً کوئی چیز فروخت کی جسکے دام ہین یا کچھ نقد دیا ہے جسکا عوض اسی کی مثل چاہیئے ہے تو اپنی تنگدستی کے دعوے پر گواہ لاوے اور اگر یہ قرضہ اسپر بغیر عوض چڑھا ہے مثلاً ضمانت کا مال ہے یا کسی کی چیز تلف کردی ہے یا مال مہر ہے تو قسم سے اسکا قول ہی قبول ہوگا اور قرضخواہ پر گواہ دینا چاہیئے کہ اس قرضدار پاس مال ہے یہ تنگدست نہین ہے - یہ سب اس صورت مین ہے کہ حاکم کے یہان نالش ہو ورنہ بہت ثواب تو یہ ہے کہ قرضخواہ خود اسکو مہلت دیدے جبکہ وہ تنگدستی کا عذر کرتا ہے اور اس بارہ مین بہت سی صحیح حدیثین آئی ہین ازانجملہ ایک مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اور امام احمد نے بریدہؓ سے روایت کی کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جسنے تنگدست کو مہلت دی اُسکے لیے ہر روز اپنے قرضہ کے برابر مال صدقہ کا ثواب ہے الحدیث اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ ابو قتادہؓ کا ایک شخص پر قرضہ تھا اُسکے تقاضا کو آتے اور وہ چھپ جاتا ایک روز آئے تو ایک لڑکا نکلا اس سے پوچھا اُسنے کہا کہ ہان وہ گھر مین خربزہ کھاتا ہے پس آواز دی کہ او فلان شخص نکل آ کہ مجھے خبر مل گئی کہ تو موجود ہے پس وہ نکل آیا

توفرمایا کہ تو مجھسے کیون منھ چھپاتا ہی اسنے کہا کہ مین تنگدست ہون میرے پاس کچھ نہین ہی فرمایا کہ قسم ہی کہ تو تنگدست ہی اسنے کہا کہ ہان واللہ مین تنگدست ہون تو ابو قتادہ ؓ رونے لگے اور تمسک منگوا کر مٹا دیا پھر کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہی کہ جسنے اپنے قرضدار کو مہلت دی یا اس سے محو کردیا تو قیامت کے روز وہ عرش کے سایہ مین ہوگا رواہ احمد و مسلم اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان احادیث کے جمع کرنے مین طول دیا ہی اور اللہ تعالےٰ جسکو توفیق دے اسکے لیے اسی قدر کافی ہی اور یہ سب ثواب عظیم تو فقط اتنی بات کا ہی کہ قرضدار کو مہلت دیدے پھر اس سے بڑھکر ثواب و رضاء حق عزوجل کی طرف ہدایت و ارشاد کیا بقولہ تعالےٰ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ یعنے اگر تم اپنے قرضدار کو بعض مال یا کل مال صدقہ دیدو تو مہلت دینے سے بھی بڑھکر بہتر ہی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے بندون کو نصیحت کی اور یاد دلایا اور چونکایا کہ دینا اور اس کا مال سب فنا ہونے والا ہی اور آخرت سامنے چلی آتی ہی اور قیامت کا ہولناک دن سامنے ہی اور اس کی طرف ہر دم چلے جا رہے ہو اس مین ہر بھلے برے کام کا حساب ہی اور ثواب اللہ تعالےٰ کا نہایت خوب اور عذاب اسکا نہایت سخت ہی قال تعالےٰ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون۔ یعنے ڈرو اس ہولناک دن سے یعنے قیامت سے جس مین لوٹائے جاؤگے خواہ مخواہ اللہ تعالےٰ کیطرف پھر پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو بدلا اسکا جو اسنے بھلا یا برا کمایا ہی اور انپر کچھ ظلم نہوگا۔ یعنے یہ نہوگا کہ کوئی نیکی گھٹا دی جاوے اور اس کا ثواب نہ ملے یا کوئی بدی ناحق بڑھا دی جاوے کہ اسکا عذاب دیا جاوے اور یہ جو صحیح حدیث مین مضمون ہی کہ بعضے گنہگار مسلمانون سے جو ایمان مین سچے مضبوط تھے پہاڑ برابر گناہ اتار کر ایسے کافر بدکارون پر رکھے جاوینگے جو اللہ عزوجل کی شان مین نہایت گستاخ باتین کہتے تھے مانند اس کے کہ اسکا بیٹا بتاتے اور اسکی آیات سے ٹھٹھول کرتے تھے تو یہ مضمون برحق ہی اور یہ درحقیقت دونون کے اعمال کی جزا ہی جو جس کا مستحق تھا اس کو وہ پہونچ گیا اور کسی پر ظلم نہین ہوا۔ جاننا چاہیئے کہ صحیح روایات سے ثابت ہوا ہی کہ تمام قرآن مین آخر آیہ جو اتری وہ یہی قولہ تعالیٰ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون۔ ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکے نازل ہونے کے بعد نو راتین زندہ رہے پھر ربیع الاول مین دوشنبہ کے روز دن چھپے اس دار فانی سے رحلت فرما ہوئے رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور آخر آیہ ہونا تو نسائی و ابن جریر وغیرہم نے باسانید صحیحہ روایت کیا ہی **ف ۲۰** عرائس البیان مین شیخ نے ذکر کیا کہ قولہ تعالےٰ وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ۔ لوگون کو ادب سکھلایا کہ اپنے ناداروں سے وہ برتاؤ کرو جو اللہ عزوجل اپنے ایسے بندون سے اپنے کرم و رحمت سے برتاؤ کرتا ہی جنکے پاس سامان طاعت کچھ نہین اور معصیت سے شکستہ حال ہین اور یہ اللہ عزوجل کی کمال شفقت ہی جو اسکو بندون کے حال پر ہی کیونکہ قرضخواہون کو حکم دیدیا کہ قرضدارون کو اپنے مجازی حقوق مین مہلت و تاخیر دین اور اس مین اشارہ کیا کہ اللہ عزوجل حقیقی حقوق مین جو بندون پر واجب ہین اور انکے ادا کرنے مین بندون نے قصور کیا ہی عفو فرمائیگا اور درگزر کرے گا **قال المترجم** یعنے جن لوگون نے قرضدار کو قرضہ سے بالکل بری کردیا اور اسکو ہبہ کردیا وہ اُمیدوار ہین کہ او تعالےٰ انکے اوپر اپنے حقوق واجبہ سے جن مین قصور ہوا ہی عفو فرماوے اور ہبہ کرے اور ابن عباس ؓ نے مرفوعا روایت کی کہ جسنے قرضدار کو اسکی کشایش حاصل ہونے تک مہلت دی اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہون مین توبہ تک مہلت دیگا رواہ الطبرانی۔ اور حق یہ ہی کہ اللہ عزوجل کی طرف سے بالکل عفو ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ اور حضرت حذیفہ ؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے بندون مین سے ایک بندہ قیامت مین اللہ عزوجل کے پاس آویگا اور اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ تونے دنیا مین میرے واسطے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ ای پروردگار مین نے دنیا مین ذرہ برابر بھی تیرے واسطے کوئی کام نہین کیا جس سے مجھے تیری حضور مین اُمید لگانے کا موقع ہو یہی بات اُس بندہ سے تین بار مکرر کہی جائیگی اور وہ یہی جواب دے گا آخر

بار مین عرض کریگا کہ ای پروردگار تونے مجھے اپنے فضل سے بڑھتی مال دیا تھا اور مین لوگون کے ساتھ خرید فروخت کیا کرتا تھا اور میری عادت
تھی کہ درگذر کیا کرتا تھا پس جو شخص آسودہ حال ہوتا اُسپر آسانی کرتا اور جو تنگدست ہوتا اسکو مہلت دیتا تھا پس اللہ عزوجل فرماوے گا کہ مین زیادہ
سزاوار ہون کہ آسانی دون پس تو جنت مین داخل ہو رواہ ابو یعلی الموصلی والبخاری ومسلم وابن ماجہ اور امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مین اسکی روایت
عقبہ بن عامرؓ اور ابو مسعود بدریؓ سے بھی بیان کی اور امام احمدؒ نے بھی اسکو روایت کیا ہی قولہ واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ الآیۃ ای
فیصلہ ہونے کے دن کہ وہ روز قیامت ہی حیا وخجالت کے مقام مین ایسے مالک ذوالجلال والاکرام کے سامنے کھڑے ہونے سے خوف کرو
جو استدراج والون کو اپنے مشاہدہ سے محروم فرماکر جہنم مین بھیجدے گا اور جو خاص بندے اسکے اولیاء ہین انکو اس امر پر عتاب کریگا کہ بُرے
خطرے واشارات تمھارے دلون مین کیون آئے - اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عوام کے واسطے اس آیت سے ترہیب ہی اور خواص
کے واسطے قولہ وایای فاتقون سے ترہیب ہی یعنے مجھی سے ڈرو اور کسی چیز سے مت ڈرو - اور بعض اکابر نے فرمایا کہ جس شخص کو قرآن مجید کے
نصائح وپند سے اثر نہوا تو اسکو قرآن کے سواے اور کسی چیز سے کچھ بھی حاصل نہوگا - اور اس سے بڑھکر کون نصیحت ہی جس سے
اللہ تعالے نے اپنے بندون کو خبر دی ہی کہ اسکی طرف رجوع لاوین پھر جو شخص ایسے خوف وخجالت کے مقام پر ٹھہرنے سے نہین پگھلا
اور ایسی حاضری پر اپنے حال کو دیکھکر نہ رویا اُس مین اور کون نصیحت اثر کریگی اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ جو وقت گذر گیا اگرچہ اس مین
نیکی ہی کیون نکی ہو کچھ قابل اعتماد نہین ہی اور جو آگے آتا ہی اس سے بچاؤ کی دعا کرتے رہنا ضرور ہی کہ آگے آنے والے وقت سے بیخوفی نہین ہو
یہی معنے ہین کہ مرد ایمان دار ہمیشہ خوف واُمید مین اللہ تعالی سے عاجزی کرتا ہی

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ

اے ایمان والو جس وقت معاملہ کرو اودھار کا کسی وعدہ مقررہ تک تو اُسکو لکھو اور چاہیے کہ لکھدے تمھارے درمیان

كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ

کوئی لکھنے والا انصاف سے اور نہ انکار کرے لکھنے والا اس سے کہ لکھدے جیسا سکھلایا اسکو اللہ نے سو وہ لکھدے اور چاہیئے بتادے اسکو جس پر

الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ

حق دینا آیا ہی اور چاہیئے کہ ڈرے اللہ سے جو اسکا رب ہی اور ناقص نہ کرے اس مین سے کچھ پھر اگر وہ شخص جس پر حق دینا آیا ہی بے عقل ہو یا

ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ

ضعیف ہو یا آپ نہین بتا سکتا ہی تو بتادے اسکا اختیار والا انصاف سے اور گواہ کرلو دو گواہ

مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ

اپنے مردون مین سے پھر اگر نہون دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتین جنکو پسند کرتے ہو گواہون مین سے

أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا

کہ اگر بھول جاوے ایک عورت تو یاد دلاوے اسکو وہ دوسری عورت اور نہ انکار کرین گواہ لوگ جب

دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ

بلائے جاوین اور کاہلی نہ کرو اسکو لکھنے سے چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا ہو اسکے وعدہ تک یہ بات خوب انصاف ہی

عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

اللہ تعالےٰ کے نزدیک اور درست رہتی ہی گواہی اور لگتی ہی کہ تمکو شبہہ نہ پڑے مگر ایسی صورت مین کہ سودا ہو روبرو کا

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَ

پھیر بدل کرتے ہو آپس مین تو گناہ نہین تمپر کہ نہ لکھو اس کو اور گواہ کر لو جب آپس مین سودا کرو اور

لَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ

نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ گواہ اور اگر ایسا کرو تو یہ گناہ کی بات ہی تمھارے اندر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سکھاتا ہی تمکو

اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اللہ تعالےٰ اور اللہ تعالےٰ سب چیز سے واقف ہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ - تعاملتم - اے ایمان والو جب تم باہم معاملہ کرو - بِدَيْنٍ - کسلم وقرض دین ادھار مانند بیع سلم اور قرض کے - اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى - معلوم - ایک میعاد معلوم تک - فَاكْتُبُوْهُ - تو اسکو لکھو یعنی بدین غرض کہ وثوق رہے اور جھگڑا دور رہے - وَلْيَكْتُبْ - کتاب الدین اور چاہیے لکھدے ادھار کی تحریر - بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ - بالحق فی کتابتہ لایزید فی المال والاجل ولا ینقص - تمھارے درمیان ایک کاتب بعدل یعنے اپنے لکھنے مین حق پر رہے کہ مال و مدت مین نہ بڑھادے اور نہ گھٹادے - وَلَا يَاْبَ - یمتنع - كَاتِبٌ - من - اَنْ يَّكْتُبَ - اذا دعی الیہا - كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ - ای فضلہ بالکتابۃ فلا یبخل بہا - فَلْيَكْتُبْ - تاکید - اور کاتب انکار نکرے اس سے کہ لکھدے جب لکھنے کو بلایا جاوے جیسے اللہ تعالےٰ نے لکھنا اسکو سکھلادیا یعنے اپنے فضل سے اسکو لکھنا سکھلا دیا ہی پس وہ لکھدے بخل نکرے - وَلْيُمْلِلِ - علی الکاتب - اور بتاتا جاوے کاتب کو الَّذِيْ عَلَيْهِ - وہ شخص جسپر حق دینا آیا ہی - الدین لانہ المشہود علیہ فیقر لیعلم ما علیہ - یعنے جس پر قرضہ دینا آیا ہی اس واسطے کہ یہی وہ شخص ہی جسپر گواہی ہوگی پس وہ اقرار کرتا جاوے تاکہ معلوم ہو کہ اسپر کیا واجب ہوا ہی - وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ - فی املائہ - اور کاتب کو لکھوانے مین اللہ تعالےٰ سے تقوی رکھے - وَلَا يَبْخَسْ - ینقص - مِنْهُ - ای الحق - شَيْـــًٔا - اور حق مین سے کچھ بھی کمی نکرے - فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا - مبذرا - اَوْ ضَعِيْفًا - عن الاملاء لصغر او کبر - پھر اگر وہ شخص جسپر حق آیا ہی سفیہ ہو یعنے فضول خرچ ہو یا ضعیف ہو لکھوانے سے بسبب بچہ ہونے کے یا بسبب بہت بوڑھے ہونیکے - اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ - لخرس او جہل باللغۃ او نحو ذلک - یعنے یا وہ استطاعت نہین رکھتا کہ لکھوائے اس سبب سے کہ مثلا گونگا ہی یا زبان نہین جانتا یا مانند اسکے کوئی سبب ہی تو - فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ - متولی امرہ من والد ووصی وقیم ومترجم - قرضدار کا ولی اسکو عدل کے ساتھ لکھوائے ف ولی سے مراد یہان فقہ کی اصطلاح نہین بلکہ لغوی معنے ہین یعنے وہ شخص جو اسکے کام کا متولی ہو مثلا بچہ ہی یا فضول بربادی کرنے والا ہی تو اسکا باپ لکھوائے یا بہت بوڑھا یا یتیم ہی تو وصی لکھوائے یا گونگا ہی تو باپ یا وصی یا قیم لکھوائے یا زبان نہین جانتا تو مترجم لکھوائے - وَاسْتَشْهِدُوْا - اشہدوا علی الدین اور گواہ کرو قرضہ پر - شَهِيْدَيْنِ - شاہدین - دو گواہ - مِنْ رِّجَالِكُمْ - ای بالغی المسلمین الاحرار - اپنے مسلمانون بالغ آزاد مردون مین سے - فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا - ای الشاہدان - پھر اگر نہون وہ دونون گواہ - رَجُلَيْنِ - دو مرد یعنے دو مرد نہون تو - فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ - یشہدون - گواہ ہو جاوین ایک مرد اور دو عورتین - مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ

الشُّهَدَآءِ۔ لدینہ وعدالتہ یعنے گواہون مین سے پسند کرو بجہت دین دار اور عادل ہونے کے۔ وتعدد النساء لاجل۔ اَنْ تَضِلَّ یعنی اِحْدٰىهُمَا۔ الشہادة لنقص عقلہن وضبطہن۔ اور عورتون کا متعدد ہونا بوجہ اسکے کہ بھول جاوے دونون مین سے ایک عورت گواہی کو بسبب اسکے کہ عورتین عقل مین اور یاد رکھنے مین ناقص ہوتی ہین۔ فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى۔ تو ایک کو دوسری عورت یاد دلاوے۔ تذکر بالتخفیف والتشدید۔ یعنے ابن کثیر و ابو عمرو نے بسکون ذال وتخفیف کاف پڑھا اور باقیون نے بفتح ذال وتشدید کاف پڑھا ہی اور حمزہ رح نے برفع راء پڑھا اور باقیون نے بنصب پڑھا۔ حاصل یہ کہ دونون عورتون کو اسواسطے ایک مرد کی جگہ قائم کیا گیا ہو کہ عورتون کی عقل وحفظ مین نقصان ہوتا ہی پس یاد رکھنے والی عورت دوسری بھول جانے والی کو یاد دلاویگی وجملة الاذکار محل العلة اور یاد دلانے کا جملہ ہی درحقیقت محل علت ہی یعنے اس علت سے دو عورتین ٹھہرائی گئین کہ یاد دلاوے ایک عورت دوسری کو اگر وہ بھول جاوے لیکن ظاہر مین۔ ان تضل۔ علت ہی چنانچہ کہا لاجل ان تضل اسوجہ سے کہ یاد دلانے کا سبب یہی ضلال یعنے بھول جانا ہوتا ہی پس ضلال کو بجاے اذکار کے قرار دیا گیا۔ اور حمزہ رحمہ اللہ کی قراءة مین بکسر ان یعنے ان شرطیہ ہی اور تذکر مرفوع ہی پس یہ جملہ مستانفہ شرط وجواب ہی یعنے اگر ایک بھولے گی تو دوسری عورت اسکو یاد دلاویگی۔ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا۔ زائدة۔ دُعُوْا۔ الی تحمل الشہادة واداءہا۔ اور گواہ انکار نہ کرین جب کبھی بلائے جاوین یعنے گواہ ہونے کے لیے یا گواہی ادا کرنے کے لیے جب بلائے جاوین تو انکار نہ کرین یعنے اگر لائق گواہی کے لوگون کو بلایا جاوے کہ تم لوگ اس امر کے گواہ رہو یا جس امر کے گواہ ہوے تھے وہ گواہی ادا کرنے کو بلائے جاوین تو انکار نہ کرین۔ وَلَا تَسْـَٔمُوْا تملوا من۔ اَنْ تَكْتُبُوْهُ۔ ای ما شہدتم علیہ من الحق لکثرة وقوع ذلک۔ اور تم لوگ ملال اگین نہو جیو اس بات سے کہ تم اسکو لکھو یعنے اس چیز کو جسپر تم گواہ ہوے اور یہ ملال بوجہ اسکے کہ ایسا کثرت سے واقع ہوتا ہی یعنے اسکی کثرت وقوع کی وجہ سے تمھین ملال نہو کہ اسکو لکھو۔ صَغِيْرًا کان۔ اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ۔ اسکی میعاد آنے تک صغیر ہو یا کبیر قلیل ہو یا کثیر ذٰلِكُمْ ای الکتب بہ لکنہا اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ اعدل بہت عمل ہی اللہ تعالی کے نزدیک وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ ای اعون علی اقامتہا لانہ یذکرہا۔ اور بہت مددگار ہی گواہی کے قائم کرنے پر کیونکہ یہ تحریر اس گواہی کو یاد دلاوے گی۔ وَاَدْنٰٓى۔ اقرب الی۔ اَلَّا تَرْتَابُوْٓا۔ تشکوا فی قدر الحق والاجل۔ اور زیادہ نزدیک ہی اس امر سے کہ تم لوگ شک مین نہ پڑو یعنے اودھار کی مقدار اور میعاد مین تم کو باہم شک ہوکر جھگڑا نہو کیونکہ عمدًا جھگڑا کرنا تو مسلمان کی شان نہین ہی۔ لہذا انکو یہ لکھ لینا ارشاد کردیا تاکہ شیطان تم مین جھگڑے کا موقع نہ پاوے پس ہر چھوٹے وبڑے معاملہ مین جب اودھار ہو حق کی مقدار وقرض کی میعاد ٹھیک ٹھیک لکھکر گواہ کرلو۔ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ۔ تقع۔ تِجَارَةً حَاضِرَةً۔ اور عاصم کی قراءة مین تجارةً حاضرةً بنصب ہی یعنے الا ان یکون التجارة۔ تجارةً حاضرةً۔ تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ۔ تقبضونہا ولا اجل فیہا۔ مگر اس صورت مین جایز نہ لکھو کہ تجارت حاضرہ ہو کہ اسکو وصول کرو ہاتھون ہاتھ۔ اور اسکے ادا کی کوئی مدت نہو۔ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ۔ فی۔ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا والمراد بہا المتجر فیہ۔ پس یہ تمپر گناہ نہین۔ اس بات مین کہ نہ لکھو اسکو اس سے مراد وہ چیز ہی جس مین تجارت واقع ہووے اسلیئے کہ خود تجارت تو مصدر یا فعل ہی اسکا لکھنا نہین ہوسکتا لیکن اس صورت مین یہ مناقشہ ہوسکتا ہی کہ باوجود لین دین کے بائع یا مشتری دعوی کرے کہ مین نے نہین بیچا یا مین نے نہین خریدا لہذا فرمایا۔ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ علیہ فانہ ادفع للاختلاف۔ اور جب تمنے باہم مبایعت کرلی تو اسپر گواہ کرلو یعنے اسواسطے کہ اس سے اختلاف خوب دفع رہتا ہی شیخ سیوطی رح نے کہا کہ یہ حکم اور اگلا حکم دونون استحباب کے ہین یعنے لکھنا اور گواہ کرلینا مستحب ہی واجب نہین ہی۔ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ۔ صاحب الحق ومن علیہ بتحریف او امتناع

عن الشہادۃ او الکتابۃ - لا یُضَارَّ مین معروف ومجہول دونون احتمال ہین معروف بمعنے ضرر نہ دیوے اور مجہول بمعنے ضرر نہ دیا جاوے - پس اگر معروف ہو
تو لا یضارّ در اصل لا یُضَارِر بصیغۂ معروف بکسر راء مہملہ اول ہی اور معنے یہ ہین کہ نہ ضرر دیوے کاتب اور نہ گواہ اس شخص کو جسکا قرضہ چاہیئے اور نہ اسکو
جس پر قرضہ ہی باین طور ضرر نہ دے کہ لکھنے مین یا گواہی دینے مین تحریف کردے یا باین طور کہ لکھنے سے انکار کرے یا گواہی ادا کرنے سے
انکار کرے اور اگر لا یضار در اصل بفتح راء مہملہ اول بصیغۂ مجہول ہو تو معنے یہ ہونگے کہ نہ ضرر دیا جاوے کاتب اور نہ گواہ یعنے نہ ضرر دیوے
ان دونون کو وہ شخص جسکا حق چاہیے ہی باین طور کہ ان دونون سے لکھنے مین اور گواہی ادا کرنے مین وہ بات کہے جو لائق نہین ہی یعنے ایسی بات
لکھنے کو کہے جو لکھنے کے لائق نہین ہی یا گواہ سے ایسی گواہی ادا کرنے کو کہے جو ادا کرنے کے لائق نہین ہی - وَاِنْ تَفْعَلُوْا - ما نہیتم عنہ اور اگر تمنے
وہ بات کی جس سے منع کیے گئے ہو - فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ - خروج عن الطاعۃ لاحق - بِكُمْ - تو یہ فسوق ہی یعنے طاعت سے خروج ہی جو تم کو
لاحق ہی - وَاتَّقُوا اللّٰهَ - فی امرہ ونہیہ - اور ڈرو اللہ سے باین طور کہ اسکے حکم بجا لاؤ اور جس سے منع کیا ہی اس سے باز رہو - وَيُعَلِّمُكُمُ
اللّٰهُ - مصالح امورکم حالانکہ سکھلاتا ہی تمکو اللہ تعالے یعنے تمھارے کامون کی بھلی راہین جس سے تمھارے کار دنیا و آخرت درست ہون ف
یہ آیت کریمہ قرآن مجید مین سب سے طویل آیت ہی اور سعید بن المسیب سے روایت ہی کہ انکو خبر پہونچی کہ عرش کے ساتھ سب سے قریب زمانہ کی جدا ہوئی آیۃ
الدین ہی رواہ ابن جریر اور ظاہر یہ ہی کہ یہ قربت اضافی ہی اور معتمد یہ ہی کہ سب سے آخر نازل ہونے والی آیۃ قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیۃ ہی
اور سب سے آخر نازل ہونے والی اور آیتین بھی مروی ہوئی ہین اور مفسر نے اتقان مین اسکو مفصل مع توفیق نقل کیا ہی اور واضح ہو کہ اس آیت سے ظاہر ہی
کہ اللہ تعالی نے مومنونکے دلون کو متفق رکھنے مین اہتمام مزید کا اشارہ فرمایا کیونکہ جب شیطان ایک دوسرے کے دل مین شک و نفاق ڈالے و
باہم جھگڑا ہو تو پھوٹ ہو جائیگی اور صحابہ رضی اللہ عنہم اگرچہ باہم ایک دل تھے لیکن بھول چوک سب کے ساتھ لگی ہی پس ممکن تھا کہ قرضخواہ یا قرضدار
اپنی بات سے بوجہ بھول کے انکار کر جاوے اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ جب آیۃ الذین اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے
جس شخص نے اپنی بات سے انکار کیا وہ آدم علیہ السلام ہین اللہ تعالے نے جب آدم کو پیدا کیا تو انکی پشت کو مسح فرمایا پس قیامت تک
جو بشر پیدا ہونے والے تھے انکو نکالا اور آدم پر انکی ذریات پیش کی گئی پس آدم نے ان مین ایک مرد کو دیکھا جمال مین بارونق تھا پس عرض کیا کہ اے
پروردگار یہ کون ہی حکم ہوا کہ تیرا بیٹا داؤد ہی عرض کیا کہ پروردگار اسکی عمر کیا ہی فرمایا کہ ساٹھ برس ہی عرض کیا کہ پروردگار اسکی عمر بڑھادے فرمایا کہ نہین مگر
آنکہ تیری عمر مین سے بڑھادون اور آدم کی عمر ایک ہزار برس مقرر ہوئی تھی پس آدم نے اپنی عمر سے چالیس برس بڑھادئے پس آدم پر اسکا ایک
نوشتہ لکھا گیا اور اسپر فرشتے گواہ کیے گئے پھر جب آدم کی وفات کا وقت پہونچا اور موت کے فرشتے آئے تو آدم نے کہا کہ میری عمر کے چالیس
برس باقی رہے ہین تو کہا گیا کہ تونے اپنی عمر سے چالیس برس اپنے بیٹے داؤد کو دیے ہین آدم نے کہا کہ مین نے تو ایسا نہین کیا ہی پس اللہ تعالے
نے آدم پر وہ تحریر ظاہر کی اور فرشتون کی اسپر گواہی واقع ہوئی - رواہ الامام احمد اور دوسری سند سے اس روایت مین اتنا زیادہ ہی کہ پھر
اللہ تعالے نے داؤد کے لیے سو برس اور آدم کے لیے ہزار برس پورے کر دیے قال ابن کثیر - اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے اسکو روایت کیا
اور یہ ضرور ایک غریب حدیث ہی اور اسکا ایک راوی جو علی بن زید بن جدعان ہی اسکی احادیث مین نکارت ہوتی ہی اور حاکم نے اسکو کئی طریقون
سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہی واللہ اعلم - اب یہان سے اس امانت کا حال شروع ہوا جو لوگون مین واقع ہوتی ہی پس فرمایا
یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ - تداین بروزن تفاعل باہم دین کا لین دین کرنا اور دین عرب کے نزدیک وہ عوض ہی جو
غائب ہو اور عین وہ ہی جو حاضر ہو یعنے روبرو ہو - پس اللہ تعالے نے سود کا لین دین حرام کرنے کے بعد سلم اور قرض کا لین دین جائز فرمایا

یعنی ایک طرف سے نقد دیا جاوے اور دوسری طرف سے اودھار ہو اور اس طریق سے بھی مقصود حاصل ہی اسیواسطے بعض علماء نے فرمایا کہ کوئی منفعت ولذت ایسی نہین جو حرام طریقہ سے حاصل ہوئی مگر آنکہ اللہ عزوجل نے اسکی مثل لذت ومنفعت حاصل کرنے کا حلال طریقہ شروع فرمایا ہی اور ابن عباس نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے سود کو حرام فرمایا تو سلم کو مباح کر دیا اور بخاری وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ مین گواہی دیتا ہون کہ بیع سلم جسکے ساتھ میعاد مذکور ہو اللہ تعالےٰ نے اسکو حلال کیا ہی اور یہ آیت پڑھدی۔ اور بیع سلم یہ ہی کہ نقد روپیہ اسوقت دیدیا اور دوسرے سے وہ مال جسکے عوض یہ روپیہ دیا ہی ایک میعاد معلوم پر لینا شرائط کے ساتھ ٹھہرا لیا اور اسکے تمام شرائط ترجمہ فتاوے عالمگیری کی کتاب البیوع باب السلم سے تلاش کرینی چاہئیں اگر کہا جاوے کہ تداین از باب تفاعل ہی اور حقیقت اسکی یہ ہی کہ دونون طرف سے ہو یعنے دونون مین سے ہر ایک کی طرف سے ویسا ہی کا لین دین ہو یعنے مثلاً زید نے عمرو سے سو روپیہ کے کھرے گیہون باوصاف جید فی روپیہ ایک من کے حساب سے بدین وعدہ خریدے کہ تین مہینہ گذرنے پر چوتھے مہینہ کی پہلی تاریخ کو ادا کرے تو تداین کی لفظ کا مقتضا یہ ہی کہ روپیہ بھی ابھی نہ دے قرض رکھے جیسے گیہون دوسرے کے ذمہ قرضہ ہین اور یہی بیع دین بعوض دین ہی اور یہ بالاتفاق باطل ہی تو جواب یہ ہی کہ تداینتم بمعنے تعاملتم ہی یعنے تمنے باہم معاملہ کیا اور اسکو تداینتم سے اسواسطے تعبیر فرمایا کہ اس مین فی الجملہ دین ہونیکا اشعار ہو اور تقدیر کلام یہ ہی کہ اذا تعاملتم بمعاملۃ فیھا دین یعنے جب تم نے باہم ایسا معاملہ کیا جس مین قرضہ ہی اور کہا لین مین ہی کہ عرب والے بولتے ہین کہ تداینتہ یعنے مین نے اس سے مداینت کی جبکہ اودھار معاملہ کیا ہو خواہ دینا اودھار رکھا ہو مثلاً کسی سے کوئی چیز قرض خریدی اور دس روز مین دینے کا وعدہ کیا یا لینا اودھار کیا ہو مثلاً دس روپیہ دیے اور چیز لینا ایک مہینہ کے وعدہ پر ٹھہرا۔ اور یہ ایسا ہی جیسے بایعتہ بولتے ہین یعنے مین نے اس سے مبایعت کی خواہ اسنے تیرے ہاتھ بیچا ہو یا تو نے اسکے ہاتھ فروخت کیا ہو۔ اگر کہا جاوے کہ پھر اس صورت مین اذا تداینتم الی اجل مسمی کافی تھا بدین کا لفظ کیون زیادہ ہوا ہی تو جواب یہ ہی کہ اس واسطے ذکر ہوا تا کہ فاکتبوہ کا مرجع ہو کیونکہ درصورت اسکے نہونے کے فاکتبوا الدین کہنا واجب ہوتا اور اس مین وہ حسن نہتا جو فاکتبوہ برجوع ضمیر مین ہی اور نیز تا کہ یہ وہم نہو کہ دائن نے بطور مکافات اور بدلے کے اسکو دیا ہی اور نیز اس مین خوب ظاہر ہو گیا کہ دین کی دو قسمین ہین ایک دین موجل اور دوسرا دین حال قال المترجم جاننا چاہیئے کہ دین وقرض مین یہی فرق ہی کہ دین تو ہر ایسا اودھار ہی جس مین میعاد ہو اور قرض وہ ہی جس مین میعاد نہو پس مال عین کے بدلے مال دین موجل کو فروخت کرنا سلم ہی اور مال دین کے بدلے مال عین فروخت کرنا اودھار کہلاتا ہی لیکن ان دونون مین مدت ہوتی ہی اور قرض مین مدت نہین ہوتی ہی پس ابن عباس رضی سے اگرچہ روایت ہی کہ یہ آیت بیع سلم کے حق مین اُتری ولیکن بالاتفاق سلم واودھار دونون قسمون کو شامل ہی اور رہا قرض تو نیشاپوری شافعی نے اپنی تفسیر مین تصریح کر دی کہ قرض اس مین شامل نہین چنانچہ کہا کہ بیع عین بعوض دین کے اور اسکے برعکس جو سلم کہلاتی ہی دونون اس آیت کے تحت مین داخل ہین اور رہا قرض تو وہ اس آیت مین داخل نہین ہی اور وہ دین نہین ہی اسواسطے کہ دین مین تو مدت جائز ہوتی ہی اور قرض مین مدت نہین جائز ہی انتہی کلامہ اور یہ جو نیشاپوری نے ذکر کیا ہی یہی امام ابو حنیفہ وامام شافعی کا مذہب ہی جیسا کہ فریقین کی معتبر کتابون سے ظاہر ہوتا ہی پس مفسر رحمہ اللہ نے جو دین کی تفسیر مین (کسلم وقرض) کہا ہی خلاف مذہب شافعیہ کہا ہی اور اسکا جواب یہ ہو سکتا ہی کہ شاید سلم کا عکس مراد لیا ہو کہ سلم تو بیع دین بعوض عین ہی اور عکس اسکا بیع عین بعوض دین ہی اسی کو بسبیل مسامحہ قرض کہدیا ہی اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ شاید مفسر رحمہ اللہ نے بیان اپنے اجتہاد سے قرض بمعنے اصطلاحی کو داخل آیہ کریمہ لیا ہو جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہی اور اس مین مضائقہ نہین کیونکہ مفسر رحمہ اللہ کا بھی بدرجہ اجتہاد ہونا مسلم ہی اور استدلال اسپر اس حدیث مرفوع سے جو ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہان ایک مہمان آیا پس آپ نے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ مین آپ کے واسطے اُس سے

رجب کا چاند دیکھے جانے کی مدت کے وعدے پر آٹا قرض لاؤن تو یہودی مذکور نے کہا کہ مین نہین دیتا ہون مگر اس شرط سے کہ میرے لیے رہن کیکر مضبوطی
کر دین پس مین نبی صلعم کے پاس آیا اور آپ کو اسکے قول کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ ارے مین تو امین آسمان والون کا اور امین زمین والون کا ہون پھر
ہنوز مین آپ کے پاس سے نہین نکلا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی - لاتمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم الآیۃ - رواہ البزار و ابو یعلی کما ذکرہ المفسر
فی الاتقان اور اصل اسکی صحیح مین موجود ہی پس اس حدیث سے ثابت ہو کہ آپ نے آٹا قرض مانگا اور اسکی مدت مقرر کی اور اگر یہ روا نہوتا تو آپ ہرگز
نہین کرتے اور نیز بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقا بصیغہ جزم کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عطاءؒ نے کہا کہ قرض مین اگر مدت لگائی جاوے تو جائز ہو اور نیز
قوی استدلال اسپر آیہ مذکورہ کے عموم سے ہی کہ اس مین سے قرض کی تخصیص نہین ہی فافہم - اگر کہا جاوے کہ کلمہ اذا مفید عموم نہین حالانکہ آیت سے مراد
عموم ہی یعنے کلما تداینتم بدین پس کلما کیون نہین آیا تو جواب دیا گیا کہ اذا اگرچہ مقتضی عموم نہین مگر وہ عموم سے مانع نہین ہو اور یہان دلیل قائم ہوئی
کہ امر کتابت بوجہ عموم ہی ذکرہ فی السراج پھر قولہ الی اجل مسمی مین مسمی بمعنے نام رکھی گئی اسی مدت بیان کر دی گئی اور مراد اس سے معلوم ہی یعنے
مدت معلومہ ہو کہ اسکا اول و آخر ٹھیک طور سے معلوم ہو جس مین جھگڑا نہو سکے اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص بیع سلم
ٹھہراوے چھوہارے لینے مین تو پیمانہ معلوم مین مدت معلومہ تک کے ساتھ ٹھہراوے اور یہی قول جمہور کا ہو اور نیز علما کا قول ہی کہ اگر ادھار کوئی
چیز فروخت کی تو دام دینے کی مدت معلوم مقرر ہو ورنہ بیع فاسد ہی پس انھون نے معلوم ہونے مین یہ شرط کی کہ دنون و مہینون و سال سے
اول و آخر ٹھیک طور پر بیان کر کے مدت مقرر کرے اور یون نہین جائز ہی کہ کھیتی کاٹی جانے یا روندے جانے یا حاجیون کا قافلہ آنے یا ہوا چلنے
یا پانی برسنے کی مدت مقرر کرے یعنے تجھے دام جب دونگا کہ جب ہوا چلے اور ایسی ہی سلم مین بھی یہ نہین جائز ہو اور امام مالکؒ نے اسکو جائز رکھا ہی
اور بعضے متاخرین نے فرق کیا ہی کہ اگر ایسی مدت ہو جو فی الجملہ بھی معلوم نہین جیسے جب آندھی آویگی تب دونگا یا جب ٹیڑیان گرینگی تب دونگا تو
یہ باطل ہو اور جو فی الجملہ معلوم ہی مثلاً کھیتی کاٹی جانا یا عطار کا ملنا یا حاجیون کا قافلہ آنا تو فاسد ہو اور تمام کلام کتاب البیوع ترجمہ عالمگیری سے
تلاش کرو - پھر قولہ فاکتبوہ - کی ضمیر راجع بجانب دین ہی اور گویا کہ اس مین دخل مدت کو ضروری ہو اسیواسطے آگے تجارۃ حاضرۃ مین کتابت کو نہین فرمایا
قال پھر اس مین اختلاف ہو کہ یہ لکھنا و تحریر کرنا واجب ہی یا مستحب ہو پس جمہور کے نزدیک یہ امر واسطے استحباب کے ہو چنانچہ اگر تحریر ترک کی تو مضائقہ
نہین ہو اور بعض نے کہا کہ واجب ہی اور ظاہر صیغہ امر بھی اسپر دلالت کرتا ہو اور یہی قول عطاء و شعبی و ابن جریج و نخعی کا ہی اور اسی کو شیخ ابن جریر
طبری نے اختیار کیا ہو اور ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ امر فقط ارشادی ہی واجب نہین جیسا بعض نے کہا ہی ابن جریج نے فرمایا کہ جو قرض اور معاملہ
کرے اسکو چاہیئے کہ لکھے اور جو بیع کا معاملہ کرے اسکو چاہیئے کہ گواہ کرے اور قتادہ رح نے فرمایا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ ابو سلیمان مرعشی ایک شخص تھا کہ
جسنے کعبؓ کے صحبت سے فیض پایا تھا پس کعب نے ایک روز اپنے شاگردون سے فرمایا کہ بھلا تم کوئی ایسا مظلوم جانتے ہو جسنے اپنے پروردگار سے
دعا مانگی مگر قبول نہوئی تو شاگردون نے عرض کیا کہ یہ کیونکر ہوگا فرمایا کہ ایک شخص نے ایک مدت کے وعدے پر بیع کی مگر نہ گواہ کیے اور نہ تحریر کی
پھر جب اسکا مال ادا کیے جانے کا وقت آیا تو جسپر آتا ہی وہ انکار کر گیا پس حقدار نے دعا کی مگر قبول نہوئی کیونکہ اسنے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی -
قال المترجم اور اس معنے مین حدیث مرفوع موجود ہی - اور یہ قول دلالت کرتا ہی کہ اپنے حق کی حفاظت مین تحریر واجب ہو اور ابو سعید و شعبی و ربیع بن انس و حسن رح
و ابن جریج و ابن زید وغیرہم نے فرمایا کہ یہ پہلے واجب تھا پھر منسوخ ہوا بقولہ تعالے فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ - اور اس پر وہ
حدیث بھی دلیل ہی جس مین ہمسے اگلون کی شرع نقل کی گئی اور ہماری شرع مین مقرر ہوئی اور اس مین نہ لکھوانے نہ گواہ کر لینے پر انکار نہین
کیا گیا اور حدیث یہ ہی کہ ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے ذکر فرمایا کہ ایک مرد نے بنی اسرائیل میں ا سے دوسرے شخص

نبی اسرائیل سے درخواست کی کہ مجھے ہزار دینار قرض دے وہ بولا کہ اچھا گواہون کو لا کہ مین انکو گواہ کرلون اسنے کہا کہ کفی باللہ شہیدا یعنے اللہ تعالے
ہم پر کافی شاہد ہے اسنے کہا کہ کفیل کو لا کہ مین اسکو کفیل کرلون اسنے کہا کہ کفی باللہ کفیلا۔ یعنے اللہ تعالی کافی کفیل ہے وہ بولا کہ تونے سچ کہا پس اسکو
ایک مدت معلومہ کے وعدے پر ہزار دینار قرض دیدیے پس قرض لینے والا دریا کا سفر کر گیا اور جہان گیا وہان اپنا کام پورا کیا پھر سواری ڈھونڈھی
کہ سوار ہوکر دریا سے اپنے وطن کو آوے تاکہ جو میعاد قرار دی تھی اسپر قرضخواہ کو قرض پہونچاوے مگر اسکو جہاز وغیرہ سواری نہ ملی حتی کہ وہ بہت
ہی مضطرب ہوا اور ہر طرح کوشش کی مگر سواری نہ پائی پس اسنے ایک لکڑی لیکر اسکو اندر سے سوراخ کیا اور اس مین ہزار دینار و خط بنام قرضخواہ
بند کرکے اس لکڑی کا منھ مضبوط بند کردیا پھر اسکو سمندر پر لایا اور دعا مانگی کہ میرے پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ مجھ بندے نے فلان بندے سے ہزار
دینار قرض مانگے اسنے مجھسے کفیل مانگا مین نے کہا کہ اللہ تعالے کافی کفیل ہے اور وہ اسپر راضی ہوگیا اور اسنے مجھسے گواہ چاہے مین نے کہا کہ
اللہ تعالے کافی گواہ حاضر و ناظر ہے اور وہ اسپر راضی ہوگیا اور اب مین نے ہرچند کوشش کی کہ کوئی سواری پاؤن کہ اس سے یہ دینار قرض کے
اس شخص کو پہونچاؤن جسنے مجھے دیے تھے مگر مجھے سواری نہ ملی اب مین نے انکو تیری ودیعت مین دیا پھر کہکر دریا مین ڈالدیا حتی کہ وہ دریا مین ڈوب گیا پھر
خود لوٹ گیا اور وہ اسی فکر مین تھا کہ سواری جہاز وغیرہ ملے کہ اپنے شہر کو جاؤن پھر وہ شخص جسنے قرض دیا تھا دیکھنے آیا تھا کہ شاید جہاز آیا ہو کہ اسکا مال
لایا ہو ناگاہ اسکو وہ لکڑی ملی جس مین مال تھا وہ اسکو اپنے گھر جلانے کے کام کے واسطے اٹھا لایا جب اسکو توڑا تو اس مین مال و خط پایا پھر وہ شخص آیا
جس نے قرض لیا تھا پس ہزار دینار اسکے پاس لایا اور کہا کہ واللہ مین برابر اس سے پہلے جہاز ڈھونڈھتا رہا تاکہ تیرا مال تجھکو پہونچاؤن مگر اس سے
پہلے مجھے جہاز ہی نہ ملا تب قرضخواہ نے کہا کہ بھلا تو نے میرے پاس کچھ بھیجا ہے وہ بولا کہ مین تجھسے کہتا جاتا ہون کہ مین جس مین آیا ہون اس سے
پہلے مجھے جہاز ہی نہین ملا ہے وہ بولا کہ اللہ عزوجل نے تیری طرف سے مجھکو وہ مال ادا کردیا جو تو نے لکڑی مین کرکے بھیجا تھا پس تو اپنے یہ
ہزار دینار مسلم لیکر اپنے گھر جا۔ رواہ احمد باسنادہ پھر ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے اور بخاری رحمہ اللہ نے اسکو سات جگہ طرق صحیحہ سے معلقا
بصیغۂ جزم روایت کیا ہے قولہ تعالے ولیکتب بینکم کاتب بالعدل۔ یعنے چاہیئے کہ لکھے تمہارے درمیان ایک کاتب بانصاف و حق طور پر۔ یعنے
کاتب اپنی تحریر مین گھٹاوے بڑھاوے نہین اور کسی کی طرف نہ جھکے اور اسیقدر لکھے جسپر دونون نے اتفاق کیا ہے اور یہ حکم اگرچہ ظاہر مین کاتب کو
ہے مگر درحقیقت ہر دو معاملہ مداینت کرنے والون کو حکم ہے کہ ایسا کاتب چاہئین جو فقیہ متدین ہو تا کہ اسکی تحریر پر اعتماد ہو اور شرع مین اس کی
تحریر پر اعتبار ہو۔ **قال المترجم** اس مین بطور وجوب یا استحباب کے حفاظت و وثوق کی غرض سے تحریر کرنے کا حکم دیا گیا ہے پھر اگر یہ کہا جاوے کہ یہان
تو یہ حکم ہے اور صحیحین کی حدیث مین عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ امی امت ہین نہ لکھتے ہین اور نہ حساب
جانتے ہین پھر حدیث و آیت مین توفیق کیونکر ہوگی تو شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ جواب یہ ہے کہ دین اپنی ذات کی راہ سے اسکا محتاج
نہین ہے کہ اس مین کتابت کی کچھ بھی ضرورت ہو اسواسطے کہ قرآن مجید کو اللہ عزوجل نے سہل فرمایا اور اسکا یاد کرنا لوگون پر آسان کردیا اور حدیثین
یعنے سنن نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یون ہی حفظ ہین اور یہ چیزین جنکے لکھنے کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے وہ لوگون مین واقع ہوتی ہین **قال المترجم**
مسلم و نسائی نے حدیث بالا کو کتاب الصوم مین اخراج کیا ہے اور تمام حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ہم امت امی ہین نہین لکھتے اور نہ حساب جانتے
ہین مہینہ اتنا بھی ہوتا ہے اور اتنا بھی ہوتا ہے یعنے انتیس ۲۹ دن کا اور تیس دن کا۔ پس بعض علمائے کہا کہ دنون کا حساب نہین لگاتے ہین۔
بلحاظ حساب نجوم کے کہ چاند کی تاریخ معلوم کرین اسی سے بعض نے زعم کیا کہ اگر کوئی شخص حساب جانتا ہو تو نجوم کی تاریخ ہلال پر روزہ رکھ سکتا ہے
مترجم کہتا ہے کہ قول غلط اور سخت مہمل ہے اور ملا علی قاریؒ نے شرح الشرح نخبۃ الفکر مین اس قول پر سخت تشنیع کی ہے اور کہا ہے

کہ نجوم کی تاریخ پر روزہ رکھنا ہرگز روا نہیں ہے اور حدیث میں ثابت ہوا کہ جو رمال و نجومی کے پاس گیا اسنے محمد صلعم کی نافرمانی کی اور وہ قریب بکفر ہے
اور ایک جماعت علمائے اسکی تکفیر کی ہے قولہ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ۔ جاننا چاہیئے کہ لا یاب صیغہ نہی ہے از ابی یابی اذا امتنع
اور صلہ اسکا من سے آتا ہے بولتے ہیں کہ ابی من ذلک پس معنے یہ کہ لا یاب کاتب من الکتابۃ جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے مقدر کیا ہے اور مراد یہ ہے کہ جب کاتب سے
لکھنے کو کہا جاوے تب وہ انکار نہ کرے کیونکہ اباء اسوقت متحقق ہوتا ہے جبکہ کسی سے کہا جاوے اور وہ انکار کرے اور کاتب اسم نکرہ تحت میں نفی کے ہے
پس وہ عموم کو مفید ہے یعنے کوئی کاتب انکار نہ کرے جب اس سے درخواست کیجاوے بشرطیکہ وہ اس کتابت کو جانتا ہو اور اگر وہ خالی لکھنا جانتا ہے
اور بدانیت کی تحریر نہیں جانتا ہے تو وہ گویا کاتب ہی نہیں ہے اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے عدم ضرر کی بھی شرط لگائی چنانچہ کہا کہ معنے یہ ہیں کہ انکار
نہ کرے وہ شخص جو علم کتابت سے واقف ہے جبکہ اس سے معاملہ دین کرنے والے درخواست کریں اور کاتب مذکور کو ضرر بھی نہ پہنچتا ہو پس جیسے اللہ
تعالے نے اسپر فضل کیا کہ جو چیز نہیں جانتا تھا وہ سکھلا دی ویسے ہی وہ ان لوگوں پر شکریہ الٰہی میں احسان و صدقہ کرے جو کتابت نہیں جانتے
ہیں یا اچھی طرح نہیں لکھ سکتے ہیں پس چاہیے کہ لکھدے اور حدیث میں یہ مضمون ہے کہ منجملہ صدقہ کے ہے یہ بات کہ اعانت کرے **قال المترجم** عدم ضرر
کی قید اس آیت کے آخر جملہ سے ماخوذ ہے یعنے قولہ لا یضار کاتب سے اور مجاہد و عطا نے کہا کہ کاتب پر لکھدینا واجب ہے اور بعض نے ذکر کیا کہ جو علما
اس تحریر کو واجب کہتے ہیں انھوں نے کاتب پر بھی واجب کہا ہے کہ جب وہ لکھنے کو بلایا جاوے اور اسکے سوائے دوسرا کاتب موجود نہو تو اس پر
لکھدینا واجب ہے اور جمہور کے نزدیک جیسے یہ لکھوانا دونوں معاملہ کرنے والوں پر مستحب ہے ویسے ہی کاتب پر بھی مستحب ہے ۔ قولہ تعالے ولیملل الذی
علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ۔ املال و املاء ہر دو لغت بمعنے واحد ہیں اول زبان اہل حجاز ہے اور دوم زبان بنی تمیم اور املا یہ ہے کہ خود بتلاتا جاوے اور دوسرا
لکھتا جاوے اور مراد یہ نہیں ہے کہ جو الفاظ یہ بولتا ہے وہی بعینہ کاتب لکھدے اگرچہ بے ترتیب و نامربوط طور پر ہوں بلکہ غرض یہ ہے کہ جو اسکا اقرار ہو وہ
کاتب کو بتلاوے اور املا کرنے کا حکم اس شخص کو جسپر حق واجب ہوا ہے اسواسطے دیا گیا کہ اسکے ذمہ قرضہ ثابت ہونے کی گواہی تو اسی کے اقرار پر
ہوگی پس وہی اقرار کرتا جاوے و بتلاتا جاوے کہ بعد تحریر کے گواہ اسکے اقرار پر اسکے ذمہ ثبوت قرضہ کے گواہ رہیں اور قولہ ولیتق اللہ سے اسکو کاتب کے
املا کرنے میں تقوی اور اللہ تعالے سے ڈرنے کا حکم کیا پس وہ پورے حق یا تھوڑے حق کسی سے منکر نہو جاوے اور اس میں مبالغہ فرمایا کہ اسم و صفت
دونوں کو جمع کیا یعنے اللہ اور ربہ دونوں سے تقوی کرنے کی تاکید کی اگرچہ ایک ہی نام پاک کافی ہے مگر مبالغہ فرمایا ہے اور حق یعنے قرضہ کی بابت
بھی تاکید سے مبالغہ فرمایا کہ ولا یبخس منہ شیئا ۔ ای لا ینقص منہ شیئا ۔ یعنے حق مذکور کے تمام و کمال اقرار کرنے میں بحالت املا کچھ کمی نہ کرے اور بخس
بمعنے نقص ۔ کم کرنا ۔ اور یہ تفسیر بنابر اختیار مفسر ہے اور بعض نے کہا کہ یہ ممانعت کاتب کو ہے یعنے کاتب کو چاہیئے کہ قرضدار نے جو اس پر املا
کیا ہے اس میں کچھ کمی نہ کرے ۔ اور پوشیدہ نہیں جو مفسر رحمہ نے اختیار کی ہے وہی ارجح ہے کیونکہ کمی کرنے کا احتمال تو اسی شخص کی طرف سے ہے جس پر
حق واجب ہوا ہے اور اگر یہ کاتب کو ممانعت ہوتی تو فقط کمی کرنے سے ممانعت پر اقتصار نہوتا کیونکہ کاتب سے تو زیادہ کردینے کا بھی احتمال ہے
جیسے کم کردینے کا احتمال ہے فافہم ۔ قولہ تعالے فان کان الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل ہو ۔ سفیہ وہ شخص ہے کہ اچھی طرح تصرف
کرنے میں اسکی رائے کام نہ دیتی ہو پس اس سے لینا دینا خوب نہیں بنتا ہے یہ تشبیہ بثوب سفیہ ہے ای وہ کپڑا جس کی بناوٹ چھدری ہو دوسرے
یعنے جیسے یہ کپڑا اپنی بناوٹ میں ضعیف و غیر مضبوط ہوتا ہے ایسے ہی اس شخص کی رائے مضبوط نہیں ہوتی ہے اور عرب والے لفظ سفہ کو کبھی عقل
کے ضعف پر اور کبھی بدن کے ضعف پر اطلاق کرتے ہیں بالجملہ سفیہ وہ ہے جو بیجا اپنا مال برباد کرنے اور پھینکنے والا ہو خواہ اسوجہ سے کہ تصرف
کرنے کا طور ہی نہیں جانتا ہے یا اسوجہ سے کہ باوجود جاننے کے عبث برباد کرنے کی عادت ہے اور بعض نے کہا کہ سفیہ سے وہ مراد ہے جو املا نجانتا

ہو۔ قولہ ضعیفا ماخوذ از ضعف اور وہ عقل وبدن دونون کے ساتھ بولا جاتا ہی مگر اہل لغت نے کہا کہ بدن کے ساتھ ضعف بضم ضاد معجمہ ہی اور عقل ورائے کے ساتھ بفتح ضاد معجمہ ہی اور مراد یہ کہ لکھوانے سے ضعیف ہو یعنے مضمون اقراری نہ بتلا سکتا ہو یا تو بسبب صغر سنی و بچپن کے اور یا بسبب کبر سنی بڑھاپے کے جبکہ ایسی حالت پہونچ گئی کہ اسکی عقل مین خلل آگیا ہی اور شیخ ابن کثیر وغیرہ کے کلام سے ظاہر ہی کہ ضعف یا باعتبار بدن کے اور وہ لڑکا ہی اور یا باعتبار عقل کے اور وہ مجنون یا معتوہ ہی ولیکن مجنون سے اسکی تفسیر کسی قدر تامل کے قابل ہی اس واسطے کہ وہ عقل جاتی رہنا کہلاتا ہی اور یہان فقط ضعف مذکور ہی ہان معتوہ سے البتہ مناسب ہی۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تفسیر بالرائے ہوگئی تو کہا جائےگا کہ ہرگز نہین نعوذ باللہ منہ یہ تو باعتبار اطلاق واستعمال لغت کے کلام ہی جو ہر ایک جانتا ہی اور عبدالرزاق کی روایت ابن عباس رض اول پارہ مین گذر چکی اور عنقریب آتی ہی انشاء اللہ تعالےٰ کہ تفسیر لا یعذر احد بجہالتہ۔ یعنے اہل عرب ان الفاظ کے معانی جانتے ہین ان مین سے کوئی معذور نہین ہی فافہم اور قولہ لا یستطیع ان یمل ہو۔ یعنے استطاعت لکھوانے کی وہ خود نہین رکھتا ہی اور استطاعت کے معنے یہ ہین کہ سب چیزین جو ایک کام کے انجام دینے مین درکار ہین سب درستی سے موجود ہون پھر اگر کوئی نقص ہو تو استطاعت نہوگی پس اگر گونگا ہو یا زبان نہ جانتا ہو یا قید مین پڑا ہو یا ایسی طرح غائب ہو کہ کاتب کے پاس نہ پہونچ سکتا ہو یا اسکو معلوم ہی نہو کہ مجھپر کیا ہی یا جیسا چاہیئے ویسے ادا نہ کرسکتا ہو تو ان سب کو عدیم الاستطاعۃ مین شمار کیا جائیگا انکا اقرار صحیح نہین ہی تو ضرور ہوا کہ کوئی اور شخص انکے قائم مقام ہو لہذا فرمایا۔ فلیملل ولیہ بالعدل۔ پس مراد ولی سے وہی شخص ہی جو انکے قائم مقام ہووے اور ولایت شرعی جو نکاح وغیرہ مین ہوتی ہی وہ مخصوص مراد نہین ہی اور ترجمۂ تفسیر مین اسکی توضیح سے کفایت ہوگئی اور قرطبی نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ جو شخص سفیہ ہو پس اگر وہ محجور کردیا گیا ہی تو اسکا تصرف اس حالت مین بالاجماع فاسد ہی اس سے کوئی حکم واثر نہین ثابت ہوتا ہی اور اگر وہ محجور نہین ہی تو اس مین اختلاف ہی انتہی کلامہ اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک بالغ آزاد پر حجر نہین ہوتا ہی اور صاحبین کا اس مین خلاف ہے اور حجر کے یہ معنے ہین کہ قاضی وحاکم نے اعلان کیا کہ یہ شخص اپنے تصرفات کے قابل نہین لہذا ممنوع کردیا گیا ہی۔ اور یہ کلام ترجمۂ عالمگیری کے اس باب سے مفصل دریافت کرنا چاہیئے واللہ الموفق۔ قولہ تعالےٰ واستشہدوا شہیدین من رجالکم۔ استشہاد بمعنے گواہی چاہنا واطلاق شہیدین کا اس حالت مین قبل اسکے کہ وہ گواہ ہون مجازاً ہی بایں معنے کہ وہ ہوجاوینگے اور من رجالکم کی قید سے عورتین بالاتفاق خارج ہوئین اور نابالغ بھی خارج ہوے خواہ اسوجہ سے کہ انکو رجال نہین کہتے ہین بلکہ صبیان ہین یا آنکہ وہ شاہد نہین ہوسکتے ہین اور رجال کی اضافت ضمیر خطاب کی طرف ہونے سے کفار خارج ہوے اور رہے بالغ غلام تو ان مین اختلاف ہی بعض نے کہا کہ جب وہ مسلمان ہون تو رجال مسلمین مین سے ہین اور یہ قول ابن سیرین وشریح وعثمان بتی اور احمد بن حنبل واسحٰق وابوثور کا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ غلامون کی گواہی تمام نہین ہی پس اسکی گواہی نہین جائز ہی اور یہ قول امام ابوحنیفہ وشافعی ومالک و جمہور علما کا ہی اور وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ غلام مین رقیق ہونے کا ایک نقص ہی۔ پھر امام ابوحنیفہ رح نے یہ جائز رکھا ہی کہ کفار کی گواہی ان مین باہم ایک کی گواہی دوسرے پر روا ہی اور مسلمان پر کافر کی گواہی قبول نہوگی۔ رہے یہان دو مقام ایک یہ کہ فلیملل ولیہ بالعدل۔ سے ثابت ہوتا ہی کہ اقرار کرنے مین نیابت جاری ہوتی ہی اور اسکے جواز مین اختلاف ہی اور یہ بحث دراز بھی یہان ذکر کے قابل نہین اور دوم یہ کہ یہ اشہاد یعنے گواہ کرلینا واجب ہی یا مندوب یا مستحب ہی تو اس مین اختلاف ہی پس بعض نے کہا کہ واجب ہی بدین دلیل کہ اللہ تعالےٰ نے بیع مین کہا کہ واشہدوا اذا تبایعتم۔ اور امر واسطے وجوب کے ہی پس ایسا ہی استشہدوا شہیدین۔ مین بھی اشہاد واجب ہی اور یہ بعضے صحابہ وتابعین کا مذہب ہی اور ابن جریر نے اسی کو ترجیح دی ہی اور امام ابوحنیفہ ومالک وشافعی وابویوسف ومحمد وغیرہم کے نزدیک مندوب ہی اور واجب کہنے والون کی دلیل کچھ حجت نہین ہوسکتی کیونکہ جو بیع مین اشہاد واجب کہا ہو اگر اس پر حجت ہوسکے تو یہ ہو اور ابوحنیفہ وانکے اصحاب

ف لیۓ معاملات بیع وشرا وغیرہ سے روک دیا گیا ہو ۱۲

توسیع مین بھی واجب ہونے کے قائل نہین ہین فتامل - قولہ تعالےٰ فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشہداء - معنے اسکے یہ بیان کیے
گئے ہین کہ پس اگر دونون گواہ دو مرد نہون یعنے دو مردون کے گواہ کر لینے کا قصد نہ کیا گیا اگرچہ موجود بھی ہون تو ایک مرد اور دو عورتین گواہ
کر لی جاوین - اور مفسر رح نے جو لفظ یشہدون بصیغہ مجہول مقدر کیا اس مین مرد کی جانب کو بصیغہ مذکر لانے مین غلبہ دیا کیونکہ عورتین اگرچہ دو ہین مگر
وہ ایک مرد ہی کے برابر ہین اور مرد کو عورت پر فضیلت جنسی حاصل ہی ولیکن بصیغہ جمع لانا باعتبار عدد کے بنظر لفظی ہی - اور بعضے مفسرین نے
فرجل وامرأتان ای فلیشہد رجل وامرأتان مقدر کیا اور یہ بھی روا ہی - پھر معنے مذکورہ سے ظاہر ہوا کہ - فان لم یکونا رجلین سے یہ مراد نہین ہی کہ ایک مرد
و دو عورتون کو گواہ کرنا اسوقت روا ہی کہ جب دو مرد نہ ملین بلکہ دو مرد کے ہوتے ہوئے بھی اگر چاہے تو ایک مرد و دو عورتون کو گواہ کر سکتا ہی اور یہی
ظاہر کلام ہی - پھر ابن کثیر وغیرہ نے کہا کہ یہ صرف انھین معاملات مین ہوگا جو مالی ہون یعنے اموال کا معاملہ ہو یا اس سے مال مقصود
ہو قال المترجم تفصیل اسکی یہ ہی کہ فقہاء نے اجماع کیا ہی کہ مالون کے مقدمات مین یہ جائز ہی کہ مردون کے ساتھ ہو کر عورتین گواہی دین حتی کہ مال کا
مقدمہ یا جس سے مال مقصود ہو سے ایک مرد و دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہو جائیگا اور اس مین بھی اتفاق ہی کہ حدود و قصاص یعنے سزاؤن کے
مقدمات مین عورتون کی گواہی نہین جائز ہی نہ تنہا اور نہ مردون کے ساتھ مین - پھر ان دونون قسم کے سواے دیگر صورتون مین اختلاف ہی پس ایک
جماعت کے نزدیک مردون کے ساتھ مین عورتون کی گواہی جائز ہی اور یہی سفیان ثوری و ابوحنیفہ و انکے اصحاب کا قول ہی اور ایک جماعت
کے نزدیک بدون دو مردون کے ثبوت نہین ہو سکتا اور شافعی کے نزدیک جو باتین ایسی ہین کہ غالبا انپر عورتون ہی کو اطلاع ہوتی ہی مثل ولادت
و رضاعت اور ثیبہ ہونا اور باکرہ ہونا وغیرہ تو ایسے امور ایک مرد و دو عورتون کی گواہی سے اور خالی چار عورتون کی گواہی سے بھی ثابت ہوتے
دودھ پلانا ۱۲　جو ایک شادی کرنے سے پاس رہ چکی ہو وہ ثیبہ ہو ۱۲
ہین اور قولہ ممن ترضون ای کائنون ممن ترضون - اور رضامندی باعتبار انکے دیندار اور پرہیزگار ہونے کے ہی اور اس مین دلیل ہی کہ گواہون مین
عادل ہونا شرط ہی اور جو گواہ مستور الحال ہو یعنے اسکا حال پوشیدہ ہو معلوم نہو کہ عادل ہی یا نہین ہی تو جس نے اس کی گواہی کو رد کیا اسنے اسی
آیت سے استدلال کیا کہ اس مین دلالت ہی کہ گواہ کا عادل و پسندیدہ ہونا چاہیئے بخلاف مستور کے اور یہ دلیل کچھ نہین ہی اور امام ابوحنیفہ نے ظاہری
عدالت پر بھی اکتفا کیا ہی اور سراجیہ مین مذکور ہی کہ گواہی قبول ہونے کے واسطے سات شرطین ہین اسلام آزادی عقل - بالغ ہونا - عادل ہونا ایسے
فعل کرنے والا نہو جن مین اگرچہ گناہ نہین مگر خلاف تہذیب ہین جیسے بازار مین کھاتے ہوئے جانا وغیرہ اور ساتوین شرط یہ کہ تہمت سے بچا ہوا ہو
اور جب ان مین سے کوئی شرط مفقود ہو تو گواہی صحیح نہوگی - اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ شافعی رح نے تمام قرآن مین جہان گواہ مذکور ہین سب
مین عادل ہونے کی شرط اسی آیت سے ثابت کی اور جہان جہان مطلق مذکور ہین سب کو اسی مقید پر محمول کیا قال المترجم اور ائمہ
حنفیہ کے نزدیک جہان عدالت شرط نہین وہان مطلق ہی جیسے نکاح وغیرہ مین ہی کہ وہان اللہ تعالیٰ کے نزدیک گواہ ہی خواہ غلام ہو یا فاسق
ہو مگر قاضی کے نزدیک فاسق و غلام کی گواہی سے ثبوت نہوگا - اور الحمد للہ کہ مین نے ترجمہ فتاوےٰ عالمگیری مین ائمہ حنفیہ کے طور پر کتاب الشہادۃ
مین پوری تفصیل سے فراغت پائی اسکی حاجت نہین کہ اس طویل بحث کو یہان ذکر کر دون فتاوے مذکور سے خوب سیراب ہونا چاہیئے
کہ اس سے بڑھکر بیان کرنا مقصود نہین ہی - باقی رہا یہ مسئلہ کہ ایک مرد گواہ اور مدعی کی قسم پر مدعی کے واسطے حکم ہو سکتا ہی یا نہین تو مالک رح و شافعی رح کے
نزدیک ہو سکتا ہی اور ابوحنیفہ رح و انکے اصحاب کے نزدیک نہین ہو سکتا ہی اور جب یہ معلوم ہو گیا تو دو عورتون و مدعی کی قسم پر حکم ہونے مین بھی
ایسا ہی اختلاف ہی کیونکہ یہ اسی پر مبنی ہی پھر ایک مرد کے قائم مقام دو عورتین گواہی کے بارہ مین اسوجہ سے قرار پائین کہ عورت کی عقل
ناقص ہوتی ہی چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث ابوہریرہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصریح ہی کہ عورت کا نقصان عقل یہ ہی کہ دو عورتون

کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے اور یہی وجہ خود آیت سے ثابت ہے قال تعالے ان تضل احدیٰہما فتذکر احدیٰہما الاخری۔ ابو عبیدہؓ نے
کہا کہ تضل کے معنے تنسی ہین یعنے بھول جاوے وہ عورت۔ اور گواہی بھول جانے کے یہ معنے ہین کہ گواہی مین سے کسی جزو کی جگہ کوئی اور جزو بھول کر
بیان کرے اور یہ آیت اگرچہ اس امر کی علت ہے کہ عورتون مین سے دو عدد بجاے مردون کے ایک عدد کے اسوجہ سے لیے گئے کہ ایک بھولے تو دوسری
جسکو یاد ہے وہ اسکو یاد دلاوے مگر اس مین اشعار ہے کہ عورتین عقل کی ناقص ہوتی ہین بات کو ضبط نہین رکھ سکتی ہین اور اسیوجہ سے کہ عورتین قواے انسانی مین
پوری نہین ہوتی ہین آجتک کوئی عورت پیغمبر نہین ہوئی اور اب تو خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت نہین بلکہ قیامت اور صالحین کے واسطے
جنت ونعمت ہے اگر کہا جاوے کہ صحیح حدیث مین ہے کہ مردون مین تو بہت لوگ کامل ہوے مگر عورتون مین کوئی کامل نہین ہوئی سواے مریم بنت عمران و آسیہ امراۃ
فرعون اور عائشہ بنت ابی بکر کے اور عائشہؓ کی فضیلت عورتون پر ایسی ہے جیسے طعام ثرید کی فضیلت تمام کھانون پر ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت تمام
عورتون پر سے ہے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کیواسطے بھی عورتون کی طرف اضافت کرکے فرمایا۔ یعنے سیدۃ نساء اہل الجنۃ فاطمۃ۔ سب جنتی عورتون کی سردار
حضرت فاطمہؓ ہین اور ایک جماعت ائمہ علما کے نزدیک حضرت فاطمہؓ کو فضل کلی تمام عورتون پر حاصل ہے فتامل فیہ۔ اور آیہ کریمہ مین تضل اور تذکر کا فاعل
مبہم رکھا گیا کیونکہ دونون عورتون مین سے ہر ایک پر یہ دونون وصف جاری ہوسکتے ہین یعنے اگر وہ بھولے تو یہ یاد دلاوے اور یہ بھولے تو وہ یاد دلاوے
اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی بات وہ بھولے یہ یاد دلاوے اور کوئی یہ بھولے وہ یاد دلاوے بالجملہ گواہی کی بات ان دونون کے حفظ ونگاہ رکھنے سے پوری
رہیگی اور بعض علما نے فتذکر احدیٰہما الاخری کے یہ معنے بیان کیے فتجعلہا ذکراً یعنے ایک عورت دوسری کے ساتھ ملکر مذکر کردیگی اسی تذکیر بمعنے مذکر کردینا
لیا اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفسیر بھی بدعتی تفسیر ہے اور جمہور مفسرین نے اسکو رد کردیا ہے تا آنکہ کہا گیا کہ خلاف معقول و منقول ہے۔ قولہ ولا یاب الشہداء
اذا ما دعوا۔ بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ جب گواہ ہونے کیواسطے بلائے جاوین تو انپر قبول کرنا واجب ہے یہ قول قتادہ و ربیع بن انس کا ہے اور یہ
مانند قولہ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب سے ہے اور اس صورت مین انکو شہداء کہنا باعتبار آیندہ حال کے مجازاً ہے اور بیان سے نکلتا ہے کہ
گواہی اٹھانا فرض کفایہ ہے اور بعض نے کہا کہ یہی جمہور کا مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ جب گواہی ادا کرنے کے لیے بلائے جاوین تو آوین
اور اس صورت مین انپر شہداء کا اطلاق حقیقی ہے پس اگر گواہی کے واسطے وہی متعین ہو تو اسپر قبول کرنا واجب ہے ورنہ فرض کفایہ ہے یعنے مثلاً دو ہی مرد
گواہ ہوے ہین یا چار گواہ ہین سے دو ہی موجود ہین اور باقی دو یا زیادہ ہون وہ غائب ہین یا مر گئے ہین تو چونکہ دو سے کم مقدار نہین لہذا ان
دونون موجودین پر قبول کرنا واجب ہے۔ اور مجاہد و ابو مجلز و بہتیرون نے کہا کہ جب کوئی گواہ ہونے کو بلایا جاوے تو اسکو اختیار ہے قبول کرے
یا نہ قبول کرے اور جب گواہ ہوگیا پھر ادا کرنے کو بلایا گیا تو قبول کرنا واجب ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد یہ کہ جب گواہ ہونے کو بلایا جاوے
حالانکہ وہان دوسرے لوگ قابل گواہی موجود ہین یا اسکو عذر ہے تو اسکو اختیار ہے اور ابن عباس و حسن بصری سے روایت ہے کہ یہ حکم عام ہے خواہ گواہ
ہونے کو بلایا جاوے یا گواہی ادا کرنے کو بلایا جاوے انکار نہ کرے ذکرہ ابن کثیرؒ اور حدیث صحیح مسلم مین ہے کہ گواہون مین سے بہتر وہ ہے جو گواہی ادا
کردے قبل اسکے کہ اس سے پوچھا جاوے اقول معنے یہ ہین کہ بسا اوقات آدمی کو دریافت نہین ہوتا کہ گواہ کون ہے مثلاً زید کے باپ نے خرید و فروخت کا
معاملہ کیا تھا تو زید کو معلوم نہین کہ اسوقت کون گواہ تھا پس خوبی ایمان سے یہ ہے کہ گواہ خود اس حق وعدل کو پھیلانے مین مستعد ہوجاوے اور اس کا
منتظر نہو کہ جب پتہ ملے اور بلایا جاوے تب لاچاری سے جاوے۔ اور صحیحین مین یہ جو روایت ہے کہ بدتر گواہ وہ ہین جو گواہی دیتے ہین اور استشہاد نہین
کرتے ہین تو یہ ان گواہون کے حق مین ہے جو جھوٹے ہوتے ہین کیونکہ معنے عدم استشہاد کے یہ ہین کہ گواہی جو ادا کی ہے اسکے شاہد نہ تھے یعنے حاضر و گواہ
نہین تھے اور جھوٹی گواہی سخت کبیرہ گناہ ہے جسکا درجہ شرک و نافرمانی والدین کے بعد ہے جیساکہ صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے نعوذ باللہ منہ

قولہ تعالیٰ ولا تسأموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ - یہ خطاب ہی مومنین کو یا باہم معاملہ کرنے والون کو یا گواہون کو ولیکن اولی یہ ہی کہ باہم معاملہ کرنے والون کو خطاب ہی اسی پر دلالت کرتا ہی کلام مابعد یعنی ان تکتبوہ صغیرًا او کبیرًا - پس چونکہ کثرت سے معاملات اودھار واقع ہونے سے شاید تحریر مین سستی کرتے لہذا منع کیا اور صغیرًا او کبیرًا سے مبالغہ کیا یعنے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت ہو لکھنے مین سستی نہ کرین اور مدارک مین فرمایا کہ صغیر و کبیر سے تعبیر فرمانے مین دلیل ہی کہ سلم ٹھہرانا کپڑون مین روا ہی کیونکہ جو چیز گزون سے ناپی جاتی ہی اسکو صغیر و کبیر تحقیقًا بولتے ہین بخلاف قلیل و کثیر کے کہ یہ کیلی و وزنی چیزون کے ساتھ بولا جاتا ہی اور سلم یہ ہی کہ کسی کو نقد ہزار روپیہ یکم وبیش دیا کہ کم سے کم ایک مہینہ کے بعد فی روپیہ دو من کے حساب سے ایسے ایسے گیہون یا ایسے ایسے کپڑے و تھان ادا کرے قولہ ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشہادۃ الخ لفظ اقسط صیغہ اسم تفضیل سیبویہ رحمہ اللہ کے نزدیک بنا رقیاسی ہی از قسط بالکسر بمعنے عدل نہ از قسوط جو بمعنے جور و ظلم آتا ہی اور ابو حیان رح نے کہا کہ ابن السکیت نے کتاب الاضداد مین ابو عبیدہ سے نقل کیا کہ قسط بروزن نصر ماضی بمعنے جور اور بمعنے عدل دونون آتا ہی مگر اقسط بالالف فقط بمعنے عدل ہی قولہ الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونہا بینکم استثنا منقطع ہی ای لکن وقت تجارتکم بالحاضرۃ تاخذونہا یدا بید - اور عکبری رح نے کہا کہ استثنا متصل ہی پھر واضح ہو کہ جو چیز فروخت کیجاوے وہ مال عین یعنے متعین حاضر ہو مثلًا قلمدان خرید ا تو وہ سامنے متعین ہو حتی کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تجھسے ایک روپیہ کو ایک قلمدان خرید ا تو بیع فاسد ہی کیونکہ وہ قلمدان معلوم نہین ہی بخلاف روپیہ کے کہ اسکو سامنے حاضر کرنا ضرور نہین بلکہ وہ تو ہمیشہ دین یعنے غیر معین ہوتا ہی حتی کہ جو روپیہ چاہیے دیدے جبکہ روپیہ کا چلن معلوم ہو پس کل مبیع کا عین ہونا ضرور ہی سوائے بیع سلم کے کہ اس مین ایسے طور سے گیہون وغیرہ کو صفت کرکے بیان کرتے ہین کہ وہ بائع کے ذمہ بطور متعین ہو جاتی ہی یا بانگی لے لیتے ہین - پھر تجارت حاضرہ عام ہی کہ بیع کے وقت معاملہ بعین ہو یا بدین ہو لیکن تدیرونہا بینکم - ای تاخذونہا یدا بید - یعنے بائع اپنے دام لے اور مشتری مبیع لے لے اور باہمی قبضہ ہو جاوے اگرچہ ثمن و مبیع بالاعتبار ہون یعنے مثلًا گھوڑے کو گائے کے عوض فروخت کیا تو ہر ایک مبیع و ثمن ہو سکتا ہی مثلًا کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گھوڑا بعوض اس گائے کے بیچا یہ مفید ہی کہ گھوڑا مبیع اور گائے ثمن ہی اور اگر بر عکس بولا جاوے یعنے گائے بعوض گھوڑے کے فروخت کی تو بر عکس ہو جائیگا فافہم اور جاننا چاہیے کہ ممکن ہی کہ اس بیع مین ثمن ابتدا مین دین ہو پھر عین ہو جاوے مثلًا کہا کہ مین نے یہ گھوڑا جو حاضر عین ہی تیرے ہاتھ بعوض ایسے ایسے کپڑے کے فروخت کیا اور اس کپڑے کے تمام وصف اس طور پر بیان کردیے کہ کسی طرح کی جہالت نہ رہے اور مشتری نے قبول کیا اور بیع ہو گئی اور جدا ہونے سے پہلے مشتری نے یہ کپڑا جو ٹھہرا ہی بائع کو حاضر کیا پس دین تھا اور قبل جدا ہونے کے عین ہو گیا پھر بائع نے منظور کیا اور دونون نے اپنی اپنی چیز پر جو خریدی ہی قبضہ کر لیا تو ایسی مبایعت مین جو ہاتھون ہاتھ ہو کتبہ لکھنے کی ضرورت نہین ہی چنانچہ فرمایا - فلیس علیکم جناح ان لا تکتبوہا اور اس مین نہ لکھنے کی رخصت دی گئی دو وجہ سے ایک یہ کہ اگر کتبہ کا حکم ہو تو کسی قدر گرانی ہو گی کیونکہ قلیل و کثیر کثرت سے واقع ہوتا ہی بہ نسبت بیع مدائنت کے اور دوم یہ کہ جب ہر ایک نے اپنے حق پر اسی مجلس مین قبضہ کر لیا تو انکار کا احتمال نہین رہا پس کتبہ کی حاجت نہین ہی ولیکن یہ احتمال باقی ہی کہ بائع مثلًا انکار کرے کہ مین نے فروخت نہین کی ہی اسیواسطے فرمایا - واشہدوا اذا تبایعتم - یعنے مبایعت پر گواہ کر لو وہ کافی ہین اور یہ اسی بنا پر کہ مراد یہی تجارت حاضرہ ہو پس استثنا کے بعد استثنا ہو گا - اور اصح یہ ہی کہ یہ حکم تخصیص کے بعد تعمیم ای ہر مبایعت کے واسطے یعنے جو بیع واقع ہو خواہ ہاتھون ہاتھ ہو یا اودھار ہو اس بیع واقع ہونے پر گواہ کر لو یعنے جبکہ بائع و مشتری مین ایجاب و قبول تمام ہوا اور بیع واقع ہوئی اسکے گواہ کر لو پھر اگر بیع نقد ہاتھون ہاتھ ہو تو اس مین صرف گواہی کافی ہی کتبہ کی ضرورت نہین کیونکہ ہر ایک نے اپنے حق پر قبضہ کر لیا اور اگر بیع اودھار ہو تو اس گواہی کے بعد اودھار مال کی غرض سے کتبہ کی ضرورت بھی ہی سعید بن جبیر رح سے مروی ہی کہ قولہ تعالیٰ واشہدوا اذا تبایعتم - یعنے اپنے

حق پر گواہ کر لو خواہ اس مین میعاد ہو یا نہو ہر حال مین اپنے حق پر گواہ کر لو (رواہ ابن ابی حاتم) اور جابر بن زید و مجاہد و عطا و ضحاک سے اسکے مانند
مروی ہی اور حسن و شعبی نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہی بقولہ فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ ۔ اور جمہور کے نزدیک منسوخ نہین بلکہ یہ امر
واسطے استحباب کے ہی اور واجب نہین ہی اور اسکی دلیل حدیث خزیمہ بن ثابت انصاری ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک
گھوڑا خریدا اور اسکو اپنے پیچھے پیچھے بلایا کہ گھر پر اسکو اسکے گھوڑے کے دام ادا کرین پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیز چلے اور اعرابی آہستہ آہستہ
رینگتا آتا تھا پس راہ مین لوگون سے اعرابی کو ٹوکنا شروع کیا اور اس سے گھوڑے کو چکاتے اور انکو یہ معلوم نہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسکو خرید لیا ہی یہانتک کہ بعض نے اعرابی کو کچھ دام اس سے بڑھکر کہے جتنے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خریدا تھا پس اعرابی نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو آواز دی کہ اگر آپ اس گھوڑے کو خریدنے والے ہین تو خرید لیجیے ورنہ مین نے اسکو بیچا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کی آواز
سنی تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ بھلا کیا مین نے تجھسے خرید نہین ہی اعرابی نے کہا کہ مین نے واللہ تمھارے ہاتھ نہین بیچا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا نہین بلکہ میرے اور تیرے درمیان بیع قبول پورا ہو چکا ہی پس لوگون نے جمع ہونا شروع کیا اور وہ اعرابی اسیطرح گفتگو کو دوہراتا تھا پس اعرابی
نے یہ کہنا شروع کیا کہ آپ کوئی گواہ لادین جو گواہی دے کہ مین نے اسکو آپ کے ہاتھ بیچا ہی پس مسلمانون مین سے جو آتا جاتا وہ اعرابی سے کہتا کہ
خرابی ہو تیری کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوا سچ بات کے کبھی اور نہین فرماتے ہین یہانتک کہ خزیمہ بن ثابت انصاری آئے اور انھون نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا ۔۔۔ اور اعرابی کا بھی کہنا سنا کہ کہتا تھا کہ کوئی گواہ لائیے جو گواہی دے کہ مین نے اسکو آپ کے ہاتھ بیچا ہی تو خزیمہ نے کہا کہ مین گواہی
دیتا ہون کہ تو نے اسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ فروخت کیا ہی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو کیونکر گواہی
دیتا ہی خزیمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپکی تصدیق کر کے مین گواہی دیتا ہون کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا سچا پیغمبر بھیجا ہی تو کیا ہمارے
بیچ معاملات مین آپ سے سوا سچ کے کچھ شبہہ ہو سکتا ہی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو مرد کی گواہی سے برابر
قرار دیا ۔ رواہ احمد وابو داؤد والنسائی اور حدیث مین دلیل ہی کہ گواہی دینی ایسے طور پر جائز ہی کہ گواہ کو بدلیل شرعی یقین ہو کہ یہ امر ایسا ہی اگرچہ اپنے
معاینہ نہین کیا بالحاصل جمہور کے نزدیک گواہ کر لینا مستحب ہی واجب نہین ہی لیکن شیخ ابن کثیر نے کہا کہ احتیاط یہ ہی کہ گواہ کرے کیونکہ
ابو موسیٰ نے مرفوعاً روایت کی کہ تین شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہین اور وہ قبول نہین ہوتی ہی ایک وہ مرد کہ اسکی عورت بدخلق ہی مگر اس نے
طلاق نہدی دوم وہ مرد کہ جسکے پاس یتیم کا مال رکھا تھا سو یتیم کے بالغ ہونے سے پہلے اسکو دیدیا اپنے طفل نے ضائع کیا اگر اسکو تاوان دینا پڑا (
سوم وہ کہ جسنے دوسرے کو قرض دیا اور اسپر گواہ نہین کیے رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد ۔ اور معنی اس حدیث کے یہ ہین کہ اگر ان
لوگون کو ایذا پہونچی مثلاً بدخلق عورت نے شرارت کی اور شوہر کو ایذا پہونچائی یا یتیم نے بالغ ہو کر ودیعت وصول پانے سے انکار کیا اور اسکو دوبارہ
مال دینا پڑا یا قرضدار منکر ہو گیا اور اسکا مال جاتا رہا پس ان لوگون نے ظلم کرنے والے پر بددعا کی تو قبول نہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کیا
اور یہ مطلب نہین ہی کہ جو شخص ایسا کرے اسکی کوئی دعا ہی قبول نہو گی ۔ فاحفظ ۔ قولہ تعالیٰ ولا یضار کاتب ولا شہید ۔ بعض نے فرمایا کہ معنی اسکے
یہ ہین کہ ضرر نہ دے کاتب اور نہ شاہد باین طور کہ کاتب کو جو املا کیا گیا ہی اسکے برخلاف لکھے یا گواہ نے جو سنا ہی اسکے برخلاف گواہی دے یا بالکل
چھپا ڈالے اور یہ قول حسن و قتادہ وغیرہ کا ہی اور اس صورت مین لا یضار بصیغہ معروف ہی اور یہ جان لینا چاہیے کہ گواہ کی لکھی ہوئی گواہی حجت
نہین ہی کیونکہ خط سے خط مشابہ ہوتا ہی بالجملہ یہ بات شرع مین متعین ہی کہ اگر مدعی نے نالش کی اور دستاویز پیش کیا اور اس پر گواہون کی گواہی لکھی ہی
اور گواہ نے حاضر ہو کر انکار کیا کہ مین نہین جانتا یا بدل کر گواہی دے کہ جو مضمون اس تحریر مین ہی وہ نہین بلکہ یون واقع ہوا تھا تو محکمہ قضا مین

اسکی گواہی لکھنے پر کوئی حجت نہیں بلکہ جو زبان سے کہتا ہو وہ معتمد ہے اور اگر اسنے گواہی ندی اگرچہ اسکا نام لکھا ہو تو بھی کوئی حجت نہیں بالجملہ جب تک اب گواہی زبان سے ادا نکرے تب تک کوئی فائدہ نہو گا فاحفظہ ۔ اور بعض نے فرمایا کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ کاتب کو ضرر نہ پہونچایا جاوے اور نہ گواہ کو ضرر پہونچایا جاوے چنانچہ مقسم نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لا یضار کاتب ولا شہید یعنے مثلاً آدمی آوے اور کاتب و شاہد کو لکھنے اور گواہ ہونے کے واسطے بلاوے اور وہ کہیں کہ ہم اسوقت اپنی ضرورت سے معذور ہیں تو وہ کہے کہ تمکو حکم دیا گیا ہے کہ جب بلائے جاؤ تو قبول کرو ۔ تو اسنے تنگ کیا اور ضرر پہونچایا پس اسکو روا نہیں ہے کہ کاتب و شاہد کو ضرر پہونچاوے (رواہ ابن ابی حاتم) اور عکرمہ و مجاہد و طاؤس و سعید بن جبیر و ضحاک و عطیہ و مقاتل بن حیان و ربیع بن انس و سدی رح سے اسکے مانند مروی ہے **قال المترجم** اس صورت میں لا یضار بصیغہ مجہول ہے اور کاتب سے وہ شخص مراد ہے جو لکھنا جانتا ہے اور شاہد سے مراد وہ شخص ہے جو گواہ ہو سکتا ہے کیونکہ ہنوز وہ گواہ نہیں ہوا ہے اور موید اس کی ہے قرأۃ ابن مسعود لا یضار بفتح راء اول ۔ قولہ تعالٰے وان تفعلوا فانہ فسوق بکم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ واللہ بکل شیء علیم یہ جملے نصیحت کے موکد و مقید ہیں اور یہ آخر آیۃ الدین ہے اور اللہ عزوجل نے اس میں اموال کے بارہ میں احتیاط کرنے پر آمادہ فرمایا کیونکہ وہ معاش و معاد کی درستی کا وسیلہ ہوتے ہیں ۔ کما قال ولا تؤتوا السفہاء اموالکم الآیۃ اور **شعرانی** رح نے لواقح میں حضرت سفیان الثوری کے حالات میں نقل کیا کہ درم و دینار کی حفاظت فرماتے اور کہتے کہ پہلے ایک زمانہ تھا اور آج کل اسکو محفوظ رکھے تاکہ اپنا دین فروخت نہ کرے یعنے آخر ضرورت و محتاجی میں لوگوں کے واسطے صاف توحید و سنت کی بات نہیں کہیگا بلکہ انکے راضی کرنے کو بدعت وغیرہ سے مداہنت کریگا جیسے اکثر فقیروں پیروں عالموں میں بکثرت معروف ہے ۔ قفال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی پر دلالت کرتا ہے یہ امر بھی کہ قرآن مجید کے احکام اکثر اختصار پر جاری ہیں اور اس آیۂ کریمہ میں بسط ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ۔ پھر فرمایا ولیکتب بینکم کاتب بالعدل پھر تیسری بار فرمایا ۔ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ ۔ پس یہ بمانند تکرار قولہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ہے اسواسطے کہ عدل وہی جو اللہ تعالٰے نے تعلیم فرمایا پھر چوتھی بار فرمایا ۔ فلیکتب اور یہ اعادہ امر اول کا ہے پھر پانچویں بار فرمایا ۔ ولیملل الذی علیہ الحق ۔ حالانکہ قولہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ہی کفایہ ہے ولیملل الذی علیہ الحق ۔ کی طرف موجود ہے اسواسطے کہ عدل سے لکھنے والا وہی لکھیگا جو اسپر املا کیا جاوے پھر چھٹی بار فرمایا ۔ ولیتق اللہ ربہ ۔ اور یہ تاکید ہے پھر ساتویں بار فرمایا ۔ ولا یبخس منہ شیئا اور یہ گویا ۔ قولہ ولیتق اللہ ربہ ۔ سے مستفاد ہے پھر آٹھویں بار فرمایا ۔ ولا تسأموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ ۔ یہ بھی ماسبق کی تاکید ہے پھر نویں بار فرمایا ۔ ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشہادۃ وادنی الا ترتابوا ۔ پس یہ فوائد ان تاکیدات سابقہ کے ذکر فرمائے اور اس سب میں دلالت ہے کہ مال حلال کو محفوظ رکھنے کی وصیت ہے کہ وہ تلف نہو جاوے کیونکہ اس سے انسان کو قدرت ہوتی ہے کہ راہ خدا میں خرچ کرے اور سود خواری و دین فروشی وغیرہ بدباطنی جو اللہ تعالٰے کے غضب نازل ہونے کی چیزیں ہیں انسے اپنے آپکو بچاوے اور پرہیزگاری پر قائم رہے پھر قولہ واتقوا اللہ سے آخر تک اس حکم کی تعمیل پر تاکید فرمائی اور ان تینوں جملوں میں اسم اللہ کو مکرر اعادہ فرمایا اس لیے کہ ہر ایک جملہ مستقل ہے کیونکہ جملہ اول تو تقوی پر آمادگی ہے اور دوم اپنے الہام کا وعدہ ہے اور سوم میں اثبات شان ہے اور نیز نام پاک لانے میں بندوں کے دلوں میں تعظیم خوب آتی ہے ذکرہ فی السراج پھر یہ سب اسوقت کو معاملہ اپنے وطن و حضر میں واقع ہو اور اگر سفر ہو تو فرمایا

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ

اور اگر تم ۔ سفر میں ہو ۔ اور نہ پاؤ ۔ لکھنے والا ۔ تو گرو چیزیں ۔ قبضہ کی ہوئیں ۔ پھر اگر اعتبار کرے ۔ ایک

بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ

دوسرے کا تو چاہیئے کہ پورا کرے جسپر اعتبار کیا گیا اپنے اعتبار کو اور ڈرتا رہے اللہ کو اپنے رب سے اور نہ چھپاؤ گواہی کو اور جسنے

۳۹ ع

يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝

چھپایا گواہی کو تو گنا ہگار رہے اُسکا دل اور اللہ تعالےٰ جو تم کرتے ہو اسکو خوب جانتا ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ۔ ای مسافرین وتداینتم۔ اور اگر تم لوگ سفر پر ہو یعنے مسافر ہو اور تمنے باہم اودھار معاملہ کیا۔ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا۔ اور تمنے لکھنے والا نہ پایا۔ ف کیونکہ سفر مین اکثر یہی اتفاق ہوتا ہے اور اگر کاتب ملا تو گواہ نہیں ملتے ہین تو حکم دیا کہ فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ۔ تو تم رہن مقبوضہ لے لو۔ اکثر قرار کی قراءۃ تو فرہان بروزن کتاب ہے اور ابو عمرو وابن کثیر۔ کی قراءۃ مین فرہن بضم راو مہملہ وضمہ ہا رہونہ بروزن سقف ہے اور دونون مین سے ہر ایک جمع رہن بروزن صرف ہے اور رہن بمعنے مرہون ہے یعنے وہ چیز جو رہن کی گئی اور رہن لغت مین بمعنے مضبوطی ہے یعنے اس سے اپنی مضبوطی کر لو اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک رہن بدون قبضہ کے تمام نہیں ہے پھر آیت سے نکلتا تھا کہ رہن فقط سفر مین ہے لیکن احادیث سے طریقہ سنت رسول اللہ صلعم ظاہر ہوا کہ حضر مین کاتب موجود ہوتے ہوئے بھی رہن جائز ہے پس آیۂ کریمہ مین جو قید مذکور ہے یعنے سفر اور کاتب کا نہونا تو اسواسطے کہ توثق ومضبوطی کی حاجت اس حالت مذکورہ مین بہ نسبت حضر کے اشد ہے اور مقبوضہ کی قید نے یہ فائدہ دیا کہ رہن مین قبضہ شرط ہے وہ خواہ مرتہن خود قبضہ کرے یا اسکا وکیل قبضہ کرے کافی ہے پھر یہ سب اسی حالت مین کہ آدمی جسکو اودھار دیتا ہے اسکی طرف سے بے اطمینانی یا شبہہ ہو اور پوری پوری امانت داری پر وثوق نہو۔ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا پھر اگر بعض تمہارا بعض کو امین جانے یعنے اودھار دینے والا مدیون کو معتبر سمجھے حتی کہ اسنے رہن نہ لیا۔ فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ۔ المدائن۔ أَمَانَتَهُ۔ دینہ۔ تو چاہیئے کہ ادا کرے وہ شخص جو موتمن قرار دیا گیا ہے یعنے جس نے قرضہ اپنے ذمہ لیا ہے امانت اسکی یعنے دائن کا قرضہ ادا کردے۔ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ۔ اور اس قرضہ کے ادا کردینے مین اللہ تعالیٰ سے جو اسکا رب ہے تقویٰ رکھے۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ۔ اذا دعیتم لاقامتہا۔ مت چھپاؤ گواہی کو یعنے جبکہ تم بلائے جاؤ گواہی قائم کرنے کو یعنے ٹھیک ادا کرنے کو۔ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔ اور جسنے گواہی کو چھپایا تو اس کا دل گنہگار ہے ف خاص کر کے دل کو ذکر کیا اسواسطے کہ شہادت کا محل وہی ہے اور اسواسطے کہ جب قلب گنہگار ہوا تو قلب کے سوائے جو اعضا ہین وہ قلب کے تابع ہونگے پس اسکو گنہگارون کے مثل عذاب کیا جائیگا۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ۔ لایخفی علیہ شئی منہ۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے یعنے جو تم کرتے ہو اس مین سے کچھ بھی اللہ تعالےٰ پر پوشیدہ نہین ہے ف تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ مین ہے کہ قولہ تعالےٰ وان کنتم علی سفر یعنے مسافر ہو اور تمنے کسی مدت معلوم کے واسطے اودھار کا معاملہ کیا۔ ولم تجدوا کاتبا۔ اور تمنے کوئی کاتب نہ پایا جو تمہارے واسطے لکھے اور ابن عباس نے کہا یا تمنے کاتب کو پایا مگر کاغذ نہ پایا یا دوات نہ پائی یا قلم نہیں ہے۔ فرہان مقبوضۃ۔ چاہیئے کہ تحریر کے بدلے مرہون مقبوض ہو جو حقدار کے قبضہ مین رہے اور ابن عباسؓ نے اشارہ کیا کہ رہن کا حکم بحالت عذر ہے خواہ کوئی ہو پھر منجملہ حالات عذر کے سفر پر تنصیص کردی اور مانند سفر کے جو عذر ہو وہ اسی کے ساتھ ملحق ہے اور مجاہد وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ رہن فقط سفر مین مشروع ہے حضر مین نہین ہے اور جمہور کے نزدیک حضر وسفر دونون مین جائز ہے اور صحیحین مین حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے وفات پائی اور حال یہ کہ آپکی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس وسق جو کے عوض رہن تھی جو آپ نے اپنی اہل وعیال کی روزی کے واسطے لیے تھے اور ایک روایت مین ہے کہ مدینہ کے یہودیون سے ایک یہودی کے پاس رہن تھی اور شافعی کی روایت مین ابو الشحم یہودی کے پاس رہن تھی و راس حدیث سے نکلتا ہے کہ اناج کا قرض بھی جائز ہے فافہم

اور اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہی پھر جمہور کے نزدیک رہن کا رکن فقط ایجاب و قبول ہی اگر ایک نے رہن رکھا اور دوسرے نے قبول کیا تو رہن منعقد ہو گیا ولیکن ابھی لازم نہیں ہوا یعنے چاہے رہن نہ دے پس لازم جب ہوتا ہی کہ مرہون پر مرتہن کا قبضہ ہو جاوے یہی مذہب جمہور ہی۔ اور اب راہن کو اختیار نہیں رہا کہ بغیر اجازت مرتہن کے مال مرہون کو اسکے قبضہ سے نکال سکے۔ اور امام مالک کے نزدیک قبضہ شرط نہیں ہی اور لفظ مقبوضہ مین خاص مرتہن کی تخصیص نہیں بلکہ کسی طرح مقبوضہ ہو جاوے لہذا استدلال کیا گیا کہ مرتہن قبضہ کرے یا اسکا وکیل تو بھی روا ہی کیونکہ مقبوضہ ہو گیا۔ قولہ فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ۔ ابی حاتم نے باسناد جید حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا کہ اس آیت نے اپنے ماقبل کو منسوخ کر دیا اور رواہ البخاری فی التاریخ وابو داؤد وغیرہم اور یہی شعبیؒ و حسنؒ سے مروی ہی اور حق یہ ہی کہ یہ باب نسخ سے نہیں ہی بلکہ اعتماد کرنے کی صورت کا حکم ہی اور یہی قول جمہور کا ہی یعنے جسکو قرض و ادھار دیتا ہی اسکی امانت کی وجہ سے رہن لینے سے بے پروا ہو پس اسنے رہن نہ لیا تو موتمن یعنے مدیون امانت کو ادا کر دے یعنے قرضہ و دین کو ادا کرے اور اسکو امانت اسواسطے کہا کہ اس نے رہن چھوڑ کر اسکو مرد امین سمجھکر یہ دیدیا تھا تو گویا امانت تھی۔ قولہ ولیتق اللہ ربہ۔ اس مین مبالغات ہین کہ ایک تو بصیغۂ امر فرمایا جو ظاہر وجوب کے واسطے ہی اور اللہ و رب۔ ہر دو اسم پاک کو جمع کیا اور ادا دین کے حکم کے پیچھے اسکو ذکر فرمایا ہی۔ قولہ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ۔ اگر کہا جاوے کہ فانہ آثم نہین فرمایا بلکہ قلبہ زیادہ فرمایا اس مین کیا فائدہ ہی حالانکہ فقط قلب گنہگار نہین ہی جواب یہ کہ گواہی کو پوشیدہ کرنا یہ ہی کہ اسکو دل مین چھپا رکھے اور اسکو زبان سے نہ کہے پس چونکہ گواہی چھپانا مقترن بقلب تھا تو قلب کی طرف اسناد کیا گیا کیونکہ وہی گواہی چھپانے کا محل ہی اور زبان سے تو فقط فعل کا نہونا پایا گیا حالانکہ بدون ارادہ قلب کے وہ متحرک نہین ہوتی ہی جبکہ فعل اختیاری ہو اور فعل کی اسناد اس عضو کی طرف جس سے اس فعل کا انجام ہوتا ہی بہت بلیغ ہی کیا تو یہ نہین دیکھتا کہ جب تاکید سے بیان کرنا منظور ہوتا ہی تو یون بولتے ہین کہ یہ تو میری آنکھون دیکھی بات ہی اور یہ تو میرے کانون سنی بات ہی اسکو تو میرا دل جانتا ہی حالانکہ خوب معلوم ہی کہ دیکھنا سوائے آنکھ کے یا سننا سوائے کان کے یا جاننا سوائے دل کے نہین ہوا کرتا ہی پس مقصود مبالغہ بتاکید ہوتا ہی اور نیز قلب کی طرف نسبت اسوجہ سے بھی کہ قلب رئیس الاعضا ہی اور ایسا مضغہ ہی کہ اگر وہ درست ہوا تو تمام بدن درست ہوتا ہی اور اگر وہ بگڑا تو تمام بدن کے اعضاء بد حرکتین کرتے ہین جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث مین ہی پس گویا آثم قلبہ سے کہا گیا گناہ اسکی جڑ مین بیٹھ گیا اور جو جگہ اس مین عمدہ تھی وہان کا مالک ہوا اور نیز قلبہ اسواسطے فرمایا تا کہ یہ گمان نہو کہ گواہی چھپانا انھین گناہون مین سے ہی جو فقط زبان سے متعلق ہین بلکہ بہت بدتر گناہ ہی کہ دل تک بگڑتا ہی اور نیز اسواسطے تا کہ معلوم ہو کہ قلب تو معدن ہی اور زبان فقط اس امر کو ترجمہ کر کے ظاہر کرتی ہی جو دل مین ہوتا ہی اور نیز اسواسطے کہ دل کے جو افعال ہین وہ افعال جوارح سے بڑھکر ہین کیونکہ دل جڑ ہی اور باقی اسکی شاخین ہین یہ نہین دیکھتے کہ ایمان و کفر جو اصل ہی وہ قلب سے ہی اور اس مین اشعار ہوا کہ کتمان شہادت بڑا گناہ ہی اور ابن عباس وغیرہ سے روایت ہی کہ جھوٹی گواہی تو کبیرہ گناہون مین سے بدتر گناہ ہی اور گواہی چھپانا اس کے مثل ہی **ف ۲۰** عرائس مین ہی کہ اہل حق کی کرامات و انعامات سے دل مکدر نہ کرے اور نہ چھپاوے کہ یہ اسکی قساوت مین داخل ہی **قال المترجم** حضرت **ذوالنون مصری** و بعض اجلۂ تابعین سے صحیح ہوا کہ انھون نے فرمایا کہ صالحین کے ذکر سے اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی ہی اور ایسا ہی حضرت سفیان ثوری اور **جنید بغدادی** رحمہ سے صحیح ہوا ہی اور جاننا چاہیئے کہ یہ آیت کریمہ سے صریح ثابت ہی کہ انسان سے اسکے قلب کے اعمال پر مواخذہ ہو گا جبکہ قصداً دل مین جماوے

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ

اللہ ہی کا ہی جو کچھ آسمانون مین اور جو کچھ زمین مین ہی اور اگر تم کہو جو بات تمھارے جی مین ہی یا اسکو چھپاؤ۔ حساب کریگا تم سے

بِهِ اللّٰهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اللہ　پھر بخشدے گا　جسکو چاہے　اور عذاب دیگا جسکو چاہے　اور اللہ سب　چیز پر　قادر ہے

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ اللہ تعالےٰ ہی کے ملک و مخلوق ہی جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی ف جنکو تم دیکھتے ہو اور باقی جہان کہین ہی وہ کل اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہی اگرچہ تم نہ دیکھتے ہو پس ہر حال مین ظاہر و باطن تمکو ہوش چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ سے تقوی رکھو۔ وَاِنْ تُبْدُوْا ۔ تظہروا۔ اور اگر تم ظاہر کرو اسکو۔ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۔ من السوء والعزم علیہ۔ جو تمھارے جی مین ہی۔ ف یعنے بدی اور اس پر قصد مصمم خواہ ظاہر کرو۔ اَوْ تُخْفُوْهُ ۔ تسروہ یا اسکو چھپاؤ۔ يُحَاسِبْكُمْ ۔ یخبرکم۔ بِهِ اللّٰهُ ۔ یوم القیامۃ تمکو اس سے آگاہ فرماویگا اللہ تعالےٰ بروز قیامت پھر حساب لیگا یا درگذر فرماویگا۔ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۔ پھر جسکے لیے چاہے مغفرت فرمادے گا۔ ف پوشیدہ کر کے درگزر فرمادے گا۔ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۔ جس کو چاہے عذاب دے گا۔ ف اور وہی خوب جانتا ہی کہ کس بندہ کا دل کس لائق ہی جمہور قراء کے نزدیک یغفر اور یعذب ہر دو فعل کو جزم ہی اس طور کہ جواب شرط یعنے یحاسبکم پر عطف ہین اور ابن عامر و عاصم کے قرارت مین رفع ہے بنابر آنکہ جملہ مستانفہ ہی اور فہو بتدار مخذوف ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ مین سب قدرت ہی ف جسکو چاہے بخشے وجسکو چاہے عذاب کرے جاننا چاہیئے کہ اس آیۂ کریمہ کے معنے باعتبار زبان عربیہ کے یہ ہین کہ جن امور پر حساب ہوگا ان مین جو بندون نے اپنے دل مین پوشیدہ رکھے ہین یا ظاہر کردیے ہین اللہ تعالےٰ قیامت مین ان سب کا حساب لیگا پھر جسکو چاہیگا بخشدیگا اور جسکو چاہیگا عذاب کریگا اور اللہ تعالےٰ دانا ہی ہر چیز پر قادر ہی یہ تو معنے آیت کے بنظم عربیہ ہین۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ دل کے تصورات و خیالات و وساوس پر بھی حساب ہوگا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے میری اُمت سے انکا دلی وسوسہ مرفوع کردیا ہی اور نیز حدیث سے ثابت ہی کہ جو کوئی حساب مین پڑا جائیگا وہ ضرور عذاب کیا جائیگا اور عفو کا حساب یہ ہی کہ بندہ گنہگار کو اسکا نامۂ اعمال دکھلایا گیا پھر درگذر کی گئی۔ تو اب ضرور ہوا کہ آیت قدسی کے معنے حل ہون لہذا یہان علما کے پانچ اقوال ہین اول آنکہ یہ حکم ان لوگون کے حق مین مخصوص ہی جو گواہی چھپاوین پس گواہی چھپانے والا حساب لیا جائیگا خواہ اس نے لوگون پر ظاہر کردیا ہو کہ مین نے گواہی چھپائی ہی یا ظاہر نہ کیا ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ علیم ہی اور ایسا کچھ ابن عباس وعکرمہ وشعبی ومجاہدؒ سے بھی روایت کیا گیا ہی اور یہ روایات صحیح نہین ہین۔ قول دوم آنکہ ماموصولہ سے مراد وہ امور ہین جو دل مین یقین ہونا چاہیئے تھے لیکن اس مین یقین وشک کے درمیان خلجان ہوا یہ قول مجاہدؒ کا ہی۔ قول سوم آنکہ یہ عذاب فقط کافرون ومنافقون کے ساتھ مخصوص ہی اسکو ابن جریرؒ نے چند لوگون سے حکایت کیا ہی اور ان تینون اقوال پر اعتراض کیا گیا کہ آیت عام ہی کہ جو کوئی ہو یا جو کچھ دل مین ہو پس تخصیص بلا مخصص ہی بعض نے جواب دیا کہ آیت سے پہلے جو گواہی چھپانے کی ممانعت مذکور ہوئی ہی وہ مخصص ہی اور رد کردیا گیا کہ یہ تخصیص خلاف معقول ومنقول ہی کما لایخفی۔ قول چہارم یہ کہ آیت تو عام ہی یعنے علی العموم جو چیز جس کسی کے دل مین خطور کرے گی بطریق ممنوع تو اللہ تعالیٰ قیامت مین اس سے حساب کریگا پھر جسکو چاہے بخشے گا اور جسکو چاہے عذاب کریگا ولیکن یہ آیت منسوخ ہی یہ قول ابن مسعود و عائشہ و ابوہریرہ وشعبی وعطاء ومحمد بن سیرین ومحمد بن کعب وموسیٰ بن عبیدہ کا ہی اور یہی ابن عباسؓ سے باسناد صحیح مروی ہی اور یہی ایک جماعت صحابہ وتابعین سے ثابت ہوا ہی اور اسی کو بہت سے مفسرین نے صحیح کہا ہی کیونکہ بخاری وبیہقی نے مروان اصفر سے روایت کی کہ اسنے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ الآیہ۔ کو اسکے مابعد کی آیت نے نسخ کیا ہی اور اسکے مانند حضرت علیؓ سے مروی ہی اخرجہ عبد بن حمید والترمذی

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب قولہ تعالیٰ للہ ما فی السموات وما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم به اللہ فیغفر لمن یشاء الآیہ۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر یہ امر بہت دشوار ہوا پس وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پھر گھٹنوں کے بل بیٹھکر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم لوگ ایسے اعمال بجالانے کا حکم کیے گئے تھے جنکی ہمکو طاقت تھی نماز اور روزہ جہاد و صدقہ وغیرہ اور اب اللہ تعالے نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی اور ہم اسکی طاقت نہیں رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ وہ کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے دونوں کتاب والوں یہود و نصاریٰ نے کہا تھا کہ سمعنا وعصینا نہیں بلکہ یوں کہو کہ سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔ یعنے ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اے پروردگار ہم تیری ہی بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف ہمارا ٹھکانا ہے پس جب قوم نے اسکو ورد زبان کیا اور یہ انکی زبانوں پر عاجزی کے ساتھ رواں ہوا تو اللہ تعالے نے اسی کے نشان پر پیچھے پیچھے نازل فرمایا آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون الآیہ پھر جب ان لوگوں نے ایسا کیا تب اللہ عزوجل نے اسکو منسوخ فرمایا اور اتارا۔ لایکلف اللہ نفسا الا وسعها تا آخر۔ رواہ احمد ومسلم وابوداؤد فی ناسخہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم اور حضرت ابن عباس سے مانند اسکے مرفوعا روایت کیا گیا ہے اور اس قدر زائد ہے کہ پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا یعنے کہو اور اللہ عزوجل نے فرمایا میں نے ایسا ہی کر دیا۔ ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا۔ فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا۔ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به۔ فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا۔ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ رواہ احمد ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر والحاکم والبیہقی۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے طرق واحادیث کے مختلف الفاظ کو فردا فردا جمع کیا ہے میں نے بخوف تطویل مزید ترک کیا اور حاصل امر کو بیان کر دیا اور بہت مفسرین وعلماء اس قول کی طرف گئے ہیں کہ یہ آیت اپنے مابعد سے منسوخ کیا اور کہا لیکن میں کہتا کہ روایت بخاری میں اسکے نسخ کی تصریح موجود ہے اور مسلم وغیرہ کی روایت میں جو ہم نے اوپر ذکر کی ہے میں نسخ کی تصریح موجود ہے پھر میں کہتا ہوں کہ اس قول پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قول محقق یہ قرار پایا کہ نسخ طاری ہوتا ہے امر و نہی کے احکام پر جیسا کہ مفسر نے مقدمہ اتقان میں بیان کیا ہے اور آیت جملہ خبریہ ہے اسپر نسخ کیونکر ہو سکتا ہے اور جواب یہ دیا گیا کہ نسخ کبھی اخبار میں بھی ہوتا ہے جبکہ خبر کسی حکم کو متضمن ہو اور ایک جماعت علماء نے تجویز کیا ہے کہ خبر مستقبل یعنے ایسی خبر میں جو آئندہ واقع ہوگی نسخ ہو سکتا ہے کیونکہ جائز ہے کہ اللہ تعالے نے اسکا محو کرنا مقدر کیا ہو اور یہی بیضاوی کا قول ہے۔ اور بیہقی نے فرمایا کہ نسخ یہاں بمعنے تخصیص و تبیین ہے کیونکہ آیت اولی تو عموم کے مورد پر وارد ہوئی پس مابعد والی آیت نے بیان کیا کہ مخفی میں وہ چیز بھی ہے جسپر مواخذہ نہ ہوگا۔ اور یہ وہ ہے جو نفس میں وسوسے پیدا ہوں جنکو آدمی دفع نہیں کر سکتا ہے قال المترجم پس اس صورت میں آیۂ اولی محکم باقی رہی منسوخ نہیں ہوئی اور چونکہ مفسر سیوطی رحمہ اللہ کے نزدیک اصطلاحی نسخ مخصوص باوامر و نواہی ہے اور اخبار میں نسخ نہیں جاری ہوتا ہے لہذا یہاں بھی یہ اختیار کیا کہ آیۂ اولی منسوخ نہیں ہے بلکہ اسکو محکم قرار دیا اور یہی قول صحیح ہے اور علی بن ابی طلحہؒ نے جو ابن عباس سے تفسیر روایت کرنے والوں میں سب سے اثبت ہیں اور انھیں پر بخاری رحمہ اللہ نے باب تفسیر میں اعتماد کیا ہے انھوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم به اللہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی لیکن یہ بات ہے کہ جب اللہ تعالے قیامت کے روز خلائق کو جمع کرے گا تو فرماوے گا کہ میں تمکو خبر دیتا ہوں ایسی چیزوں کی جو تمنے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھیں جنکی میرے ملائکہ کو اطلاع نہیں ہے پھر مومنوں کو تو خبر دیوے گا پھر انکو بخش دے گا جو انھوں نے دل ہی دل میں باتیں کی تھیں اور یہی ہے قولہ یحاسبکم به اللہ۔ ای یخبرکم۔ یعنے خبر دے گا تمکو اور فرمایا فیغفر لمن یشاء اور جو منافق و شک والے لوگ ہیں جو انھوں نے تکذیب کو چھپا رکھا تھا اسکی انکو خبر دیگا اور یہی فرمایا ویعذب من یشاء۔ اور فرمایا۔ ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم۔

یعنے جو بات کہ چھپاتا تھا ۱۲ منہ

یعنے شک ونفاق کو۔ اور عوفی وضحاک رحنے بھی ابن عباس سے قریب اسکے روایت کیا ہی اور ابن جریر نے مجاہد وضحاک رح سے بھی اسکے مانند روایت کیا ہی اور حسن بصری رح سے روایت ہی کہ کہا کہ یہ آیت محکم ہی منسوخ نہین ہوئی اور ابن جریر رح نے اسی کو اختیار کیا ہی اور یہ حجت پیش کی کہ محاسبہ سے یعنے محاسبہ واقع ہونے سے یہ لازم نہین آتا ہی کہ اسپر عقاب بھی ضرور ہو بلکہ اللہ تعالےٰ کبھی محاسبہ کرکے بخشدیگا اور کبھی محاسبہ کرکے عذاب کریگا چنانچہ صفوان بن محرز سے روایت ہی کہ اس درمیان مین کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر کے ساتھ طواف کرتے تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ آپ نے نجوٰی کے بارہ مین رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ کیا فرماتے تھے عبداللہ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا فرماتے تھے کہ بندہ مومن اپنے پروردگار عزوجل سے قریب ہوگا یہانتک کہ اسکو اپنے سایۂ رحمت مین لے لیگا۔ پھر اس سے اسکے گناہون کا اقرار کرائیگا فرمائیگا کہ تو جانتا ہی کہ تونے یہ کیا وہ عرض کریگا ہان ای پروردگار میرے جانتا ہون۔ مکرر اقرار کریگا یہانتک کہ جتنا منظور ہوا اللہ تعالیٰ وہان تک اقرار کرائیگا پھر فرمادیگا کہ مین نے دنیا مین اسکو تیرے حق مین چھپایا اور آج تیرے واسطے بخشتا ہون پھر اسکی نیکیون کا صحیفہ یا نوشتہ اسکے داہنے ہاتھ مین دیدیگا اور رہے کفار ومنافقین تو انکے حق مین پکارنے والا جمیع خلائق مین پکار دیگا۔ کہ ہولاء الذین کذبوا علےٰ ربہم الالعنة اللہ علے الظالمین یعنے یہی لوگ ہین جو جھوٹ بولے اپنے پروردگار پر آگاہ رہو کہ ان ظالمون پر اللہ تعالےٰ کی لعنت وپھٹکار ہی رواہ ابن جریر اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین طرق متعددہ سے مروی ہی اور ثابت ہوا کہ آنکھ وہاتھ یاپاؤن وغیرہ کی طرح قلب سے بھی زنا وغیرہ کے اعمال صادر ہوتے ہین پھر مرد کا یا عورت کا اندام جو چھپا رہتا ہی اسکی تصدیق کرتا ہی یا تکذیب کرتا ہی یعنے اگر وہ مرتکب ہوگیا تو تصدیق ہوگئی اور اگر نہ کیا تو تکذیب کی چنانچہ حدیث صحیح مین مصرح موجود ہی اور اسی واسطے بعض ظن کو گناہ قرار دیا کہ فرمایا ان بعض الظن اثم۔ یعنے بعض بدگمانی گناہ ہے۔ اور مترجم کے نزدیک تحقیق یہ ہی کہ افعال دو قسم ہین اول وہ افعال جو فقط دل ہی سے صادر ہوتے ہین جیسے یقین توحید لا الٰہ الا اللہ ومحمد رسول اللہ۔ اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم دل مین رکھنا۔ پس ایسے افعال جب ہی افعال ہوتے ہین کہ دل ان کو قصد کرے کیونکہ کبھی خود بخود یہ امور دل مین پڑجاتے ہین جیسے علماء یہود وہرقل بادشاہ روم وغیرہ کے دل مین یہ بات قطعاً سما گئی تھی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بےشک سچے رسول ہین اور وہی پیغمبر ہین جنکی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ نے سُنائی تھی لیکن یہ انکے دل کا فعل نہین تھا بلکہ ایسے دلائل وآثار موجود تھے کہ خود بخود انکے دلون مین یہ بات پڑتی تھی جیسے کوئی شخص اپنے دشمن کی طرف سے دل ہی دل مین یہ سمجھتا ہی کہ وہ نیکمرد ہی مگر ظاہر مین عداوت سے وہ اسکے خلاف کرتا ہی اسی طرح یہ یہود ونصاریٰ دل ہی دل مین معجزات نبوت کچھ دیکھکر ناچار تھے کہ انکے دلون مین یہی سماتا تھا کہ بیشک یہ شخص پیغمبر حق ہی لیکن یہ انکے دل کا فعل نہین تھا بلکہ فعل یہ تھا کہ دل سے دشمنی کرتے واندر سے نفرت وانکار کرتے تو یہی انکا کفر ہوا۔ اب غور کرو کہ اگر کسی مومن کے دل مین وسوسہ پڑا کہ قیامت کیونکر ہوگی یا مانند اسکے تو یہ دل کا فعل نہین ہی پھر اگر اسنے اسکو دل مین جمایا تو یہ اسکا فعل ہی پس محاسبہ ہوگا اور اگر اسنے اسکو رد کردیا تو یہ بھی اسکا فعل ہی اور اسپر ثواب عظیم پاویگا کیونکہ اسنے ایمان جمایا اور شک وکفر نکال پھینکا۔ اسی طرح اگر کسی مرد صالح کی طرف سے بدی وبدگمانی آئی اور اسنے نکال پھینکی تو کچھ گناہ نہین بلکہ ثواب ہوا اور اگر اسنے خود بدگمانی کی تو یہ فعل معصیت ہی کما قال تعالےٰ ان بعض الظن اثم اور حدیث مین ہی کہ بعضے لوگون نے شکایت کی ہمارے دل مین بعضی ایسی بات آتی ہی کہ ہمکو زبان سے نکالنا نہایت ہی گران ہوتا ہی یعنے ہم اسکو ایسا مکروہ وناگوار سمجھتے ہین کہ زبان سے کہہ نہین سکتے ہین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو خالص ایمان ہی کما رواہ مسلم وغیرہ اسکی یہی وجہ ہی جو ناگوار وسوسہ شیطان تھے لا الاعتقاد انکے دل کا فعل نہین تھا پھر جب انھون نے اسکو ناگوار جانا تو یہ انکا فعل ہی تو یہ عین ایمان ہوا قسم دوم وہ افعال جو کسی عضو بدنی سے صادر ہوتے ہین تو ایسے فعل مین سے ہر ایک کے ساتھ نیت قلبی ضرور متعلق ہوتی ہی پھر یہ نیت دو طرح ہی ایک تو اسکے صادر ہونے کی نیت۔ اور دوم

سلہ یہ حدیث جس مین یہ فضیلت آئی کہ اللہ تعالیٰ بندہ مومن سے قیامت کے روز ... ۱۲ م

اس فعل کے نتیجہ کی نیت پس نتیجہ سے یہ غرض کہ زید نے بکر کو روپیہ دیا اس غرض سے کہ میرا نام مشہور ہو یا کوئی غرض نیک ہو تو یہ اسی نیت پر دائر ہوئی۔ دوم
اس فعل کے صادر کرنے کی نیت مثلاً زنا تو یہ فعل درحقیقت شرمگاہ سے پورا ہوتا ہے پھر اگر کسی کے دل میں آیا کہ وہ زنا کرے لیکن اسنے اس قصد کو دور
کیا تو ثواب پایا اور اگر اسنے اس قصد کو دل میں جمایا اور عمر بھر اس قصد کو کبھی پورا نہیں کرنے پایا تو بھی عزم بدنیتی کا گناہ کمایا اور اگر کبھی پورا کر لیا تو بدنیتی و
بدکاری دونوں کا گناہ کمایا۔ پھر کبھی آدمی کی مراد ایک فعل سے اچھی ہوتی ہے اگرچہ وہ فعل ناگوار ہو تو ظاہر شرع میں اسپر یہی فعل دیکھا جائیگا اور نیت پر اللہ تعالیٰ
کے نزدیک باطن میں مدار ہوگا اور حدیث میں ہے کہ اس امت کے لئے وہ معاف ہے جو جی میں وسوسہ آوے۔ اور حدیث میں ہے کہ جسنے بدی کا قصد کیا پھر بخوف الٰہی
عزوجل اسکو چھوڑ دیا و مٹایا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جائیگی اور اگر اس بدی کو پورا کیا تو اسکے نامۂ اعمال میں بدی لکھی جائیگی اور اگر نیکی کا قصد کیا تو نیکی لکھی
جائیگی پھر اگر اسکو پورا کیا و عمل میں لایا تو دس نیکیاں لکھی جائینگی کما فی صحیح مسلم وغیرہ فافہم المختصر ھم اور تفاسیر میں ہے کہ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے
حساب فرمائیگا مگر مومنوں سے مواخذہ اسی قدر ہوگا جو صادر و واقع کیا ہو اور باقی عفو ہوگا اور چونکہ اس آیت کریمہ میں فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء مبہم
تھا آگے کی آیت کریمہ سے صاف کر دیا کہ حساب ہوگا مگر مواخذہ اسی قدر پر ہوگا جو وسعت میں تھا اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے اس چیز کو درگذر قرار دیا جو انکے نفسوں میں وسوسہ پیدا ہوں جب تک کہ انکو زبان سے نہ نکالے یا انپر
عمل نہ کرے رواہ اصحاب الستۃ۔ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا
قصد کرے تو اسپر اسکو مت لکھو پھر اگر وہ عمل میں لاوے تو اسکو اسپر ایک بدی لکھو اور جب وہ بھلائی کا قصد کرے اور ہنوز نہیں بجا لایا ہے تو اسپر ایک
نیکی لکھو پھر اگر اسکو بجا لاوے تو دس نیکیاں لکھو۔ رواہ البخاری و مسلم اور ایک روایت میں نیکی کے بجا لانے کی صورت میں دس گونہ سے سات سو گونہ تک
لکھنے کا حکم مذکور ہے رواہ مسلم منفرداً۔ اور عبدالرزاق کی روایت میں اس حدیث قدسی میں بایں طور ہے اور جب اس نے اپنے نفس سے یہ بات
کی کہ بدی کو کرے تو میں اسکو یہ وسوسہ بخشتا ہوں جب تک اس بدی کو نہیں کیا پھر جب اسکو کر گذرا تو اسکے اوپر اسکو ایک مثل لکھتا ہوں اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ کہتے ہیں کہ پروردگار یہ بندہ تیرا بدی کو کرنا چاہتا ہے حالانکہ اللہ تعالے اسکو خوب دیکھتا ہے مگر فرماتا ہے کہ اے
ملائکہ اسکو دیکھتے رہو کہ اگر اسکو کرے تو اسپر اسکی مثل ایک ہی بدی لکھو اور اگر اسکو چھوڑ دے اور باز رہے تو اسکے نام ایک نیکی لکھو اس نے میرے ہی
خیال سے اس بدی کو چھوڑا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں جسکا اسلام اچھا ہوا تو جو نیکی وہ کرتا ہے اسکے واسطے دس گونہ
سے سات سو گونہ تک لکھی جاتی ہے اور ہر برائی جو اس سے سرزد ہوتی ہے وہ ایک ہی لکھی جاتی ہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملتا ہے رواہ مسلم
اور ابن عباس کی مرفوع روایت اسی حدیث قدسی میں دس گونہ سے سات سو گونہ سے اضعاف کثیرہ تک ثواب مذکور ہے اور یہ بھی صحیح مسلم میں
ہے اور پہلے معلوم ہو گیا ہے کہ عرب اضعاف کثیرہ وغیرہ کا اطلاق بمعنے بےشمار کیا کرتے ہیں اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ
میں سے چند لوگ آئے اور عرض کی کہ ہم لوگ اپنے نفسوں میں ایسی بعض بات پاتے ہیں کہ ہر کوئی ہم میں سے اسکو زبان سے نکالنا بہت بڑا
جانتا فرمایا کہ تمنے ایسا پایا ہے انھوں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ تو فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہے اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سے
وسوسہ کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ صریح ایمان ہے رواہ مسلم۔ اور معنے یہ ہیں کہ نفس میں وسوسہ آیا اور شیطان نے واہیات خیال جو جناب باری عزوجل کی
شان کے لائق نہیں ہے وہ دل میں ڈالا اور بندے نے دل میں سمجھا کہ یہ بڑی بری بات ہے کہ زبان سے نکالنے کے قابل نہیں ہے تو یہ اسکے ایمان کا مقتضا ہے اسیواسطے
آپنے فرمایا کہ یہ تو عین ایمان ہے فافہم ف۲ عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالے للہ ما فی السموات وما فی الارض۔ اے اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے ملکوت کونین کے خزانے ہیں اور
اسی کے واسطے غیب عالمین کے اسرار ہیں۔ شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ ہر دو جہان کا پیدا کرنے والا ہی پاک خالق ہے جس نے بدون کسی چیز کے

اور بدن کسی شاغل کے انکو اس خوبی وحکمت سے پیدا کردیا ہے پس جو شخص ان دونون مین مشغول ہوگیا تو یہ دونون اپنی طرف اسکو مشغول کرکے اللہ تعالے
سے جدا کردیتے ہین اور جو شخص کہ اللہ عزوجل خالق کی طرف جھک پڑا اور ان دونون کو ترک کردیا تو اسکو اللہ تعالے ان دونون کا مالک
بنا دیتا ہے اور علی بن سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم ۔ یعنے باطنی اعمال اور دل کے افعال کو ظاہر کرو او تخفوہ ۔ یا احوال
کو چھپاؤ یحاسبکم بہ اللہ ۔ یعنے عارف کو اسکے احوال کے موافق درجہ وقربت عطا فرماویگا اور زاہد کو اسکے افعال واعمال پر ثواب عنایت ہوگا ۔ واللہ اعلم ۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَ
مانا رسول نے جو کچھ اترا اسکو اسکے رب کی طرف سے اور مسلمانون نے ہر ایک نے مانا اللہ کو اور اسکے فرشتون کو اور اس کی کتابون کو اور
رُسُلِہٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ٭ غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ۝
رسولون کو ہم جدا نہین کرتے اسکے رسولون مین ۔ اور بولے ہمنے سنا اور اطاعت کی تیری بخشش چاہی اے رب ہمارے اور تیرے ہی طرف ٹھکانا ہے

اٰمَنَ ۔ صدق ۔ الرَّسُوْلُ محمد ۔ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ من القرآن ۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۔ تصدیق کی رسول نے (محمد نے) اس کلام کی جو
اسکے رب کی طرف سے اسپر اتارا گیا (قرآن) اور مومنون نے ف بھی اسکی تصدیق کی رسول سے مراد محمد صلعم ہین کیونکہ الرسول کا الف لام عہد کا ہے اور
اور بما انزل مین ما موصولہ سے قرآن مراد ہے ۔ کُلٌّ ۔ ای کلھم ۔ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ بالجمع والافراد ۔ حمزہ وکسائی کی قراۃ مین کتابہ
مفرد آیا ہے اور باقیون کی قراءت مین بصیغہ جمع آیا ہے ۔ وَرُسُلِہٖ ۔ رسول ومومنین سب ایمان لائے اللہ تعالے پر اور اسکے ملائکہ وکتابون (یا
کتاب) پر اور اسکے رسولون پر یقولون ۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۔ فنؤمن ببعض ونکفر ببعض کما فعل الیہود والنصاری کہتے ہین
کہ ہم اسکے رسولون مین سے کسی کے درمیان تفریق نہین کرتے ف بایں طور کہ بعض رسول پر ایمان لاوین اور بعض سے کفر کرین جیسے یہود ونصاری
نے کیا ہے ۔ وَقَالُوْا سَمِعْنَا ۔ امرتا بہ سماع قبول ۔ کہتے ہین کہ ہمنے سنا ف یعنے جس کے کرنے کا تونے ہمکو حکم کیا ہے اسکو قبولیت کا
سننا ہمنے سنا ہے ۔ وَاَطَعْنَا ۔ اور ہمنے اس کی اطاعت کی ف نافرمانی نہین کرتے ہین ۔ نسئلک ۔ غُفْرَانَکَ رَبَّنَا ۔ ہم درخواست
کرتے ہین تجھسے تیری بخشش کی ۔ اے ہمارے پروردگار ۔ وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ۔ المرجع بالبعث تیرے ہی طرف کو لوٹ جانے کا ٹھکانا ہے ف
بعد موت وبعث حشر کے ۔ زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالی عزوجل نے اس سورت مین فرض صلوۃ وصوم وزکوۃ ذکر کیا اور احکام حج وجہاد کو بیان
کیا اور حکم حیض وطلاق وایلاء کو ذکر فرمایا وانبیاء کے قصص بیان فرمائے اور سود کا حکم بیان کیا پھر اسکے پیچھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
تصدیق پھر تمام مومنین کی تصدیق ذکر فرمائی چنانچہ فرمایا ۔ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون ۔ اور پہلے معلوم ہوگیا کہ اسکے پہلے جو آیت ہوا اسکے
نازل ہونے اور مومنون کی تصدیق اور اطاعت کرنے پر اور ہمہ تن اپنے آپکو جناب باری عزوجل کی قدرت مین تسلیم کرنے پر اسکے حق مین یہ نازل
فرمائی گئی ہے جیسا کہ احادیث مذکورہ بالا سے واضح ہے اور تصدیق کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقطوع ومعلوم تھا تو مومنون کے حق مین اس مین بھی بڑی مدح ہے
کہ رسول اللہ صلعم کی تصدیق کو انکے ساتھ فرمادیا ۔ قولہ کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ ۔ اس مین کل یعنے کل واحد ۔ یعنے
ہر فرد ایمان لایا اللہ تعالی پر اس طرح کہ وہ وحدہ لا شریک ہے اپنی الوہیت وصمدیت مین ۔ اور ملائکہ وغیرہ پر ایمان یہ کہ انکو سچ مانا پس ملائکہ کا سچ ماننا یہ کہ وہ
اللہ تعالے کی نورانی مخلوق ہین وہ انسان وجن کی طرح مذکر یا مونث کا تصور نہین ہے اور وہ اللہ تعالے کی نافرمانی نہین کرسکتے بلکہ جو حکم ہو وہ ویسا ہی
ٹھیک ٹھیک پورا کرتے ہین اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص ملائکہ پر ایمان نہ لاوے وہ کافر ہے اور تمام امت سابقین ولاحقین نے اتفاق کیا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالی
کی مخلوق ہین اور احادیث واخبار اس مین مانند متواتر کے ہین اور آیات صریح متواتر موجود ہین پس اہل ایمان کو اس زمانہ کے بعض فاجرون کے قول

اعتماد نہ کرنا چاہیئے جو وجود ملائکہ سے منکر ہین کیونکہ یہ کفر ہی-اور ملائکہ کو رسل پر مقدم آنا کچھ فضیلت کے لیے نہین بلکہ وہ اللہ تعالےٰ و رسل کے درمیان کتابون کے اُتارنے مین واسطہ ہوتے ہین تو ترتیب سے پہلے ملائکہ کو پھر کتابون کو پھر رسولون کو بیان فرمایا اور تم جانتے ہو کہ کسی کے نزدیک کتابون سے ملائکہ کی فضیلت مقصود نہین ہی اور کتابون پر ایمان کے یہ معنے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے جب کبھی جس پیغمبر پر کوئی صحیفہ یا کتاب نازل فرمائی یا وحی فرمائی سب حق ہین چنانچہ توریت و انجیل بھی حق ہی اور اسوقت مین انکا عمل منسوخ ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ حق نہون-رسولون پر ایمان لانے کے یہ معنے کہ اللہ تعالےٰ نے جب کبھی کہین کسی اُمت پر جو رسول و نبی بھیجا وہ سب بے شک اللہ تعالےٰ کے رسول تھے اور ہم کسی سے منکر نہین ہین لہذا مدح فرمائی بقولہ تعالےٰ لانفرق بین احد من رسلہ-برخلاف یہود کے کہ حضرت محمد و عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کافر ہوگئے یا جیسے نصرانی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہوے قولہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر-اس مین مدح ہی کہ ان لوگون نے سمعنا واطعنا کہا اور مثل بنی اسرائیل کے سمعنا وعصینا نہین کہا اور قولہ غفرانک ای اغفر غفرانک-یہ سیبویہ و زجاج وغیرہ کا قول ہی اور یہی اولیٰ ہی اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام نسالک غفرانک-ہی اور یہی مفسر رحمہ نے اختیار کیا ہی-اور المصیر کی تفسیر ابن عباس سے مرجع و مآب-مروی ہی-اور جابر سے روایت ہی کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی آیہ-آمن الرسول بما انزل الیہ-تا قولہ والیک المصیر-تو جبریل نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی اور آپ کی اُمت کی اچھی تعریف کی ہی پس آپ درخواست کیجیے آپ کی درخواست اللہ تعالےٰ پوری کریگا-یعنے لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا-کا سوال کیجیے رواہ ابن جریر ف۲۰ فے العرائس قولہ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ-اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن تمام نفسانی لگاؤ اور شیطانی خطرون سے پاکیزہ فرما دیا تھا-پس جو کچھ جبروت کے صفات ان پر منکشف کیے گئے انکو انھون نے صدق اخلاص سے قبول کیا-قولہ والمومنون کل آمن باللہ-جاننا چاہیے کہ مومنون دو قسم کے ہین اول قسم وہ لوگ ہین جو عارفین صادقین مشاہدین مقربین مخلصین محبین راضیین متوکلین ہین ان مین سے ہر ایک نے نبی صلعم کی ہدایت مین مشاہدہ کیا اور اگر ایسا نہوتا تو وہ لوگ اپنی جان و تن کو راہ حق مین قربان نکرتے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ اور ان مومنون کے مشاہدہ مین فرق یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کے واسطے مشاہدہ خالص اور مشاہدہ صرف تھا جو آپ ہی کے واسطے مخصوص ہی اس مین خطرات کی آمیزش بالکل نہ تھی اور ان مومنون کو مشاہدہ یقین اس طور پر تھا کہ اس مین تجلی کا مشاہدہ کبھی لباس مین ہوتا تھا اور یہ لوگ وسواس سے خلاص نہ تھے بلکہ وسواس کے امتحان مین پڑے تھے **قال المترجم** صحاح احادیث و اخبار مین ثابت ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی تمام جان و اولاد و مال سے زیادہ آنحضرت صلعم کو چاہتے تھے یہان تک کہ اپنی اولاد و خویش و اقارب کو آپ پر قربان کرتے تھے اور صحیح ہوا کہ کوئی مومن نہین ہوتا جب تک آنحضرت صلعم اسکی جان و مال سب سے زیادہ محبوب نہو جاوین اور اسی استغراق محبت مین انکو اپنے شہید ہونے و اولاد و اقارب کے قتل ہونے سے کچھ پروا نہوتی تھی اور مومنون مین سے قسم دوم وہ لوگ کہ علم و عقل اور اللہ تعالیٰ کی آیات بینات پر ایمان لائے ہین اور یہ ایمان خلقی فطرتی ہی

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ

اللہ تعالےٰ تکلیف نہین دیتا کسی شخص کو مگر جو اسکی گنجایش ہی اسی کے لیے ہی جو اس نے کمایا-اور اسی پر پڑتا ہی جو کیا اے رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو اگر ہم بھولین یا چوکین

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ

اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا تو نے ڈالا تھا ان بندون پر جو ہم سے پہلے تھے اے رب ہمارے اور نہ اُٹھوا ہم سے جس کی ہمکو طاقت نہین

وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور درگذر کر ہم سے اور بخش دے ہمکو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا مالک ہی سو تو ہماری مدد کر اس قوم پر جو کافر ہین

جب وہ آیت نازل ہوئی جو اس سے پہلے ہی تو مومنون نے وسوسہ کی بے اختیاری ظاہر کی پھر عرض کیا کہ اسپر ہمارا محاسبہ ہونا ہماری طاقت سے

باہر تو لامحالہ ہم عذاب مین پڑے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا کہ تم لوگ ایمان لاؤ و سر جھکاؤ اور اپنے آپ کو اپنے رب عزوجل کے حوالہ کرو کہ وہی
رحم فرمانے والا ہی جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے قلوب کو بالکل رب عزوجل کے سپرد کیا تو اللہ تعالے نے قولہ آمن الرسول الآیۃ سے انکی مدح
فرمائی اور وسوسہ کے محاسبہ پر مواخذہ دور فرمایا یعنے اگرچہ حساب ہو مگر مواخذہ نہوگا لہذا نازل فرمایا۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔
اللہ تعالے نے کسی نفس کو مکلف نہین فرمایا مگر اسکی وسعت بھر ف یعنے جتنی اسکی سمائی و قابو ہی۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ۔ من الخیر ای
ثوابہ۔ ہر نفس کے واسطے اسکی کمائی ہی ف یعنے جو نیکی کمائی اسکا ثواب ہی۔ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ من الشر ای وزرہ۔ یعنی اور ہر
نفس ہی پر جو اُسنے کمائی ف یعنے ہر ایک بدی جو اسنے کمائی تو اس بدی کا گناہ و وبال خود اسی پر ہی کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ مین نہ پکڑا
جائیگا اور نہ بغیر کیے ہوے جرم مین ماخوذ ہوگا پھر حکم دیا کہ تم لوگ یون کہو کہ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا۔ بالعقاب۔ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔
ترکنا الصواب لا عن عمد کما اخذت بہ من قبلنا وقد رفع اللہ ذلک عن ہذہ الامۃ کما ورد فی الحدیث۔ ای ہمارے رب ہمکو گرفتار نہ کیجیو (عذاب
مین) اگر ہم بھولین یا چوکین یعنے ٹھیک راہ عمداً نہین بلکہ چوک کر چھوڑین پس اگر ہم بھول جاوین یا چوک جاوین تو ہمکو عذاب مین نہ پکڑ جیسے اسکی
وجہ سے تو نے ہم سے اگلون کو گرفتار کیا اور حال یہ کہ اللہ تعالے نے اس امت مرحومہ سے بھول چوک کا مواخذہ دور کر دیا ہی جیسا کہ حدیث
مین آگیا ہی پس اب اسکی درخواست کرنا اللہ تعالے کی نعمت کا اقرار ہی کیونکہ نعمت تو پہلے سے حاصل تھی حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے نے
اسکو قبول فرمایا۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا۔ امرا یثقل علینا حملہ۔ ای ہمارے رب اور ہمپر مت ڈالیو اصر۔ یعنے ایسا امر ثقیل جس کا
اُٹھانا ہمپر بھاری ہو جاوے۔ كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ جیسے امر ثقیل تو نے ان لوگون پر ڈالا تھا جو ہمسے پہلے تھے ف
یعنے بنی اسرائیل من قتل النفس فی التوبۃ واخراج ربع المال فی الزکوٰۃ وقرض موضع النجاسۃ۔ اگلون سے مراد بنی اسرائیل ہین کہ انپر یون حکم تھا
کہ انکے گنہگار کی توبہ یہ تھی کہ اپنے آپکو قتل کرادے اور زکوٰۃ یہ تھی کہ تمام مال کا چوتھائی دے اور نجاست دھونے سے نہین پاک قرار
دیجاتی بلکہ اسطرح کہ اتنا کپڑا کاٹ ڈالے۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ۔ قوۃ لَنَا بِهٖ۔ من التکالیف والبلاء۔ ای ہمارے رب اور
ہم سے ایسی چیزین نہ اُٹھوائیو جسکی ہمکو طاقت یعنے قوت نہین ہی ف مانند تکالیف و بلیات کے۔ حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے نے اس کو
قبول فرمایا۔ حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے میری امت پر ایسی قوم مسلط نہین فرماویگا جو انکو قتل کرنا و نیست کرنا مباح جانے اور انکو قحط عام و غرق
مین ہلاک نہین فرماویگا۔ وَاعْفُ عَنَّا۔ امح ذنوبنا۔ اور ہمارے گناہون کو محو کردے۔ وَاغْفِرْ لَنَا۔ اور ہمکو بخشدے۔ وَارْحَمْنَا
اور ہمپر رحم کردے ف یعنے مغفرت سے بڑھکر رحمت عطا فرما۔ اَنْتَ مَوْلٰىنَا۔ سیدنا ومتولی امورنا۔ تو ہی ہمارا مالک و ہمارے کامون کا
متولی ہی۔ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ باقامۃ الحجۃ والغلبۃ فی قتالہم فان من شان المولی ان ینصر موالیہ علی الاعداء۔ پس ہمکو کافرون پر
مددگاری دے باین طور کہ ہماری حجت انپر قائم ہو اور انسے لڑائی کرنے مین ہمکو ان پر غلبہ ہو کیونکہ مالک کی شان ہی کہ اپنے اولیاء بندون کی
مددگاری کرے دشمنون پر اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے نے اسکو منظور فرمایا۔ واضح ہو کہ تکلیف ہر حکم الٰہی ایسی چیز کے ساتھ جس مین مشقت
و کلفت ہو اور حکم سے مراد مخصوص امر ہی نہین بلکہ بمعنے طلب ہی جو نہی کو شامل ہی اسلیئے کہ بہت سی منہیات بھی خلاف خواہش نفس ہونے کے وجہ
سے نفس پر شاق ہین اور اس مین اتفاق ہی کہ مدار تکلیف کا بلوغ ہی اور یہ جو بعض علما سے روایت ہوا ہی کہ دس برس کے سن ہونے پر اگر
نماز ادا نہ کی تو اسکی قضا واجب ہی جیسا کہ سنن ترمذی مین ہی تو یہ احتیاط و تشدد ہی اور رہا اسلام تو وہ بھی جمیع علما کے نزدیک تمام فروع اعمال
کے واسطے شرط ہی اور اسپر اتفاق ہی کہ بدون اسلام کے ان اعمال کا ادا کرنا درست نہین ہی پس کافر کا نماز روزہ ادا کرنا صحیح نہ ہوگا۔

اور دیگر شروط مثل آزادی وغیرہ کے تو یہ اعمال مین متفرق طور پر کسی مین شرط ہین اور کسی مین نہین مثلاً علمائے حنفیہ کے نزدیک جمعہ اور اگرچہ آزاد مرد پر واجب ہی مملوک وعورت پر نہین۔ اور امر بالمعروف کرنا جس صورت مین کہ واجب ہی تو آزاد ومملوک سب پر واجب ہی علیٰ ہذا القیاس۔ وسع بمعنے طاقت یعنے جہانتک آدمی کو گنجائیش ہی اور ضیق نہین ہی پس قولہ لایکلف اللہ نفسا الاوسعہا۔ کے یہ معنے ہوے کہ اللہ تعالےٰ ہر آدمی کو اسکی وسعت ہی بھر مکلف فرماتاہی اور اسی حصر سے کہا گیا کہ حرج یعنے جس مین انسان پر ضیق وتنگی ہو وہ شرع مین اللہ تعالیٰ نے دور کیا ہی لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ضیق وتنگی وہ معتبر ہی جو شرع نے قبول کی اور نظیر اسکی موجود ہی نہ وہ کہ جو آدمی کے نفس امارہ نے اپنی خراب خواہش کے موافق قرار دی ہی مثلاً ایک شخص کی ٹانگ مین پھوڑا ہی کہ وہ کھڑا نہین ہوسکتا ہی تو اس سے فرضیت قیام بحالت نماز ساقط ہی اور یہ نہین کہ ایک شخص ہٹا کٹا زبردستی اپنے آپکو کھڑے ہونے مین ضیق وحرج قرار دے کہ وہ مقبول نہین ہی اور اسکا جاننا فقیہ مجتہد کی فہم پر ہی اسی واسطے امام محمد رح نے ملک ترے مین پہونچکر حرج دیکھکر کنڈے جلانا جائز کہا ہی۔ اور اس بیان سے ظاہر ہوا کہ منہاج الوصول الی علم الاصول مین **بیضاوی** نے اور دوسرون نے اپنی اپنی تصانیف مین جو یہان یہ اشکال پیش کیا ہی کہ ابو جہل وابو لہب وغیرہ کے مانند جن کافرون کو ایمان لانے کا مکلف کیا گیا تھا حالانکہ علم الٰہی مین قرار پایا تھا کہ وے ہرگز ایمان نہ لاوینگے تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوئی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ مین تکلیف مالا یطاق کی نفی فرمائی ہی تو یہ اشکال وارد ہی نہین ہوتا اسواسطے کہ تکلیف مذکور ہی۔ تو فرعی اعمال سے مکلف کیا جانا مراد ہی اور یہ اصل ایمان مین گفتگو ہی اور شافعیہ پر شاید یہ اعتراض وارد ہوگا کہ انکے نزدیک اسلام اور فروع اعمال مانند نماز وروزہ وغیرہ سے مکلف ہونا یکسان ہی اور البتہ تکلیف مالا یطاق سے مکلف ہونا جائز قرار دیا گیا ہی بدلیل قولہ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔ اور بدلیل قولہ ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ۔ کیونکہ اس مین تکلیف مالا یطاق سے خلاصی کی درخواست ہی اگر جائز نہوتی تو درخواست کے کچھ معنے نہوتے۔ اور **بیضاوی** وغیرہ نے یہ جواب ذکر کیا کہ ابو لہب وغیرہ کو ایمان لانے کی تکلیف دینا قبل اس امر سے آگاہ کرنے کے تھا کہ وہ ایمان نہ لاوینگے اور بعد اعلام اس امر مذکور کے انکا تکلیف دینا نہین ہی چنانچہ فرمادیا۔ سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لایؤمنون۔ اور **مترجم** کہتا ہی کہ یہ جواب ضعیف ہی کیونکہ یہ تو اسکا جواب ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو کیون اسلام کی دعوت فرمائی اسلیے کہ وہ ایمان لانے والے نہ تھے پس اسکا جواب اس سے عمدہ یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی ہدایت کرنے مین اپنے واسطے ثواب کے بڑے بڑے درجے حاصل کرتے تھے اور اسکا جواب نہین کہ اللہ تعالےٰ نے عام دعوت کیون فرمائی کیونکہ ایمان لاؤ سب کو عام خطاب ہی پس اگرچہ کہا جاوے کہ خطاب عام تھا اور مراد خاص تھی تو یہ ٹھیک نہین ہی کیونکہ دعوت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہی اور عام ہی مراد ہین اور اس صورت مین لازم آتا ہی کہ علم الٰہی مین انکا ایمان نہ لانا بھی تھا اور پھر ایمان لانے کا حکم بھی کیے گئے پس اشکال مندفع نہین ہوا ہان **مترجم** کے جواب سے دفع ہوچکا۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یعنے احکام الٰہی پہونچانے مین اللہ تعالےٰ نے دو معنے رکھے اول کافرون پر حجت اگرچہ ایمان نہ لاوین۔ دوم مراتب رسالت جو کافرون سے ایذا اُٹھانے مین ہین تو یہ ہر صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے حاصل تھی قولہ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت تقدیم خبر سے دلالت انحصار پر ہی اور لہا مین لام واسطے نفع کے اور علیہا مین علیٰ واسطے ضرر کے ہی اور یہ قرینہ ہی کہ ما کسبت سے مراد خیر اور اکتسبت شر ہی اور صاحب کشاف وغیرہ نے کہا کہ کسب فقط خیر ہی کے ساتھ بولا جاتا ہی۔ اور اکتساب فقط شر کے واسطے بولا جاتا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ خیر کی تخصیص کسب کے ساتھ اور شر کی تخصیص اکتساب کے ساتھ کیون ہوئی تو جواب دیا گیا کہ اکتساب مین احتمال ہی اے مبالغہ وکوشش سے کام کو بجالانا پس افعال بد چونکہ خواہش نفس پر ہوتے ہین اور نفس خود انکا حکم کرتا اور انکی طرف کھینچتا ہی تو انکے پورا کرنے مین زیادہ خواہش وکوشش ہوتی ہی پس اسکے واسطے اکتساب قرار دیا گیا اور امور خیر مین یہ بات نہین ہوتی ہی لہٰذا انکے واسطے کسب ہی رہا اور پھر تقدیر لہا ما کسبت نفس کے

واسطے وہ چیز جو اسنے کمائی "۔ اس سے عین مکسوب مراد نہین ہی بلکہ انکا ثواب مراد ہی اور ایسے ہی ما اکتسبت مین عین شر مراد نہین بلکہ اسکا گناہ و
عذاب مراد ہی قولہ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔ یعنے اگر نسیان و خطا سے کوئی امر بد ہمسے صادر ہو تو اسکے گناہ مین ہمکو ماخوذ نہ فرما اور اکثر
مفسرین وغیرہ نے اس دعاء سے اشکال پیش کیا ہی کہ خطا و نسیان تو دونون معفو ہین پھر یہ دعا تحصیل حاصل ہوگی اور اسکا جواب کئی وجہ سے
دیا گیا اول آنکہ استدعا ان سب اسباب پر مواخذہ نہونیکی ہی جو خطا و نسیان کی طرف موددی ہوتے ہین نفس خطا و نسیان پر مواخذہ نہونے کی درخواست
نہین ہی کہ وہ تو عفو کیے گئے ہین اور دوم آنکہ نفس خطا و نسیان پر مواخذہ نہونے کی درخواست ہی اور مقصود یہ ہی کہ برابر ایساہی رہے وسوم آنکہ یہ بطریق
شکر ہی چہارم آنکہ خطا و نسیان معاف ہونے کا علم حاصل ہونے سے پہلے تھا ذکرہ فی الکمالین اور اس مین نظر ہی اس واسطے کہ یہ حکم اللہ
تعالیٰ نے دیا ہی کہ قولوا ربنا لا تؤاخذنا الی آخرہ اور علم الٰہی مین مواخذہ نہ ہونا معلوم تھا قال قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس مین کچھ اختلاف نہین کہ
خطا و نسیان کا گناہ تو اٹھا دیا گیا ہی مگر اس مین اختلاف ہی کہ خطا و نسیان سے جو بات پائی گئی پھر جو احکام ایسی بات سے متعلق ہوتے ہین وہ آیا اس سے
متعلق ہونگے یا نہین تو اس مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ مختلف وقائع سے حکم مختلف ہی پس تاوان و قرضے و فریضہ نماز مین ایسی چیزین تو خطا و
نسیان سے بالاتفاق ساقط نہین ہوتی ہین اور اگر خطا سے کسی کو قتل کیا یا خطا سے کلمہ کفر بولا تو ایسے امور بالاتفاق ساقط ہین چنانچہ قصاص لازم نہ
آوے گا اور مرتد ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور تیسری قسم مین اختلاف ہی مثلاً کسی نے رمضان مین بھولے سے کھالیا چنانچہ مالک رح کے نزدیک روزہ ٹوٹ
گیا اور قضا لازم ہی اور جمہور کے نزدیک کچھ نہین ہی وعلیٰ ہذا اگر خطا سے طلاق دیدی تو طلاق واقع ہوجائیگی۔ اور جاننا چاہیئے کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہی
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اٹھا دیا میری امت سے خطا و نسیان کو اور اس چیز کو جسپر وہ زبردستی کیے جاوین رواہ ابن ماجہ و
ابن المنذر و ابن حبان فی صحیحہ والطبرانی والدارقطنی والحاکم والبیہقی۔ اور معنے حدیث کے یہ ہین کہ اگر خطا سے یعنے چوک کر یا بھولے سے کوئی کام
کرین یا زبردستی ان سے کرایا جاوے تو اللہ تعالیٰ نے اسکا گناہ انکے ذمہ سے دور کردیا اور یہ حدیث بہت طرق سے روایت کی گئی ہی اگرچہ اسناد
مین مقال ہی مگر بعض کی بعض سے تقویت ہوتی ہی اور وہ ضرور حسن لغیرہ ہی اور حدیث صحیح قد فعلت والی اسکی شاہد موجود ہی اور ان آیات کے
فضائل صحاح مین بہت مذکور ہین چنانچہ ابو مسعود رضہ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورۂ بقر کی آخر کی دو آیتین رات مین پڑھین
تو اسکو کافی ہین رواہ الشیخان واہل السنن اور حذیفہ رضہ سے مرفوعاً روایت ہی کہ سورۂ بقرہ کی آخر آیتین مجھکو خزانہ زیر عرش سے دی گئین ہین مجھسے پہلے
کسی نبی کو نہین دی گئین اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی والبیہقی بسند صحیح اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسکے فضائل کو دراز کلام سے بیان
فرمایا ہی اور اسی قدر کافی ہی جو ہمنے ذکر کیا۔ ف ۲ فی عرائس البیان قولہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کے
نفوس کو حق عبودیت کی تکلیف نہین دیتا مگر اسی قدر کہ جس کی انکو طاقت ہی کیونکہ حقیقت عبودیت اٹھانے مین انکو ضعف ہی اور قصور ظاہر ہے
اسواسطے کہ ربوبیت کے حقوق مین سے ایک یہ بھی ہی کہ پہلے تکبیر جو تعظیم و اجلال سے ادا کرین اسی مین بدن و جانین سب پگھل جاوین اور اللہ تعالیٰ
نے اپنے مخلوق کے واسطے اپنی معرفت مین سے فقط اسی قدر ظاہر فرمایا ہی جس قدر سے ان کی زندگی ہو اور اپنے پروردگار سے جاہل ہونے کی حسرت
مین مر نہ جاوین اور اگر انکو یہ یقین ہو جاوے کہ حقیقت عبودیت سے وہ کہین دور ہین اور صرف ربوبیت سے کہین جدا پڑے ہین تو اس حسرت و
غم سے مر نہ جاوین۔ قولہ تعالیٰ لہا ما کسبت۔ یعنے دنیا مین جو رنج و درد انکی ارواح نے اٹھایا ہی اسکا نیک بدلا ان کو ملیگا کہ امتحان مین پورے اترے
قولہ وعلیہا ما اکتسبت۔ نفس نے جو خطرات پیدا کر کے گناہ کمائے ہین تو اللہ تعالیٰ نفوس کو دنیا مین یہ بدلا دیدیتا ہی کہ مجاہدات و ریاضات مین
نفس پگھلایا جاتا ہی اور ارواح کو آخرت مین یہ بدلا ہی کہ انکو مشاہدہ خالص عطا ہوگا۔ قولہ تعالیٰ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا۔ یعنے ہمکو بسبب ہمارے

محجوب نہ فرما اگر ہم تجھے بھولین اور یاد فراموش کرین - قولہ او اخطانا - یعنے یا ہن طور خطا کرین کہ تیرے سوائے کسی غیر کی طرف التفات کرین - قولہ واعف عنا - اگر ہم تیری پاک ذات کی معرفت کم رکھتے ہین تو ہمکو عفو کردے - قولہ واغفر لنا - تیری عبادت مین جو ہمسے تقصیر ہوئی ہی وہ بخشدے - قولہ وارحمنا - ہمپر رحم کردے کہ محض اپنے فضل سے ہمکو اپنا وصل ومشاہدہ دیدے اور شیخ ابن عطاؒ نے فرمایا کہ لا تواخذنا مصیبت کے وقت ہمسے مواخذہ مت فرما اور قیامت مین ہماری پردہ پوشی فرمادے اور قیامت والون کے روبرو ہمکو فضیحت نہ فرما - قولہ فانصرنا علی القوم الکافرین - اہل مکاشفہ و اہل مشاہدہ مین سے جو لوگ امتحان مین پڑتے ہین یہ انکی مناجات ہی یعنے ہم تیری معرفت کے قیدی اور تیری محبت مین ضعیف ہین سو تو ہی ہمپر رحم کرکہ اپنی عظمت کی تجلی فرما تاکہ کشف ربوبیت اور مقام عبودیت مین ہم تیرے ہی طرف سے تیرے ہی ساتھ تقویت پاوین اور ہمکو فتح ونصرت دے اپنی معرفت سے اور حقائق الہام کے لشکرون سے جو الوہیت سے ثابت ہون قوم کافرین پر اے طبیعت کے اوباشون پر تاکہ تیری معرفت کے میدانون مین تیری معرفت کی تائید سے وہ شکست کھاکر بھاگین اور تیری خالص بندگی کرنے اور تیری درگاہ کا مشاہدہ طلب کرنے مین ہم ان اوباشون کی تشویش سے راحت پاوین قال المترجم یعنے نفس وطبیعت کے بندے بیچ مین خلل ڈالتے ہین انپر ہمکو اسطرح مدد دے کہ الہام کے لشکر معرفت ربوبیت کی ہمکو عنایت ہون -

سورۃ آل عمران مدنیۃ وھی ماتنا آیہ

یعنے سورہ آل عمران مدنیہ ہی اور وہ دوسو آیات ہین اور اس قول مین اتفاق ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی صحت ظاہر ہی اسواسطے کہ اول سے تراسی آیات تک وفد نجران کے حق مین نازل ہوئین جو ہجرت کے نوین سال مدینہ مین آئے تھے تو یہ ضرور مدینہ مین واقع ہوا ہی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ تعالےٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے -

الٓمٓ ۔ اللہ اعلم بمرادہ بذلک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الٓمٓ - اللہ تعالےٰ ہی خوب جانتا ہی کہ اس سے اوتعالےٰ کی کیا مراد ہی ف۲ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالےٰ الٓمٓ الف سے اشارہ ہی کہ فردانیت الٰہی پاک مقدس ہی اور ممتنع ہی کہ کوئی حدوث اسکے قدم سے ملتصق ہو یعنے حادث ومخلوق چیزین جو کوئی ہون کسی کو اس سے التصادق ووصل نہین ہی جیسے الف کو ابتدا کسی سے میل نہین ہوتا اور تمام حروف اسکی طرف ملتے ہین اور لام اشارہ ہی اسکے لطائف غیب کی طرف اور میم اشارہ ہی اسکے ملکوت کے غرائب کی طرف جو خلائق کی آنکھون سے پوشیدہ ہین باوجودیکہ اس کے اولیاء انبیا کی آنکھون کو قوت حاصل ہی - اور نیز الف سے اوتعالیٰ کی اولیت کیطرف اشارہ ہی اور لام سے اسکے جلال وجمال کی طرف اشارہ ہی اور میم سے اسکی محبت کی طرف جو اسکو اپنے اولیاء وانبیاء کے ساتھ ازل مین تھی طریقہ الٰہی جاری ہی کہ اپنے خواص محبوبون کو رموز واشارات سے خطاب فرماتا ہی مثلاً حروف مقطعہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے انبیاء واولیاء کے واسطے رموز ہین الغرض انکی تشریف وتعظیم کے یعنے وہ تمام خلق سے بزرگ ہین انکا خطاب بھی خاص ہی اور جو شخص جتنا اللہ تعالےٰ کی جناب مین زیادہ قربت رکھتا ہی اسکے ساتھ اشارہ بھی بہت دقیق ہوتا ہی اور رمز بھی نہایت باریک ہوتی ہی کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلیم یعنے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلام پاک اچھی عبارات مین سنایا اور اپنے حبیب یعنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت جمیل اشارات مین سنایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین جوامع الکلم عطا کیا گیا ہون یعنے میرے کلمات بہت سے معانی کو جامع ہوتے ہین اور کلام بہت مختصر ہوتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ عبارات تو عام کے واسطے ہین اور اشارات خاص بندون کے لیے ہین اور بعض نے کہا کہ الف مین یہ اشارہ ہی کہ اوتعالےٰ ہر حال مین تیرے واسطے کافی ہی اور لام سے یہ اشارہ ہی کہ پوشیدہ بھید وسر مین اس کا لطف خاص تیرے ساتھ پوشیدہ ہی اور میم سے اشارہ ہی کہ اولیا کی درخواستون کے ساتھ تقدیر متعلق ہی وہ جس طرح جاری ہوئی ہی اسی طرح

انکی درخواست پوری ہوگی وہ اسی تقدیر پر راضی ہین اور عالم مین کوئی ذرہ حرکت نہین کرتا اور کوئی امر ظاہر نہین ہوتا بدون اسکی تقدیر کے اور یہ
لوگ اس پر دل سے راضی ہین اور ان حروف مین سے ہر حرف سے ایک اسم کی طرف اشارہ ہی اور اسم سے فعل کی طرف اشارہ ہی اور فعل سے
صفت کی طرف اشارہ ہی اور صفت سے ذات کیطرف اشارہ ہی پھر جب عارفون کے دلون مین ان معانی رموز کا القا ہوا تو وہ اسماء و افعال و
صفات کے درجون پر پہونچ جاتے ہین یہانتک کہ بارگاہ کبریائی تک انکی رسائی ہوجاتی ہی پس حق عزوجل کی طرف سے حق عزوجل ہی کے واسطے
ان پر معلومات سرمدیہ کا کشف ہوتا ہی پس وہ لوگ ایسے علوم مجہولہ جان لیتے ہین جو ملکوت کی کتاب مین نہین ہین ۔ اور بعض نے فرمایا کہ الف تو احدیت
کا ہی اور لام لطف کا ہی اور میم ملک کا ہی اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حرفون کو سبب متصل بخلق قرار دیا اور انکی شکل کو
انکے لیے اپنی جانب سے سبب متصل قرار دیا اور وہ شکل ایک بھید اللہ تعالےٰ کا ہی کہ اسکو سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کوئی نہین جانتا ہے ۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ○ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
اللہ اسکے سوائے کسی کی بندگی نہین جیتا ہی سب کا تھامنے والا اُتاری تجھ پر کتاب تحقیق ثابت کرتی اگلی کتاب کو اور

اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ○ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۵ اِنَّ الَّذِيْنَ
اُتاری تھی توراۃ اور انجیل اس سے پہلے لوگون کی ہدایت کو اور اُتارا انصاف البتہ جو لوگ

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ○
منکر ہین اللہ کی آیتون سے انکو سخت عذاب ہی اور اللہ زبردست ہی بدلا لینے والا

نَزَّلَ عَلَيْكَ ۔ یا محمد ۔ الْكِتٰبَ ۔ القرآن ملتبسا ۔ بِالْحَقِّ ۔ بالصدق فی اخبارہ ۔ یعنے کتاب سے مراد قرآن ہی اور بالحق حال
واقع ہی یا تنزیلا ملتبسا بالحق یعنے صفت مفعول مطلق کی ہی اور بالحق کے معنے یہ ہین کہ کتاب جو خبر دیتی ہی اس مین سچی ہی ای اگلے حالات و غیب کی
باتین بیان کرنے مین سچی ہی ۔ بَيْنَ يَدَيْهِ ۔ قبله من الکتب ۔ یعنے اس کتاب قرآن سے پہلے کی جو کتابین ہین کیونکہ وہی اب اسکے سامنے موجود
ہین ۔ مِنْ قَبْلُ ۔ ای قبل تنزیله ۔ یعنے قبل کا مضاف الیہ محذوف منوی ہی اور معنے قبل اسکے اُتارے جانے کے ۔ هُدًى ۔ حال بمعنے
ہادیین من الضلالة یعنے توریت و انجیل سے حال واقع ہی ای درحالیکہ وہ دونون ہدایت کرنے والی تھین گمراہی سے ۔ لِّلنَّاسِ ۔ ممن تبعهما یعنے
واسطے ان لوگون کے جنھون نے ان دونون کتابون کی پیروی کی یعنے کل لوگ مراد نہین ہین ۔ وعبر فیهما بانزل و فی القرآن بنزل المقتضی للتکریر لانهما
انزلا دفعة واحدة بخلافه ۔ اور تعبیر کیا ان دونون کتابون کے حق مین انزل کی لفظ کے ساتھ اور قرآن مین نزل کے ساتھ جو کہ تکریر کو مقتضی ہے ۔
یہ اس وجہ سے کہ وہ دونون تو ایک دفعہ ہی آتار دی گئین بخلاف قرآن کے کہ وہ نجم نجم کرکے بحسب ضرورت بار بار دنیا مین تھوڑا تھوڑا اُتارا گیا
وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۔ بمعنے الکتب الفارقة بین الحق والباطل و ذکرہ بعد ذکر الثلثة لیعم ما عداها یعنے فرقان کے معنے ایسی کتابین جو حق و باطل
کے درمیان فرق و تمیز کرنے والی ہین اور تینون کتابون کے ذکر کے بعد اسکا ذکر کرنا اسواسطے ہی تاکہ ان تین کتابون کے سوائے اورون کو بھی
شامل ہوجاوے ای زبور وغیرہ کو بھی پس یہ خاص کے بعد عام کا ذکر ہی ۔ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۔ القرآن وغیرہ یعنے قرآن وغیرہ سے ۔ عَزِيْزٌ ۔
غالب علی امرہ فلا یمنعه شئ من انجاز وعدہ و وعیدہ ۔ یعنے ایسا غالب زبردست ہی کہ اپنے اُمور پر سب طرح توانا ہی پس اسکو اپنے وعدے و
وعید پورا کردینے سے کوئی چیز مانع نہین ہوسکتی ہی ۔ ذُو انْتِقَامٍ ۔ عقوبة شدیدة ممن عصاہ لا یقدر علی مثلها احد ۔ یعنے سخت عذاب الاہی
ہر ایسے بندے کو جو اسکی نافرمانی کرے اور ایسی عقوبت کرسکتا ہی جیسی کوئی نہین کرسکتا ہی حدیث مین ہی کہ سورۂ بقرہ کے قوله لا اله الا

لہ مرزمز حاصل ہوئی ۲۱۴

ہو الحی القیوم ۔اور آل عمران کے ۔ قولہ اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم ۔ اور سورۂ طٰہٰ کے قولہ وعنت الوجوہ للحی القیوم ۔ ان تین آیتوں میں اللہ تعالےٰ کا اسم اعظم ہی اور شیخ بیہقی نے اکثر علماء سے نقل کیا کہ اسم اعظم اللہ ہی ۔ اور معالم وغیرہ میں مذکور ہی کہ ربیع بن انس وغیرہ نے فرمایا نزول اس آیت کا نصاری نجران کے ایلچیوں کے حق میں ہوا اور وہ ساٹھ سوار تھے کہ ہجرت کے نویں سال میں رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور ان میں چودہ آدمی اُنکے اشراف میں سے تھے اور ان چودہ میں سے تین آدمی ایسے تھے کہ انھیں کی طرف انکے اُمور کا مرجع تھا ایک عاقب اور اسکا نام عبد المسیح تھا دوم ایہم اور سوم ابو حارثہ بن علقمہ پس یہ سب عصر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوئے اور حرث بن کعب انکے پیچھے کہتے تھے کہ ہمنے ایسے ایلچی نہیں دیکھے انکی نماز کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز کو کھڑے ہو گئے پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو کہ مشرق کیطرف نماز پڑھیں پھر عبد المسیح و ایہم نے گفتگو کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم ایمان لاؤ تو بولے ہم آپ سے پہلے ایمان لا چکے ہیں فرمایا کہ تم جھوٹے ہو تمکو اسلام سے تین چیزیں روکتی ہیں ایک تو تم اللہ تعالےٰ کا بیٹا بتلاتے ہو اور دوسرے صلیب کو پوجتے ہو اور تیسرے سور کھاتے ہو تو بولے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا نہیں تو اسکا باپ کون ہی اور سبھوں نے عیسیٰ کے بارہ میں جھگڑا کیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ جو بیٹا ہوتا ہی وہ ضرور اپنے باپ کا مشابہ ہوتا ہی بولے ہاں کیوں نہیں جانتے ہیں فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ ہمارا پروردگار حی لا یموت ہی یعنے ایسا زندہ ہی کہ کبھی اسکو موت و فنا نہیں ہی اور عیسیٰ کسی وقت فنا ہونے والے ہیں بولے کہ ہاں جانتے کیوں نہیں ہیں ۔ فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ ہمارا پروردگار قیوم ہر شئے کی حفاظت فرماتا اور اور اسکو رزق دیتا ہی بولے کہ ہاں تو فرمایا کہ بھلا عیسیٰ بھی ان میں سے کسی بات کا مالک ہی بولے کہ نہیں ۔ فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں بولے کہ ہاں جانتے کیوں نہیں ہیں ۔ فرمایا کہ پھر بھلا عیسیٰ بھی اس میں سے کچھ جانتا ہی مگر اسی قدر کہ جتنا اللہ تعالےٰ نے اسکو سکھلا دیا ہی بولے کہ نہیں جانتا ہی تب آپ نے فرمایا کہ پھر ہمارے پروردگار نے عیسیٰ کو اسکی ماں کے پیٹ میں جیسے چاہا ویسے بنا دیا ۔ اور ہمارا پروردگار نہ کھاتا ہی نہ پیتا ہی بولے کہ ہاں وہ ایسا ہی ہی ۔ فرمایا کہ بھلا تم نہیں جانتے ہو کہ عیسیٰ کو اسکی ماں نے اپنے پیٹ میں رکھا جیسے اور عورتیں حمل رکھا کرتی ہیں پھر اسکو جنی جیسے عورتیں جنا کرتی ہیں پھر عیسیٰؑ کو غذا ملتی رہی ویسے ہی جیسے آدمی کے بچوں کو ملا کرتی ہی پھر وہ اپنے آپ کو کھاتے پیتے اور پخانہ پیشاب وغیرہ کو جاتے رہے تو بولے کہ ہاں ایسا ہی ہی تب آپ نے فرمایا کہ پھر جس کی یہ حالت ہی وہ ویسا کیونکر ہوگا جیسا تمنے زعم باندھا ہی پس یہ لوگ چپ ہو گئے پھر اللہ تعالےٰ نے ابتدائے سورۂ آل عمران کو کچھ اوپر اسی آیتوں تک نازل فرمایا ۔ قولہ نزل علیک الکتاب یہاں نزل از تنزیل ہی جس میں دلالت ہی کہ مکرر نازل فرمایا اور قرآن مجید ایسا ہی ہی کہ ایک مرتبہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر پورا نازل ہوا پھر وہاں سے دنیا میں تیئیس برس میں نجم نجم کرکے بحسب اوقات نازل ہوا یہانتک کہ سب سے آخر آیت قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیہ ۔ تھی کہ حضرت صلعم کی وفات سے نو روز پہلے نازل ہوئی ہی اور اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے حق میں اگر انزال فرمایا مثل قولہ ہو الذی انزل علیک الکتاب یا الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب یا بالحق انزلناہ ۔ تو یہاں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایکبارگی نزول مراد ہی اور اگر تنزیل فرمایا تو تنجیم مراد ہی اور اسپر اعتراض کیا گیا لقولہ وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ ۔ اور ایسے ہی قولہ والذین یومنون بما انزل الیک اور جواب دیا گیا قاعدۂ مذکورہ کلیہ نہیں ہی بلکہ اکثریہ ہی ۔ قولہ ہدی للناس ۔ حال ہی بمعنے ہادیین اور تثنیہ نفرمایا کیونکہ ہدی مصدر ہی اور للناس سے عام مراد لینا بشرطیکہ یہ لوگ شرائع سابقہ غیر منسوخہ کے پابند ہوں یا ان دونوں کے زمانہ والے خاص مراد لینا سب تکلف ہی کیونکہ ہر دو صورت تخصیص ضرور ہی کیونکہ ہادی اسی کے لیے جو انکا متبع ہو جیسے **شیخ سیوطی** رح نے کہا ہی ارجح یہ ہی کہ ہادی ہونا ان کی صفت قرار دی جاوے

یعنے فی نفسہ۔ وہ ہادی ہین فتامل۔ قولہ وانزل الفرقان۔ یہ لفظ مصدر ہو مثل غفران وکفران کے اور معنے اسکے اسم فاعل کے ای فارق بین الحق والباطل ہین اور قتادہ وربیع بن انس ؓ نے فرمایا کہ فرقان یہان قرآن ہو اور اسکا ذکر اگرچہ پہلے ہوچکا ہو مگر مکرر ایسی صفت سے ذکر کیا جس مین اسکی تعظیم و شرف وفضیلت کا بیان ہو کہ وہ معجزہ ایسا ہو کہ حق وباطل مین فرق کرتا ہو **وقال السیوطی** اور یہی سلف سے تفسیر آئی ہو اخرجہ ابن جریر عن قتادہ وربیع بن انس اور بعض نے کہا کہ چوتھی کتاب یعنے زبور مراد ہو اور **زمخشری** نے کہا کہ یہی ظاہر ہو اور **شیخ ابن جریر** نے فرمایا کہ یہان مصدر مراد ہو یعنے ایسی کتابین آتارین جو حق وباطل مین امتیاز بتلانی والی ہین اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہو۔ قولہ ان الذین کفروا۔ بعض نے کہا کہ ان کا فرون سے وفد نجران والے نصاریٰ مراد ہین جنھون نے قرآن ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا۔ اور پوشیدہ نہین کہ لفظ عام ہو اور وہ ہر ایک ایسے شخص کو شامل ہو جسنے آیات اللہ تعالےٰ سے کفر کیا اگرچہ نزول اسکا وفد نجران کے حق مین ہوا۔ قولہ ذوانتقام۔ نقمت عقوبت مجرم ہو اور معنے اس صفت کے ہین کہ ایسا سخت عقوبت کرنے والا ہو کہ کوئی اسکے مثل عقوبت پر قادر نہین ہو کیونکہ تنکیر برائے تعظیم ہو **ف۲۰ فی العرائس** قولہ تعالیٰ الحی القیوم حی ایسا ہو کہ سمند وہم کتنا ہی بلند پرواز ہو مگر اسکی حیات کو قیاس بھی نہین کرسکتا ہو اور عاقلون کی تیزی وباریک بینی کتنی ہی خوض کرے کبھی اسکی ذات پاک کی سرمدیت کو نہین پاسکتی ہو۔ اور نیز وہ ایسا حی ہو کہ اسکی حیات سے عالم قائم ہو اور اسی کے نور سے روح آدم منور ہو اور ایسا قیوم کہ اسی کی بقار سے اہل فنا قائم ہین اور اسی کی قیومیت کے قہر مین اہل بقا فنا ہوتے ہین۔ اور نیز قیوم وہ مقدس ہو جو علائق سے پاک اور مبرا ہو اور روح خلائق پر رحمت کرنے اور مخلوق کی حفاظت کرنے مین وہ بے علاقہ قائم ہو اور بعض نے فرمایا کہ الحی وہ ہو کہ جسکی حیات کی ابتدا نہین ہو اور القیوم وہ ہو کہ جسکے بقار کی انتہا نہین ہو اور **کتانی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ الحی درحقیقت وہ ذات پاک ہو جس سے ہر زندہ کی زندگی ہو اور جو زندہ کہ اسکے ساتھ زندہ نہوا وہ مردہ ہو اور بعض نے فرمایا کہ القیوم وہ ہو جسنے اپنی ذات سے علل کو زائل کردیا خواہ بزوال ہو یا العبارت ہو یا باشارت ہو سب طرح زائل کردیا پس کوئی چیز اسکی کنہ معرفت کو نہین پہونچتی ہو قولہ تعالیٰ ان الذین کفروا بآیات اللہ یعنے جو لوگ ایسے ہین کہ شواہد ربوبیت سے یقین حاصل کرکے مشاہدۂ حق سے سرفراز نہین ہوے بلکہ محجوب ہوے ہین۔ لہم عذاب شدید۔ انکے واسطے محرومی ہو اس امر سے کہ اہل ہدایت کے مقامات کو پہونچین۔ اور **شیخ ابو سعید خراز** نے فرمایا کہ وہ لوگ اس بات سے منکر ہوے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص بندون کو کرامات دی ہین تو انکے واسطے عذاب شدید یہ ہو کہ حق عزوجل نے انکو کرامت سے دور کردیا۔ **واللہ عزیز** ای اپنے بندون مین سے جنپر چاہتا ہو اظہار کرامات کرکے انکو بزرگی وغلبہ دیتا ہو۔ **ذوانتقام**۔ ایسے شخصون سے بدلا لیگا جو اس بات سے انکار کرتے ہین یعنے اپنے اولیا کو عزت وتوقیر سے سرفراز فرماتا ہو اور دشمنون سے جو اسکے امینون پر انکار کرتے ہین انتقام لیگا۔ اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عزیز ذوانتقام ہو یعنے کوئی اسکے ارادہ کے مخالفت نہین کرسکتا ہو اور کوئی ایسا نہین کہ اللہ تعالےٰ کی عقوبت سے مقابلہ کرسکے **قال المترجم** یہی علمائے تفسیر کا قول ہو اور یہی ظاہر کلام ہو اور یہ بمقابلہ کفر حقیقی ہو اور سابق بمقابلہ مجازی فتامل۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي

اللہ سے　نہین　پوشیدہ　اسپر کوئی چیز　زمین مین　اور　نہ آسمان مین　وہی ہو کہ　تمھارا نقشہ　بناتا ہو

الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

مان کے پیٹ مین جس طرح چاہتا ہو　نہین کوئی معبود مگر وہی　وہ زبردست ہو حکمت والا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ - کائن - **فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ** - یعلمہ بما یقع فی العالم من کلی وجزئی وخصہما بالذکر

لان

لان الحس لا تجاوزہما۔ اللہ تعالےٰ کی شان ہو کہ اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہین جو زمین اور وہ جو آسمان مین ہو ف کیونکہ اللہ تعالےٰ ہر چیز کو جانتا ہو جو
عالم مین واقع ہو خواہ کلی ہو یا جزئی ہو اور خاص کرکے آسمان و زمین کو اس لیے ذکر کیا کہ حواس ان دونون سے تجاوز نہین کرتے ورنہ اللہ تعالےٰ
ان دونون کے ماسوا بھی کل چیزون سے آگاہ ہو۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ من ذکورۃ وانوثۃ وبیاض
وسواد وغیر ذلک وہی تمکو ارحام مین صورت بناتا ہو جیسے چاہتا ہو ف خواہ نر یا مادہ خواہ کالا یا گورا وغیرہ۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ فی ملکہ
الْحَكِيمُ فی صنعہ اسکے سواے کوئی الوہیت والا نہین ہو وہی غالب ہو اپنی بادشاہت مین اور حکیم ہو اپنی صنعت مین ف
یہ جملہ مستانفہ ہو اس مین اللہ عزوجل کی وسعت علم واحاطۂ معلومات کا بیان ہو کہ فرمایا لا یخفی علیہ شیٔ۔ یعنے کوئی شے اسپر پوشیدہ نہین ہو پس ہر چیز کی
حالت وصفت وغیرہ بھی شے ہین وہ بھی کوئی پوشیدہ نہین اسواسطے کہ نکرہ تحت نفی سے عموم نفی ہو اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے فقط زمین و آسمان
ہی کو فرمایا تو جواب یہ ہو کہ حس انھین دونون تک رہتا ہو انسے تجاوز نہین کرتا اسواسطے ان جاہلان وفد نجران کی فہمائش کو ایسا فرمادیا اور مراد یہ ہو کہ
اللہ عزوجل پر کوئی چیز پوشیدہ نہین چاہے کہین ہو اور کسی وجہ پر ہو اور رد کی تقریر یہ ہو کہ نصاریٰ نے زعم کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام رب ہو حالانکہ عیسیٰ ع پر
بہتیری چیزین پوشیدہ ہین اور اللہ تعالیٰ عزوجل پر کچھ بھی پوشیدہ نہین اور عیسیٰ ع نے اگر بعض امور غیب کی خبر دی کہ تو نے اپنے گھر مین یہ کھایا ہو یا یہ ذخیرہ کیا ہو تو یہ
الوہیت پر نہین دلالت کرتا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت ومعجزہ کے اسکو ان امور سے آگاہ فرمادیا تاکہ اسکی رسالت تمام ہو اور زمین کو آسمان پر اسواسطے مقدم کیا
کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کیطرف ترقی ہو اور نیز حس بھی یون ہی چلتا ہو اور مقصود بھی یہ ہو کہ زمین مین جو ہو وہ اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہین ہو سکتا ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے حی
ہونے پر گویا دلیل ہو جیسے مابعد اسکے قیوم ہونے پر دلیل ہو اور اس کلام سے یونانیون وفلسفیون کا قطعًا رد ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو بحیثیت جزئی نہین جان سکتا ہو
بلکہ بحیثیت کلی جانتا ہو اور یہ درحقیقت جزئی کے علم کی نفی ہو اور یہ کفر صریح ہو اور جزئی وہ ہو کہ تصور اسکا شرکت سے مانع ہو مثل زید وغیرہ کے اور کلی وہ ہو کہ اسکا
تصور شرکت سے مانع نہو اگرچہ خارج مین وہ ایک ہی پر صادق آوے قولہ ہو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء **بیضاوی** نے کہا کہ گویا قیوم ہونے پر دلیل ہو
اور وفد نجران پر رد ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت وہ قائل ہین اور انکار نہین کرسکتے ہین کہ وہ رحم مادر مین مصور ہوا اور اسی طرح پیدا ہوا جیسے بندے پیدا ہوتے
ہین پھر وہ کیونکر الٰہ ہو سکتا ہو جسکا یہ حال ہو اور معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ہو کہ ارحام مین تمھارے مختلف صورتین شکل وطبیعت و رنگ مین پیدا کرتا ہو اور عیسیٰ ع بھی
ایک پتلا رحم مین پیدا ہوا پس وہ بھی مخلوق بندہ ہو اور حضرت ابن عباس و ابن مسعود و چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعًا وموقوفًا روایت ہو کہ نطفہ جب رحم مین پڑتا ہو
تو چالیس روز رحم مین رہکر جما خون ہوتا ہو پھر چالیس روز مین تھکا ہوتا ہو پھر چالیس روز مین جب مخلوق ہونے کو ہوتا ہو تو ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہو جو اسکی صورت بناتا
ہو پس فرشتہ اپنی دونون انگلیون مین مٹی لیکر آتا ہو پس اس سے مضغہ کو خلط کردیتا ہو پھر گوندھ کر اسکی صورت بناتا ہو جیسا حکم ہوتا ہو پھر عرض کرتا ہو کہ یہ نر ہوگا یا
مادہ۔ یہ شقی ہوگا یا سعید اور اسکا رزق کیا اور اسکی عمر کیا ہو اور کیا اثر اور کیا مصائب ہین سب جو حکم ہوتا ہو وہی فرشتہ لکھ لیتا ہو پھر جب مرتا ہو تو یہ بدن
اسی مقام پر دفن کیا جاتا ہو جہان سے مٹی لی گئی تھی۔ اور یہ مضمون احادیث صحاح وسنن مین بھی موجود ہو اور معنے حدیث کے
یہ ہین کہ ازل مین جو کچھ ہر ایک بندے کے حق مین مقدر ہو گیا ہو وہ اس وقت اسکے مخلوق ہونے کی حالت مین تجدید کردیا جاتا ہے
اور حضرت ابراہیم بن ادہم وغیرہ اکابر سے اس مقام پر عبرت انگیز اقوال مذکور ہین بخوف تطویل ہم نہین لایا اور ہر مومن خود اس سے عبرت
حاصل کرسکتا ہو ف۲ قال الشیخ فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ ان اللہ لا یخفی علیہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء۔ اس سے نیک بندون کو امید ہو اور بندون کو
خوف ہو کیونکہ زمین مین جو اسکے اولیا کے سینون مین ہو اور آسمان مین جو اسکے برگزیدہ فرشتون کے دلون مین ہو وہ کوئی اسپر پوشیدہ نہین ہین پس
اس مین نیک بندون کو تسلی ہو کہ وہ انکے احوال سے آگاہ ہو اور امتحان اور رنج برداشت کرتے ہین جو ان کو تکلیفین پہونچتی ہین ان کو جزا اور حسن

ثواب عطا کریگا۔ یہ تو بہ نسبت نیک بندون کے ہی اور بہ نسبت بدون کے یہ ہی کہ اللہ عزوجل پر کیونکر کوئی چیز پوشیدہ ہوگی جسکو جسنے پیدا کیا ہی پس تمام مخلوقات کے ہر ذرہ سے وہ آگاہ ہی اور یہ تو بدیہی بات تھی لیکن یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نافرمان کافر بندون کو تخویف ہی ان کو ڈراتا ہی کہ ان کے دلون مین جو کچھ کفر کی نجاست اور میل ہی وہ سب جانتا ہی اور انکی بدفعلیون کی ان کو جزا دیگا۔ اور جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو خبردار رہ کہ اللہ عزوجل تیرے قلب پر مطلع ہی تیرے قلب مین خبردار سواے اپنی کوئی چیز نہ دیکھے کہ تجھپر غضب کرے اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہین تو تم اپنی ہستون کو بھی دیکھو کہ وہ نفسانی خواہشون و شبہات سے خالی رہین کیونکہ اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہی۔ قولہ تعالےٰ۔ ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء۔ یعنے وہی ہی کہ تمکو ارحام مین اپنی قدرت کے نور کا لباس پہناتا ہی اور مشاہدہ کے حسن سے تمکو زینت دیتا ہی تاکہ دیکھنے والا جب تمھاری صورتون پر نظر کرے تو اللہ تعالےٰ کے حسن ابداع اور اظہار جلال ربوبیت کو تمھارے چہرون سے ادراک کرکے نہایت مسرور ہو جیسے اللہ تعالےٰ نے اپنے کلیم علیہ السلام کے حق مین فرمایا کہ القیت علیک محبۃ منی قال المترجم حاصل یہ ہی کہ ارحام مین جو نطفہ سے مخلوق ہوتی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی حسن قدرت کا لباس پہنے ہی عارف کی نظر مین وہ نور قدرت ظاہر ہوتا ہی اور یہ کچھ آدمی پر موقوف نہین ہر درخت و چرند و پرند سب مین ہی لیکن آدمی مین ان سب سے زیادہ ہی فافہم۔ اور نیز وہی پاک پروردگار ہی کہ تمکو تمھاری مان کے پیٹون ہی مین ہدایت کی استعداد پر پیدا کر دیتا ہی۔ اور محمد بن علی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نور و تاریکی مین سے جسپر چاہتا ہی تمکو تمھاری مان کے پیٹون مین کر دیتا ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے خلق کو تاریکی مین پیدا کیا اور اپنے نور سے انپر چھڑکا پس جسکو اس نور سے پہونچا اسنے تو ہدایت پائی ہی اور جو چوکا وہی گمراہ ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ

وہی ہی جسنے اتاری تجھپر کتاب اس مین بعضی آیتین پکی ہین وہ جڑ ہین کتاب کی اور دوسری

مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ

ہین کئی طرف ملتی سو جنکے دل پھرے ہوے ہین وہ پیچھے لگتے ہین اس بات کے جو کتاب مین سے متشابہ ہی گمراہی ڈھونڈھنے کو

وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؔۚ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ

اور انکے کل بٹھانے کو اور ان کی کل کوئی نہین جانتا سواے اللہ کے اور جو لوگ مضبوط علم والے ہین کہتے ہین کہ ہم اس پر یقین لاے

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہی اور سمجھاے وہ ہی سمجھتے ہین جنکو عقل ہی

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ۔ واضحات الدلالۃ۔ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ اصلہ المعتمد علیہ فی الاحکام۔ وہی اللہ تعالےٰ ہے جسنے تجھپر کتاب اتاری جس مین سے آیات محکمات ہین یعنے انکے معنے واضح ہین۔ یہ آیات ام الکتاب ہین یعنے اصل کتاب جنپر احکام شرعی کا مدار ہی۔ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ۔ لا نفہم معانیہا کاوائل السور۔ اور دیگر آیات متشابہات ہین یعنے انکے معانی بندون کی سمجھ مین نہین سماتے جیسے سورتون کے ابتدائی حروف متشابہ ہین کہ آپس مین ایک دوسرے سے مشابہ پڑتے ہین کہ انکے معانی فہم مین نہین آتے ہین۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ میل عن الحق۔ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ۔ طلب۔ الْفِتْنَةِ لجہالہم لوقوعہم فی الشبہات واللبس۔ پھر جن لوگون کے دلون مین۔

زیغ ہی یعنے حق سے موڑ ہی تو پیچھے پڑتے ہین اس کلام کے جو کتاب مین سے متشابہ ہی۔ بغرض فتنہ کے یعنے اپنے جاہلون کو شبہہ مین ڈالنے کے لیے ۔ وَ
اَبْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۔ اور اسکی تاویل ڈھونڈھنے کے لیے وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وحدہ حالانکہ متشابہ کی تاویل کوئی جانتا نہین
سوائے اللہ تعالیٰ کے یعنے فقط اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہی۔ وَالرّٰسِخُوْنَ ۔ الثابتون المتمکنون ۔ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۔ ای
المتشابہ انہ من عند اللہ ولا نعلم معناہ اور علم کے مضبوط لوگ کہتے ہین کہ ہم اسپر ایمان لائے۔ ف یعنے متشابہ پر ایمان لائے کہ متشابہ اللہ تعالےٰ
کی طرف سے ٹھیک کلام ہی اور ہم اسکے معانے نہین جانتے ہین۔ كُلٌّ ای من المحکم والمتشابہ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ ہر ایک محکم و متشابہ ہمارے
رب تعالےٰ کی طرف سے حق ہی۔ وَمَا يَذَّكَّرُ ای یتعظ۔ اور نہین نصیحت پکڑتے ہین اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ اصحاب العقول اہل عقل
والے ف محکم از احکام یعنے اتقان ہی اور متشابہ از تشابہ یعنے انکا بعض مشتبہ ببعض یا معانی باہم مشتبہ ہین یعنے احتمال ہی کہ یہ معنے ہین
یا وہ معنے ہین۔ پس اس مقام پر اللہ عزوجل نے آیات قرآن مجید کی دو قسمین فرمائین ایک محکم اور دوم متشابہ۔ اور ایک آیۃ مین کل کتاب کو
محکم فرمایا ہی چنانچہ فرمایا۔ الرٰ کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت الآیۃ۔ اور علما کا اتفاق ہی کہ یہان احکمت سے مراد اسکے مفردات کلمات نہین فصاحت
واسکی ترکیب کا اتقان ہی اور معنے یہ ہین کہ کتاب ایسی ہی کہ اسکے الفاظ رکیک نہین اور اسکے معانی مین کوئی بگاڑ نہین ہی اور حاصل یہ کہ اس مین کوئی
عیب نہین ہی اور دوسری آیت مین کل کو متشابہ فرمایا کہ کتابا متشابہا مثانی تقشعر منہ جلود الذین الآیۃ۔ اور یہان بھی علما نے اتفاق کیا ہی کہ تشابہ
سے مراد بعض آیات کا بعض سے خوبی نظم و صدق معنے مین مشابہ ہونا پس ان دونون آیات مین جو معنے لیے گئے ہین انکے اعتبار سے صلاحیت
ہی کہ کتاب کی دو قسمین باین معنے کی جاوین جو یہان مذکور ہین کہ محکمات سے واضحات الدلالۃ اور متشابہات سے غیر مفہوم المعانی مراد ہی اور
واضحات الدلالۃ سے یہ غرض ہی کہ ان آیتون کی عبارات ایسی محکم ہین کہ ان مین کوئی احتمال و اشتباہ معنے کی راہ سے نہین ہی پس علما ے
حنفیہ نے جو اصول مین اصطلاح پر تقسیم کی ہی ان مین سے نص و ظاہر و مفسر و محکم یہ چارون اس مین داخل ہین اور یہان سے ظاہر ہوا کہ اصطلاح مین
جو محکم ہی اُس سے یہ محکمات اعم ہین اور محکمات سے یہان اصطلاحی معنے محکم کے مراد نہین ہین۔ بلکہ مطلق واضح الدلالۃ مراد ہی اور ایسے ہی متشابہات سے
بھی اصطلاحی معنے مراد نہین بلکہ یہ معنے کہ انکے معانی نہ سمجھے جاوین خواہ اس وجہ سے کہ ان مین بہت سے معانی کا احتمال ہی یا اس وجہ سے کہ اسکے
معنے ہی سمجھ مین نہین آتے ہین پس اس مین مجمل و مؤول اور جنکے معنے معلوم ہی نہین ہوتے مثل الم والرا وغیرہ کے سب داخل ہین اور یہ معنے جو مفسر
رحمہ اللہ نے محکم و متشابہ کے یہان ذکر کیے ہین یہی ارجح الاقوال ہی اور یہی مراد ہی جو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ محکمات تو قرآن
کے ناسخ و حلال حرام و حدود و احکام ہین اور جنکا حکم دیا جاوے اور جنپر عمل کیا جاوے اور نیز ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ محکمات قولہ تعالےٰ قل
تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئا۔ اور اسکے بعد کی آیتین ہین اور قولہ وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ۔ اسکے بعد کی تین آیتون تک
ہین رواہ ابن ابی حاتم۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ متشابہات سے منسوخ و مقدم و مؤخر و امثال و اقسام اور جنپر ایمان لایا
جاوے اور عمل نہ کیا جاوے مراد ہین۔ اور سلف سے محکم و متشابہ کے بارہ مین اور بھی اقوال آئے ہین اور علما مین بھی اختلاف ہی اور مفسر رحمہ اللہ نے اتقان
مین انکو بسط سے ذکر کیا ہی مین نے بخوف تطویل ترک کیا۔ قولہ فاما الذین فی قلوبہم زیغ یہان سے ان لوگون کی مذمت ہی جو متشابہات کی تاویل کے درپے
ہوتے ہین اور اس مین دو قول ہین کہ مذمت کس معنے پر ہی پس جو لوگ فی العلم پر وقف کرتے ہین اور اس امر کے قائل ہین کہ متشابہات کی تاویل کو اللہ
تعالےٰ اور راسخین فی العلم جانتے ہین وہ کلام کے معنے یہ بیان کرتے ہین کہ ابتغاء الفتنۃ۔ قید ہی یعنے متشابہ کی تاویل کے درپے اس نیت سے
ہوتے ہین کہ لوگون کو فتنہ مین ڈالین حالانکہ اسکی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ و راسخین فی العلم کے کوئی نہین جانتا ہی اور جو لوگ الا اللہ پر وقف

کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ متشابہ کی تاویل کو اللہ عزوجل نے اپنے ہی واسطے رکھا ہو اسکو سوا ے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہو پھر باوجود اسکے جو لوگ اسکے درپے ہوتے ہین وہ لوگ ہین کہ انکے دلون ہین کجی ہو کہ یہ کجی انکو اس بات پر آمادہ کرتی ہو کہ اسکی تاویل کے درپے ہون اور لوگون کو فتنہ مین ڈالین اور جمہور حنفیہ سے یہی قول ثابت ہوا ہو کہ متشابہ کی تاویل کو سوا ے اللہ عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہو اور شافعیہ اس امر کے قائل ہین کہ راسخون فی العلم جانتے ہین ولیکن محقق مفسر رحمہ اللہ نے قول حنفیہؒ اختیار کیا کہ سوا ے خدائے تعالے کے اسکی تاویل کوئی نہین جانتا ہو چنانچہ۔ وحدہ۔ کا لفظ اسی اشعار کے لیے بڑھایا ہو اور یہی قول اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور انکے بعد کے علما کا ہے کہ وقف الا اللہ پر ہو اور عبدالرزاق نے بسند صحیح حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ وہ یون پڑھا کرتے تھے وما یعلم تاویلہ الا اللہ ویقول الراسخون فی العلم آمنا بہ۔ اور یہ صریح دلالت کرتا ہو کہ واو استیناف کا ہو اور بعض سلف نے لفظ علم پر وقف کیا اور یہی مجاہد و ضحاکؒ سے منقول ہے اور یہی ابن عباسؓ سے ایک روایت ہو اور **نووی** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہی اصح ہو کیونکہ یہ بعید بات ہو کہ اللہ تعالے بندون کو ایسے کلام سے خطاب کرے کہ مخلوق مین سے کسی کو اسکے سمجھنے کی راہ نہو اور **ابن الحاجب** نے کہا کہ یہی مختار ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ عجیب ہو اسواسطے کہ جہمیہ فرقہ نے یہی کج بحثی کی کہ ضرور ہم اس کلام متشابہ کو سمجھ سکتے ہین پھر کیونکر **امام نووی و ابن الحاجب** نے اصح و مختار کہا۔ **ابن اسمعانی** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسکو مختار کہنا چھوٹی بات ہو اور **امام الحرمین** پہلے تو اس طرف مائل ہوے کہ تاویل کو علماے راسخین جانتے ہین پھر اس سے رجوع کیا اور کہا کہ ہمکو پسند تو یہی بات ہو کہ سلف کی اتباع کرین کیونکہ وہ لوگ انکے معانی سے تعرض نہین کرتے تھے اور **شیخ ابن الصلاح** نے کہا کہ اُمت کے صدر و سادات ایسے مذہب پر گذرے ہین اور اسی کو ائمۂ فقہاء و حدیث نے اختیار کیا ہو (الکمالین) اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو ایسے لوگون کو جو پیچھے لگتے ہین قرآن مین سے متشابہ کے تو یہی لوگ ہین جنکا نام رکھا ہو اللہ عزوجل نے پس تم حذر کرو (رواہ البخاری و احمد و الترمذی وغیرہم) اور ابوامامہ نے حضرت صلعم سے قولہ تعالے فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ مین روایت کی کہ وہ خوارج ہین اور قولہ تعالے وتسود وجوہ۔ مین فرمایا کہ وہ خوارج ہین (رواہ احمد و ابن مردویہ من غیر وجہ) اور **ابن کثیر**ؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کا کمتر مرتبہ یہ ہو کہ موقوف از کلام صحابی ہو اور اسکے معنے صحیح ہین اسواسطے کہ پہلے بدعت جو اسلام مین واقع ہوئی وہ خوارج کا فتنہ تھا اور شروع فتنہ انکا بسبب دنیا کے تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے غنائم تقسیم کیے تو ان پلیدون کے سردار ذوالخویصرہ نے جا کر حضرت صلعم سے کہا کہ آپ انصاف سے تقسیم کیجیے آپ نے انصاف نہین کیا پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے اگر انصاف نہ کیا تو خسران ہو اگر مین انصاف نہ کرون تو کون انصاف کریگا افسوس ہو کہ اللہ تعالے مجھکو اہل زمین پر امین قرار دیتا ہے اور تم مجھے امین نہین رکھتے ہو پھر جب یہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا تو عمر بن الخطابؓ نے اور ایک روایت مین خالد بن الولید نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دے کہ اسکی جنس مین سے ایک ایسی قوم نکلنے والی ہو کہ تم مین کا آدمی اپنی نماز کو ان کی نمازون کے مقابلہ مین اور اپنی تلاوت کو انکی تلاوت کے مقابلہ مین حقیر جانے گا حالانکہ وے لوگ دین مین سے ایسے نکل جاوین گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہو سو تم انکو جہان پاؤ قتل کر ڈالو کیونکہ انکے قتل کرنے مین انکے قاتل کو ثواب عظیم ہوگا پھر ان لوگون کا ظہور زمانۂ خلافت حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ مین ہوا اور آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے نہروان مین انکو قتل کیا۔ ولیکن ان لوگون کی بالکل جڑ نہین کٹی اور متفرق طور پر یہ لوگ جابجا رہے اور فتنہ انگیز تاویلین کرتے رہے اور ابن جریر نے حکایت کیا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءۃ یہ تھی

کہ ان تاویلہ الا عند اللہ والراسخون فی العلم الآیہ۔ اور ایسا ہی ابی بن کعبؓ سے حکایت کیا اور ابن جریر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض سلف نے والراسخون فی العلم پر وقف کیا اور بہت سے مفسرین و اہل اصول نے اسی کا اتباع کیا اور ابن ابی نجیح نے مجاہدؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں بھی ان راسخین میں سے ہوں جو متشابہ کی تاویل جانتے ہیں اور مجاہدؒ سے بھی روایت ہے کہ راسخین فی العلم اسکی تاویل جانتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابن عباس کے لیے دعا کی کہ اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل۔ الٰہی اسکو سمجھ دیدے دین میں اور اسکو تاویل سکھلاوے **قال المترجم** تحقیق میرے نزدیک وہ ہے جو بعض علمائے محققین نے تحریر کیا ہے کہ تاویل اگر بمعنے حقیقت شے وما یؤول الیہ الامر لیا جاوے تو وقف الا اللہ پر واجب ہے کیونکہ حقائق اُمور ان کی کنہ کو سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہے اور اسی معنے پر ہے قولہ ہل ینظرون الا تاویلہ۔ یہ لوگ کچھ انتظار نہیں کرتے سوائے اس کی تاویل کے یعنے حقیقت عذاب آجاوے۔ اور اُمور معاد اسی قسم سے ہیں مثلاً جنت کی عیش و راحت و حور و قصور و کھانا پینا وغیرہ اور روایت عبدالرزاق بطریق طاؤس از ابن عباس باین معنے ہے اور اگر تاویل بمعنے تعبیر و تفسیر بوجہ رسوخ علم لیا جاوے تو وقف فی العلم پر درست ہے اور باین معنے اسکی تاویل کو راسخین فی العلم جانتے ہیں اور روایت مجاہد از ابن عباس باین معنے ہے پس تاویل کے دو معنے ہوئے ایک علم حقیقت و مآل کار اور دوم تفسیر پھر تاویل کے معنے اول خاص الخاص ہیں جنکو سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا اور معنے دوم عام ہیں لہذا ابن عباسؓ سے دونوں قسم کی روایتیں موجود ہیں۔ اور عبدالرزاق نے بسند صحیح حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ تفسیر چار طرح پر ہے ایک وہ کہ کوئی اس کی فہم میں معذور نہیں رکھا جائیگا یعنے سب سمجھ سکتے ہیں۔ دوم وہ کہ عرب اسکو اپنی زبان میں پہچانتے ہیں مثلاً خاص محاورہ۔ اور سوم وہ کہ راسخین فی العلم اس کو جانتے ہیں اور چہارم وہ کہ سوائے خدائے تعالےٰ کے اسکو کوئی نہیں جانتا ہے (اسنادہ صحیح) اگر کہا جاوے کہ متشابہ کے معانے جب کوئی نہیں جانتا ہے تو اسکے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے تو جواب یہ ہے کہ مقصود اس سے مومنوں کی مضبوطی کا امتحان ہے کہ وہ متشابہ پر اگر ٹھہر جاتے اور ایمان لاتے ہیں اور کہتے ہیں کل من عند ربنا۔ اور اسی پر اللہ عزوجل نے ان کی ثنا کی جیسے تاویل کے درپے ہونے والوں کی مذمت کی ہے اور اعتراض مذاہب حشویہ و مرجیہ کو ہمنے ابتدائے سورۂ بقرہ میں نقل کرکے رد کردیا ہے فلیراجع اور عبیداللہ بن یزید رحمہ اللہ سے جنھوں نے حضرت انسؓ و ابوامامہ و ابوالدرداء رضی اللہ عنہم کو پایا ہے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا گیا کہ راسخین فی العلم کون ہیں فرمایا کہ جس کی قسم پوری اور زبان سچی اور دل ٹھیک مستقیم ہو اور جسکا پیٹ عفیف ہو اور شرمگاہ عفیف ہو تو یہ شخص راسخین فی العلم میں سے ہے **قال المترجم** ظاہر کلام مقتضی ہے کہ یہ ادنی مرتبہ ہے (یعنی حلال کھاتا ہو ۱۲) **ف۳** قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالےٰ منہ ایات محکمات۔ جاننا چاہیئے کہ محکمات وہ آیات ہیں جو اس حال سے متبدل نہیں ہوتی ہیں جیسے ازل میں تھیں اور یہ وہ آیتیں ہیں کہ مومنوں کو ان کے احکام پر عمل کرنا ضرور ہے کیونکہ وہ خلق کی اصلاح اور ان کے ایمان ثابت رکھنے میں ایسی ہیں جیسے مریضوں کے حق میں دوا ہوتی ہے۔ اور ابو عثمان نے فرمایا کہ آیات محکمات وہ فاتحۃ الکتاب ہے کہ نہیں جائز ہوتی ہے نماز بدون اسکے اور شیخ محمد بن الفضل رحؒ نے فرمایا کہ وہ سورۂ اخلاص ہے کیونکہ اس میں سوائے توحید کے اور کچھ نہیں ہے۔ قولہ ہن ام الکتاب۔ یعنے کتاب الٰہی کے حکموں کا مدار ہیں اور تمام معاملات کی جڑ ہیں اور اہل دین کے دلوں میں ایمان کا درخت جمنے کی جگہ ہیں باین طور کہ اُن سے روز بروز ترقی ہوتی ہے اور جو خطاب الٰہی ہیں انکے نور چن لینے سے ارواح کو بہجت ہوتی ہے۔ قولہ و اُخر متشابہات۔ شواہد و آیات کے آئینہ میں ظہور اوصاف ذات و صفات کے التباس ہیں۔ قولہ فاما الذین فی قلوبہم زیغ الآیہ۔ جو لوگ حقیقت و معرفت کو نہیں پہونچے اور اپنے آپ کو عارفوں کی باتیں جان کر عارف بنائے ہیں وہ متشابہات میں اس غرض سے خوض کرتے ہیں۔

کہ توحید کو طلب کرین حالانکہ اس حرکت مین وہ توحید سے کوسون دور پڑتے ہین کیونکہ وہ لوگ وہم والے ہین اور جو وہم والا ہوتا ہی وہ حادث چیز کی حقیقت تو معلوم نہین کرسکتا پھر وجود حق عزوجل کو کیونکر پہچان سکتا ہی پس جب وہ متشابہ کے علوم حاصل کرنے کے درپے ہوتا ہی تو ان کی حقیقت کو تو پہونچتا نہین بلکہ فتنہ مین پڑجاتا ہی اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالےٰ کی نعمتون مین فکر کرو اور اللہ تعالےٰ کی ذات مین فکرمت کرو اور جو شخص کہ حقائق الیقین کے سمندرون سے پار نہین ہوا اور آئینۂ تحقیق مین نہین دیکھا ہی اور اس نے متشابہات مین خوض کیا تو وہ اپنے ایمان کے مرتبہ سے بھی گرجاتا ہی اسواسطے کہ یہ تو اہل عقل کا مقام ہی جو ہر چیز مین حق عزوجل کو دیکھتے ہین چنانچہ بعض اہل معانی کا مقولہ ہی کہ مین نے کسی شئے پر نظر نہین کی مگر آنکہ اس مین اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ اور جاننا چاہیئے کہ یہ جو بیان ہوا کہ یہ حق عزوجل کی تجلی کا ظہور اس آئینۂ حادث مین ہی اور یہ معنے نہین ہین کہ حق تعالےٰ جل جلالہ ان اشیا مین ہی اس واسطے کہ او تعالےٰ تو حلول کی شکلون سے پاک برتر ہی **قال المترجم** یہان شیخ نے صریح فرمادیا اور اس سے ان لوگون کو تنبیہ ہونا چاہیئے جو ہر چیز کو خدا کہتے ہین نعوذ باللہ منہ۔ قولہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ یہان حضرت عزوجل نے اپنی ذات پاک کو خاص کردیا کہ وہی اسرار متشابہات کے علم حقیقی کا دانا ہی کیونکہ جبروت کی ہیأت ملکوت مین گنجی ہوئی و مندمج ہی بایں صفت کہ اسکی تجلی نے حقیقت توحید و تفرید والون کے واسطے ظہور فرمایا پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص بندون کی طرف بھی اُس کے علم کا ایک شمہ منسوب کیا کہ وہ بھی فی الجملہ جانتے ہین یعنے حقیقت مکاشفہ مین التباس ہی کے پھر ان کو علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہی۔ قولہ یقولون آمنا بہ۔ یعنے ایمان مشاہدہ و حقیقت علم و مکاشفہ کے عرفان پر ہم ایمان لائے ہین اور راسخین فی العلم وہ لوگ ہین جن کو علوم لدنیہ کے اسرار اور معلومات آخرت کے عجائب کشف کردیے گئے جو ظاہری حواس سے باہر اور نیز راسخ وہ عالم ربانی ہی جسنے اپنے خلق کو اللہ عزوجل کے خلق پر بنایا ہی یعنے جن اخلاق و عادات کے واسطے اللہ تعالےٰ نے ہدایت فرمائی اور ان کو پسند فرمایا ہی انھین کو اس شخص نے اختیار کیا ہی اور یہ بتوفیق و رحمت الٰہی ہی اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راسخین فی العلم وہ لوگ ہین جنکی ارواح نے غیب الغیب کے سر السر مین مضبوطی سے مقام پایا ہی پس حضرت عزت جل جلالہ نے انکو بتلادیا کہ جو کچھ دیا اسکو اللہ تعالےٰ ہی خوب جانتا ہی اور ان لوگون نے دریاے علم مین سمجھ کے ساتھ زیادتی کی خواہش سے خوض کیا تو اُن کو پوشیدہ خزانون سے ہر حرف کے تحت مین فہم دی گئی اور خطاب کے لطائف و عجائب عطا ہوے کہ وہ حکیم ہوے کہ انکی ہر بات تمام حکمت ہی۔ اور **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علم مین رسوخ یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ زیادہ ظہور و نور اپنی طرف سے دیدیتا ہی جیسے فرمایا کہ قل رب زدنی علما۔ تو کہہ کہ اے پروردگار میرے مجھے علم زیادہ دیدے اور کہا کہ راسخ فی العلم جسکو علوم مکاشفہ حاصل ہین وہ عالم ربانی نورانی ہی اور علوم کے احکام چار ہین ایک وحی دوم تجلی سوم عندی چہارم لدنی۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ راسخ فی العلم وہ شخص ہی کہ خطاب سے جو مراد ہی اسکے محل و مقام پر مطلع کردیا جاوے۔ استاد رحمہ اللہ نے اہل یقین و اہل زیغ کا حال اس طرح بیان کیا کہ جو لوگ انوار بصائر سے تائید دیے گئے ہین وہ اپنی جانون کے آفتاب سے روشن ہین اور جن لوگون پر شک کا پردہ ڈال دیا گیا اور لطائف تحقیق سے محروم کیے گئے ہین تو وہم و گمان ان کو گھیرتے ہین اور وہ تلبیس مین ہلاک ہوتے پھرتے ہین پس ان کی طرف سے انکار پر انکار ہی بڑھتا جاتا ہی اور شک پر نفرت بڑھتی جاتی ہی اور فرمایا کہ جس نے اللہ عزوجل کی طرف سے تاویل کا علم پایا اس کا ایمان بدون احتمال کے ہوتا ہی اور اسکی خاطر مین صفائی ہوتی ہی بلکہ صریح ظہور و صاف یقین سے ہوتا ہی **قال المترجم** خلاصہ یہ کہ علم ازلی مین جو روشین اپنے تمام و کمال حال سے واقف تھین یہان شریعت کی اتباع سے آخر ان کو وہ حال منکشف ہوگیا اور اسی واسطے وہ لوگ صدق و ثبات کی دعا کرتے ہین۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ

اے رب ہمارے دل نہ پھیر جب ہمکو ہدایت دے چکا اور دے ہمکو اپنے ہان سے مہربانی توہی ہے

الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

بہت دینے والا اے رب ہمارے تو جمع کرنے والا ہے لوگون کو ایک دن جس مین شبہہ نہین بیشک اللہ خلاف نہین کرتا وعدہ

والضالۃ یقولون افارادو من یتبعہ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا۔ تملہا عن الحق باتباع تاویلہ الذی لا یلیق بہا کما ازغت قلوب اولئک یہ اہل ایمان وراسخین فی العلم جب دیکھتے ہین کہ کوئی متشابہ کے درپے ہوتا ہے تو کہتے ہین۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا۔ اے ہمارے رب نہ موڑیو ہمارے دلون کو حق سے باین طور کہ ہم درپے ہون ایسی تاویل کے جو ہمارے لائق نہین ہے جیسے کہ تونے موڑ دیا گمراہون کے دلون کو۔ بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا ارشدتنا الیہ۔ بعد ازانکہ تونے ہمکو ارشاد و ہدایت دیدی اس کی طرف۔ وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً۔ اور عطا کر ہمکو اپنے پاس سے وہ رحمت و نعمت یعنے یون کہ ثابت رکھ تو ہمکو حق پر۔ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ۔ توہی تو عطا فرمانے والا ہے۔ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ۔ تجمعہم۔ لِيَوْمٍ۔ فی یوم۔ لَّا رَيْبَ۔ شک۔ فِيهِ۔ ہو یوم القیامۃ فتجازیہم باعمالہم کما وعدت بذلک۔ ہمارے رب تو جمع کرے گا لوگون کو ایک دن مین کہ جس مین کچھ شک نہین۔ وہ قیامت کا روز ہے پس لوگون کو انکے اعمال کا بدلا دے گا جیسا کہ تونے اسکا وعدہ فرمایا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔ اللہ تعالے وعدہ خلاف نہین فرماتا ہے

ف پس وعدہ قیامت و ثواب جنت سب ٹھیک ہے۔ فیہ التفات عن الخطاب ویحتمل ان یکون من کلامہ تعالے والغرض من الدعاء بذلک بیان ان ہمہم امر الآخرۃ ولذلک سالوا الثبات علی الہدایۃ لینالوا ثوابہا۔ روی الشیخان عن عائشۃ قالت تلا رسول اللہ صلعم ہذہ۔ ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات الی آخرہا وقال فاذا رایت الذین یتبعون ما تشابہ منہ فاولئک الذین سمی اللہ تعالے فاحذروہم۔ وروی الطبرانی فی الکبیر عن ابی مالک الاشعری انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما اخاف علی امتی الا من ثلث خلال وذکر منہا ان یفتح لہم الکتاب فیاخذہ المومن یبتغی تاویلہ ولیس یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب الحدیث کلام مین التفات ہے خطاب سے یعنے انک لا تخلف المیعاد کی جگہ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ کہا اور احتمال ہے کہ یہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ تعالے خلاف میعاد نہین فرماتا ہے۔ اور ایسی دعا کرنے سے غرض یہ ہے کہ ظاہر ہو کہ تمام ہمت ان مومنون کی فقط امر آخرت ہے اور اسی واسطے ان لوگون نے ہدایت پر قائم رہنے کی درخواست کی تاکہ آخرت کا ثواب پاوین اور بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالے نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی کہ پڑھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات الآیۃ اور فرمایا کہ جب دیکھو ایسے لوگون کو جو پیچھے پڑتے ہین ایسے کلام کے جو کتاب مین سے متشابہ ہے تو یہی لوگ ہین جنکا نام رکھا ہے اللہ تعالے نے پس ان سے حذر کرو۔ اور طبرانی رحمہ اللہ تعالے نے معجم کبیر مین ابو مالک اشعری رض سے روایت کی کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہین خوف کرتا ہون مین اپنی امت پر مگر تین باتون سے اور انھین باتون مین سے ایک بیان کی کہ ان کے سامنے کتاب اللہ تعالے کھولی جاوے پس مومن اسکو لیکر تاویل تلاش کرنے لگے حالانکہ اسکی تاویل کوئی نہین جانتا سوائے اللہ تعالے کے اور جو لوگ کہ راسخین فی العلم ہین وہ کہتے ہین آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب ف ابن کیسان نے کہا کہ ان لوگون کی درخواست یہ تھی کہ کجی مین نہ پڑین یعنے ایسا نہو کہ ان کے دل زائغ ہو جاوین بمانند

قولہ تعالےٰ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم الآیہ پھر جب کج ہوے تو کج کردیا اللہ تعالےٰ نے انکے دلون کو یہ نصرانیون کی مذمت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے توحید پائی تھی پھر شرک کرکے کج ہوے تو اللہ تعالےٰ نے انکے دل ٹیڑھے کردیے کہ اب سچی بات کو قبول نہین کرتے ہین پس مومنون نے ایسی کجی سے پناہ مانگی - گویا جب انھون نے سُنا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ - تو دعا کرنے لگے کہ ربنا لاتزغ قلوبنا باتباع المتشابہ - اور اس مین دلیل ہے کہ ازاغت اور ہدایت دونون اللہ تعالےٰ کے خلق سے ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے اور حدیث مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت رکھیو پھر پڑھی یہ آیت ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب - رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم واصل اسکی صحیحین مین ہے اور وہاب وہ ہے کہ تفضل کے ساتھ عطا کرے اور اس مین صریح دلیل ہے کہ اللہ تعالےٰ پر کچھ واجب نہین ہے وہ فضل سے دیتا ہے اور اشعار ہے کہ وہ ہر چیز اپنے فضل سے دیتا ہے کسی چھوٹی یا بڑی چیز کی خصوصیت نہین ہے اور ظاہر آیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ متشابہات کی تاویل جاننے کے درپے ہونا زیغ ہے خود اس سے پناہ مانگنی چاہیے ہے اور حدیث مین حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی کتاب ایک باب وایک حرف پر اُتری تھی اور یہ قرآن سات حرف پر اُترا زاجر وآمر اور حلال وحرام اور محکم ومتشابہ اور امثال پس اُسکے حلال کو حلال جانو اور اسکے حرام کیے ہوے کو حرام جانو اور اسکے امر کی فرمانبرداری کرو اور جس سے منع کیا اس سے بازرہو اور اسکے امثال سے عبرت حاصل کرو اور اسکے محکم پر عمل کرو اور اس کے متشابہ پر ایمان لاؤ اور کہو کہ آمنا بہ کل من عند ربنا ہمنے یقین مانا کہ سب ہمارے رب عزوجل کی طرف سے ہے اخرجہ ابن جریر والحاکم وصححہ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا اور قرآن مین مرا کفر ہے جو تمکو معلوم ہو اس پر عمل کرو اور جو اس مین تمکو نہ معلوم ہو اسکو اسکے جاننے والے کی طرف چھوڑو - اخرجہ ابن جریر وابن المنذر واسنادہ صحیح - اور ایک حدیث مین ہے کہ جو اسکے متشابہ مین اس پر ایمان لاؤ - اخرجہ نصر المقدسی عن ابن عمر رضؓ اور صحیحین وغیرہ کی حدیث عائشہؓ پہلے مذکور ہوئی اور سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ ایک مرد جسکو ضبیع کہتے تھے مدینہ مین آیا اور اسنے متشابہ القرآن کو پوچھنا شروع کیا پس عمرؓ کو خبر ہوئی تو آپ نے خرما کی چھڑیان منگوا کر رکھین اور اسکو بُلوایا اور فرمایا کہ تو کون ہے اسنے کہا کہ مین ضبیع ہون پس فرمایا کہ اور مین اللہ تعالےٰ کا بندہ عمر ہون یہ کہکر ایک چھڑی ہاتھ مین لی اور اسکو مارا یہانتک کہ اسکا سر خون آلودہ ہوگیا تو بولا کہ اے امیر المومنین بس آپ کو اسی قدر کافی ہے میرے سر مین سے وہ بات دُور ہوگئی جو مین پہلے پاتا تھا اخرجہ الدارمی ونصر المقدسی واخرجہ ابن عساکر عن انسؓ وقد اخرجہ جماعۃ اور اس قصہ مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل بصرہ کو لکھ بھیجا کہ ضبیع کو ساتھ نہ بیٹھنے دین اور نہ اسکے پاس بیٹھین - اور طبرانی نے معجم کبیر مین ابو مالک اشعری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت پر کچھ خوف نہین مگر تین باتون کا ایک یہ کہ انکے پاس مال بہت ہو جاوے پس باہم حسد کرین اور لڑ مرین - دوم یہ کہ ان کے لیے کتاب کھولی جاوے پس مومن اسکو لیکر اسکی تاویل کرنا شروع کرے حالانکہ نہین جانتا کوئی اس کی تاویل کو سوائے اللہ تعالےٰ کے و الراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ الآیہ - سوم یہ کہ اپنے علم کو دیکھین اور اسکو ضائع کرین اور انکی کچھ پروانہ کیجاوے گی - قال ابن کثیر غریب جداً قولہ ان اللہ لایخلف المیعاد - میعاد بروزن مفعال بمعنے مصدر ہے ذکرہ العکبری اور معنے یہ ہین کہ گویا جب اُنھون نے اپنے پروردگار سے کجی سے پناہ کی درخواست کی اور چاہا کہ انکو اپنے فضل سے رحمت عظیم وہدایت پر رکھے تو دعا مین یہ بھی کہا کہ ربنا انک جامع الناس الخ یعنے اس سوال سے ہماری غرض کچھ خوبی دنیاوی نہین ہے کہ وہ تو گذرنے والی ہے بلکہ بڑی غرض آخرت ہے کہ تو عاقبت مین لوگون کو جمع کرنے والا ہے اور تیرا وعدہ حق ہے پس جو یہان زائغ ہوا وہ وہان ہمیشہ عذاب مین پڑا رہے گا اور جس کو یہان ہدایت ورحمت ملی ہے وہ وہان

ہمیشہ کرامت وسعادت مین رہیگا۔ اور جاننا چاہیئے کہ معتزلہ نے اس آیت سے دلیل پکڑی کہ فاسق جو بغیر توبہ کے مرا ہی اور اسکے حق مین عذاب
کی وعید ہی تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ خلاف وعید نہوگا اور وہ ضرور عذاب پاوے گا اور وعید عذاب بھی وعدہ مین داخل ہی چنانچہ اللہ
تعالےٰ نے فرمایا کہ قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فہل وجدتم ما وعد ربکم حقا۔ یعنے جنت والے دوزخ والون سے یون کہین گے کہ ہم سے جو کچھ ہمارے
رب نے وعدہ فرمایا تھا وہ ہمنے پایا پس تم کو جو کچھ تمھارے رب تعالےٰ نے وعدہ دیا تھا وہ تمنے بھی پا لیا یعنے عذاب جہنم پس عذاب وعید کو بھی وعدہ
کہا گیا اور جواب دیا گیا کہ فاسق کے حق مین عذاب کی وعید ہی اور دیگر دلائل سے تم بھی قائل ہو کہ یہ وعید وعذاب اس پر مطلقاً نہین ہوگا بلکہ اسوقت
ہوگا کہ اسنے توبہ نہ کی ہو پس تم بھی تخصیص کے قائل ہو اسی طرح ہمنے احادیث سے ثابت کیا کہ فاسق کو وہان عذاب جب ہوگا کہ شفاعت وغیرہ
سے اسکو عفو نہ کیا جاوے اور یہ مضمون احادیث مین بدرجہ متواتر پہونچا ہی۔ اور اگر ہم مان بھی لین تو ہم کہتے ہین کہ یہان وعدہ مین خلاف نہ کرنا فرمادیا
ور وعدہ کا استعمال امر خیر مین ہی یعنے جو بھلائی کا وعدہ فرمایا ہی اس مین خلاف نہوگا اور رہا برائی کا وعدہ تو اسکو وعید کہتے ہین اور یہ جو تم نے کہا کہ
وہ بھی وعدہ مین داخل ہی تو ہم کہتے ہین کہ یہ حقیقت نہین ہی اور رہا آیت مین اطلاق تو وہ کھسیانے وشرمانے کے طور پر ہی جیسے فرمایا فبشرہم بعذاب
الیم۔ ان کو خوشخبری دے عذاب دردناک کی یہ بطور تحکم ہی اور ایسے ہی دوزخی کو کہا کہ ذق انک انت العزیز الکریم۔ چکھ اس عذاب کو تو تو بہت
عزیز وبزرگ ہی۔ اور **واحدی** نے بسیط مین ذکر کیا جائز ہی کہ اس آیۂ کریمہ مین میعاد کا لفظ مومنون کے وعدہ پر محمول کیا جاوے
بقرینۂ لا یخلف کے اس واسطے کہ بیان مدح کا ہی اور مدح اسی مین ہی کہ وعدۂ خیر مین خلاف نہو اور رہا عذاب وتکلیف دہی کے
وعدہ مین خلاف کرنا تو یہ عرب کے نزدیک خود تعریف ہی چنانچہ کہا ؏ اذا وعد السراء انجز وعدہ + وان وعد
الضراء فالعفو مانعہ۔ یعنے وہ ایسا بزرگ خصلت ہی کہ جب بھلائی کا وعدہ کرتا ہی تو اپنا وعدہ پورا کردیتا ہی اور جب برائی کا وعدہ
خوف دلاتا ہی تو اسکا عفو اس وعید کے پورے کرنے سے اسکو روکتا ہی اور نیز دوسرے نے کہا ؏ وانی وان اوعدتہ او وعدتہ لمخلف
ایعادی ومنجز موعدی + اور مین ایسا ہون کہ مین نے اگرچہ اسکو ایعاد کیا یعنے عذاب سے وعید کیا یا اسکو وعدہ دیا پر مین اپنے ایعاد
یعنے وعید سزا کو خلاف کرنے والا ہون اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہون پس معلوم ہوا کہ وعدہ خیر پورا کرنا مدح ہی اور وعید مین خلاف کرنا مدح
ہی اور بعضین سے اشاعرہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کا خلف وعید مین روا ہی لیکن ہمارے نزدیک جواب صحیح فقط اول ہی اور حق یہ کہ وعدہ ووعید
کسی مین خلاف نہین ہوگا **ف** ۲۰ فی العرائس قولہ تعالےٰ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا۔ یعنے ہمارے دلون کو کج مت کر باین طور کہ تیری
ہدایت سے برگشتہ ہون قولہ وہب لنا من لدنک رحمۃ۔ رحمت سے مراد علم خاص ومعرفت تامہ ہی قولہ انک انت الوہاب ایسا کچھ
ہبہ کیا کہ اسکا شکر شمار مین نہین آسکتا ہی اور **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قوم نے اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع کرنے اور اس کے سامنے مسکنت
ظاہر کرنے کے لیے اسکی طرف رجوع کیا اور **جعفر** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے دلون کو اپنی طرف سے کج نہ فرما بعد از انکہ تو نے ہمکو اپنی طرف راہ دی
ہی اور قولہ من لدنک رحمۃ۔ یعنے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق اپنی خدمتگاری پر ہمکو ثابت قدم کردے۔ انک انت الوہاب۔ یعنے
تو اپنے بندون کو اپنے فضل سے وہ کچھ نعمتین عطا فرماتا ہی جس کے وے کچھ بھی مستحق نہین ہین یعنے ان کو کوئی استحقاق ذاتی نہین ہی۔ اور
استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جتنا انکا قرب بڑھتا گیا اتنا ہی انکا ادب بڑھتا گیا اور دوری سے پناہ مانگنا رعایت ادب ہی اور بعض نے
کہا کہ جب خوبی سے استعانت چاہتے مین وہ سچے ہوے تو اُن کو انوار کفایت سے مدد دی گئی۔ قولہ ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب
فیہ۔ یعنے او تعالےٰ اہل حقیقت حق وشریعت صدق کو مقام قربت مین جمع کرنے والا ہی پس مومنین تو کرامت مین ہین اور

مقربین مقام مشاہدہ مین اور محبین مقام وصل مین اور عارفین مقام انس مین ہین - اور ہر گروہ تیرے حضور مین اپنے انتہائی مقصودیت کے موافق پہونچ جائے گا یعنے دنیا مین مقامات وحالات ومکاشفات ومشاہدات کے مقامون مین سے جو گروہ جس حال پر تھا اسی کے موافق عقبیٰ جناب مین اس کی رسائی ہوگی جیسے اہل باطل وکفر وضلالت اپنے اپنے درجہ کے موافق ملعون ومطرود ہونگے - اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا آج کے روز تو اللہ تعالیٰ نے دوستون کو نزدیکی حاصل کرنے کے مقام مین رکھا ہے یعنے اپنے اپنے مقدور سے کوشش کرین اور کل کے روز یعنے قیامت مین بھون کو ثواب وعذاب کے محل مین جمع کرے گا - آج کے روز تو اسرار کو اکٹھا کر دیا کہ جلال وجمال کا مکاشفہ چاہین اور کل کے روز ہر حال کے موافق ہول وامن مشاہدہ کرنے اور رنج وخوشی اٹھانے کے مقام مین بے پردہ جمع فرما دیگا قولہ تعالےٰ ان اللہ لا یخلف المیعاد - یعنے جو کچھ اپنے انبیا واولیا ومومنین سے وعدہ کیا ہے کہ انکو فلاح ومشاہدہ کی نعمت تک پہونچاویگا اس مین خلاف نہین فرماتا ہے اور نیز اللہ تعالیٰ کا وعدہ خلاف ہو نہین سکتا ہے کیونکہ علم الٰہی قدیم ہے پس وہ منزہ و پاک ہے کہ کوئی فعل اس کا ایسے علم سے ہو جو جدید پیدا ہو بلکہ سب اسکے علم قدیم مین مقرر ہو چکا ہے تو وہی ہوگا جیسے دنیا مین وہی ہوتا ہے اور شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دنیا مین بھی اسکی میعاد کے خلاف نہین ہوتا ہو چنانچہ جو کچھ اسنے اپنے علم ازلی کے موافق سعادت یا شقاوت کا وعدہ مقرر فرمایا ہے وہ ضرور ہوتا ہے پس کوئی زاہد تو خلاف زہد نہین کرتا اور کوئی فاسق اپنے فسق سے نہین چوکتا اور واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ ہر ایک کو اسکی جزاء وعوض دیگا اور بندگان خاص کو قرب ودیدار کے مقام خاص مین اُتار دیگا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَ

جو لوگ منکر ہے ہرگز کام نہ آوین گے ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور

أُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۝ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ

وہی ہین ایندھن دوزخ کے جیسے دستور فرعون والون کا اور جو لوگ ان سے پہلے تھے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

جھٹلایا انھون نے ہماری آیتون کو پھر گرفتار کر لیا اللہ نے انکو انکے گناہون پر اور اللہ کی مار سخت ہے۔

لَنْ تُغْنِيَ - تدفع - عَنْهُمْ - یعنے دفع نہ کرینگے - مِنَ اللَّهِ ای من عذابہ - یعنے عذاب اللہ سے - وَقُودُ النَّارِ بفتح الواو وما یوقد بہ - یعنے وقود بفتح واو وہ چیز جس سے آگ روشن کیجاوے - دابھم - كَدَأْبِ - کعادۃ - یعنے کداب خبر مبتدا محذوف ہے اور دابھم حاصل کداب اور داب کے معنے عادت - مِنْ قَبْلِهِمْ - من الامم کعاد وثمود - یعنے فرعون والون سے اگلی اُمتین مانند عاد اور ثمود کے - فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ اہلکہم - یعنے انکو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا - بِذُنُوبِهِمْ - والجملۃ مفسرۃ لما قبلہا وبا سببیۃ ہے ای بسببہا ان کے گناہون کے اور جملہ کذبوا بآیاتنا الے آخرہ - یہ اپنے ماقبل کا مفسر ہے یعنے انکا داب کیا تھا اور کیا انکے ساتھ کیا گیا اسی واسطے درمیان عطف نہین ہے - اللہ عزوجل نے اس کتاب مجید کے ایمان لانے والون اور رنج سے پناہ مانگنے والون کا اچھا حال اور وعدہ ثواب ذکر فرمانے کے بعد ان لوگون کا حال خراب بیان فرمایا جو کافر ومنکر ہوے جیسے وفد نجران نے انکار کیا اور بعض نے فرمایا کہ ان الذین کفروا سے وفد نجران ہی مراد ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ تمام کفار مراد ہین اور عذاب مذکور کی وعید انکے حق مین جب ہی ہوگی کہ کفر ہی پر مر گئے ہون اور کفر مین کسی قسم ایمان کا کفر ہو داخل ہے پس اگر کوئی شخص ہو کہ اللہ تعالےٰ کو واحد جانتا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہین

ماننا ہو وہ کافر ہو اور وہ واقعی اللہ تعالے کی توحید نہیں جانتا ہو کیونکہ معتبر وہ توحید ہو جو رسول اللہ صلعم کے فرمانے سے ثابت ہو اور ایسے ہی اگر قرآن سے منکر ہو تو کافر ہو۔ قولہ من اللہ شیئا۔ مبرد نے کہا کہ من برائے ابتدائے غایت ہو بحذف مضاف ای من عذاب اللہ ابوحیان نے کہا کہ یہی ارجح ہو۔ واولئک ہم وقود النار۔ ضمیر منفصل مفید حصر یا قصر ہو یعنے یہی ایندھن ہونگے یا انکے حق مین ایندھن ہی ہونا واجب ہو اگر کہا جاوے کہ بعضے گنہگار مومنین بھی دوزخ مین جاوینگے تو حصر ان مین کیونکر ہوا جواب یہ ہو کہ گنہگار مومن ایندھن نہون گے بلکہ ان کو تکلیف و عذاب پہونچے گا اور ایسے ہو جاوینگے جیسے کہ جھانوان یا کوئلہ ہوتا ہو اور ایندھن فقط کفار ہونگے۔ اور ان کے اموال واولاد کام نہ آوینگے یہ کمال عذاب ہو اسواسطے کہ جس چیز سے اسکو بھروسا تھا وہ دور کر دی پھر اسپر اور اسباب الم دینے والے مجتمع ہوئے پس قولہ لن تغنی عنہم اموالہم ولا اولادہم سے بھروسا توڑا کیونکہ سختی کے وقت آدمی اپنے مال واولاد کی طرف بھروسا کر کے دوڑتا ہو پس اللہ تعالے نے ظاہر فرمایا کہ روز قیامت کی صفت اس دنیا سے خلاف ہو پس جبکہ مال واولاد جو بہت نزدیک کے وسیلہ نفع تھے اسکو نافع نہوئے تو اور چیزین بدرجۂ اولی نفع نہ دینگی پھر اس پر یہ کمال کہ وقود النار ہونگے اور یہ انتہا کا عذاب ہو کہ ان مین آگ اس طرح لگے گی جیسے ایندھن کی سوکھی لکڑی مین لگتی ہو نعوذ باللہ منہ۔ قولہ کداب آل فرعون۔ یہ جملہ یا تو مستانفہ ہو خبر مبتدا محذوف ای داہم کداب آل فرعون مع موسی۔ یعنے وفد نجران کافرون کی یا مطلق کافرون کی عادت انکار آیات حق تعالے و کفر رسول صلعم مین ویسی ہی ہو جیسے فرعون والون کی عادت حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ تھی اور بعض نے کہا کہ متصل بماقبل ہو ای لن تغنی عنہم کما لم تغن عن آل فرعون یا توقد النار بہم کما توقد بآل فرعون۔ اور اول قول جمہور محققین ہو اور داب بمعنے حال و عادت وشان ہو اور ابن عباس رض سے روایت ہو کہ کداب آل فرعون ای کصنیع آل فرعون اور ایسا ہی عکرمہ ومجاہد وابو مالک وضحاک وغیرہم سے مروی ہو اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ البتہ جن لوگون نے کفر کیا کچھ نہین دفع ونفع کرین گے ان سے ان کے اموال واولاد وقت طاری ہونے عذاب وانتقام کے مثل آل فرعون واگلے کافرون کے گرفتار کر لیا ہمنے ان کو پس نفع دیا ان کو انکے مالون واولاد نے۔ قولہ فاخذہم اللہ بذنوبہم یہان فاخذناہم نہیں فرمایا۔ بلکہ بجائے اسم ضمیر کے اسم ظاہر فرمایا بغرض ہول دلانے کے اور ایسے ہی قولہ واللہ شدید العقاب۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (۱۲)

کہدے منکرون کو کہ جلدی تم مغلوب ہوگے اور ہانکے جاؤگے دوزخ کو اور کیا برا بستر ہو وہ دوزخ

وتزل لما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہود بالاسلام فی مرجعہ من بدر فقالوا لہ لا یغرنک ان قتلت نفرا من قریش اغمارا لا یعرفون القتال جبکہ بدر کی لڑائی جہاد سے لوٹنے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام لانے کا حکم کیا تو بولے کہ آپ کو غرور مین نہ ڈالے یہ بات کہ آپ نے قریش مین سے چند ناتجربہ کارون کو جو لڑائی نہیں جانتے تھے قتل کر ڈالا ہو تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ قُلْ۔ یا محمد۔ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ من الیہود کہدے اے محمد ان لوگون سے جو کافر بنے ہین یعنے یہود مین سے کافرون کو کہ۔ سَتُغْلَبُوْنَ۔ تم لوگ دنیا یہ لوگ عنقریب مغلوب کیے جاؤگے۔ تغلبون بالتاء والیاء فی الدنیا بالقتل والاسر وضرب الجزیۃ وقد وقع ذلک۔ اکثر قراء کے قراءۃ مین ستغلبون بتاء خطاب ہو یعنے تم لوگ مغلوب کیے جاؤگے اور حمزہ وکسائی کی قراءۃ مین بیاء غیبت ہو یعنے یہ کافر لوگ مغلوب کیے جاوینگے اور معنے یہ کہ عنقریب دنیا مین قتل وقید وجزیہ باندھے جانے سے مقہور کیے جاؤگے اور یہ معجزہ قرآنی ہو کہ ان خاص لوگون کا انجام بیان کر دیا پھر ایسا ہی واقع ہوا پس ایک تو یہ کہ حکم دیا کہ انکو آگاہ کر دے کہ دنیا مین تم عنقریب مغلوب وخوار ہوگے۔ دوم۔ وَتُحْشَرُوْنَ۔ بالوجہین فی الآخرۃ اور حشر کیے جاؤگے یعنے آخرت مین۔ اِلٰی جَهَنَّمَ۔ فتدخلونہا۔ جہنم کی طرف فقط پھر خالی یہی نہوگا بلکہ جہنم مین داخل کیے جاؤگے۔ ایک قراءت یحشرون بیاء

تحتیہ بصیغہ غائب ہی - وَبِئْسَ الْمِهَادُ - الفراش ہی - اور برا بچھونا ہی دوزخ - ف محی السنہ نے معالم مین و ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین بروایت محمد بن اسحاق ذکر کیا کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی مین اپنی قلیل جماعت کے سامان سے کفار قریش کو باوجود انکی کثرت و سامان کے شکست دیکر قتل و قید کی مصیبت پہونچائی پھر وہان سے مدینہ کو لوٹے تو یہودیون کو بازار بنی قینقاع مین جمع کیا اور فرمایا کہ ای گروہ یہود تم مسلمان ہوجاؤ قبل اسکے کہ تمکو بھی ویسی ہی مصیبت پہونچے جیسی قریش کو پہونچی تو بولے کہ ای محمدؐ آپ کو یہ بات اپنے جی مین غرور نہ دلاوے کہ آپ نے قریش کے چند آدمی مار ڈالے جو لڑائی مین ناتجربہ کار تھے لڑائی کا ڈھنگ نہین جانتے تھے اور واللہ اگر تم ہم سے قتال کرو تو جانو کہ البتہ مرد ہم ہین اور تم ہم الیسون سے کبھی نہین بھڑے پس اللہ تعالے نے اسی بارہ مین نازل فرمایا قل للذین کفروا ستغلبون - تا قولہ لعبرۃ لاولی الابصار - اسکو محمد بن اسحاق نے ابن عباسؓ اور عاصم بن عمر و رحمہ اللہ سے روایت کیا ہی وقد اخرجہ ابوداؤد ایضًا اغمار جمع غمر ہرا ایسے مرد کو کہتے ہین جس نے امور کا تجربہ حاصل نہ کیا ہو - اور ستغلبون مین ان کافرون کے مغلوب ہوجانے کا وعدہ ہی اور اللہ عز و جل نے یہ وعدہ پورا کر دیا کہ قریظہ کو حضرت صلعم نے قتل کر ڈالا اور بنی نضیر کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا اور خیبر کو فتح کر کے وہان کے یہودیون پر جزیہ مقرر کیا اور یہ خبر غیب ہی اور دلائل نبوت مین سے ہی - اور جاننا چاہیئے کہ اس مین یہ بھی معجزہ ہی کہ یہ لوگ ایمان نہ لاوینگے کیونکہ فرمایا وتحشرون الے جہنم - اور یہ صریح اعجاز ہی کہ کسی کے حق مین انکے انجام باطنی آیندہ کی خبر دینا جو اسی طرح واقع ہو - اور واضح ہو کہ جنگ بدر مین اللہ تعالے نے مومنون و کافرون سب کو اپنی قدرت کاملہ دکھلادی تاکہ شیطان کو وسوسہ کا موقع نہ رہے اور اس مین عجائب معجزات تھے پھر آیندہ مومنون کو کافرون کے ساتھ امتحان مین چھوڑ دیا لیکن اندھے یہودیون نے کچھ نہ دیکھا لہذا اللہ تعالے نے اہل سعادت کو اس واقعہ کی قدرتون سے آگاہ کیا -

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ

ابھی ہو چکا ہی تمکو ایک نمونہ دو فوجون مین جو بھڑی تھین ایک فوج لڑتی اللہ کی راہ مین اور دوسری کافر تھی

يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

یہ انکو دیکھتے اپنے دو برابر صریح آنکھون سے اور اللہ زور دیتا ہی اپنی مدد کا جسکو چاہے اس واقعہ مین البتہ

لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ⓭

عبرت ہی جن کی آنکھین ہین

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ - عبرۃ و ذکر الفعل للفصل - فِي فِئَتَيْنِ - فرقتین - الْتَقَتَا - یوم بدر للقتال - تمھارے لیے آیت گذر چکی ایسے دو فریق مین جو باہم مقابل ہوئے تھے ف آیت بمعنے عبرت اور مقابلہ سے بدر کا قتال مراد ہی یعنے بدر کے روز کفار و مومنین کے مقابلہ مین تمکو عبرت و نصیحت ہی - فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - ای طاعتہ وہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وکانوا ثلثمأۃ وثلثۃ عشر رجلا معہم فرسان وستۃ ادرع وثمانیۃ سیوف واکثرہم رجالۃ - ایک فرقہ تو اللہ تعالے کی راہ مین قتال کرتا تھا ف یعنے اللہ تعالے کی فرمانبرداری مین لڑتا اور اس فرقہ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہین - اور تعداد ان کی تین سو تیرہ مرد تھے (ستتر مہاجرین کے اور دو سو چھتیس[۲۳۶] انصار کے) اور انکے ساتھ دو گھوڑے تھے (ایک مقداد بن عمرو کا اور دوسرا مرثد بن ابی مرثد کا) اور چھ زرہین اور آٹھ تلوارین تھین اور اکثر ان مین سے پیدل تھے وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ - اور فرقہ دوم کافر تھا ف جو شیطان و بت کی راہ مین لڑتا تھا - يَرَوْنَهُمْ - بالتاء والیاء ای الکفار - یعنے نافع کی قراءۃ مین بتاء فوقانیہ ہی یعنے تم انکو دیکھتے تھے اور باقیون کی قراءۃ مین بیاء تحتیہ

ہے یعنے دیکھتے تھے ایمان والے کافرون کو۔ مِثْلَيْهِمْ۔ ای المسلمین ای اکثر منہم وکانوا نحو الف۔ رَأْيَ الْعَيْنِ۔ ای رویۃ ظاہرۃ معاینۃ وقد نصرہم اللہ تعالٰی مع قلتہم اس فرقۂ کافرہ کو تم لوگ (یا مسلمان لوگ) دوچند مسلمانون کا آنکھون دیکھتے تھے ف دوچند سے گنتی مراد نہین۔ بلکہ کثرت مراد ہے پھر باوجود کثرت کفار کے اور قلت مومنین کے اللہ تعالٰی نے مومنون کو فتح دی اور شیطانیون کو خوار و مخذول کیا۔ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ۔ یقوی۔ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ۔ اور اللہ تعالٰی اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ۔ المذکور لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ۔ لذوی البصائر افلا تعتبرون بذلک فتومنون۔ اس واقعہ مین جو مذکور ہوا البتہ صاحبان بصیرت کے لیے عبرت ہے ف پھر تم اس سے عبرت نہین لیتے کہ ایمان لے آؤ۔ واضح ہو کہ قولہ تعالٰی۔ قد کان لکم آیۃ۔ اس خطاب مین بعضے مفسرین نے کہا کہ خطاب یہود کو ہے اور یہ ماقبل سے متصل ہے اور یہ بھی منجملہ اس بیان کے ہے جس کے کہنے کا حکم ہے یعنے اے یہود جو تم سے کہا گیا کہ عنقریب مغلوب ہو گے اس پر تمھارے لیے نشانی اس واقعہ مین حاصل ہے کہ اللہ تعالٰی اپنے دین کا عزت دینے والا اور اپنے رسول کی مدد کرنے والا اور اپنے کلمہ کو بلند کرنے والا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب تمام کفار کو عام ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہے اور یہ حضرت ابن مسعود و حسن سے مروی ہے اور اسی کی مؤید ہے قرأۃ ترونہم بتار خطاب اور ان دونون قول پر یہ جملہ مستانفہ غیر مرتبط بما قبل ہوگا اور آیہ کی تنکیر برائے تعظیم ہے اے آیۂ عظیمہ یعنے تمھارے لیے بہت بڑی عبرت کی نشانی تھی۔ قولہ فی فئتین۔ اس مین خلاف نہین کہ ہر دو فرقہ سے مراد بدر کے لڑنے والے ہین۔ یعنے مومنین و کافرین قریش قولہ فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ۔ ای فرقۂ اسلام اور یہ مہاجرین و انصار تھے اور مہاجرین کے نشان بردار حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور انصار کے نشان بردار سعد بن عبادہؓ تھے اور صرف ستر اونٹ سواری کے تھے۔ قولہ واخری کافرۃ۔ اور وہ فرقہ کفار قریش تھا اور وہ ساڑھے نو سو آدمی پورے ہتھیار بند تھے اور ان سب کا سردار عتبہ بن ربیعہ تھا اور انکے لشکر مین سو گھوڑے تھے اور بنی مخزوم پر ابوجہل ملعون سردار تھا اور یہ واقعۂ بدر پہلا جہاد ہے جو بعد ہجرت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور عنقریب مین مختصر نقل کرون گا قولہ یرونہم مثلیہم رای العین۔ اسکی تفسیر مین دو قول ہین اول آنکہ یرون کا فاعل کافرین ہین اور ضمیر راجع بجانب مومنین ہے یرون المشرکون المومنین مثلیہم فی العدد رای اعینہم۔ یعنے مومنون کو مشرکین تعداد مین اپنے سے دوچند دیکھتے اور آنکھون سے اُن کو نظر آتا تھا اللہ تعالٰی نے ان کے اس دیدار مین اسلام کی فتح و نصرت کا سبب کر دیا اور اسکو قراءۃ بتار فوقیہ مساعد نہین الا آنکہ خطاب دل ہین کافران مکہ کو ہو وے اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ اس تفسیر پر اشکال کوئی نہین مگر ایک اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ مشرکون نے عمیر بن سعد کو اس لڑائی سے پہلے جاسوسی کے واسطے بھیجا تھا اس نے مشرکون کو خبر دی کہ وہ تین سو سے کچھ اوپر یا کچھ کم ہونگے اور ایسا ہی تھا کہ مسلمان تین سو سے کچھ اوپر تھے جواب یہ ہے کہ ہان اول مین کافرون کو بھی خبر پہونچی تھی پھر جب لڑائی واقع ہوئی تو اللہ تعالٰی نے مسلمانون کو ایک ہزار سردار فرشتون سے مدد دی قال المترجم وعلی ہذا مثلیہم مین دو احتمال ہین کہ مشرکین مسلمانون کو اپنے دو مثل یا مسلمانون کے دو مثل دیکھتے تھے قول دوم اور وہی قول جمہور مفسرین ہے یہ ہے کہ یرون کا فاعل مومنین ہین اور ضمیر راجع بجانب کفار ہے اور معنے یہ ہین کہ مسلمان لوگ کافرون کو اپنے سے دوچند دیکھتے تھے آنکھون دیکھنا اور باوجود اسکے اللہ تعالٰی نے ان کو کافرون پر فتح دی اور اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس صورت مین کفار کا اسکے دوچند ہونا چاہیئے وجواب دیا گیا کہ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ مومنین بروز بدر تین سو تیرہ [۳۱۳] تھے اور کفار چھ سو چھبیس [۶۲۶] تھے اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو رد کر دیا کہ شاید یہ قول اس آیہ کریمہ کے ظاہر سے ماخوذ کیا گیا ہے ولیکن اہل تواریخ و سیر کے خلاف ہے اور جمہور کے نزدیک معروف یہ ہے کہ مشرکین نو سو اور ہزار کے درمیان تھے جیسا کہ محمد بن اسحٰق نے یزید بن رومان کے واسطہ سے

عروہ بن الزبیرؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عبد اسود سے قریش کی تعداد پوچھی تو بولا کہ بہت ہین آپ نے فرمایا کہ کتنے اونٹ ہر روز ذبح کرتے ہین بولا کسی روز نو اور کسی روز دس۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ نوسو اور ہزار کے درمیان ہین اور ہر تقدیر پر وہ مسلمانون کے سہ چند تھے پس اشکال مذکور پیش آتا ہی کہ دو چند کیونکر فرمایا ہی **شیخ ابن جریرؒ** نے اسکا یہ جواب دیا کہ تثلیم سے مراد اکثر ہی اور خصوص دو چند ہی مراد نہین ہین اور یہ قول صحیح ہی چنانچہ یون بولتے ہین کہ میرے پاس ہزار درہم ہین اور ابھی مجھے اسکے دو چند چاہیے ہین حالانکہ وہ سہ چند کا محتاج ہوتا ہی **ابن کثیرؒ** نے فرمایا کہ اس توجیہ پر یہ اشکال تو نہین رہا لیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہی اور وہ دونون قولون پر وارد ہی باین طور کہ اللہ تعالے نے قصۂ بدر مین فرمایا کہ واذ یریکموہم اذا التقیتم فی اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینہم لیقضی اللہ امرا کان مفعولا۔ یعنے جبکہ دکھلاتا تھا تمھین ان کافرون کو جسدم بھڑ گئے تھے تم تمھاری آنکھون مین قلیل اور تمکو تھوڑا دکھلاتا تھا کافرون کی آنکھون مین تاکہ پورا کردے اللہ تعالی اس امر کو جو مقدر کر دیا تھا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہی کہ ہر گروہ دوسرے فریق کو قلیل دیکھتا تھا۔ جواب یہ ہی کہ یہ ایک حالت مین تھا اور وہ دوسری حالت مین تھا چنانچہ سدی رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ تعالے قد کان لکم آیۃ فی فئتین الآیۃ۔ فرمایا کہ یہ بدر کے روز تھا اور ہمنے مشرکون کی طرف جو نظر کی تو ہمنے دیکھا کہ وہ ہمسے کئی گونہ زیادہ ہین پھر آخر جو ہمنے انپر نظر ڈالی تو ہمنے یہ بھی نہ دیکھا کہ وہ ہمسے ایک آدمی بھی زیادہ ہین اور یہی ہی قولہ تعالے واذ یریکموہم اذا التقیتم فی اعینکم قلیلا الآیۃ۔ اور ابو اسحق نے عن ابی عبیدہ عن عبد اللہ بن مسعود رضؓ روایت کی کہ مشرکین ہماری آنکھون مین قلیل کر دیے گئے تھے یہانتک کہ مین نے اپنے پہلو کے ایک آدمی سے کہا کہ تو دیکھتا ہی ستر ہونگے اسنے کہا کہ نہین سو دکھلائی دیتے ہین پھر ہمنے ان مین سے ایک شخص کو قید کیا تھا اس سے پوچھا کہ تم لوگ کتنے تھے اسنے کہا کہ ہم ہزار تھے پس جب دونون فریق مین سے ہر ایک نے دوسرے فریق کو معائنہ کیا تو مسلمانون نے مشرکون کو اپنے سے دو چند دیکھا اپنے کئی گونہ زیادہ دیکھا تاکہ اللہ تعالے پر توکل کرین اور متوجہ ہون اور اعانت کے خواستگار رہون اور اسوقت مشرکون نے مومنون کو بھی ایسا ہی دیکھا تاکہ انکو خوف و رعب وجزع و ہلع لاحق ہو اور پھر جب دونون صفین بلاقی ہوئین تو اللہ تعالی نے مومنون کو مشرکون کی آنکھون مین اور مشرکون کو مومنون کی نظر مین قلیل دکھلایا تاکہ ہر دو فریق مین سے ہر ایک دوسرے پر پیش قدمی کرے اور جو اللہ تعالے نے مقدر کیا ہی وہ پورا ہو۔ اور **محی السنہ** نے معالم مین کہا کہ اصح یہ ہی کہ مومنین دیکھتے تھے مشرکون کو اپنی تعداد سے دو چند کیونکہ اللہ تعالے نے مشرکون کو انکی آنکھون مین قلیل کر دیا تھا یہ اللہ تعالی کی طرف سے پردہ تھا کہ ان کو مشرکین دو چند ہی نظر آتے تھے حالانکہ وہ سہ چند تھے پس اللہ تعالے نے سورہ انفال مین جو فرمایا ہی کہ انکو تمھاری آنکھون مین قلیل کر دیا اس سے مراد یہی ہی کہ سہ چند ہونے کے باوجود دو چند ہی دکھلایا پس آیۃ اور عبرت اس مین دو طرح سے متحقق ہوے ایک یہ کہ اللہ تعالے نے مشرکون کو جو کثیر تعداد مین تھے مسلمانون کی آنکھ مین قلیل کر کے صرف دو چند دکھلایا اور دوم یہ کہ اس دو چند سے بھی زیادہ تعداد والون پر مومنون کی قلیل جماعت کو فتح دی پس دونون آیتین یعنے یہان کی آیت کریمہ اور سورۂ انفال کی آیہ کریمہ دونون متوافق المعنے ہین اسکی حاجت نہین کہ دو حالت پر محمول کیجاوین اگرچہ دو حالت پر محمول کرنا بھی ممکن ہی واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ **مترجم کہتا ہی** کہ آیندہ ان شاء اللہ تعالی یہ قصۂ سورۂ انفال مین مفصل آوے گا اگرچہ مختصر حال اس سے بھی کھل گیا کہ ایک قلیل بے سامان جماعت کو کثیر باقوت وسامان لشکر پر فتح و نصرت ایسے عجیب طریقہ سے عنایت فرمائی کہ کافرون کے سردار مارے گئے اور بہت سے قید ہوے لیکن مسلمانون نے انکو فدیہ کا مال لیکر چھوڑنا چاہا تو کہا گیا کہ اس شرط پر فدیہ لیکر چھوڑو کہ آیندہ سال مین اسی قدر تم مین سے شہید ہونگے اسکو مسلمانون نے بشوق شہادت مین قبول کیا لہذا دوسرے سال مین جنگ احد مین مسلمانون مین سے اسی قدر شہید ہوے اور کافرون نے غلبہ پایا اور جو کچھ اللہ تعالے نے مقرر کیا تھا وہ پورا ہوا۔ **ف ۲۰** فی العرائس قولہ تعالی واللہ یؤید بنصرہ من یشاء۔ واضح ہو کہ

سابق مین بکر بیان ہوا کہ جہاد مین سے افضل ہی کہ اپنے نفس سے مجاہدہ کر کے اسکو مغلوب رکھے لہذا شیخ رح نے اشارہ مین کہا یعنے جسکو چاہتاہی اپنے
خاص بندون مین سے اسکی تائید فرماتاہی یہانتک کہ اپنے نفس کے ساتھ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق جہاد کرتاہی بعض نے فرمایا کہ اپنے
بندون مین سے جس کو چاہتاہی اسکو یہ توفیق دیتاہی کہ وہ طریقۂ سنت کو مضبوط پکڑلیتاہی اور بدعت کو بالکل ترک کردیتاہی **قال المترجم**
اس اشارہ کی وجہ ظاہر ہی اس واسطے کہ بڑا جہاد تو اپنے نفس کے ساتھ ہی پس جو شخص کہ اللہ تعالے کی طرف سے تائید پاتاہی وہ سنت نبوی
صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ظاہر و باطن مین اعمال جوارح و افعال قلب کے ساتھ مضبوط پکڑتاہی اور طریقہ بدعت کو اگرچہ کیساہی اچھا نظر
آوے بالکل ترک کرتاہی کیونکہ اچھائی و برائی سب اللہ تعالے واس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے معلوم ہوتی ہی آدمی اگر اپنی
رائے پر کام کرے تو سخت گمراہ ہی اسکو ہرگز نہین چاہیئے کہ دین مین راے لگاوے کہ یہ طریقہ اچھاہی اور یہ طریقہ براہی اور جاننا چاہیئے کہ سنت سے
مراد وہ طریقہ ہی جس کو حضرت صلعم نے خود کیا یا فرمایا یا کرتے دیکھکر ممانعت نہین فرمائی یا کسی صحابی نے ایسا فعل مسنون قرار دیا جس مین اجتہاد
کو دخل نہین تو یہ سب سنت طریقہ ہی اور جو فعل بطرز سنت ہی اگرچہ وہ مباح ہو جب اسکو سنت کی نیت سے ادا کریگا مستحق ثواب
ہوگا اور اسکے قلب کو ایک نور اس کام کی لیاقت کے موافق ضرور حاصل ہوگا اور بدعت وہ کام یا کلام ہی جو دین مین نیا نکالا گیا بس یہ کلام
اللہ تعالے و سنت رسول اللہ صلعم اجماع امت و قیاس مجتہد کوئی شاہد نہین ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ ہر بدعت گمراہی ہی اور ہر گمراہی دوزخ
مین ہی پس جو بدعت ہی وہ کبھی خوب نہین اگرچہ ہزارون کتابین پڑھا ہوا بڑے جبہ و دستار کے ساتھ بیٹھکر اس کے عمدہ ہونے کا فتوی دے
اور حدیث مین ہی کہ ہر بدعت پر عمل کرنے سے اللہ تعالے اسکے مثل سنت کو اٹھا لیتاہی یعنے بدعتی کے ذمہ دو گناہ ہوتے ہین ایک تو
بدعت کرنے کا گناہ اور دوسرا یہ کہ اسکے مثل سنت جاتی رہتی ہی۔ اور نیز سب سے بڑھکر یہ ہی کہ اس بدعتی نے جس کو یہ بدعت بتلائی یا اگر
علم والا ہی کہ جاہل اسکی پیروی کرتے ہین تو اسکو دیکھکر جس نے ایسا ہی کیا اسکا سب گناہ اسی بدعت نکالنے والے کے نامۂ اعمال مین برابر قیامت
تک لکھا جاویگا لہذا فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالے نے احتیاط کی ہی کہ جو جائز شرعی ایسا ہو کہ وہ بدعت کی طرف پہونچادے اسکے منع کا فتوی دیا جاوے
چنانچہ مجلس میلاد شریف اگرچہ متاخرین جماعت علماء نے جائز سمجھی تھی تو مع طریقۂ ادب و لیکن اسوقت مین جس طرز سے یہ ہوتاہی کہ فاسق پڑھنے
والے ہار پھول سے شعر خوانی کے ساتھ پر تکلف مجلس مین بہت ایسی بیہودہ باتون کے ساتھ جمع ہو کر پڑھتے ہین تو یہ بالاتفاق ممنوع ہے
اور اسکو مستحب کہنے والے بھی دیکھتے تو سخت منع کرتے اور عجب یہ کہ نفس کی خوشی پر چلنے کا نام ان جاہلون نے محبت رکھا حالانکہ درود
پڑھنے سے بھاگتے ہین اور جو حقیقت مین محبت رکھتاہی وہ ہزاران ہزار درود اپنے دل سے ایک طرف باوضو متوجہ ہو کر پڑھیگا اور اس درود
شریف کے فضائل جیسے کچھ بلند ہین **مترجم** اسکو کیا بیان کرے ایک ہی بات ہی کہ اسکے پڑھنے کا حکم اللہ عز و جل نے دیا ہی کہ یا ایہا الذین آمنوا صلوا
علیہ وسلموا تسلیما۔ یعنے ای ایمان والو درود پڑھو میرے رسول پر اور سلام بھیجو اس پر جیسا چاہیئے ہی۔ اور صحیح حدیث مین ہی کہ جس نے مجھپر ایک مرتبہ
درود بھیجا اللہ تعالے اسپر دس مرتبہ درود بھیجتاہی۔ غور کرو کہ اسکے کیا فضائل ہین **مترجم** اسکے فضائل پورے لکھنے سے عاجز ہی اب لے
اہل ایمان امید ہی کہ تم آپس مین ایک دوسرے کو درود کی نصیحت کرو اور خود تہ دل سے درود بھیجتے رہو مگر اسکی توفیق نہ پاویگا الا وہی شخص جو جنت مین
بڑے درجہ والا او اور اللہ تعالے اور اسکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ہی والسلام و بیان غزوۂ بدر کا جو سورۂ انفال مین
انشاء اللہ تعالے مطولاً آویگا یہان مختصر یون ہی کہ بدر ایک مقام کا نام ہی جو بنام بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ مشہور ہی جو وہان اترا تھا یا بنام
بدر بن الحارث جسنے بدر کا کنوان تیار کیا واللہ اعلم اور یہ ہجرت کے دوسرے سال ہوا اور یہ غزوہ بقصد قتال نہ تھا بلکہ کفار کا قافلہ شام سے

آتا تھا اور حضرت صلعم نے مسلمانون کو کہا کہ اس قافلہ کو روکو اللہ تعالےٰ سے اپنے لوگون کے لیے دعا فرمائی کہ ای پروردگار یہ لوگ پیدل ہین ان کو سوار کروے اور یہ لوگ بھوکے ہین ان کو سیر کروے ننگے ہین کپڑا دے فقیر ہین تونگر کردے اور اصحاب سے فرمایا کہ چلو اور قافلہ کی خبر پہلے منگالی تھی اور اس قافلہ کا سردار ابو سفیان بن حرب تھا جو اس وقت کافر تھا اور اس نے بدر مین پہونچکر خبر پاکر راہ چھوڑ دی اور بحر قلزم کے کنارہ ہوکر چلد روانہ ہوا اور ایک شخص کو مکہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ ای اہل مکہ تم لوگ جلد پہونچو اور قافلہ بچاؤ وہان کے ایک ہزار سوار مسلح سردار و اشراف قریش روانہ ہوے اور حضرت صلعم بدر مین اس کنارہ تھے اور وہ لوگ اس کنارے اور ابو سفیان مع قافلہ کے بچکر ساحل کی طرف نکل گیا اور مکہ سے پھر روانہ ہوکر کفار کے لشکر مین آملا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے شکایت کی کہ ہم لڑائی کے سامان پر نہین آئے پھر حضرت صلعم نے ان کو تسکین دی اور اور فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھسے وعدہ فرمایا ہی قافلہ کا یا کفار پر فتح کا کہ ان دونون مین سے ایک چیز عطا فرماویگا۔ اور میدان بدر مین پھرکر اصحاب ابو جہل وغیرہ کافرون کے مقتل کی جگھین بتلائین اور اللہ عزوجل نے ملائکہ کو مدد کے واسطے نازل فرمایا اور یہ نظر بعالم اسباب و اجراے صورت احکام ہی ورنہ او تعالیٰ قادر ہی کہ تمام کافرون کو بغیر قتال ہلاک کردے اور چاہے سب کو یونہی ہدایت دیدے پس وہ جاہل ہی جو اس مین استبعاد کرتا ہی اور ملحد ہی جو اس سے انکار کرتا ہی اور لشکر کفار سے انکا سردار عتبہ بن ربیعہ و ولید بن عتبہ و شیبہ تین آدمی نکلے اور مقابل طلب کیے اور لشکر اسلام سے عبیدۃ بن الحارث و علی بن ابی طالب و حمزۃ بن عبد المطلب نکلے پس علی کرم اللہ وجہہ نے ولید کو حمزہ نے عتبہ کو قتل کیا اور شیبہ بھی قتل ہوا اور عبیدہ بن الحارث کو زخم پہونچا کہ آخر وہ بدر سے لوٹتے وقت اسی زخم سے شہید ہوے پھر قتال گرم ہوا اور ابو جہل ملعون کو معوذ و معاذ دونون بھائیون نے زخمی کرکے گرادیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی سنگریزہ و ریگ لیکر کفار کی طرف پھینک ماری اور فرمایا شاہت الوجوہ خوار ہون کافرون کے منھ اسوقت حکیم بن حزام وغیرہ جو کافرون مین تھے روایت کرتے ہین کہ یکایک یہ کیفیت ہوئی کہ کافرون مین سے کوئی نہ بچا مگر انکہ اسکی آنکھون اور ناک و منھ مین وہ سنگریزے و ریگ بھری اور کافرون نے بھاگنا شروع کیا اور ملائکہ کے گھوڑون کی ٹاپین اور ضرب کی آوازین اور آسمان مین گونج و جھنکار کی آوازین کافرون پر ہیبت ناک ہوگئین پس مارے گئے جو مارے گئے اور قید ہوے جو قید ہوے اور باقی بھاگ گئے اور اس جہاد مین جو عجائب و معجزات و غرائب واقع ہوے ہین انشاء اللہ تعالےٰ قصۂ غزوۂ بدر کی تفسیر مین بیان ہونگے اور یہان بطور نمونہ مذکور ہوا ہی یہان تو مراد اس بیان سے یہ ہی کہ ان لوگون نے قافلہ کا مال نہ ڈھونڈھا اور آخرت چاہی پس اللہ تعالےٰ نے مالا مال کردیا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ

رجھایا ہی لوگون کو مردون کی محبت پر عورتین اور بیٹے اور ڈھیر جڑے ہوے

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

سونے کے اور چاندی کے اور گھوڑے پلے ہوے اور مواشی اور کھیتی یہ برتنا ہی دنیا کی زندگی مین

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

اور اللہ پاس ہی اچھا ٹھکانا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ ما تشتہیہ الانفس و تدعو الیہ زینۃ اللہ تعالےٰ ابتلاء او الشیطان۔ لوگون کے لیے زینت دی گئین شہوات ف جمع شہوت بمعنے خواہش کرنا اور مراد وہ چیزین ہین کہ لوگون کے جی ان کی خواہش کرتے ہین اور

ان چیزون کی طرف بلاتے و رغبت دلاتے ہین - اور زینت اگر ان چیزون کو اللہ تعالے نے دی ہو تو یہ امتحان مین ڈالنے کے لیے ہو یا شیطان نے رچائی ہو
اور ان چیزون کا بیان یہ ہو کہ - مِنَ النِّسَآءِ - عورتین ف کہ انکی طرف مردون کو نفسانی رغبت ہو - وَالْبَنِيْنَ - اور بیٹے ف کہ ہر شخص
چاہتا ہو کہ اسکا لڑکا ہو بخلاف بیٹیون کے کہ انسے نفرت کرتے ہین - وَالْقَنَاطِيْرِ - الاموال الکثیرۃ - الْمُقَنْطَرَةِ - المجمعۃ - اور ڈھیر سے یعنے
کثیر اموال مجمع کیے ہوے - مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ - سونے و چاندی کے - وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ - الحسان - اور داغ دیے
ہوے گھوڑے یعنے خوبصورت جنپر نشان دیتے ہین - وَالْاَنْعَامِ - ای الابل والبقر والغنم - اور انعام یعنے اونٹ وگائے وبکری - وَالْحَرْثِ
الزرع - اور کھیتی - ذٰلِكَ - المذکور - یہ سب جو ذکر کیا گیا - مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا - یتمتع بہ فیہا ثم یفنی - متاع زندگانی دنیا مین یعنے
انکے ساتھ دنیا مین نفع اٹھایا جائیگا پھر فنا ہونگے - وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ - المرجع وہو الجنۃ فینبغی الرغبۃ فیہ دون غیرہ اور
اللہ تعالے کے یہان حسن مآب یعنے خوب مرجع ہو اور وہ مرجع جنت ہو پس اسی کی رغبت چاہیئے نہ اور چیز کی واضح ہو کہ قولہ تعالی - زین للناس یعنے
رچائی گئی لوگون کے لیے زینت سے اگر زینت پیدا کرنا مراد ہو تو زینت دینے والا اللہ تعالی ہی کیونکہ وہی خالق اشیا ہو اور اگر رچانا مراد ہو تو زینت
دینے والا شیطان بھی ہو سکتا ہو اگرچہ خلق اسکا بدون حکم الٰہی پورا نہوگا لیکن چونکہ شیطان ہی فریب دینے والا ہو تو اسکی طرف نسبت کردی
جیسے قولہ تعالے - وزین لہم الشیطان اعمالہم - یعنے شیطان نے انکو انکے اعمال اچھے دکھلائے اور حسن سے یہی قول مروی ہو اور یہی ایک طائفہ
معتزلہ کا قول ہو اور بعض معتزلہ نے فرق کیا ہو کہ جو ان مین سے بطور مباح ہو اسکا زینت دہندہ اللہ تعالی ہو اور جو بطور نا جائز ہو اسکا مزین شیطان ہو
مگر معتزلہ اپنی گمراہی کے طور پر شیطان کو مزین یعنے خود قادر کہتے ہین اور اہل سنت کے نزدیک سواے اللہ تعالے کے کوئی خالق نہین ہو
امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی سے حکایت کیا کہ اس آیت کے نازل ہونے پر کہا کہ الٰہی جب تو نے زینت دیدی تو ہم بندے تیرے مجبور سے
ہین اور عنقریب آگے کی آیت کے سبب نزول مین آتا ہو اور تزئین اللہ تعالی کی وجہ ابتلاء و امتحان ہو کہ اس نے محبوب کر دیا اور شہوات سے
مشتہیات مراد ہین اور انکو بلفظ مصدر تعبیر فرمایا بغرض مبالغہ اور اس مین اشارہ ہو کہ بعض لوگ اسکی محبت مین ایسے منہمک ہوے کہ اسکی خواہش کی بھی
محبت کرنے لگے جیسے قولہ احببت حب الخیر - یعنے خیر کی محبت کو مین نے دوست رکھا - اگر کہا جاوے کہ شہوات نفس مذموم ہین تو جواب یہ ہو کہ وہ
دو قسم ہو ایک کاذبہ مثل قولہ اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشہوات اور دوم صادقہ مثل قولہ فیہا ما تشتہیہ الانفس الآیہ چنانچہ کرخی رح نے اسکو ذکر کیا ہے
اور یہان محبت مذموم مراد ہو لقولہ تعالے - حب الشہوات الآیۃ - اور شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین کہا کہ جن چیزون کو لوگون کے واسطے اللہ
تعالے نے اس زندگانی دنیا مین مزین کیا ہو انکی خبر دیتا ہو کہ وہ نساء و بنین وغیرہ انواع ہین پس عورتون سے شروع کیا کہ انکے سبب سے فتنہ شدید ہوتا
ہی چنانچہ صحیح مین حضرت صلعم سے یہ مضمون ثابت ہو کہ مجھے اپنے بعد جو امت کے مردون پر خوف ہو فتنون کا ان مین سے زیادہ ضرر پہونچانیوالا
فتنہ عورتون کا ہو - اور جاننا چاہیئے کہ اگر عورتون سے مقصود یہ ہو کہ زنا وغیرہ سے بچے رہین و اولاد مسلمان حاصل ہون تو یہ امر برا نہین ہو بلکہ
مندوب و مستحب ہو جیسا کہ صحیح احادیث مین عورتون سے نکاح کرنے کی ترغیب و استکثار نساء آیا ہو اور یہ کہ اس امت مین بہتر وہ ہو کہ اس کی
عورتین زیادہ ہون اور نیز صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا متاع ہو اور اسکی متاع مین بہتر نیک پارسا عورت ہو کہ جب اسکو دیکھے تو اسکو خوشی ہو اور
جب حکم کرے تو اسکی فرمانبرداری کرے اور جب کہین غائب ہو تو عورت مذکورہ اس مرد کے لیے اسکے مال مین اور اپنی ذات کے حق مین
حفاظت رکھے اور دوسری حدیث مین ہو کہ محبوب کردی گئی ہین میری طرف عورتین اور خوشبو اور میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین کی گئی ہو
اور عائشہ رضی نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کو کوئی چیز عورتون سے زیادہ محبوب نہ تھی - اور اسی طرح اولاد کا بھی حال ہو کہ کبھی تو تفاخر کے واسطے

ہوتی ہو تو وہ اسی مین داخل ہو اور کبھی اس سے یہ نیت ہوتی ہو کہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین بہت ایسے لوگ ہون جو اللہ تعالے وحدہ لاشریک لہ کی
پرستش کرین چنانچہ حدیث مین حکم ہو کہ تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیامۃ۔ یعنے تم لوگ ایسی عورتون سے نکاح کرو جو شفقت
کرنے والیان اور اولاد جننے والیان ہین یعنے بانجھ نہون کیونکہ مین قیامت کے روز دیگر اُمتون پر تمھاری کثرت سے زیادتی لینے والا ہون اور
ایسے ہی دوستی مال بغرض فخر و خیلا و تکبر بر ضعیفان و محتاجان و فقیران تو یکروہ مذموم ہو اور کبھی اس نیت سے ہوتا ہو کہ نفقہ خیرات و مبرات و وجوہ طاعات
ہو تو پسندیدہ شرعی ہو قال المترجم عفی عنہ توضیح اس کلام کی یہ ہو کہ اگر اسنے ان متاع دنیا مین سے کسی چیز کو خود اس چیز کی یا اسکے وسیلہ سے یا تعلق سے
انھین متاع دنیاوی مین سے کسی چیز کو دوست رکھا تو یہ مذموم اور خلاف شان مومن ہو اور اگر اس چیز کے وسیلہ سے یا تعلق سے آخرت و رضاے
الٰہی کی کسی چیز کو دوست رکھا تو در حقیقت یہ دوستی امر آخرت و رضاے حق عزوجل کی ہو اور محمود ہو پھر آیا اس امر آخرت کی دوستی کی وجہ
سے بالفرض اس متاع دنیاوی کو دوست رکھے تو اسکو اکثر محققین نے منع کیا ہو اور فرمایا کہ اچھا سمجھ سکتا ہو اور اسکو احتیاط کے ساتھ خرچ کر سکتا ہو
محبوب نہین رکھ سکتا ہو اور شاید تحقیق یہ ہو کہ مضائقہ نہین ہو لیکن اسکی تحصیل کی ہوس مین پڑنا حرام ہو قولہ والقناطیر المقنطرۃ۔ قناطیر جمع قنطار ہو
اور ابوہریرہ رضی سے مرفوعًا روایت ہو کہ قنطار بارہ ہزار اوقیہ ہو رواہ احمد و ابن ماجہ و رواہ ابن جریر عن ابی ہریرہ موقوفا و کذا رواہ وکیع و ہو الاصح و ہکذا
رواہ ابن ابی جریر عن معاذ بن جبل و ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالی والقناطیر المقنطرۃ۔ دریافت کیا
گیا تو فرمایا دو ہزار اوقیہ ایک قنطار ہو رواہ الحاکم و صححہ اور ابن ابی حاتم کی روایت مین ہزار دینار مذکور ہین و ہکذا رواہ الطبرانی مشابہ سوا اور ابن مردویہ نے
انس رضی سے بسند صحیح ایک لاکھ دینار روایت کیے اور ابو سعید رضی سے روایت ہو کہ قنطار بیل کے کھال بھر سونا ہو رواہ ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے ابی بن کعب سے
مرفوعًا روایت کی کہ قنطار بارہ سو اوقیہ ہو اور یہی قول معاذ بن جبل و ابن عمر و ابوہریرہ رضی و ایک جماعت علما کا ہو اور ابن عطیہ نے کہا کہ یہی اصح قول ہو
اور صحیح یہ ہو کہ مراد مال کثیر ہو جیسا کہ ضحاک رح سے روایت ہو اور عوفی نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ وہ بارہ سو دینار ہو اور یہی ابن جریر نے
حسن بصری رح وغیرہ سے مرسل روایت کی اور قولہ والخیل المسومۃ معطوف ہو الذہب والفضۃ پر بہ علیہ العکبری اور خیل راجح کہ اسم جمع ہو مثل رہط و قوم کے
جسکا واحد اس لفظ سے نہین ہو اور مسومۃ کی تفسیر مین ابن عباس سے روایت ہو کہ وہ چرنے والے پوری خلقت کے خوبصورت ہین اور یہی قول مجاہد
و سعید بن جبیر و سدی و ربیع بن انس ہو اور اسی کو مفسر رح نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ داغ دیے ہوے اور علامت لگائے ہوے اسواسطے
کہ یہ جہاد کے لیے رکھے ہین اور مکحول نے کہا کہ تسویم وہ حسن ہو ای غرہ و تحجیل اور یہ قریب تفسیر ابن عباس ہو اور شیخ ابن کثیر رح نے اپنی
تفسیر مین کہا کہ خیل کی محبت تین قسم سے ہو ایک یہ کہ مالک نے اسکو اللہ تعالے کی راہ مین باندھ دیا یعنے جب خود یا کسی مومن کو جہاد کے واسطے
ضرورت ہو تو اس پر سوار ہو کر جہاد کرے تو یہ لوگ بہت ثواب پاوینگے اور دوم یہ کہ فخر کے واسطے باندھ لیا تو یہ اپنے مالک پر گناہ و وبال ہو اور
سوم یہ کہ تعفف کے واسطے و اسکی نسل لینے کے واسطے باندھا اور جو حق اللہ تعالے کا ہو وہ بھی فراموش نہین کیا تو یہ اپنے مالک کے حق مین پردہ ہو
قولہ ذلک متاع الحیوۃ الدنیا۔ یعنے دنیا ہی مین اس سے تمتع ہو پھر فنا ہو جاوینگے اور اس مین دنیا سے زہد و بے رغبتی دلائی اور آخرت
کی ترغیب دی ہو اور فرمایا۔ واللہ عندہ حسن المآب۔ اور اس مین اشارہ ہو کہ جس کو اللہ تعالے نے حلال طور سے دنیا دیدی ہو اسکو
چاہیئے کہ دنیا کو ایسے طور پر خرچ کرے جس مین اسکی آخرت کی بہبودی ہو کیونکہ وہی دائمی ٹھکانا اور پایدار ہو ف ۳۰ قال الشیخ فی العرائس
قولہ تعالے زین للناس حب الشہوات الآیۃ۔ اللہ تعالے نے لوگون کو ان چیزون مین مبتلا کیا تاکہ صادق و کاذب مین تمیز ہو جاوے
پس صادق وہ ہو جس نے ان شہوات کو چھوڑ دیا اور کاذب وہ ہو جو ان کی طلب کرنے مین مشغول ہو گیا۔ بعض اکابر نے فرمایا

کہ جو شخص ان چیزون مین مشغول ہوا تو یہ اسکو راہ حق سے قطع کردینگی اور جسنے ان چیزون سے منہ پھیرا تو اسکو عوض مین سلامتی دیجاویگی اور حقائق کی طرف اسکے لیے راستہ کھول دیا جائیگا۔ قال المترجم ان چیزون سے اعراض و منہ پھیرنے کے یہ معنے ہین کہ انکی محبت چھوڑدے اگرچہ ضرورت کے واسطے ان کو حاصل کرے اور یہ معنے نہین ہین کہ ان سے بالکل منقطع ہوجاوے۔ اور عطار نے ابوبکر بن حفص سے روایت کی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت اتری زین للناس حب الشہوات الآیۃ تو مین نے کہا کہ اے رب میرے جب تو نے ان کو ہمارے لیے زینت دیدی تو یہ آیت اتری قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم الآیۃ یعنے یہ آیت جو اسکے مابعد مین مذکور ہی (رواہ ابن جریر)۔

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن

تو کہہ مین بتاؤن تمکو اس سے بہتر پرہیزگارون کو اپنے رب کے یہان باغ ہین جاری

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ

انکے نیچے ندیان ہمیشہ رہینگے ان مین اور عورتین ستھری اور رضامندی اللہ کی اور اللہ کی نگاہ مین

بِالْعِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

ہین بندے وہ جو کہتے ہین اے رب ہمارے ہم یقین لائے ہین سو بخش ہمکو گناہ ہمارے اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے

الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ۝

وہ محنت اٹھانے والے اور سچے اور بندگی مین لگے رہنے والے اور خرچ کرنے والے اور گناہ کی بخشش مانگنے والے پچھلی راتون کو

قُلْ۔ یا محمد لقومک۔ کہدے اے محمد اپنی قوم والون کو۔ أَؤُنَبِّئُكُمْ۔ اخبرکم کیا مین تمھین خبر دون۔ بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ المذکور من الشہوات ایسی چیز سے جو ان شہوات مذکورہ بالا سے بہتر ہے۔ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا۔ الشرک جنھون نے پرہیز کیا یعنے شرک تو انکے لیے عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ انکے پروردگار کے یہان باغات ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین ف ان مین داخل کیے جاوینگے خَالِدِينَ۔ ای مقدرین الخلود۔ فِيهَا اذا دخلوہا حالیکہ خلود انکے لیے مقدر کیا گیا ہی اسی جنات مین یعنے جب سے کہ داخل ہونگے اسوقت سے دوام ہوگا۔ وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۔ من الحیض وغیرہ مما یستقذر اور بیبیان مطہرہ ہین یعنے خوب طاہر و پاک ہین حیض وغیرہ ایسی چیزون سے جو پلید و گھنونی سمجھی جاتی ہین۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضوان ہی ف اکثر قراء رحمہم اللہ تعالیٰ کی قراءۃ مین رضوان بکسر اول ہی اور ابوبکر و عاصم کی قراءۃ مین بضم اول ہی اور دونون لغتین معروف ہین اور تنوین اسکی کثرت کے لیے ہی یعنے رضائے کثیر ہی۔ وَاللَّهُ بَصِيرٌ۔ عالم اور اللہ تعالیٰ بصیر یعنے عالم ہی۔ بِالْعِبَادِ فیجازی کلا منہم بعملہ۔ اپنے بندون کا ف پس ہر ایک کو ان مین سے اسکے کام کے موافق جزا دیگا پھر لِلَّذِينَ اتَّقَوْا کی صفت و توضیح مزید فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ الَّذِينَ يَقُولُونَ ایسے بندے ہین جو کہتے ہین کہ اے رب ہمارے۔ إِنَّنَا آمَنَّا۔ صدقنا بک وبرسولک۔ ہمنے تیری تصدیق کی اور تیرے رسول کی تصدیق کی ف ایمان و اصل یہی تصدیق ہی چنانچہ اسی پر متفرع فرمایا قولہ تعالیٰ۔ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا۔ اب ہمارے گناہ بخشدے ف کہ بندہ ہر وقت خطاوار ہی۔ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اور ہمکو عذاب جہنم سے بچاوے ف کیونکہ تو نے اپنی رحمت سے مومنین مغفورین کے لیے عذاب جہنم نہین رکھا ہی۔ حاصل آنکہ یہ بندے اس طرح الحاح کرتے اور عذاب سے نجات مانگتے ہین۔ ان بندون کے دیگر صفات بھی ہین جن کو

بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ - الصّٰبِرِیْنَ علی الطاعۃ وعن المعصیۃ - یہ بندے صبر کرنے والے ہین ف صبر سے یہ مراد ہی کہ طاعت وبندگی کی محنت پر
صابر رہتے ہین جیسے جاڑے مین وضو کرتے ہین اور گناہ سے صبر کرنے والے جیسے عورت مالدار وجمال والی نے زنا کرنے کو بلایا اور اسنے
کہا کہ مین اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہون کما فی الحدیث - الصّٰدِقِیْنَ - فی الایمان - یہ لوگ سچے ہین ایمان مین وَالْقٰنِتِیْنَ
المطیعین اللہ - اور یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے مطیع ہین ف کیونکہ قنوت جہان قرآن مین ہی بمعنے طاعت ہی وَالْمُنْفِقِیْنَ
المتصدقین - اور یہ لوگ صدقے دیتے ہین وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ - اللہ بان یقولوا اللھم اغفر لنا - اور یہ لوگ کہ استغفار کرنے والے ہین اللہ
تعالےٰ سے باین طور کہ کہتے ہین کہ اے پروردگار ہمارے ہمکو بخشدے اور ایسے اوقات مین جو اللہ تعالےٰ کو پسند ہین چنانچہ فرمایا - بِالْاَسْحَارِ -
ای اواخر اللیل خصت بالذکر لانہا وقت الغفلۃ ولذۃ النوم - یعنے یہ لوگ سحرون کے اوقات مین مغفرت مانگتے ہین ف اسحار سے
جو سحر کی جمع ہی اخیر اوقات رات کے مراد ہین اور خاص کرکے استغفار کے لیے یہ اوقات ذکر کیے گئے اس لیے کہ یہ یاد سے غافل ہونے
اور نیند کی لذت کے وقت ہین - مترجم کہتا ہی کہ جب حق عزوجل نے مشتہیات نساء واولاد وقناطیر ذہب وفضہ وغیرہ کو لوگون کے لیے
زینت دنیا بیان فرمایا اور اسمین مومنین کے ساتھ کفار شریک ہین اگرچہ مومنین کی نیت دیگر ہی اور کفار کی نیت الگ ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا
تب اس تمام سے جسکی زینت کا اثر انکے دل مین نہایت محبوب آیا تھا توڑ دیا اور فرمایا - قل اؤنبئکم - کہدے وہ چیز کہ اس سے بہتر ہو وہ تمھین
بتادون پس یہ حسن اسلوب بیان ہی اور مفسر رحمہ اللہ نے قل یا محمد لقومک سے اشارہ کیا کہ اس امر کی تصدیق کرنے والے سزاوار
کرامت ہین اور خطاب علی العموم سب کو ہی اور کم خطاب سے مخصوص لوگ مراد نہین ہین - اور اتقوا ای انھون نے تقوی کیا اور مفعول
اسکا مفسر رحمہ اللہ نے الشرک مقدر کیا ای شرک کو قطعًا چھوڑا اور اس سے بیزار ہوے اور یہ تقوی کا ادنی مرتبہ ہی کیونکہ جو شخص شرک سے
بیزار ہوا - وہ کفر سے مخالف ہوا اور یہان دو ہی فریق مین انحصار ہی یا مشرک ہی یا غیر مشرک یعنے مومن ہی اور اسی طرح دو ہی ٹھکانے مین انحصار
ہے اگر مشرک ہی تو اسکا ٹھکانا جہنم ہی اور اگر غیر مشرک ہی تو اسکا ٹھکانا جنت ہی اگرچہ وہ کیسا ہی گنہگار ہو وہ جنت مین ضرور جاوے گا اگرچہ
پہلے پہل گناہ کا میل کچیل صاف کرنے کے لیے دھکا جاوے اور مشرک البتہ جہنم ہی کو جاویگا اور کہین اسکا ٹھکانا نہین ہی - کما قال اللہ تعالی ان اللہ
لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء - البتہ اللہ تعالےٰ نہین بخشتا ہی یہ کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے اور بخشتا ہی سوا ے شرک کے
سب کچھ جسکے واسطے چاہے یعنے بندہ اگر موحد ہی اور مشرک بندۂ شیطان نہین ہی تو چاہے اسکو پہلے پہل سب گناہ معاف کردے گا یا کچھ سزا دیکر
اسکو بخشے گا اور جنت مین داخل کرے گا پس معلوم ہوا کہ جن لوگون نے شرک سے تقوی کیا انکے لیے پروردگار کے یہان جنت ہی پس جنے
شرک چھوڑا اور گناہ بھی چھوڑے اور سب حکم بجا لایا اور اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اسکو بخشا تو اسکے لیے پہلے ہی پہل جنت ہی اور اس کی
فرمانبرداری وصلاحیت کے موافق درجے ہین اور اگر کسی نے شرک تو قطعًا چھوڑا مگر کمبختی کا مارا گناہون مین پھنسا تو اگر بغیر سزا کے بخشا گیا تو وہ
بھی پہلے ہی پہل جنت مین جاوے گا اور درجے پانے کی بھی امید قطع نہین ہی لیکن اس نے خود درجات کا سامان نہین پایا ہی اور
اگر بخشا نہ گیا اور کچھ عذاب بھگتنا پڑا تو یہ عذاب اٹھا کر پھر نکالا جاویگا اور جنت مین جاوے گا پس معلوم ہوا کہ تقوی کے بہت درجے ہین اور
ادنی درجہ یہ ہی کہ شرک سے بیزار ہوا اور اگر یہ بھی نہو تو کافر ہی اور شرک سے بیزار ہونے سے میری مراد یہ ہی کہ شرک کو اور شرک کی باتون کو
اور شرک کے کامون کو دل سے مردود وملعون جانے کیونکہ اگر دل سے کچھ برا نہین جانتا اگرچہ کرتا نہین ہی تو بھی وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک
مشرک ہی کیونکہ شرک تو ایمان کا ضد ہی پس ایمان اگر دل مین ہی اگرچہ وہ ظاہر کے نماز روزہ سے فاسق ہو تو وہ مسلمان رہے گا یہی حال

شبہ کسا کا ہے فافہم- خالدین فیہا- یعنے درحالیکہ جنت مین ان کو ہمیشگی ہے مفسر رحمہ اللہ نے حال مقدرہ قرار دیا یعنے انکے حق مین ہمیشہ رہنا اس وقت سے مقدر ہے کیونکہ داخل ہونے کے وقت خلود کہان ہے پس مراد یہی ہے کہ داخل ہونے کے وقت سے ان کے لیے خلود مقدر کر دیا گیا ہے جیسا کہ حدیث مین ہے کہ پکار دیا جائے گا کہ اے اہل جنت تمکو خلود یعنے ہمیشگی ہے کبھی موت نہ آوے گی اور اے اہل دوزخ تمکو ہمیشگی ہے اور کبھی موت نہ آوے گی- پس جو جنت والا کہ پہلے پہل داخل ہوگا اسکو اسی وقت سے خلود مقدر ہے اور جو بعد عذاب کے اور گناہون کا بھگتاؤ بھگتنے کے داخل ہوگا اسکو اسی وقت سے خلود ہوگا پس معنے یہ ہین کہ جب اس مین داخل ہوگا تو اسی حال مین کہ اسکے لیے ہمیشگی قرار دی گئی ہوگی- قولہ وازواج مطھرۃ- بصیغہ مبالغہ فرمایا جیسے سورۂ بقرہ مین- لہم فیہا ازواج مطھرۃ- فرمایا ہے اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر روایت کی کہ حیض و پاخانہ و رینٹ و تھوک سے پاک ہونگی رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ اور ابن کثیرؒ نے تفسیر مین کہا کہ اس کی اسناد مین بزیعؒ ہین اور ابن حبان نے فرمایا کہ بزیعؒ کی روایت سے جو حدیث ہو اس سے احتجاج روا نہین ہے اور شیخ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ مین نے ابن کثیرؒ کی تاریخ مین دیکھا کہ اس مین شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے بہرحال حدیث اچھی ہے اور معنے اسکے یہ ہین کہ جو چیزین ایسی ہین کہ آدمی اُن سے کراہت کرتا ہے خواہ ظاہر مین ہون یا باطن مین ہون ان سب سے یہ عورتین پاک ہونگی چاہے وہ ان کی دنیا کی بیویان ہون یا حورین ہون کیونکہ دنیا کی نجاسات ولگاؤ سے وہان پاکیزگی ہوگی- اور جس ملحد نے بلا دلیل ایسے مخلوق کے وہان ہونے سے انکار کیا اسکا قول کفر ہے وہ بے وجہ اللہ تعالےٰ واسکے رسول صلعم کے کلام کو نہین مانتا خالی اپنے نجس وہم سے رد کرتا ہے قاتلہ اللہ تعالےٰ- کیا وہ جنت کے وجود سے منکر ہے اور کیا خدائے تعالےٰ کو ایسے مقام پیدا کرنے اور ایسی خلقت پیدا کرنے پر قادر نہین جانتا- یہ نہین بتاتا کہ ایسا کیون نہین ہوسکتا ہے ظاہر او وہ اپنی خواہش نفسانی کا پابند ہے واللہ تعالےٰ اعلم- قولہ ورضوان من اللہ- سورۂ مائدہ مین رضوان کا لفظ باتفاق قرار سبعہ بالکسر ہے اور باقی مین بکسر اول وبالضم دونون قراءۃ آئی ہے اور اکثر مفسرین نے اسکی تنوین کو تکثیر کے لیے قرار دیا اے رضوان کثیر ہے اور اولی یہ ہے کہ با این معنے ہو کہ ایسا رضوان کہ اسکی بزرگی وعظمت وقدر کو اللہ تعالےٰ ہی خوب جانتا ہے اور انھون نے تنوین کو تکثیر قرار دیا بقولہ تعالےٰ ورضوان من اللہ اکبر- یعنے اللہ تعالےٰ کی طرف سے رضوان بہت کبیر ہے اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اہل جنت کو خطاب فرماوے گا کہ اے اہل جنت عرض کرین گے کہ اے پروردگار لبیک وسعدیک الخیر کلہ فی یدیک- پھر فرماویگا کہ بھلا تم راضی ہوے- عرض کرین گے کہ ہم کیون نہ راضی ہون اور حال یہ ہے کہ تو نے ہمکو وہ کچھ دیا ہے کہ اپنے مخلوق مین سے کسی کو نہین دیا- فرمایگا کہ بھلا تمکو اس سے افضل چیز عطا کرون- عرض کرین گے کہ پروردگار اس سے افضل کیا ہے- فرماویگا کہ تم پر اپنا رضوان اُتار دیتا ہون کہ اسکے بعد پھر کبھی تم پر خشمناک نہون گا اخرجہ البخاری ومسلم- قولہ یقولون ربنا اننا آمنا فاغفر لنا ذنوبنا- فاء فاغفر تفریع ہے اور مرتب ہے آمنا پر اور مراد آمنا سے تصدیق قلبی بوحدانیت اللہ عزوجل وبصدق رسالت رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ عصمت کا کوئی قائل نہین کہ آمنا سے گناہ بھی نہین ہوتا ہے پس اس مین صریح دلیل ہے کہ مجرد ایمان سے مغفرت کا سزاوار ہوتا ہے چنانچہ آمنا پر فاغفر لنا کی تفریع کی اور اس سے رد ہوگیا فرقہ معتزلہ کا جو کہتا ہے کہ مجرد ایمان سے مستحق مغفرت نہین تاوقتیکہ اوامر و نواہی کا پابند نہو اور جواب دیتے ہین کہ یہ آمنا والے صابرین وصادقین وغیرہ افعال سے ممدوح اور بیگناہ ہین یہ جواب مردود ہے کیونکہ صریح فاغفر لنا ذنوبنا- موجود ہے اور اس مجموع بدح پر تفریع نہین ہے فافہم- قولہ الصادقین- پہلے سورۂ بقرہ مین صابرین وغیرہم کی تفسیر گذر چکی ہے اور قتادہؒ سے روایت ہے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ ان کی نیتین سچی ہین اور دل ٹھیک ہین اور زبانین دل سے موافق ہین پھر وہ ظاہر و باطن راستباز ہین اور صابرین و اسکے بعد والے الفاظ مین واو عطف آنے مین دلالت ہے کہ ہر ایک صفت سے موصوف ہونا مستقل طور سے معتبر ہے- قولہ والمستغفرین

بالاسحار مستغفر یعنے طالب مغفرت اور بعض نے کہا کہ نماز گزار اور بعض نے کہا کہ مستغفرین بالاسحار وہ ہین جو نماز صبح مین حاضر ہوتے ہین اور انس بن مالک رضؓ سے روایت ہی کہ ہمکو حکم دیا جاتا تھا کہ جب ہم رات مین نماز پڑھین تو آخر سحر مین ستر مرتبہ استغفار کرین۔ رواہ ابن مردویہ۔ اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ وے لوگ اول شب مین نماز پڑھتے رہتے یہانتک کہ جب سحر ہونے کو ہوتی تو دعاء استغفار شروع کرتے پس وہ ان کا دن تھا اور یہ انکی رات ہی۔ اور عبداللہ بن عمر رضؓ رات مین نماز پڑھتے پھر نافع سے پوچھتے کہ کیا سحر کا وقت ہوا تو جب نافع کہتے کہ اب ہان ہوا تو دعاء استغفار کرنا شروع کرتے یہانتک کہ صبح ہو جاتی رواہ ابن ابی حاتم۔ اور ابن جریج رحؒ نے کہا کہ سحر رات ڈھلے سے طلوع فجر تک کا وقت ہی اور بعض نے کہا کہ اخیر تہائی رات سے طلوع فجر تک ہی اور اثر ابن عمر اسی کا شاہد ہی۔ اور سعید جریری سے روایت ہی کہ ہمکو خبر پہونچی ہی کہ داؤد علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ رات مین کون وقت افضل ہی۔ کہا کہ ای داؤد مجھے نہین معلوم مگر اتنا جانتا ہون کہ سحر کے وقت عرش جنبش کرتا ہے اور **ابن کثیر** رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ صحیحین وغیرہ مسانید و سنن مین بطریق و وجوہ متعددہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ ہر رات مین آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہی جبکہ تہائی رات اخیر باقی رہتی ہی پس فرماتا ہی کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ مین اسکو عطا کرون۔ ہی کوئی دعا کرنے والا کہ اسکی دعا قبول کرون۔ ہی کوئی مغفرت مانگنے والا کہ اسکو بخش دون الحدیث۔ اور **حافظ الحدیث ابو الحسن دار قطنی** رحؒ نے اس حدیث مین ایک رسالہ علیحدہ تالیف کیا اور متعدد طرق سے اسکو روایت کیا ہے۔ **قال المترجم** اس اخیر رات کے بارہ مین احادیث مین کمال فضیلت بیان ہی اور اکابر علمانے بہت کچھ نصیحت کی ہی اور وقت ہی کہ مین نہایت عمدہ ایک حدیث نقل کرون وہ یہ ہی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میرے پروردگار کی طرف سے ایک آنے والا آیا۔ اور ایک روایت مین یون ہی کہ آج کی رات میرے پاس میرا پروردگار عزوجل نہایت عمدہ صورت مین آیا اور فرمایا کہ ای محمدؐ مین نے عرض کیا لبیک ربی وسعدیک ای میرے مولی پروردگار مین تیری خدمت و حضوری مین حاضر ہون۔ فرمایا کہ تو جانتا ہی کہ کس بات مین ملاء اعلی یعنے فرشتے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہین مین نے عرض کیا کہ ای پروردگار مین نہین جانتا ہون پھر اپنا ہاتھ القدس دونون کتف کے درمیان رکھا حتی کہ مین نے اسکی ٹھنڈک کو اپنے دونون ثدیین مین پایا پس جو کچھ آسمان و زمین مین ہی سب مین نے جان لیا پھر فرمایا کہ ای محمدؐ اب تو جانتا ہی کہ ملاء اعلی کس بات مین ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہین۔ مین نے عرض کیا کہ ہان درجات مین اور کفارات مین اور نماز جماعت کی طرف قدم اٹھانے مین اور سردی کے دنون مین پورا وضو کرنے مین اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے مین اور جس نے ان باتون پر محافظت رکھی وہ بھلائی پر جیا اور بھلائی پر مرا اور گناہون کے بارہ مین ایسا ہوگا جیسے اس دن تھا جس دن اسکو اسکی مان جنی تھی۔ پھر فرمایا کہ ای محمدؐ مین نے عرض کیا کہ لبیک وسعدیک۔ فرمایا کہ جب تو نماز پڑھے تو یہ کہہ کہ اللھم انی اسالک فعل الخیرات وترک المنکرات وحب المساکین واذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون۔ ای پاک رب میرے مین تجھسے مانگتا ہون توفیق نیکیان کرنے کی اور برائیان چھوڑنے کی اور مسکینون کو دوست رکھنے کی اور جب تو اپنے بندون کے ساتھ فتنہ چاہے تو مجھے اپنے پاس قبض کرلے درحالیکہ اس فتنہ مین نہ پڑنے پایا ہون اور فرمایا کہ درجات یہ ہین کہ ہر مسلمان پر جان پہچان ہو یا نہو سلام کو افشا کرے اور کھانا کھلاوے اور رات مین نماز پڑھے درحالیکہ لوگ سوتے ہوتے ہین اخرجہ الترمذی وقال حسنؒ۔ اور بعض نسخون مین ہی کہ حدیث حسن **مترجم** کہتا ہی کہ عجیب مبارک حدیث شریف ہی اس سے مومنون کو بہت نفع ملتا ہی اور ملحد و بدعتی و جن کے دل مین شک و نفاق ہی وہ اپنے نفس کی پلیدی مین پڑے جھگڑتے ہین اس حدیث کو دارمی و دار قطنی و بیہقی و حاکم و احمد وغیرہ نے متعدد طرق سے چند دیگر صحابہ سے بھی روایت کیا اور امام بیہقی و دار قطنی کو وہم ہوا کہ اس کے سب اسانید

ضعیف ہین حالانکہ ایسا نہین ہے ترمذی رحمہ اللہ نے اسکو حسن فرمایا اور ان طرق کثیرہ سے بھی حسن لغیرہ ہونا ظاہر ہے اور **شیخ ابن الجوزی** رحمہ اللہ نے اس حدیث کے سب طرق جمع کرنے اور کلام کرنے کے بعد فرمایا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اسکو باسناد حسن روایت کیا ہے پھر اس سند کو بیان کیا پس جبکہ ایک اسناد خود حسن ہے اور اسکے ساتھ اس قدر اسانید وطرق کثیرہ موجود ہین پس حسن لذاتہ وحسن لغیرہ دونون جمع ہین اب اسکی صحت مین کیا شک ہے خصوصًا جبکہ **ابن الجوزی** سا نقاد محدث اسکو حسن کہتا ہے رحمہ اللہ تعالےٰ **ف۲** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ قل أؤنبئکم بخیر من ذلکم الآیۃ - واضح ہو کہ باغہاے جنات ظاہر ہین جو نصوص مین منصوص ہین اور باطن مین ان کے نظائر کمالات ہین چنانچہ جس نے تقوی کیا تو ہر ایک کو اپنے اپنے تقوے کے موافق اللہ تعالےٰ کی نزدیکی مین درجے ہین پس اگر وہ اتنا ہی ہے کہ اس نے دنیا سے اور دنیا کی مشتبہات سے تقوی کیا تو اسکو جنۃ الیقین ہے اور اگر اسکے ساتھ اس نے آخرت سے بھی تقوی کیا تو اس کے لیے جنت کا مکاشفہ ہے اور اگر وہ نفس سے متقی رہا تو اسکے لیے جنت مشاہدہ ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ اور بعض نے فرمایا کہ جسنے جنت کی اُمید سے کام کیا تو اسکی انتہائی رسائی وہی ہے جو اسکی انتہائی مراد ہے یعنے جنت مین داخل ہوگا اور جس شخص نے اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے لیے کام کیا تو اسکے لیے رضوان اللہ تعالےٰ ہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ورضوان من اللہ اکبر۔ یعنے رضامندی اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ قولہ تعالےٰ واللہ بصیر بالعباد۔ اللہ تعالےٰ دیکھتا ہے کہ بندگان خاص کی روحین عالم ملکوت مین مشتاق ہین کہ اللہ تعالےٰ کی نزدیکی مین پہونچین اسی طرح ہر بندہ مومن کا حال ہے پس دیدار جلال ازلی وجمال ابدی کی طلب مین جس قدر انھون نے رنج ومحنت کھینچا ہے ہر ایک کو اسکی محنت کے موافق تسکین ومرتبہ عطا ہوتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ بصیر بالعباد ای عاملون کی نیت وارادہ کا دانا ہے۔ قولہ تعالےٰ الصابرین والصادقین والقانتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار۔ یہان صابرین سے کس چیز سے صبر کرنے والون کی طرف اشارہ ہے اور علی ہذا القیاس ما بعد کے اوصاف مین بھی تو صابرین یعنے تمام نفسانی وجسمانی خواہشون سے اللہ تعالےٰ کے واسطے صبر کرنیوالے اور صادقین یعنے اللہ تعالےٰ کے ساتھ جو انکا معاملہ ہے اس مین سچے ہین۔ اور قانتین یعنے رضامندی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے مطیع۔ اور منفقین یعنے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے اپنی جانین ومال قربان وخرچ کرنے والے ہین۔ اور مستغفرین یعنے غیر خدا کی طرف التفات کرنے سے استغفار کرنے والے ہین۔ درگاہ الٰہی مین مناجات کے وقتون مین خطرات سے استغفار مانگنے والے۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ اشارہ ہے کہ مقصود کی سچائی پر صبر کرنے والے۔ اور اپنے اقرارون مین سچے۔ اور اللہ تعالےٰ نے جو حدود مقرر کیے ہین ان حدون پر قائم ہوکر فرمانبرداری کرنے والے۔ اور سلطان توحید کے غلبہ کے وقت اپنے اعمال واحوال سے استغفار کرنے والے ہین یعنے ہدایت وعنایت سب تیری ہی قدرت والوہیت ہے اور ہم اور ہمارے اعمال کچھ چیز نہین ہین اور بعض اکابر نے فرمایا کہ صبر کرنے والے وہ لوگ ہین جو طلب الٰہی عزوجل مین ثابت رہے اور تکان سے نہین گھبرائے اور ہر خوشی وراحت کو چھوڑ دیا انھون نے بلاؤن پر صبر کیا اور شکوی چھوڑ دیا یہانتک کہ وہ مرگئے اور دنیا وآخرت کی کسی چیز نے انکو حق عزوجل سے قطع نہین کیا۔ اور صادقین وہ ہین جو طلب حق عزوجل مین سچے ہین پس انھون نے قصد کیا پھر وہ مقام پر پہونچے پھر صادق ہوے جب مشاہدہ کیا پھر صادق رہے یہانتک کہ پاگئے پھر صادق رہے یہان تک کہ انھون نے اپنے کو گم کردیا پس انکے قصدون مین ترتیب ہے پہلے قصد پھر ورود پھر شہود پھر وجود پھر خمود۔ اور قانتین وہ لوگ ہین کہ جنھون نے درگاہ الٰہی کو لازم پکڑا اور ہمیشہ بندگی کا شربت پیا اور ماسواے اللہ تعالےٰ کے کسی کو نہ لیا اور راہ حق کے ساتھ چلنے والون مین سے کسی سے بغض نہ کیا یعنے کسی مسلمان سے بغض نہین رکھا یہانتک کہ نزدیکی کے مرتبہ کو حاصل کیا۔ اور منفقین وہ لوگ ہین کہ انھون نے نیک کام

بجالانے وبندگی کرنے مین اپنے جانین خرچ کردین پھر اپنی وسعت کے موافق مال خرچ کرڈالا پھر سچے احوال کے ساتھ اپنے دلان کو خیرات کردیا پھر
انھون نے اپنے سب حظوظ کو جو دنیاوی یا اُخروی اس وقت یا آئندہ زمانہ مین ملنے والے تھے خیرات کرڈالے اور اس صدقات واندوہ کے
عوض مین ان کو قرب وصال دیا گیا اور استغفار کرنے والے جب ان سب باتون سے جو انھون نے کی ہین ہوشیار ہوے تو انھون نے اسحار کے
وقت جبکہ نور قلب سے منور ہوا سب سے توبہ واستغفار کیا بایں معنے کہ یہ سب کچھ نہین کیا اور جیسا حق ہے وہ ہرگز کچھ بھی ادا نہوا اور شیخ
ابو عمرو المکی رح نے کہا کہ صبر یہ نہین ہے کہ اختیار کو اللہ تعالےٰ پر چھوڑدیا بلکہ صبر وہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی تقدیر مین ثابت رہے اور اسکی بلاؤن کو
مرحبا کہکر رغبت سے قبول کرے اور شیخ عمرو رح نے فرمایا کہ جس شخص نے دیدار منت پر صبر کیا تو اسکو بلا کے دیکھنے پر بھی ویسی ہی لذت
ہونی چاہیئے جیسے منتون کے دیکھنے سے ہوتی ہے اسواسطے کہ یہ دونون باتین ایک ہی آنکھ سے دیکھتا ہے اور حضرت جعفر رح نے فرمایا کہ صبر
وہ ہے کہ جس مین تو اپنے حال پر محفوظ ہو اور تصبر یعنے تکلف کے ساتھ صبر کرنا اور اپنے آپ کو صابر بنانا یون ہے کہ اس مین تو اپنے حال وعجز
کے جانب متردد ہو - اور شیخ ابن عطار رح نے فرمایا کہ صابرین وہی لوگ ہین جنھون نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی بندگی مین
اسکی توفیق کو دیکھتے ہوے صبر کیا اور صادقین وہ لوگ ہین کہ سچا و پورا کیا انھون نے جو اللہ تعالےٰ سے عہد باندھا تھا بصدق قدیم واعتقاد صحیح و
ایسے سر کے ساتھ جسمین کچھ میل ولگاؤ کسی چیز کا نہین ہے اور قانتین وہ لوگ ہین کہ انھون نے اللہ تعالےٰ کی اطاعت ظاہر وباطن خفیہ
وعلانیہ یکسان کی - اور مستغفرین بالاسحار وہ لوگ ہین جنکے پہلو انکے بسترون سے دُور رہتے ہین یعنے رات مین اللہ تعالےٰ کی عبادت
کرتے ہین اور بسترون پر پڑے سوتے نہین ہین قال المترجم قول شیخ ابن عطا رح کا بہت عمدہ و نہایت لطیف ہے فافہم - اور بعض
نے کہا کہ صابرین وہ ہین جو اللہ تعالےٰ کی معیت سے اللہ تعالےٰ کی قضاء تقدیری کے معاملات مین صبر کرتے ہین اور صادقین وہ لوگ ہین جو اللہ
تعالےٰ کی توحید ومحبت کے قول مین سچے ہین اور قانتین وہ لوگ ہین کہ آسانی وتکلیف مین اسی کی طرف رجوع لاتے ہین اور منفقین وہ ہین
کہ ماسواے حق عز وجل کے سب خرچ کرڈالتے ہین اور مستغفرین بالاسحار وہ ہین جو اپنے افعال واقوال واحوال سے استغفار کرتے ہین اور
ابن عطا نے فرمایا کہ صابرین وہ ہین کہ جو انکو حکم دیا گیا اسکی بجا آوری مین صبر کرتے ہین اور صادقین وہ ہین کہ جو انھون نے ازل مین عہد
باندھا تھا اور اقرار کیا تھا اسکو پورا کیا یعنے حضرت باری عز وجل کی توحید کے قائل ہوے ہین اور قانتین وہ ہین کہ عبادات کی سب قسمون پر
وہ قائم ومضبوط ہین - اور منفقین وہ ہین کہ اپنے بدنون وجانون کو اپنے مولی کی رضامندی مین صدقہ کرتے ہین اور مستغفرین بالاسحار
وہ لوگ ہین جو کسی حال مین اپنے مولی عز وجل کی خدمتگذاری سے نہین تھکتے ہین - اور نیز ابن عطا رح نے فرمایا کہ صابرین وہ ہین
جنھون نے اپنے آپ کو مکاشفات کے مطالعہ پر روکا ہے اور صادقین وہ ہین جو اللہ تعالےٰ کی محبت مین سچے ہین - اور قانتین وہ ہین جنھون نے
اپنی جانون کو اپنے مولی کی خدمتگذاری پر باندھ رکھا ہے اور مستغفرین بالاسحار وہ ہین جو برابر دروازے پر پڑے ہین اس انتظار مین کہ کیا انکو اجازت
دیجاتی ہے - اور نیز فرمایا کہ صبر تو اہل محبت کا مقام ہے اور صدق عارفون کا مقام ہے اور قنوت عابدون کا مقام ہے اور خرچ کرنا مریدون کا
(قنوت ... طاعت ۱۲)
مقام ہے اور استغفار گنہگارون کا مقام ہے -

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
گواہی دی اللہ نے کہ کسی کی بندگی نہین سواے اسکے اور فرشتون نے اور علم والون نے وہی حاکم انصاف کا کسی کو بندگی نہین

هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
سواے اسکے زبردست ہے حکمت والا

شَهِدَ اللّٰهُ ۔ بین لخلقہ بالدلائل وانزال الآیات ۔ اللہ تعالے کا گواہی دینا ہے ف یعنے اپنے ظاہر کردیا مخلوق کے واسطے باین طور کہ دلائل قائم
کیے اور آیتین اتارین کہ ۔ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ ۔ لا معبود بحق فی الوجود ۔ اِلَّا هُوَ ۔ کوئی معبود برحق موجود نہین ہے مگر وہی ایک اللہ تعالے وشہد
بذلک ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ ۔ بالاقرار ۔ اور گواہی دی اسکے ساتھ ملائکہ نے باقرار کیونکہ تھوڑا منہ موجود ہے ۔ وَاُولُوا الْعِلْمِ ۔ من الانبیاء والمومنین ۔
بالاعتقاد واللفظ ۔ اور علم والون نے یعنے انبیاء و مومنین نے اعتقاد کے ساتھ اور زبان سے کہنے کے ساتھ ۔ قَآئِمًا ۔ بتدبیر مصنوعاتہ ونصبہ
علے الحال والعامل فیہا معنی الجملۃ ای تفرد ۔ بِالْقِسْطِ ۔ بالعدل ۔ درحالیکہ قائم ہے متفرد وہ اپنے مخلوقات کی تدبیر مین عدل کے ساتھ ف یس یہ
حال واقع ہے اور عامل معنوی ہے یعنے جملہ بالا سے جو معنے نکلتے ہین ای تفرد پھر توحید الوہیت کو مکرر فرمایا بقولہ تعالے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ ۔
فی ملکہ ۔ الْحَكِيْمُ ۔ فی صنعہ کوئی الوہیت والا نہین مگر وہی وہ غالب ہے اپنی سلطنت مین پختہ کاردانا ہے اپنی صنعت مین ف محی السنہ نے
معالم مین کہا کہ یہ آیہ وفد نجران کے حق مین نازل ہوئی اور کلبی رح نے کہا کہ شام کے احبار مین سے دو حبر آئے اور جب اُنھون نے مدینہ منورہ کو
دیکھا تو کہا کہ یہ شہر بہت مشابہ ہے اس شہر سے جو پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا پھر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے تو آپ کو صفت
سے پہچان کر کہا کہ آپ محمد ہین ۔ فرمایا کہ ہان ۔ بولے کہ آپ احمد ہین فرمایا کہ مین محمد و احمد دونون نام رکھتا ہون ۔ بولے کہ ہم آپ سے ایک سوال کرتے
ہین اگر آپ نے ہمکو اسکی خبر دیدی تو ہم ایمان لاوینگے آپ نے فرمایا کہ اچھا ۔ بولے کہ ہمکو خبر دیجیے کہ اللہ عزوجل کی کتاب مین کون سب سے بڑی
گواہی ہے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی پس دونون آدمی مسلمان ہوگئے ۔ اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے ارواح کو اجسام سے
چار ہزار برس پہلے پیدا کیا اور ارواح سے چار ہزار برس پہلے رزق پیدا کیے پس اپنی ذات کے واسطے خود شہادت دی قبل اسکے کہ خلق کو پیدا کرے
اس حال مین کہ وہ تعالے عزوجل ہی تھا اور آسمان و زمین و خشکی و تری کچھ نہ تھی پس فرمایا شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو ۔ اور اللہ تعالے کی شہادت
کے معنے کیا ہین اس مین کئی قول مروی ہین ایک وہ کہ مفسر نے اختیار کیا کہ شہد اللہ بمعنے بین اللہ ہے یعنے اللہ تعالے نے ظاہر کردیا اور
زجاج نے کہا کہ شاہد وہ کہ ایک چیز کو جانکر اسکو بیان کرتا ہے پس اللہ تعالی نے جو پیدا کیا اس سے ہمکو اپنی وحدانیت پر راہ دی و ظاہر کردی اور
بیضاوی رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے اسکو ظہور و کشف مین گواہ کی گواہی سے تشبیہ دی یعنے اللہ تعالے کی الوہیت اس درجہ ظاہر ہے کہ جیسے گواہ اپنی
آنکھون دیکھی چیز پر یقینی گواہی دیتا ہے ۔ اور اس صورت مین شک نہین کہ شہد بمعنے مجازی لیا گیا اور معالم مین ہے کہ مجاہد رح نے کہا کہ شہد اللہ بمعنے حکم اللہ
ہے اور یہ بھی مجاز ہے حالانکہ ملائکہ و مومنین سے شہادت حقیقی ہے پس ضرور ہوا کہ شہادت سے کوئی معنے ایسے عام لیے جاوین جو ان سب کو
شامل ہون اور اس صورت مین عموم مجاز ہوگا اور مفسر رحمہ اللہ نے عموم مجاز سے گریز کرنے کے واسطے والملائکہ پر شہد مقدر کیا ای وشہد الملائکہ پس
اول شہد مذکور بمعنے مجازی ہے اور دوم شہد مقدر بمعنے حقیقی ہے واللہ اعلم ۔ قولہ تعالے واولوا العلم بعض نے کہا کہ اولوا العلم انبیاء ہین اور بعض
نے کہا کہ مہاجرین و انصار ہین اور بعض نے کہا کہ اہل کتاب یعنے یہود و نصاریٰ مین سے ایمان لانے والے لوگ ہین اور سدی و کلبی رح نے کہا کہ سب
ایمان والے مراد ہین خواہ انبیاء ہون یا انکی اُمت ہون اور یہی مفسر نے اختیار کیا اور یہی اوجہ ہے اسواسطے کہ وجہ تخصیص ظاہر نہین ہے اور یہان اولوا العلم
سے مراد وہ علماء ہین جو کتاب اللہ تعالے و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہون اور یہ اُن کے واسطے بڑی فضیلت ہے ولیکن ضرور ہے کہ
اس طرح کے عالم پر اثر علم ظاہر ہو اور دین پر مستقیم ہو اپنے دنیا کی ہوس سے نہ پڑھا ہو واللہ اعلم اور یہ جو کہا گیا کہ اولوا العلم سے وہ علماء مراد ہین جو دلائل و
حجتون سے اللہ تعالے کی توحید ثابت کرتے ہین اور اس مین علم اصول دین یعنے علم کلام کی بزرگی ثابت ہے ۱۱ تو یہ جہالت ہے اور صحیح وہی ہے کہ علماے
ربانی اے فقہاے دین و علماے محدثین مراد ہین اور علم کلام خود مذموم ہے چنانچہ امام احمد و امام ابو یوسف وغیرہ علماء سے اسکی مذمت مصرح

مروی ہی۔ اور بعض اکابر نے یہان ایک نکتہ لکھا کہ شہادت الٰہی اپنی ذات پاک کی توحید کے واسطے وہی اصل ہی لہذا قولہ انہ لاآلہ الا ہو کو اپنی شہادت کے ساتھ فرمایا اور ملائکہ اولوا العلم کی شہادت اقراری وتصدیقی قرار دی فافہم۔ اور دوم قولہ لاآلہ الا ہو مکرر فرمایا بغرض مزید اعتناء و اشعار بآنکہ اسکی تکرار افضل ہی اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اول تو وصف و توحید ہی اور دوم رسم و تعلیم ہی ای قولوا لاآلہ الا ہو العزیز الحکیم پس حاصل یہ ہوا کہ اول توحید کی شہادت دیکر ثابت فرمایا پھر منکرین مانند وفد نجران وغیرہ کو اسپر ایمان لانے کا حکم دیا کہ گویا حکم اور اسکی دلیل کو جمع فرما دیا۔ اور زبیر بن العوام رضی سے روایت ہی کہ مین نے نبی صلی اللہ وسلم سے سُنا درحالیکہ وہ عرفہ مین تھے کہ یہ آیت پڑھتے شہد اللہ انہ لاآلہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط لاآلہ الا ہو العزیز الحکیم۔ اور مین بھی اسپر شاہد ہون ای پروردگار میرے رواہ احمد وابن ابی حاتم۔ اور رحمہ اللہ نے اپنی اسناد سے غالب قطان سے روایت کی کہ مین کوفہ مین تجارت کو آیا اور اعمش رح کے قریب اُترا انکے یہان آیا جایا کرتا۔ ایک رات جب مین نے بصرہ سے جانیکا قصد کیا تو مین نے دیکھا کہ اعمش کھڑے تہجد پڑھتے ہین پس وہ پہونچے اس آیہ تک شہد اللہ انہ لاآلہ الا ھو والملائکۃ الآیۃ۔ پھر اعمش نے کہا کہ مین بھی گواہی دیتا ہون اس گواہی کے ساتھ جسکی اللہ عزوجل نے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی اور اسکو ودیعت رکھتا ہون وہ میرے واسطے اللہ عزوجل کے پاس ہی ان الدین عند اللہ الاسلام اور اسکو اعمش نے کئی بار کہا تو مین نے جی مین کہا کہ اُنھون نے ضرور اس بارہ مین کچھ سُنا ہی پس مین نے صبح کی نماز اعمش رح کے ساتھ پڑھی اور اُن سے وداع ہونا چاہا پھر مین نے اُنسے کہا کہ مین نے آپکو سُنا کہ آپ یہ آیہ پڑھتے اور دہراتے تھے آپ نے اس مین کیا سُنا ہی تو مجھسے فرمایا کہ تجھے کیا وہ خبر نہین پہونچی جو اسکے بارہ مین ہی مین نے کہا کہ مین آپ کے پاس دو برس سے ہون آپ نے مجھسے اسکے بارہ مین کچھ بیان نہین کیا تو فرمایا کہ واللہ تجھسے سال بھر تک نہ بیان کرونگا پس مین نے انکے دروازہ پر یہ روز لکھ دیا اور مین ایک سال تک ٹھہرا رہا پھر جب سال گذر گیا تو مین نے کہا کہ ای ابو محمد سال بھر تو گذر گیا فرمایا کہ مجھسے ابو وائل نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا پڑھنے والا قیامت کے روز لایا جائیگا پس اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ میرے اس بندہ کے واسطے میرے پاس ایک عہد ہی اور مین عہد وفا کرنے کا سزاوار ہون میرے اس بندے کو جنت مین داخل کرو۔ سراج المنیر مین کہا کہ اس حدیث کو طبرانی و بیہقی رح نے بسند ضعیف روایت کیا اور مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابن کثیر نے اسکو اپنی تفسیر مین بروایت طبرانی نقل کیا اور کچھ کلام نہین کیا واللہ اعلم۔ ف عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالیٰ شہد اللہ انہ لاآلہ الا ہو والملائکۃ واولوا العلم الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات پاک کا عالم و دانا جیسا چاہیئے ویسا ہی پس اسنے اپنی ذات پاک کی توحید کے واسطے گواہی دیدی پہلے اس سے کہ قبل اور بعد اور خلق موجود ہووے پس اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات پاک سے آگاہ ہونے کے مقابل مین جہل کا نام ہی نہین اور اسکے اپنی ذات پاک کی معرفت کے مقابل مین ناشناخت ہی نہین اور اسکے اپنی ذات سے گواہی دینے کے مقابلہ مین کوئی عاجزی و وحشت ہی نہین ہی بلکہ او تعالیٰ عزوجل نے اپنی ذات پاک کو خود ہی وصف فرمایا اور اپنی ذات پاک کا خود ہی شکر کیا اسواسطے کہ خلق کو اسکی معرفت کے اور اسکی ذات پاک کے علم کی کوئی راہ نہین ہی پس او تعالیٰ نے اپنی پاک ذات پر خود ہی ثنا و صفت بیان فرمائی کیونکہ اللہ عزوجل کو معلوم ہی کہ میری مخلوق تو میرے وجود پاک کی معرفت سے عاجز ہی پس عالم موجود ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی گواہی دینی اپنی ذات پاک کے واسطے اس سے مراد یہ ہی کہ بندون کو تعلیم ہوا اور یہ انپر خاص مہربانی و لطف ہی ورنہ او تعالیٰ پاک منزہ ہی خلق کے وجود سے بے پرواہ ہی وان اللہ لغنی عن العالمین۔ پس اللہ تعالیٰ عزوجل کا اپنی ذات کے واسطے شہادت دینا یہ تو حقیقت ہی اور مخلوق کا اسکی شہادت دینا رسم ہی اور حقیقت کا ظہور حقیقت سے ہوا اور وہ حقیقت ہی کی طرف عود کریگی اور رسم کا ظہور رسم سے ہوا اور وہ رسم ہی کی طرف عود کرے گی اس واسطے کہ او تعالیٰ

قدیم ہے اور باقی جو کچھ ہے سب حادث ہے اور قدیم تو حدوث سے از راہ علم و رسم و حقیقت سب طرح و سب وجہ سے منفرد ہے حدوث کو قدم سے ان وجوہ میں کسی طرح کا لگاؤ ہی نہیں ہے پھر اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کو پیدا کیا اور اپنی قدرت کے نور سے ایک ذرہ انکے لیے کشف کیا پس اُنھون نے نور قدم سے ایک نور چمن پایا جس کی روشنی مین اُنھون نے اللہ عزوجل کے افعال قدیمہ کے آثار کو دیکھا پس گواہی دی کہ وہ پاک ذات قدیم موجود ہے اور اسکی وحدانیت دائمی سرمدی ہونے کی گواہی دی اور یہ اُنسے عبودیت مین رسم تھی کچھ ربوبیت مین سے حقیقت نہ تھی پس اللہ تعالےٰ اُن سے امر و رسم پر راضی ہوا اور حقیقت و وصف سے عاجز نہین کیے گئے پھر اللہ تعالےٰ نے انبیا و اولیا کو پیدا کیا اور بیس لاکھ برس ان کے اجسام پیدا کرنے سے پہلے ان کی ارواح مین اپنے جمال ذات کے انوار کو ظاہر فرمایا پس انھون نے اسکے نور سے اسکے جمال جلال کو دیکھا یعنے تجلی جمالی سے انھون نے تجلی جلالی کی راہ پائی اور اسکی عظمت کی کُنہ اور جبروت کی کبریائی کو دیکھکر حیران رہ گئے اور اسکی ذات پاک جل جلالہ کی ثنا و صفت و شکر کرنے سے عاجز رہ گئے تب اللہ تعالےٰ نے ان کو باین طور خطاب فرمایا کہ اپنی ذات پاک ان پہچنوائی اور فرمایا کہ الست بربکم قالوا بلیٰ شہدنا کیا مین تمھارا پروردگار نہین ہون بولے کہ تو ضرور ہمارا پروردگار ہے ہم اسکے گواہ ہوئے پس اُنھون نے مقام خطاب مین اقرار کرنے کے بعد گواہی دی پس ان کی گواہی بطریق رسم تعلیم ہے اور یہ حقیقت طرز قدیم نہین ہے پھر ملائکہ کی گواہی مین اور بنی آدم مین سے اہل علم کی گواہی مین فرق یہ ہے کہ ملائکہ نے تو از راہ یقین کے گواہی دی اور اولوا العلم نے از راہ مشاہدہ گواہی دی - اور نیز ملائکہ کی گواہی تو دیدار افعال سے ہے اور علما کی گواہی دیدار صفات سے ہے - اور نیز ملائکہ کی گواہی تو عظمت الٰہی عزوجل دیکھنے سے ہے اور علما کی گواہی بسبب دیدار جمال کے ہے اسیوجہ سے ملائکہ کے دیدار سے خوف پیدا ہوتا ہے یعنے وہ لوگ خوفناک ہوتے ہین اور علما کے دیدار سے انکو امید پیدا ہوتی ہے پھر جاننا چاہیے کہ علما کی گواہی باہم متفاوت ہے پس بعض کی گواہی تو مقامات سے ہے اور بعض کی گواہی حالات سے ہے اور بعض کی گواہی مکاشفات سے ہے اور بعض کی گواہی مشاہدات سے ہے اور جو لوگ کہ اہل علم مین سے خاص ہین وہ لوگ اسی کے یے شہادت بادراک قدم ادا کرتے ہین یعنے قدم ان کو علم سے حاصل ہوتا ہے اور وحدانیت کے جمال سے نور توحید انکو ظاہر ہو جاتا ہے پس انکی گواہی تو شہادت حق مین مستغرق ہے اسواسطے کہ وہ دیدار قدم سے محو ہو رہے ہین - اور **سہل بن عبداللہ** رحمہ اللہ سے اس آیت مین دریافت کیا گیا تو کہا کہ حق عزوجل نے بذات خود اپنے مشاہدہ ذات پاک کی گواہی دی اور اپنی مخلوق مین سے جسکو چاہا اسکو اسکے پیدا کرنے سے پہلے گواہ کر لیا اور اس گواہی کا نفع انھین مخلوق کی طرف راجع ہوا پس اس مین تنبیہ ہے کہ او تعالےٰ ہر مخلوق کے وجود سے پہلے اسکے موجود ہونے کا دانا ہے اور کوئی اسکے علم سے تجاوز نہین کر سکتا ہے - اور **شیخ ابن عطا** رحمہ اللہ نے قولہ شہد اللہ کے رمز مین ذکر فرمایا کہ اللہ جل جلالہ نے ہم بندون کو بذات خود اپنی ذات پاک کی طرف پاک نامون سے راہ بتائی اور اس مین اسکے پروردگار ہونے کا اظہار ہے اور اسکے صفات ثابت ہونے کا بیان ہے پس ہم عاجزون کے لیے اسنے اپنے کلام و نامون مین گواہ و راہبر کر دیا اور یہ اسی واسطے کیا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پاک کی توحید فرمائی اور اسکے ساتھ کوئی نہ تھا اور گواہ اسپر اسی کی توحید تھی اور ہو نہین سکتا کہ حقیقت کی راہ سے اسپر کوئی گواہ ہو سکے سوائے اسکی ذات پاک کے کیونکہ وہی شاہد ہے اور اسکے ساتھ کوئی شاہد نہین پھر اس نے اپنے مخلوق کو اپنی گواہی کی طرف بلایا پس مخلوق مین سے جسکی گواہی اسکی گواہی کے موافق پڑی اس نے توحید مین سے اپنا حصہ پایا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہوا - اور **ابن عطا** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنی ذات پاک کے واسطے گواہی دی کہ وہ فرد و صمد و ہمیشہ سے ہمیشہ رہنے والا ہے پھر خلق کو پیدا کیا پھر انکو اس کلمہ کی پرستش و عبادت مین مشغول کیا سو مخلوق اسکی عبادت حقیقی کی تاب نہین رکھتے ہین - اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ کی گواہی اپنی ذات پاک کے واسطے تو حقیقی ہے اور ان لوگون کی گواہی اسکے ساتھ رسمی ہے پھر حقیقت و رسم کہین برابر

ہو سکتے ہین اور ابو عبد اللہ قرشی نے قولہ شہد اللہ کے اشارہ مین فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تعلیم و لطف و ارشاد اپنے بندون کو ہے۔ یہانتک کہ انھون نے اللہ تعالےٰ کے واسطے اسکی گواہی ادا کردی اور اگر انکو اس بات کی تعلیم نہ فرماتا تو وے لوگ ہلاک ہوجاتے جیسا کہ معارضہ کیوقت ابلیس ملعون ہلاک ہوا ہو اور بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی گواہی اپنی ذات کے واسطے جس چیز کے ساتھ گواہی دی ہو وہ سچی گواہی ہو در حالیکہ گواہی سوائے سچون کے اور کسی سے قبول نہین ہوتی ہو پس ظاہر ہوا کہ توحید کی لیاقت سوائے سچون کے اور کسی کو نہین ہو اور ابو یزید رحمہ اللہ علیہ نے ایک روز اپنے مصاحب لوگون سے کہا کہ گذری رات مین صبح تک مین اس کوشش مین رہا کہ لا الہ الا اللہ کہون مگر مجھے اس پر قدرت نہوئی تو پوچھا گیا کہ یہ کیون۔ شیخ نے کہا کہ مجھے ایک کلمہ یاد آگیا جو مین نے اپنے بچپن مین کہا تھا اسکی وحشت میرے سامنے آگئی اس نے مجھکو ایسا کہنے سے منع کردیا اور مجھے تعجب ہوتا ہو ایسے شخص سے جو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتا ہو حالانکہ وہ اپنی صفات مین سے کسی صفت سے متصف ہے اور شیخ شبلی رح نے کہا کہ مین نے جب کبھی اللہ۔ کہا تو ضرور اپنی حرکت پر استغفار کرلیا اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہو شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو پھر مخلوق مین سے کون شخص اسکے لیے یہ گواہی دے سکتا ہو مگر ہان چونکہ حکم دیا گیا ہو لہذا زبان سے کہہ دیتے ہین یا حکم سے علاوہ بطور غفلت کے بھی کہہ دیتے ہین قال المترجم مراد یہ ہو کہ بندون کو شہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ کہنے کا حکم دیا گیا پس بایزید رحمہ اللہ و شبلی سب اسکو کہین گے اور امید ہو کہ اللہ تعالےٰ قبول فرماوے اب رہا یہ امر کہ جیسی چاہیئے ہو ویسی شہادت ادا کرو تو یہ سب لوگ سخت نادم و کمال مجبور ہین کہتے نہین اور کہتے ہین کہ کہہ نہین سکتے اور کہتے ہین تو استغفار کرتے ہین اس حال مین پڑے ہین واللہ اعلم اور ابن عطاء نے فرمایا کہ پہلے پہل جو حقائق بقا ہین اللہ تعالےٰ کی معیت مین متصف ہوئے تو سوائے حق عزوجل کے سب چیزون سے فانی ہوئے یہان تک کہ اللہ عزوجل کے ساتھ باقی رہے قال المترجم اس کلام کے معنے یہ ہین کہ لا الہ الا اللہ کے معنے مین جب ان لوگون نے اللہ عزوجل کے وجود کی گواہی دی تو اسکے وجود کے سامنے اسکے ماسوائے کل چیزون سے حتی کہ اپنی جان سے بھی فنا ہوگئے پس وجود باری عزوجل کے ساتھ باقی رہے اور یہ اقرار صادق ہو واللہ تعالےٰ اعلم اور شیخ شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دینے کے دس حرف ہین چھ ظاہر ہین اور چار باطن ہین پس ظاہر کے حروف مین سے اول ذکر الٰہی بار بار کرے۔ دوم ادائے حکم بلا عیب و بدون تقصیر کے سوم نفس کا روکنا حرام چیزون سے چہارم مومنون کو نصیحت کرنا یعنے جو بھلائی اپنے واسطے چاہتا ہو وہ انکے واسطے بھی چاہے پنجم گناہون سے بھاگنا ششم نفس سے دشمنی کرنا۔ اور رہے وہ جو کہ باطن ہین ہین سو ایمان و معرفت بقلب ہو اور نیت و خشوع ہو اور فکر کرنا اور توفیق پر نظر رکھکر مضبوط مستقیم رہنا پس جس شخص نے یہ سب باتین ادا کین اسنے البتہ اللہ تعالےٰ کے واسطے گواہی ادا کی۔ اور شیخ شبلی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ فقط اللہ کیون کہتے ہین لا الہ الا اللہ کیون نہین کہتے ہین بولے کہ قول ایک آفتاب ہو کہ اسکا گم ہونا اسکے ثبوت سے مغلوب ہوتا ہو پھر جب گم ہونا ہی محال ہو تو کس سے مغلوب ہونے کی حاجت رہی۔ قال المترجم شاید یہ اشارہ ہو کہ وجود باری تعالےٰ عزوجل ازلی ابدی قدیم ہو اسپر عدم محال ہو تو اثبات وجود کی حاجت کیا ہو کیونکہ اثبات ایسی چیز کا کرتے ہین کہ جسکے اثبات سے اسکی نفی نہ رہے اور یہان نفی بالکل محال ہو واللہ اعلم بمراد عبادہ۔ پھر شیخ شبلی رح نے کہا کہ اور بھلا نفی ایسی ہی چیز کی تو کی گئی ہو جسکا ہونا محال ہو اور بھلا اثبات ایسی ہو شئے کا تو کیا گیا ہو جس کا گم ہونا محال ہے قال المترجم شاید مراد یہ ہو کہ کلمۂ توحید مین نفی الٰہ کی ہو اور وہ خود مستحیل الوجود ہو اور اللہ تعالےٰ کا اثبات ہو حالانکہ وہ ایسا ہو کہ عدم اسکی شان مین محال ہو فافہم۔ اور مزنی رحمہ اللہ نے کہا کہ شیخ ابن منصور رح مکہ مین داخل ہوئے پس انسے سوال کیا گیا کہ چیونٹی اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہو اور توحید کیا ہو پس انھون نے

اس باب مین کلام کیا یہانتک کہ ہم توحید کو بھول گئے اور ہمنے کہا کہ یہ حق عزوجل کے ساتھ لائق ہی باین حیثیت کہ لعت وامر سے اسکے ساتھ راضی ہوا اور یہ وصف وحقیقت سے اسکے ساتھ لائق نہین ہی جیسے کہ وہ ہمارے شکر سے بمقابلہ اپنی نعمتون کے راضی ہوا حالانکہ ہمارا شکر اسکی نعمتون کے مقابلہ مین کہان ہی اور کہا کہ جب تک تو اشارہ کرتا ہی تب تک موحد نہین ہی یہانتک کہ حق عزوجل تیرے اشارے پر غالب ہو باین طور کہ اشارہ کو تجھسے فنا کردے پس نہ اشارہ ہی اور نہ اشارہ کرنے والا اور شیخ ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو اپنے پروردگار کی رضامندی چاہتا ہی اور اپنے مال سے بخل کرتا ہی اور اسکی طاعت کرنے سے عاجز ہوتا ہی ایسا ہرگز نہین ہو سکتا پس اللہ تعالےٰ کی گواہی دینے والا درحقیقت وہ شخص ہی جو اپنی روح ونفس اور قلب کی چیز سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی مین بخل نہین کرتا ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ شہد اللہ بمعنے علم اللہ ہی کیونکہ اوسکو کمال علم سے اپنا علم کامل ہی اور شہادت تو ایسی ہی خبر دینے کو کہتے ہین جو دانستگی سے ہو اور اسلام کے اصول وفروع ہین وہ سب ایک جڑ سے اُگے ہین اور وہ وحدانیت ہی۔ اور قولہ اولوا العلم۔ کے معنے مین کہا گیا کہ علما تین قسم کے ہین ایک وہ کہ اللہ تعالےٰ کے اوامر واحکام کا جاننے والا ہو اور وہ علماے شریعت ہین اور دوم جو اسکے اوصاف وصفات کا دانا ہو اور وہ علماے سنت ہین اور سوم عالم باللہ وباسمائہ اور یہ علماے ربانی ہین۔ قولہ ہو العزیز الحکیم۔ عزیز وہ ہی کہ اسکے قدیم ہونے کی کنہ تمام مخلوق کے مطالعہ سے ممتنع ہو یعنے کوئی مخلوق اسکی کنہ کو ہرگز نہ پہونچ سکے اور نیز عزیز وہ ہی کہ اسکا وصف کوئی بیان نہ کرسکے مگر بطور رسم کے جس طرح اس نے اپنے آپ کو وصف فرمایا۔ اور حکیم وہ ہی کہ اسنے اپنی ذات کے واسطے حقیقی گواہی دی اور بندون کے واسطے اسی کی رسم مقرر کردی۔ اور نیز حکیم وہ ہی کہ اس نے مخلوق کو اپنی ذات سے محجوب کیا کہ اسکو دیکھ نہین سکتے ہین کیونکہ ان کے دلون مین اسکی توحید کی رسم حاصل ہوتی ہی اور یہ رسم توحید جو بندون کو حاصل ہوئی وہ خیال کے لگاؤ سے ہی اور حقیقت توحید جو اسکے جلال وعظمت سے ظاہر ہوتی ہی وہ اسکے برخلاف ہی جو انکے دلون مین خطور کرتی ہی اور بعض نے کہا کہ عزیز وہ ہی کہ جو ایسا زبردست غالب صاحب منعت ہی کہ اس تک کسی موحد کی توحید اور کسی صفت کرنے والے کا وصف نہین پہونچتا ہی الا اسی طور پر کہ انکو حکم دیا گیا ہی وہ حکم کی فرمانبرداری پر توحید کرتے اور وصف کرتے ہین اور حکیم ہی اس چیز مین جسکی اپنے واسطے گواہی فرمائی ہی۔

قال المترجم مراد یہ ہی کہ توحید وتمجید وتحمید کا حکم بندون کو دیا گیا ہی باین معنے وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہین اور قبول ہوتی ہی ورنہ درحقیقت یہ لوگ اسکا وصف وحمد وتوحید کچھ ادا نہین کرسکتے ہین صرف اسکی شہادت کی رسم ادا کرتے ہین یعنے اصل معنے وہ چیز تو وہی خود جانتا ہے اور یہ لوگ نقش ورسم کے طور پر شاہد ہین اور وہ محض کرم وفضل سے اسی کو بندون سے قبول فرماتا ہی۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ

دین تو اللہ کے یہان یہی اسلام ہی اور نہین پھوٹ ڈالی ان لوگون نے جنکو کتاب دی گئی تھی مگر بعد ازانکہ پہونچ چکا

الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ⑩

انکو علم یہ آپس مین ایک دوسرے کی ضد سے اور جو منکر ہو اللہ کی آیتون سے تو اللہ جلد حساب لینے والا ہی

إِنَّ الدِّينَ۔ المرضی۔ عِندَ اللَّهِ۔ ہو۔ الْإِسْلَامُ۔ ای الشرع المبعوث بہ الرسل المبنی علی التوحید۔ وفی قراءۃ بفتح ان بدل من انہ بدل اشتمال۔ دین ایسا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک پسندیدہ ہی وہ اسلام ہی ہی یعنے وہ شرع کہ جسکے ساتھ رسول بھیجے گئے کہ وہ توحید پہ مبنی ہی۔ اور کسائی کی قراءۃ مین ان بالفتح ہی پس یہ جملہ انہ لا الٰہ الا ہو سے بدل اشتمال ہی یعنے اللہ تعالےٰ وملائکہ واہل علم نے گواہی دی کہ لا الٰہ الا اللہ یعنے دین مرضی فقط اسلام ہی تو یہ بالفتح قراءۃ کی صورت مین انہ لا الٰہ الا ہو۔ کا کل یا جزو نہین بلکہ ملابس ہی پس بدل اشتمال ہی

اور اگر دین کی تفسیر ایمان سے یا متضمن بایمان کیجاوے تو بدل الکل ہوگا پھر جمیع اُمتون مین یہی معروف تھا کہ اللہ تعالےٰ کے یہان دین فقط توحید ہے وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ - ای الیهود والنصاری فی الدین بان آمن بعض وکفر بعض اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ - بالتوحید - بَغْيًۢا - من الکافرین بَيْنَهُمْ - یعنے یہود و نصاری نے نہین اختلاف کیا دین مین باین طور کہ بعض توحید پر رہے اور بعض کافر ہوگئے مگر بعد اسکے کہ پہونچ گیا تھا انکو علم توحید اسوجہ سے کہ کافرون نے باہم ضد کرلی یعنے جو توحید پر رہے وہ تو بیچارے راہ پر تھے اور بغاوت کافرون ہی کی طرف سے ہوئی بطلب دنیا و مال و جاہ اسوجہ سے کہ انکو علم نہین پہونچا تھا اور توحید سے آگاہ نہ تھے اسوجہ سے شبہہ مین تھے - وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ - ای المجازاۃ لہ - اور جس نے آیات الٰہی کے ساتھ کفر کیا تو اللہ تعالےٰ جلد حساب کرنے والا ہے یعنے کافر و باغی کو جلد اسکے کفر کا بدلا دینے والا ہے کیونکہ دینا روز چند ہے اور جو مراسکی قیامت قائم ہوئی زجاج نے کہا کہ دین تمام اس چیز کا نام ہے جسکے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اپنی خلق کو متعبد کیا اور اسکے قائم رکھنے کا حکم دیا - اور اسلام بمعنے دخول فی السلم ای بندگی و فرمانبرداری کرنا اور جمہور علما کے نزدیک اسلام یہان بمعنے ایمان ہے اگرچہ اصل لغت مین دونون متغائر ہین اور اختلاف حنفیہ و شافعیہ کا باین طور کہ اسلام و ایمان بمعنے واحد ہے عند الحنفیہ اور متغائر ہے عند الشافعیہ یہ اختلاف محض لفظی ہے اصل معنے مین کچھ اختلاف نہین کیونکہ اسلام شرعی بالاتفاق یہی ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا اور اسی پر انبیاء سابقین علیہم السلام کو بھیجا اور یہی ابراہیم علیہ السلام نے کہا اسلمت لرب العالمین اور اسی کی وصیت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹون کو فرمائی تھی اور یہ بمعنے ایمان ہے اور رہا اسلام بمعنے انقیاد تو وہ کسی کے نزدیک مرادف ایمان نہین ہے اور ضحاک سے روایت ہے کہ نہین بھیجا اللہ تعالیٰ نے کسی رسول کو مگر باسلام - اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا - ورضیت لکم الاسلام دینا یعنے مین نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا - پھر ان الدین اگر بکسر ان پڑھا گیا جیسے کہ جمہور کی قراءت ہے تو یہ جملہ مستانفہ ہے اور اگر بالفتح پڑھا گیا تو کشاف وغیرہ مین ہے کہ وہ انہ لا الٰہ الا ہو کا بدل ہے مفسر رح نے اسی کی تبعیت کی اور شیخ ابوحیان نے کہا کہ یہ ضعیف ہے اسواسطے کہ بدل و مبدل منہ کے درمیان فصل باجنبی لازم آتا ہے اور کہا کہ صواب یہ ہے کہ وہ الحکیم کا معمول بحذف جار ہے ای العزیز الحکیم بان الدین عند اللہ الاسلام اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس رض نے اول انہ بکسر پڑھا اور ان الدین بالفتح پڑھا ہے اور بیضاوی مین ہے کہ اس قراءۃ پر معنے باین طور ہین کہ شہد کا فعل ان الدین پر واقع ہے اور ان دونون کے درمیان جملہ معترضہ ہے یعنے گواہی دیتا ہے اللہ تعالیٰ یہ کہ دین پسندیدہ اللہ تعالےٰ کے یہان اسلام ہے اور درمیان مین جملہ معترضہ کا فائدہ تعظیم شہادت ہے فتامل - قولہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب الآیہ - یعنی خبر دی کہ یہود و نصاری کا اختلاف محض بغی کی وجہ سے تھا بعد ازانکہ ان کو معلوم ہوگیا کہ اسلام مین داخل ہونا واجب ہے اسوجہ سے کہ ان کی کتابون مین جو انکے انبیا پر نازل ہوئین اس کی پسندیدگی و حقیت اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقرر ہے اور اخفش رح نے کہا کہ کلام مین تقدیم و تاخیر ہے و معنے یہ ہین کہ نہین اختلاف کیا ان لوگون نے جو دیے گئے کتاب یعنی بنی اسرائیل نے بوجہ آپس کی بغاوت و ضد کے الا بعد ازانکہ انکو علم حاصل ہوچکا تھا - اور جو عنوان کہ آیۃ کریمہ مین ہے بتقدیم و تاخیر اس مین ان لوگون کی تقبیح زیادہ ہے اس لیے کہ کتاب الٰہی حاصل ہونے کے بعد اختلاف کرنا ہی قبیح ہے پھر الا من بعد ما جاءھم العلم - سے اور زیادہ قبح ظاہر ہوا کیونکہ بعد علم کے اختلاف بدتر قبیح ہے پھر قولہ بغیا بینھم مین تیسری زیادتی قباحت سے ہے کہ وہ محل حصر مین ہے اور الکتاب توریت و انجیل وغیرہ ہے اور لام اس مین جنس کے واسطے ہے پھر ان مین اختلاف واقع ہونے سے مراد کون اختلاف ہے تو بعض نے کہا کہ اختلاف توحید ہے باین طور کہ بعض توحید پر رہے اور بعض مشرک ہوے اور ان لوگون نے راہ راست کو جھگڑے مین چھوڑ دیا اور دوسرے مقام پر فرمایا فھدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ - یعنے

پھر اللہ تعالےٰ نے مومنین اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ارادہ سے اس حق کی ہدایت کی جس مین اہل کتاب نے اختلاف ڈالا تھا۔ اور بعض نے کہا باین طور کہ نصاری نے تین خدا کا اعتقاد کیا۔ تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ اور یہود نے عزیر کو خدا کا بیٹا بنایا نعوذ باللہ من کفرہولاء۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ نبوت اگر ہوتی تو ہم مستحق تھے نہ قریش کہ وہ تو بے پڑھے امی لوگ ہین اور بعض نے کہا کہ اختلاف اسلام مین ہی کہ اگلے اہل کتاب مین سے بعض نے کہا کہ وہ حق ہی اور بعض نے کہا کہ مخصوص بعرب ہی اور بعض نے مطلقًا اسکی نفی کی۔ اور جو پہلے ذکر کیا گیا وہی اصح ہی اور ما بعد کے اقوال سب اسی کی طرف راجع ہو سکتے ہین اور قول اول کی موئیدہ بات بھی ہی کہ آیہ کریمہ وفد نجران کے قصہ مین ہی اور وہ توحید کے قائل نہ تھے باوجودیکہ حضرت عیسی علیہ السلام سے اور انجیل مین توحید کی تعلیم ہی اور آیات ما بعد بھی اسی کی مؤید ہین ف ۲

قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالےٰ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اسلام یہ ہی کہ جو حق عزوجل کی مراد ہی اسپر راضی ہو اور جو اسکی قضاؤ قدر پہونچے اسپر ایک حال رہے باین طور کہ سر باطنی مستقیم رہے اور ظاہر مین اضطراب پیدا نہ کرے اور محنت و بلا نازل ہونے کے وقت اپنے آپ مین ایک لذت پاوے اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دین وہ ہی جو تیرے واسطے سالم ہو بدعتوں اور گمراہون اور خواہش نفسانی سے اور تو اس مین سالم رہا ریاکاری وشہوت خفیہ اور لوگون کی طرف نظر رکھنے اور اپنی عبادت کو بزرگ سمجھنے سے **قال المترجم** یعنے دین وہ راہ ہی کہ جو اللہ تعالےٰ واسکے رسول نے بتلائی بدون اسکے کہ اس مین کوئی باریک[۱۲] بدعت یا گمراہی یا ہوائے نفسانی کی بات نکالی جاوے خواہ اعتقادات مین جیسے خوارج وروافض ومعتزلہ وغیرہ فرقے ہین اور خواہ عملیات مین ہو جیسے مثلاً عید کی نماز سے پہلے عید گاہ مین نفلین پڑھنا اور ان باتون کی تعداد بہت کثیر ہو گئی ہی اگر کوئی شخص بیان کرنا چاہے تو شاید متعذر ہی کیونکہ ہر فرقہ نے اپنی خواہش سے ہزارون باتین ایجاد کی ہین اور طول سے بیان کرنے مین کچھ فائدہ بھی نہین کیونکہ بدعتون سے بچنا تو اس طرح ہی کہ جو حکم اللہ تعالےٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اور جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین ثابت ہی پس اسی پر عمل کرے اور اسی کا اعتقاد رکھے اور ماسوائے اسکے کل باتون سے پرہیز کرے خواہ ایسی ہون کہ کسی نے اسکو نکالا اور اسپر بہتون نے عمل کیا اور کرتے چلے جاتے ہین اور خواہ ایسی ہون کہ کوئی اب نکالے۔ اللّٰھم رب احفظ الاسلام من شر البدعۃ ووفق اہلہ للسنۃ انت علی کل شیٔ قدیر۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسلام کے دین پر وہ شخص ہی جو خلق کی طرف نظر رکھنے سے سلامت ہو اور شہوات نفسانی سے اسکا دل سلامت ہو اور اسکے دل کے خطرون سے اسکی روح سلامت ہو **قال المترجم**۔ یہ بیان اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہی کہ آپ نے فرمایا مسلمان وہ ہی جسکے ہاتھ وزبان سے مسلمان لوگ سلامت رہین۔ اور مہاجر وہ ہی جسنے گناہون کو چھوڑ دیا۔ اور نیز حدیث مین ہی کہ مجاہد وہ ہی جسنے اپنے نفس سے جہاد کیا اور حدیث مین ہی کہ دین نصیحت یعنے خیر خواہی ہی **قال الشیخ** اور بعض نے فرمایا کہ اسلام کے چار رکن ہین تواضع۔ اُلفت۔ غصہ پی جانا۔ صبر کرنا۔ جب یہ چارون پورے ہوے تو ان سے اور چار کمالات حاصل ہوتے ہین تواضع سے توکل۔ اور اُلفت سے تسلیم۔ اور غصہ پی جانے سے تفویض۔ اور صبر سے رضا۔ **قال المترجم** حدیث مین ہی کہ جسنے اللہ تعالےٰ کے واسطے تواضع کی اپنے آپ کو نیچا کیا تو اللہ تعالےٰ اسکو بلند کر دیتا ہی رواہ البیہقی وغیرہ اور توکل کے یہ معنے ہین کہ جو کام کرے اسپر بھروسا اللہ تعالےٰ پر ہو یہ نجانے اگر ایسا کرتا تو یہ ہوتا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اسپر یہ مصیبت کیون آتی کیونکہ یہ سمجھنا حماقت ہے اور یہ معنے نہین ہین کہ آدمی پانوٴن توڑ کے بیٹھ جاوے بلکہ محنت وکام کرے مولوی روم علیہ الرحمۃ کہتے ہین ؎ کسب کن پس برجبار کن یعنے کام وکمائی کرنا چاہیے لیکن یہ سمجھنا نہ چاہیئے کہ میرے کام ہی سے ملیگا بلکہ یہ سمجھے کہ دینے والا اللہ تعالےٰ ہی اور رہی اُلفت تو یہ ایک عجیب چیز ہی وہ اسلام مین ایک رُخ بخداے عزوجل کہ وہی اصل ہی اور اسی کو محبت کہتے ہین کہ بندہ سواے خدا کے اپنے

آپ سے بھی محبت نہین رکھتا تو زن و فرزند و مال و متاع وغیرہ کا کیا مرتبہ ہی اور اللہ تعالے کی محبت وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی کہ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اسکی خبر دیتا ہی اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی مومن اس وقت تک نہوگا جب تک کہ ایسا نہو جاوے کہ مین اسکے نزدیک اسکے مان و باپ و سب لوگون سے محبوب نہو جاؤن رواہ البخاری و مسلم وغیرہما اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ شان تھی کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے والا انکا باپ ہوتا یا بیٹا یا آپ کے مقابلہ مین لڑنے آتا تو اسکو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے اور آپ کیواسطے سینہ سپر ہو جاتے تھے پھر آپ ہی کی محبت سے آپ پر جتنے ایمان لانے والے تھے ایک دوسرے کو اپنی جان کے برابر چاہتا تھا اور یہ اول احسان و نعمت اللہ تعالے کی تھی چنانچہ فرمایا الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ تمھارے دلون مین الفت ڈال دی کہ تمنے اسکی نعمت سے صبح کی درحالیکہ تم بھائی بھائی ہو۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مضمون فرمایا کہ اگر تو خزانہاے زمین خرچ کرتا تو بھی ان کے دلون مین باہم یہ الفت نہ ڈال سکتا۔ اور حضرت صلعم نماز مین جب کندھے ملاکر کھڑا ہونے کا حکم دیتے تو فرماتے کہ پھوٹ مت ورنہ اللہ تعالے تمھارے دلون مین پھوٹ ڈال دیگا اور یہ حدیث صحیحین مین ہی اور اللہ تعالے نے کافرون کی مذمت مین کہا ہی کہ قلوبہم شتی یعنے وے ظاہر مین ملے ہین اور دل انکے آپس سے پھوٹے ہین اور حضرت امام مہدی آخر الزمان رضی اللہ عنہ کے لوگون کی صفت مین آیا ہی کہ ستر برس تک کسی دو مسلمانون مین پھوٹ نہوگی اور امام **غزالی** وغیرہ اکابر نے جماعت نماز جمعہ و عید وغیرہ کے نکات و اشارات مین ایک نکتہ الفت باہمی بھی بیان کیا ہی اور اس باب مین احادیث و آثار و اقوال کثرت سے ہین پھر افسوس اس زمانہ مین کہ مسلمان دنیا کی باتون مین اور دین کی باتون مین بلکہ ناحق بے واسطہ ایک دوسرے کے بدخواہ ہین اگرچہ راہ چھوڑ دین اور چاہے کسی کے ساتھ نیکی کرین یا نہ کرین دل سے اسکے خیرخواہ ہون تو اللہ تعالے کے نزدیک انکا عذر ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ تم مین سے کوئی مومن نہین جب تک کہ اپنے بھائی کے واسطے وہی نہ چاہے جو اپنے واسطے چاہتا ہی اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم یعنے اللہ تعالے نہین بدل ڈالتا جو حال کسی قوم کا ہوتا ہے یہانتک کہ وہی لوگ بدل ڈالتے ہین جو انکے دلون مین تھا۔ یعنے اپنی نیتین و عادتین خراب کر دیتے ہین تب اللہ تعالی انکی حالت بدل دیتا ہی بہرحال مین اسکے فضائل کہان تک بیان کرون خود سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام مین یہ بڑا رکن ہی جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا حالانکہ ناواقف آدمی کو اس کلام شیخ سے تعجب ہوا ہوگا کہ ارکان اسلام تو حدیث مین مذکور ہین اور شیخ نے یہ کیسے ارکان بیان کیے ہین۔ اور تسلیم سے یہ مراد ہی کہ جو امر الٰہی خواہ ہلکا یا بھاری تقدیر سے پیش آوے یا اسکے احکام کی بجاآوری مین پیش آوے اسکو اچھی طرح مانے اور تفویض یہ ہی کہ ہر طرح اپنے آپ کو اور اپنے کام کو اللہ تعالے کے سپرد کرے اور غصہ پی جانے کی تفسیر انشاء اللہ تعالے والکاظمین الغیظ الآیۃ کی تفسیر مین آوے گی۔ قال الشیخ اور حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب بندہ کا اسلام اس طرح ہو کہ وہ نعمتون کو اللہ تعالے کی طرف سے پہچانے اور اسی پر توکل کرے اور اسکے حکمون کو تسلیم کرے تو مسلمان ہی اور اگر ایسا نہو تو وہ حقیقت اسلام پر نہین ہی بلکہ نام کا مسلمان ہی

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ

پھر اگر تجھسے جھگڑین تو کہہ کہ مین نے تابع کیا اپنا منھ اللہ کے حکم پر اور جو کوئی میرا پیرو ہی اور کہہ دے ان لوگون کو جو کتاب دیے گئے تھے اور بے پڑھون کو کہ بھلا

فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ع (۱۱)

تم بھی تابع ہوتے ہو سو اگر تابع ہوے تو راہ پر آئے اور اگر پھرے لوگ منھ موڑ یہہ تو تیرا ذمہ یہی ہی پہونچا دینا اور اللہ کی نگاہ مین ہین سب بندے

فَإِنْ حَاجُّوكَ۔ خاصمک الکفار یا محمد فی الدین پھر اگر جھگڑین تجھسے کافر لوگ اے محمد دین اسلام مین یعنے مثلاً نصرانی کہین کہ دین تو

نصرانیت ہو اور یہود کہیں کہ نہیں دین تو دین یہود ہو اور یہ نہ مانیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دین فقط دین اسلام ہے۔ فَقُلْ - لہم - اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ - انقدت لہ انا - وَمَنِ اتَّبَعَنِ - وخص الوجہ بالذکر لشرفہ فغیرہ اولیٰ تو کہدے ان جھگڑنے والوں کو کہ تابع کر دیا میں نے اپنا منھ واسطے اللہ کے یعنے میں مطیع ہوا اللہ تعالیٰ کے واسطے میں خود اور وہ شخص جس نے میری اتباع کی واضح ہو کہ خاص کرکے منھ کو ذکر کیا اس وجہ سے کہ منھ اشرف ہے تو منھ کے سواے جو کچھ بدن رہا وہ بدرجۂ اولیٰ تابع ہوگا اسلام اس میں بمعنے انقیاد ہے اور حاصل تعبیر لوجہ سے ذات ہے پس معنے یہ کہ اخلصت نفسی للہ وحدہ میں نے خالص کر دیا اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے لیے (البیضاوی والمدارک) اور فراء نے کہا کہ اخلصت عملی للہ وحدہ یعنے میرے سب کام خالص اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے واسطے ہیں ذکرہ فی المعالم - وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ - الیہود والنصاریٰ - وَالْاُمِّيّٖنَ - مشرکی العرب - اور اے محمد تو ان یہود و نصاریٰ اور بے پڑھوں یعنے عرب سے کہدے کہ - ءَاَسْلَمْتُمْ - کیا تم اسلام لاتے ہو یعنے اسلام لاؤ جیسے قولہ فہل انتم منتہون - میں یہ معنے ہیں کہ انتہوا تم باز رہو - فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا - من الضلال پھر اگر یہ لوگ اسلام لائے تو راہ پائی گمراہی سے وَاِنْ تَوَلَّوْا - عن الاسلام اور اگر انھوں نے اسلام لانے سے منھ موڑا تو سمجھ لے کہ - فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ - التبلیغ للرسالۃ - تجھ پر تو یہی واجب ہے کہ رسالت الٰہی کو پہونچا دے - وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ - فیجازیہم باعمالہم اور اللہ دانا ہے اپنے بندوں کے اعمال کا پس وہ انکو انکے کاموں کی سزا دیگا چاہیے دنیا و آخرت میں یا فقط آخرت میں - اور یہ حکم قبل اسکے تھا کہ جہاد کا حکم دیا جاوے واضح ہو کہ قولہ فان حاجوک یہاں بمعنے بحث نہیں یعنے الیسی دلیل جس سے صدق ظاہر کرکے مغلوب کیا جاوے اسواسطے کہ اہل کتاب وغیرہ پر صدق رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حجتیں بکثرت خود قائم ہو چکی ہیں اور آیات واضح و ظاہر کثرت سے موجود ہیں پس مراد ان کی خصومت و عناد ہے اسی واسطے جملہ مفسرین نے بمعنے خاصموک لیا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ لوگ شدید الخصومۃ ہیں - قولہ ومن اتبعن - اصل میں من اتبعنی تھا یا رسم خط حذف ہوئی جیسے یارب اور فاتقون اور فارہبون میں حذف ہوئی ہے - اور عطف اسکا اسلمت کے فاعل پر ہے اور وہ ضمیر متصل ہے لیکن چونکہ بیچ میں فصل آگیا ہے لہٰذا متصل کو بدون منفصل کرنے کے عطف مستحسن ہوا - قولہ ءاسلمتم - ابن جریر وغیرہ نے کہا کہ استفہام تقریری متضمن امر ہے - اور زجاج نے کہا کہ استفہام تہدید ہے اور معنے یہ ہیں کہ حجتیں دیدہ ایں جو کچھ چاہیئے تھیں سب حاصل ہو چکیں جو مقتضی ہیں کہ لامحالہ اسلام حاصل ہو - فہل اسلمتم کما اسلمت ام انتم بعد علی الکفر پھر کیا تم ایمان لائے ہو جیسے میں ایمان لایا ہوں یا ابھی تک کافر ہو - اور اس استفہام میں ان کو عار دلائی کہ بے وقوف و بے انصاف ہو کیونکہ منصف آدمی کو جب حق ظاہر ہوا یا تو وہ اسکے قبول و یقین کرنے سے نہیں رکتا ہے ذکرہ البیضاوی وغیرہ قولہ فان اسلموا فقد اہتدوا محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اہل کتاب کو پڑھ سنایا تو بولے کہ ہم اسلام لائے تو آپ نے فرمایا کہ اے یہود تم گواہی دیتے ہو کہ عزیر بندہ اللہ تعالیٰ کا اور اسکا رسول ہے بولے معاذ اللہ وہ بندہ نہیں ہے اور نصاریٰ سے کہا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ عیسیٰ بندہ اللہ تعالیٰ کا اور اسکا رسول ہے بولے کہ معاذ اللہ وہ بندہ نہیں ہے پس اللہ عز وجل نے فرمایا - فان تولوا فانما علیک البلاغ - فان تولوا - کی جزا محذوف ہے اے محمد لم یضروک تو تجھے کچھ ضرر نہیں دے سکتے ہیں فانما علیک البلاغ کیونکہ تجھ پر یہی تھا کہ تبلیغ کر دے اور یہی ہدایت تو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اس آیۃ کریمہ کو بعض نے کہا کہ محکمہ ہے اور مراد اس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہے کہ آپکو یہ غم لاحق نہو کہ باوجود آیات و حجتوں کے یہ کوئی ایمان نہیں لاتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ منسوخ ہے اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے -

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ

جو لوگ منکر ہیں اللہ کی آیتوں سے اور مار ڈالتے ہیں نبیوں کو ناحق اور مار ڈالتے ہیں ان لوگوں کو

يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

جو بات کہتے ہین انصاف کرنے کی لوگون مین سے سو انکو خوشخبری سُنا دے دُکھ والی مار کی یہی وہ لوگ ہین

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ز وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ○

جنکے سب کام مٹ گئے دنیا مین اور آخرت مین اور کوئی نہین انکا ہے مددگارون مین سے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ۔ حمزہ رحمہ اللہ کی قرارۃ مین یقاتلون ہے۔ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ۔ بالعدل مِنَ النَّاسِ۔ اللہ تعالے نے یہودیون کا عذاب الیم بیان فرمایا کہ جو لوگ ایسے ہین کہ آیات الٰہی سے انکار کرتے اور قتل کرتے ہین (یا قتال کرتے ہین) نبیون کو ناحق اور ایسے لوگون کو قتل کرواتے ہین جو انکو عدل کا حکم کرتے ہین یعنے نصیحت کرتے ہین ف تو انکو عذاب الیم کی خبر دیدے۔ وہم الیہود۔ روی انہم قتلوا ثلثۃ واربعین نبیا فنہاہم مائۃ وسبعون من عبادہم فقتلوہم فی یومہم۔ اور یہ قاتل لوگ یہودی ظالم ہین۔ روایت ہے کہ انھون نے ایک دن تینتالیس نبیون کو قتل کیا پس قاتلون کو بنی اسرائیل مین سے ایک سو ستر آدمیون نے جو عابد خدا پرست تھے اس فعل سے منع کیا تو انکو بھی اسی روز قتل کر ڈالا پس اللہ تعالی کا غضب اس قوم پر شدید ہے۔ فَبَشِّرْهُم اعلمہم پس ان بدکارون کو خوشخبری دیدے یعنے ان کو آگاہ کر دے۔ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ مولم۔ بعذاب دردہندہ۔ یعنے انکے واسطے دوزخ و عذاب الیم ہے۔ اگر کہا جاوے بشارت تو خوشخبری کو کہتے ہین اور عذاب الیم مین رنج ہے تو خوشخبری تو جواب دیا کہ ان پلیدون کے حق مین تہکم کے طور پر خوشخبری کہی گئی قال المترجم گویا انکا گناہ ایسا سخت ہے کہ عذاب الیم اس کی مکافات انکے حق مین خوشخبری ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ان کی خبر ہے اسپر فا کیونکر داخل ہے حالانکہ ان زید افقائم نہین بولتے ہین تو جواب دیا کہ فا داخل ہوئی اسوجہ سے کہ موصول یعنے الذین جو ان کا اسم ہے وہ مشابہ بشرط ہے گویا کہا گیا ان الذین یکفرون فمن کفر فبشرہم۔ یعنے البتہ جو لوگ کفر کرتے ہین سو جو ان مین سے کفر کرے اسکو عذاب الیم کی بشارت دے۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ۔ ما عملوہ من خیر کصدقۃ وصلۃ رحم۔ ایسے ہی بدکار لوگ ہین کہ انکے اعمال مٹ گئے یعنے نیکی مانند صدقہ و صلہ رحم کے جو کچھ کی تھی مٹ گئی۔ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ دنیا مین بھی مٹی اور آخرت مین بھی۔ فلا اعتداد بہا لعدم شرطہا یعنے انکی نیکی کا کچھ شمار نہین کیونکہ جس شرط سے ہونی چاہیے تھی وہ معدوم ہے یعنے بغیر ایمان و اسلام کے نیکی محض بادہوائی ہے وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ۔ مانعین لہم من العذاب عذاب سے بچانے والا کوئی انکا مددگار نہین ہے ف اللہ عزوجل نے اس آیت مین اہل کتاب کی مذمت فرمائی کہ انھون نے سخت گناہون کا ارتکاب کیا اور حق سے تکبر کیا کیونکہ اللہ تعالے کی شرع پہونچانیوالے انبیاء کو اس بات پر کہ انھون نے حق بات پہونچائی تھی قتل کیا اور جنھون نے اس مین انصاف کرنے کو سمجھایا ان مومنون کو بھی قتل کیا اور یہ انتہا کا تکبر ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبر یہ ہے کہ ابطال کرے حق کو اور خوار سمجھے لوگون کو یعنے حق سے اتراوے اور لوگون کو ذلیل سمجھے۔ قولہ ویقتلون النبیین بغیر حق۔ یہ یہودی خاصۃ ہین کہ انھون نے انبیا کو قتل کیا اور نبی کو قتل کرنا بہرحال ناحق ہے پس بغیر حق کے قید سے جو حال مؤکدہ ہے اشارہ ہے کہ وے بھی جانتے تھے کہ ناحق قتل کرتے ہین تاہم خواہش نفس سے قتل کیا اور یہ بکمال شناعت ہے۔ اور محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ ابن جریج نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے انبیا پر وحی آیا کرتی تھی اور کتاب نہین نازل ہوتی تھی یعنے سواے موسیٰ و داؤد و عیسیٰ علیہم السلام کے دیگر انبیاء جو بنی اسرائیل مین کثرت سے گذرے ہین اور ایک وقت مین بہت بہت ہر سبط اور ہر فرقہ کی ہدایت کے واسطے شہرون شہرون مین پچاس پچاس اور سو سو زیادہ

تعداد مین ہوتے تھے انپر صرف وحی آتی تھی - اور کتاب نہین اُتاری جاتی تھی پس ہرایک اپنی قوم کو نصیحت کرتا تھا پس وہ لوگ ان کو جھوٹا بتاتے اور قتل کرڈالتے پھر قوم والون مین سے جنھون نے ان کی تصدیق کی اور مانا تھا وہ لوگ کھڑے ہوتے اور عدل کرنے کی نصیحت کرتے اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے یعنے بھلائی کرنے کو کہتے اور برائی کرنے سے منع کرتے اور اپنی قوم کو سمجھاتے تو ان کو بھی قتل کرڈالتے تھے اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے پوچھا کہ یارسول اللہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب کس شخص کو ہوگا تو فرمایا کہ اس شخص کو جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا ایسے شخص کو قتل کیا جس نے شرعی حکم بجالانے کو کہا اور جو شرع مین منع ہے اس سے باز رہنے کا حکم دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی یہ آیت ان الذین یکفرون بآیات اللہ تا قولہ وما لھم من ناصرین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ جان لے کہ بنی اسرائیل نے ایک وقت دن چڑھتے وقت ایک دم سے تینتالیس نبی قتل کرڈالے پس بنی اسرائیل مین سے ایک سو ستر آدمی مومن کھڑے ہوئے اور انھون نے ان لوگون کو جنھون نے انبیاء مذکورین کو قتل کیا تھا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا تو اسی روز کے آخر وقت مین قاتلون نے انکو بھی قتل کرڈالا پس اللہ عزوجل نے انھین قاتلون کو اس آیہ کریمہ مین ذکر کیا ہے رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر - اور شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین کہا کہ اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل نے تین سو انبیاء کو چڑھتے دن مین قتل کیا اور آخر روز انکی کھیتی فروخت کرنے کا بازار لگایا رواہ ابن ابی حاتم واضح ہو کہ مفسر سیوطیؒ نے فقط تینتالیس ذکر کیے اور بات یہ کہ ہر شہر والون نے اپنے انبیاء کو قتل کیا تو کسی شہر مین تینتالیس ہونگے اور بلاکرتین سو اور کم وبیش ہوسکتے ہین - قولہ تعالے اولئک الذین حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ یعنے جو نیکی کے فعل انھون نے کیے وہ سب باطل ہوگئے کیونکہ وہ مسلمان نہین بلکہ کفار اگر کوئی کام ایسا کرتے ہین جس سے اسلام کے ساتھ کرنے مین ثواب جمیل آخرت کا بھی موعود ہے تو کافر کو اسکا بدلا بمشیت حق عزوجل اسی دنیا مین دیدیا جاتا ہے بخلاف ان قاتل انبیاء کافرون کے کہ دنیا مین بھی انکے اعمال باطل کردیے پھر آخرت کا کیا ذکر ہے بلکہ انکے ساتھ وہ معاملہ کیا گیا جو سخت بدکارون کے ساتھ ہوتا ہے کہ دنیا مین ملعون کیے گئے اور انپر خواری و عذاب اُترا اور آخرت مین اصلی عذاب ہوگا - اور حضرت ابن عباسؓ سے بسند صحیح روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام کو بارہ حواریون کے ساتھ بھیجا وہ لوگون کو جہان اور سب تعلیم کرتے وہان یہ بھی منع فرماتے تھے کہ سگے بھائی کی لڑکی سے نکاح مت کرو اور وہان جو بادشاہ تھا اسکے بھائی کی ایک لڑکی تھی جسپر بادشاہ نہایت فریفتہ تھا پس بادشاہ مذکور نے اسکو چاہا اور ہر روز اسکی خاطرداری مین جو اسکی فرمائش ہوتی تھی سب پوری کرنا شروع کی پھر اس لڑکی کی مان نے اس سے کہدیا کہ اب جب تجھسے پوچھے کہ تجھکو کیا ضرورت ہے تو کہنا کہ تم یحیی بن زکریا کو قتل کرو یہی میری حاجت ہے پس اُس لڑکی نے موافق تعلیم اپنی مان کے بادشاہ سے حضرت یحیی کے قتل کرنے کی نسبت کہا تو بادشاہ نے اسکو جواب دیا کہ اس بات کے سوائے اور جو کچھ تم کہو وہ کرون اس عورت نے کہا کہ مین تو یہی مانگتی ہون اور کچھ نہین چاہتی ہون پھر جب نہایت اصرار ہوا تو اس بادشاہ مردود نے حضرت یحیی علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا وہ ایک طشت مین ذبح کیے گئے مترجم کہتا ہے کہ یہودیون کی دلیریان بدکاریان آخر کار نفس کی شہوت پرستی مین بہت بڑھ گئین اور اول ہی سے انکی سرکشی پر شریعت سخت ہوگئی تھی اور یہ قتل انبیاء علیہم السلام بہت سخت ہے لہذا حدیث مین وارد ہے کہ اللہ تعالی کے یہان سخت عذاب اس شخص پر ہوگا جسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا یا اسکو کسی پیغمبر نے جہاد مین قتل کیا ہو کما فی الصحیح - لہذا یہود پر غضب پر غضب آیا۔ اور آخر کار ظاہر ہوگیا چنانچہ جب اُس بادشاہ مردود نے یحیی علیہ السلام کو قتل کیا تو ان کے خون کا ایک قطرہ چھٹک گیا وہ برابر جوش مارتا تھا یہانتک کہ اللہ تعالے نے بخت نصر بادشاہ بابل کو جو کافر تھا مسلط کیا پس ایک بڑھیا نے اسکو اس معاملہ کی نمائش کی پس بخت نصر کے دل مین ڈالدیا گیا کہ وہ برابر قتل کرے یہان تک کہ اس خون کا جوش ختم جاوے پس اسنے

ایک دن مین ایک قسم اور ایک سین کے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کرڈالے تب وہ خون جوش کہانے سے ٹھہر رہا **قال المترجم** ہکذا روی بالاسناد الصحیح
اور اللہ عزوجل نے باوجود اس عذاب کے آخرت مین سخت عذاب کا وعدہ مقرر فرمایا ہی اور اس مین اشارہ ہی کہ حاکم ظالم کا ہاتھ روکنا
سبب پر لازم ہی اور حدیث صحیح مین اسپر بڑے ثواب کا وعدہ ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کیونکہ حکم الٰہی مین نافرمان ہونے سے سب ماخوذ ہوتے
ہین اور ظاہر ہوا کہ قتل بغیر کفر ہو جس پر سخت عذاب ہی اگر کہا جاوے کہ فبشرہم بعذاب الیم مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ان کو یہ
بات سنا دین حالانکہ مدت دراز گذری کہ یہ قاتلان انبیا مرکھپ گئے تھے پھر کیونکر انکو سنایا جائیگا۔ تو جواب دو وجہ سے ہی اول آنکہ انکی اولاد و اتباع جو
باقی زمانہ حضرت صلعم مین موجود تھی انکو سنانے کا حکم ہی جو کہ اپنے باپ دادون کی خوبی کے ثناخوان تھے اور حاصل یہ کہ ان موجودین کو عبرت دلائی
اور دوم یہ کہ جو حضرت صلعم کے وقت مین موجود تھے انکے دل بھی اپنے باپ دادون کے دلون پر تھے کہ انھون نے ابتدا مین دھوکے سے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنون کے قتل کا قصد کیا تھا لیکن اللہ عزوجل نے حضرت صلعم کو محفوظ فرمادیا تھا اور ان مردودون کا مکر انھین پر لوٹایا
اور اصل قصہ صحاح مین ہی۔ اور اس سے قتل نبی کا مسئلہ تو منصوص معلوم ہوا پھر جان لینا چاہیے کہ نبی کو گالی دینا دست و شتم کرنا تو امت
نے اتفاق کیا ہی کہ اگر حالت کفر مین کیا تو اسلام لانے پر معاف ہوگا کیونکہ اس حالت مین وہ اللہ عزوجل کی جناب مین گستاخ تھا وہ معاف
ہوا تو یہ بھی معاف ہوگا اور اگر اسلام لانے کے بعد اسنے ایسا کیا تو مذہب یہ ہی کہ قتل کیا جاوے اور توبہ نہین ہی اور بعضے محققین مالکیہ وغیرہ
کے بیان سے ثابت ہوتا ہی کہ مثلاً اسکے یہ ہین کہ اس سے توبہ لیجائیگی اگر اسنے توبہ کرلی تو اسکے واسطے عاقبت مین بہتری کی امید ہی لیکن وہ توبہ
کرے یا نہ کرے بہرحال وہ قتل کیا جائیگا بجرم مذکور اور یہ خاص حکم بیان ہوا ہی اور ہوشیار رہنا چاہیے کہ جو شخص حکم شرعی مین نصیحت کرے
حتی کہ مارے بھی تو مومنون کو اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یہ واجب ہی کہ اسکے سامنے سر جھکالین اور کچھ نہ کہین اس مین وہ
اللہ و رسول کے محبوب ہونگے اور اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم کے نزدیک بڑی عزت ہوگی یہان دنیا مین شیطان کے ورغلانے مین نہ آوین کہ
اسنے ہمکو ذلیل کیا کیونکہ یہ ذلت نہین ہی اور اگر جواب ہی کی تو البتہ ذلت ہی اور سمجھانے والے کا قصور نہین ہی کیونکہ یہ دین اسی نصیحت پر ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

تو نے نہین دیکھا ان لوگون کو جو دیے گئے ہین کچھ ایک حصہ کتاب سے بلائے جاتے ہین کتاب الٰہی کی طرف تاکہ حکم کرے ان مین پھر

يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا

الٹے رہتے ہین بعضے ان مین کے تغافل کرکے یہ اسواسطے کہ دے کہتے ہین کہ ہمکو ہرگز نہ لگیگی آگ مگر گنتی کے دن

مَّعْدُودَاتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ

گنتی کے اور بہکے ہین اپنے دین مین اپنی تراشی باتون پر پھر کیسا ہوگا جب ہم ان کو جمع کرینگے

لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

ایک دن جس مین شبہہ نہین اور پورا پاویگا ہر کوئی اپنا کیا اور انپر کچھ ظلم نہ کیا جاویگا۔

أَلَمْ تَرَ تو نے آنکھون سے نہین دیکھا۔ **إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا** حظاً **مِّنَ الْكِتَابِ**۔ التوراۃ یعنی لوگون کو
تو نے دیکھا جنکو کتاب توریت سے ایک حصہ دیا گیا ہے۔ **يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ**۔ درحالیکہ بلائے
جاتے ہین اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف تاکہ انکے درمیان فیصلہ فرماوے ف تو انپر واجب تھا کہ کتاب کے حکم کو مانین لیکن ادھر نہین

گئے پھر جب بلائے گئے تو بھی بمشکل ادھر آئے اور ثابت قدم نہ رہے۔ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ پھر ان میں سے
ایک فریق پیٹھ پھیر کر جانا چاہتا ہے درحالیکہ وہ اسکا حکم ماننے سے اعراض کرنے والے ہیں۔ نزل فی الیہود زنا منہم اثنان فتحاکموا الی النبی صلعم فحکم
علیہما بالرجم فابوا فجئی بالتوراۃ فوجد فیہا فرجما فغضبوا۔ یہ آیت نازل ہوئی یہود کے حق میں کہ ان میں سے ایک مرد و ایک عورت نے
زنا کیا تھا پس یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حکم کے لیے بھیجا پس آپ نے رجم کا حکم دیا تو انکار کر گئے پس توریت لائی گئی پس اس میں
رجم کرنے کا حکم پایا گیا پس دونوں زناکار رجم کیے گئے تو یہود غصہ میں چلے گئے۔ ذٰلِكَ۔ التولی والاعراض۔ یہ منھ پھیرنا اور اعراض کرنا
بِاَنَّهُمْ قَالُوْا۔ ای بسبب قولہم۔ بسبب انکی ان باتوں کے ہے جو بکتے ہیں کہ۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔
اربعین یوما مدۃ عبادۃ اباءھم العجل ثم تزول عنہم ہمکو آگ نہیں چھوے گی مگر گنتی کے چند روز۔ یعنے چالیس روز تک جتنے دن انکے باپ دادوں نے
گوسالہ پوجا ہے پھر انسے یہ عذاب دور ہو جائیگا۔ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ۔ متعلق بقولہ۔ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ من قولہم ذلک۔ اور ان کو
مغرور کر دیا انکے اس قول نے جو افترا باندھتے ہیں کہ ہم چاہے کچھ کریں مگر ہم کو آگ تو چالیس ہی روز چھوئیگی زیادہ نہیں لگیگی حالانکہ اسپر اللہ تعالیٰ کا
کوئی حکم نہیں یہ محض افترا ہے فَكَيْفَ۔ حالہم۔ ای پھر کیسا ہوگا انکا حال۔ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ۔ ای فی یوم۔ لَّا رَيْبَ
شک۔ فِيْهِ۔ ہو یوم القیامۃ۔ ایسے دن میں کہ کچھ شک نہیں اسکے آنے میں وہ روز قیامت ہے۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ۔ من
اہل الکتاب وغیرہم جزاء۔ مَّا كَسَبَتْ۔ عملت من خیر و شر۔ اور ہر نفس کوئی ہو خواہ اہل کتاب میں سے ہو یا اور کوئی ہو اسکو پوری
دی جائیگی جزاء۔ اس چیز کی جو اسنے کمائی خواہ بھلائی و برائی۔ وَهُمْ۔ ای الناس۔ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ بنقص حسنۃ او زیادۃ سیئۃ۔ اور
لوگ ظلم نہ کیے جاوینگے باین طور کہ نیکی میں کوئی کمی نہ کیجائیگی اور برائی میں کچھ بڑھایا نجائیگا۔ حاصل مذمت یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو کتاب دی گئی اسکے
موافق حکم کیے جانے پر جب بلائے جاتے ہیں تو باوجود علم کے اس سے منھ موڑتے ہیں۔ اور بعض نے کتاب اللہ سے قرآن مجید مراد لیا اور لیحکم کا
فاعل داعی قرار دیا جو یدعون سے مفہوم ہے ای یدعون الی القرآن لیحکم الداعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنے بلائے جاتے ہیں قرآن کی طرف تاکہ محمد
صلعم انکے درمیان حکم کریں۔ اور ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اللہ عزوجل نے قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان میں
حکم قرار دیا پس قرآن نے یہود و نصاریٰ پر گناہ ثابت کیا کہ وہ ہدایت پر نہیں ہیں پس یہود و نصاریٰ نے اعراض کیا اور منھ موڑ گئے قال
المترجم اور اس صورت میں۔ الذین اوتوا نصیبا من الکتاب۔ سے جملہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ مراد ہونگے ولیکن اول ارجح ہے
کہ کتاب اللہ سے توریت مراد ہے اور محی السنہ نے معالم میں کہا کہ سعید بن جبیر و عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یہود کے بیت مدراس میں گئے وہاں چند یہود جمع تھے اور آپ نے انکو توحید اللہ عزوجل کی طرف بلایا تو نعیم بن عمرو اور
حارث بن زید نے کہا کہ آپ کس دین پر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تو بولے کہ وہ تو یہودی تھے پس آپ نے فرمایا کہ اچھا
توریت لاؤ کہ وہ ہمارے تمہارے درمیان حکم ہے پس اس سے منھ موڑ گئے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری اور کلبی رح نے ابو صالح کے طریق
سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ خیبر کے یہود میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا اور توریت میں ان دونوں کی نسبت رجم کا حکم ثابت تھا
اور یہود نے آیۃ الرجم کو اپنے ہاتھ کے لکھے احکام میں بدل ڈالا تھا کہ رذیل پر رجم جاری کرتے اور شریف کو منھ کالا کرکے شہر میں گدھے پر سوار
پھراتے اور درے لگاتے تھے پس انھوں نے ان دونوں زناکاروں پر بھی رجم کرنا مکروہ جانا کیونکہ دونوں شریف تھے پس ان دونوں کو آنحضرت
صلعم کے پاس لائے کہ آپ حکم کریں بدین امید کہ آپ کے پاس کچھ آسانی ہوگی پس آپ نے ان دونوں پر رجم کا حکم دیا تو یہود میں سے

نعمان بن اوفی اور عدی بن عمرو نے کہا کہ ای محمد آپ نے بہت ظلم کیا ان دونون پر رجم نہین آتا ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میرے تمھارے درمیان توریت ہی۔ بولے کہ ہان یہ انصاف ہی۔ آپ نے فرمایا کہ تم مین کون شخص توریت کا بڑا عالم ہی۔ بولے کہ عبداللہ بن صوریا پس اس کو فدک سے بھیجکر بلوایا پس حضرت صلعم نے پارۂ توریت جس مین آیۃ الرجم آئی تھی منگوایا اور ابن صوریا کانے سے کہا کہ پڑھ اس نے پڑھنا شروع کیا جب آیۃ الرجم پر پہونچا تو اس پر ہتھیلی رکھ لی اور آگے پڑھ گیا پس عبداللہ بن سلام نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ چھوڑ گیا اور خود اٹھکر اسکا ہاتھ وہان سے اُٹھاکر آیہ پڑھدی کہ محصن و محصنہ اگر دونون زنا کرین اور انپر گواہ قائم ہون تو دونون رجم کیے جادین اور اگر یہ عورت پیٹ سے ہو تو انتظار کیا جاوے یہانتک کہ جو اسکے پیٹ مین ہی وہ پیدا ہوجاوے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو زناکاران یہود پر حکم دیا کہ وہ رجم کیے گئے پس یہود غصہ ہوکر پھر گئے **قال المترجم** دو باتین یہان جان لینا چاہیئے ایک یہ کہ خیبر اس وقت مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کر لیا تھا اور یہود کو جنہین وہان بسایا تھا۔ دوم یہ کہ جب ان لوگون نے حضرت صلعم کے پاس مرافعہ کیا تھا تو جو حکم ہی وہ جاری کرنا ضرور ہوا اور یہود کو یہ بھی اختیار نہ رہا کہ جو حق حکم آپ نے دیا تھا اسکو نہ مانین اور یہ حدود مین ہی۔ قولہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودات اکثر مفسرین نے لکھا کہ ایام معدودات سے وہ لوگ کہتے کہ چالیس روز تک جتنی مدت انکے باپ دادون نے گوسالہ پوجا تھا۔ آگ مین رہینگے اور لن تمسنا سے اشارہ ہی کہ وہ بھی بہت خفیف چھو جانے کے مانند عذاب ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ یعقوب علیہ السلام سے وعدہ کر دیا ہی کہ انکی اولاد کو دوزخ مین نہ ڈالے گا مگر قسم پوری کرنے کو یعنی اللہ تعالے نے کہا۔ ان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا یعنے اللہ تعالے نے ختم کر دیا کہ ہر ایک اس مین جاوے گا۔ اگرچہ نیکون کو کچھ تکلیف نہوگی۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اُنھون نے یہ دعوی گڑھا تھا کہ فقط سات روز عذاب کیے جاوینگے ہر ہزار سال دنیا کے عوض ایک روز عذاب مین رہین گے۔ قولہ وغرہم فی دینہم ما کانوا یفترون مفسر رحمہ اللہ نے فی دینہم کو یفترون کے متعلق کیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہی اور سراج مین اسپر اعتراض کیا کہ ماقبل موصول کا تعلق اس کے مابعد سے نہین ہوسکتا ہی پس وہ غرہم سے متعلق ہی پس کوئی تقدیم و تاخیر نہین ہی۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ

تو کہہ ای میرے اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جسکو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے اور عزت دیوے

مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ

جسکو چاہے اور ذلت دیوے جسکو چاہے تیرے ہاتھ ہی سب بھلائی بیشک تو ہر چیز پر قادر ہی تو لے آوے رات کو

فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ

دن مین اور تو لے آوے دن کو رات مین اور تو نکالے جیتا مردے سے اور تو نکالے مردہ

مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

جیتے سے اور تو رزق دیوے جس کو چاہے بے شمار

جب رسول اللہ صلعم نے اپنی امت کو ملک فارس و روم کا وعدہ دیا تو منافقون نے کہا کہ ہیہات یہ تو محال بات ہی تب نازل ہوا قُلِ اللّٰهُمَّ کہہ یا اللہ۔ تُؤْتِي تعطی۔ تو ہی عطا کرتا ہی۔ الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ من خلقک سلطنت جس کو تو چاہتا ہی اپنے خلق مین سے۔ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔ اور نکال لیتا ہی سلطنت جس مخلوق سے چاہتا ہی۔ وَتُعِزُّ

مَنْ تَشَآءُ۔ بایتائہ۔ اور تو ہی عزت دے جسکو چاہے بسبب سلطنت دینے کے۔ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ بنزعہ منہ۔ اور تو ہی ذلت دے جسکو چاہے بسبب سلطنت اس سے چھین لینے کے۔ بِيَدِكَ۔ بقدرتک۔ الْخَيْرُ۔ ای والشر۔ تیرے ہی قدرت مین ہو خیر (یعنی اور شر بھی۔ یعنے یہ مطلب نہین ہو کہ خیر ہی تیری قدرت مین ہو بلکہ خیر و شر سب اسی کی قدرت مین ہو اور فقط خیر ہی کو اسواسطے فرمایا کہ ذکر یہان خیر و بھلائی ہی کا ہو باین معنے کہ مسلمانون کو سلطنت دینے کی دعا ہو۔ اور بعض نے کہا کہ خیر و شر باہم ضد ہین پس ایک کو ذکر کرنا کافی ہوا کہ دوسرا خود سمجھا جاتا ہو۔ تُولِجُ۔ تدخل۔ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ۔ داخل کرتا ہو رات کو دن مین۔ وَتُولِجُ النَّهَارَ۔ تدخلہ۔ فِي اللَّيْلِ۔ فیزید کل منہما بما نقص من الآخر۔ داخل کرتا ہو نہار کو لیل مین پس ان دونون مین سے ہر ایک اسی قدر بڑھ جاتا ہو جس قدر دوسرے مین سے گھٹتا ہے۔ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ۔ اور نکالتا ہو زندہ کو مردہ سے۔ کالانسان والطائر من النطفۃ والبیضۃ۔ جیسے انسان کو نطفہ سے اور پرند کو انڈے سے نکالتا ہو۔ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ۔ کالنطفۃ والبیضۃ۔ مِنَ الْحَيِّ۔ اور نکالتا ہو مردہ کو (مانند نطفہ و انڈے کے) زندہ سے۔ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ ای رزقًا واسعًا۔ اور رزق دیتا ہو جسکو چاہے بے حساب یعنے بہت فراخی کے ساتھ جسکی تعداد و مقدار خلق کو نہین معلوم اگرچہ اللہ تعالے کو معلوم ہو محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ قتادہ نے فرمایا کہ ہمسے بیان کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ بادشاہت فارس و روم کی آپ کی اُمت مین کردی جاوے پس اللہ تعالے نے یہ آیت آتاری۔ اور شیخ جلال الدین رحمہ اللہ تعالے نے جو ذکر کیا ہو یہ ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہو اور معالم مین کہا کہ ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب رسول اللہ صلعم نے مکہ فتح کیا تو اپنی امت کو ملک فارس و روم کا وعدہ دیا تو منافقون و یہود نے کہا کہ یہ بڑی دور کی باتین ہین بھلا محمد کو کہان سے فارس و روم کی بادشاہت ملیگی حالانکہ وہ لوگ بڑے زبردست دقوی ہین کیا محمد کو مکہ و مدینہ کافی نہوا یہانتک کہ انھون نے سلطنت فارس و روم کی طمع کی پس اللہ تعالے نے یہ آیت آتاری اور بیہقی وغیرہ نے روایت کی کہ جب قریش و گروہ عرب کے پندرہ ہزار جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے جسکو غزوہ احزاب کہتے ہین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرد مدینہ کے خندق کھودی اور ہر دس آدمیون کے واسطے چالیس ہاتھ زمین قطع کردی اور لوگون نے کھودنا شروع کیا پس اس مین ایک بڑا پتھر اڑگیا جس مین کدال کام نہین کرتی تھی پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے سلمان کو آپ کے پاس خبر کو بھیجا آپ مسجد مین تھک کر سو گئے تھے پس آپ آئے اور وضو کرکے کدال ہاتھ مین لیکر اس پر مارا پس ایک چوٹ سے وہ ٹوٹا اور اس مین سے ایک بجلی چمکی کہ مدینہ کے دونون کنارے روشن ہوگئے گویا اسمین چراغ تھا کہ اندھیری رات مین چمکا پس آپ نے تکبیر کہی اور مومنون نے تکبیر کہی پس آپ نے فرمایا کہ اس سے میرے واسطے حیرہ کے مکانات روشن ہوے گویا وہ کتے کے دانت ہین پھر دوسری دفعہ مارا اور ایسی ہی برق چمکی تو فرمایا کہ اس سے میرے لیے روم کے سرخ مکانات روشن ہوے پھر تیسری دفعہ مارا اور ایسی ہی برق چمکی تو فرمایا کہ اس سے میرے لیے مکانات صنعا کے روشن ہوے اور مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ میری اُمت اس سب پر غالب ہوگی پس تم لوگ خوشخبری لو پھر منافقون نے کہا کہ اے مومنین کیا تم اپنے نبی صلعم سے تعجب نہین کرتے کہ تمکو باطل وعدہ دیتے ہین اور خبر دیتے ہین کہ انھون نے یثرب سے حیرہ کے مکانات دیکھے اور اسکو تم فتح کروگے حالانکہ تم لوگ خوف سے خندق کھودتے ہو قال المترجم یہ منافق ظاہری اسباب مین پڑکر خوار ہوے اور اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو زمانہ خلافت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مین پورا کیا بلکہ اس سے بہت زیادہ ملک صرف چھ برس مین فتح کردیے جسکی نظیر آج تک دنیا کی تواریخ مین موجود نہین ہو قولہ قل اللہم۔ نضر بن شمیل رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہو کہ جسنے اللہم کے ساتھ دعا کی اسنے اللہ تعالے سے اسکے تمام پاک نامون کے ساتھ دعا کی۔ قولہ مالک الملک۔ ای

جنس ملک کا مالک علی الاطلاق ہی پس اس مین ایسا تصرف کرتا ہی جیسے وہ لوگ جنکو مالک کر دیا ہی مملوک مین تصرف کرتے ہین اور یہ نداء ثانی ہی ای یا مالک الملک کذا فی المدارک و المعالم اور بعض نے کہا کہ ملک سے مراد نبوت ہی اور بعض نے کہا کہ غلبہ اور بعض نے کہا کہ مال اور بندے اور ظاہر اس سب کو شامل ہی جیسے ملک کا لفظ مشتمل ہی اور بعض نے کہا کہ ملک سموات و ارض مراد ہی اور بعض نے کہا کہ ملک قناعت مراد ہی اور معالم مین ہی کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کتب مین فرمایا کہ مین ہی شہنشاہ ہون مین ہی بادشاہون کا مالک ہون بادشاہون کے دل میرے ہاتھ مین ہین اگر بندون نے میری اطاعت کی تو بادشاہون کو انپر رحمت کر دیتا ہون اور اگر نافرمانی کی تو بادشاہون کو انپر عذاب کر دیتا ہون پس تم لوگ بادشاہون کی بدگوئی مین نہ پڑو بلکہ میری طرف رجوع لاؤ مین ان لوگون کو تمپر مہربان کر دونگا پس قولہ تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء سے مراد ملک کے عام معنے سے بعض نوع ہین اور بنا بر شان نزول کے ظاہر سلطنت و زمین مراد ہی۔ اور ایسے ہی قولہ و تعز من تشاء و تذل من تشاء مین بھی عزت و ذلت تمام ان امور کو شامل ہی جو شرع مین عزت و ذلت قرار دیے گئے تا آنکہ عام مسلمانون کے ساتھ نماز جماعت مین شریک ہونا عزت ہی اور اس سے عار کرنا ذلت ہی اور شان نزول پر عزت بملک اور ذلت بنزع ملک مراد ہی اور یہ دعا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمائی۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اس آیہ مین ہی قل اللّٰھم مالک الملک۔ تا قولہ بغیر حساب۔ اور معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مجھپر قرضہ ہی تو آپ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو تعلیم کیا کہ یہ آیت پڑھین پھر دعا کرین کہ ای رحمٰن الدنیا والآخرۃ ای رحیم الدنیا والآخرۃ تو ہی دیتا ہی دنیا و آخرت مین سے جس کو چاہتا ہی اور منع کرتا ہی جسکو چاہے رحم کر مجھپر ایسی رحمت کہ مین تیری رحمت سے تیرے سوائے ہر کسی کی رحمت سے بے پروا ہو جاؤن ای اللہ میرے مجھے تونگر کر دے محتاجی سے اور مجھسے قرضہ ادا کر دے رواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا مین تجھے ایسی دعا نہ سکھلاؤن کہ تو اس سے دعا مانگے اگر تجھپر کوہ احد کے برابر قرضہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو تجھسے ادا کر دے پھر اوپر کی روایت کے موافق ذکر کیا۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر بسند جید۔ قولہ بیدک الخیر **محی السنہ** نے معالم مین کہا کہ اصل مین بیدک الخیر والشر تھا پس شر حذف کیا گیا کہ وہ ضد خیر ہی جیسے قولہ سرابیل تقیکم الحر مین ہی ای الحر والبرد پس ایک کے ذکر سے اسکی ضد سے کفایت ہوئی۔ اور بعض نے کہا کہ خیر کو بوجہ مقام دعا ہونے کے مخصوص کیا اور **کشاف و بیضاوی** مین ہی کہ خیر کو ذکر کیا نہ شر کو اس وجہ سے کہ شر اس راہ سے کہ وہ قضاء حق عزوجل ہی متضمن خیر ہی پس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی سب خیر ہی اور حق یہ ہی کہ مقام دعا مین خیر پر اقتصار ہی اور اگر گفتگو پر مدار ہو تو جو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا وہ ارجح ہی اور جنکے اعتقاد مین فساد ہی وہ سمجھتے ہین کہ شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہین ہی حالانکہ اس آیہ مین انکے ہاتھ کوئی دلیل نہین ہی۔ قولہ تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی یعنے انسان و طائر کو نطفہ و بیضہ سے و بر عکس۔ اور ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ نے تفسیر کیا ہی اور مفسر رحمہ اللہ نے کالانسان یعنے کاف زیادہ کر کے اشارہ کیا کہ یہ بطور مثال کے ہی اور **تفسیر ابن کثیر** مین ہی ای نکالتا ہی کھیتی کو دانہ سے اور دانہ کو کھیتی سے اور درخت خرما کو اسکی گٹھلی سے اور گٹھلی کو خرما سے اور مرغی کو انڈے سے اور انڈے کو مرغی سے اور مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے اور اسی طور پر تمام اشیا جاری ہین۔ کمالین مین کہا کہ اخیر صورت کو ابن ابی حاتم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہی اور معالم مین کہا کہ **حسن و عطا** رحمہما اللہ نے فرمایا کہ یعنے تو نکالتا ہی مومن کو کافر سے اور نکالتا ہی کافر کو مومن سے پس مومن تو قلب و باطن کا زندہ ہی۔ اور کافر باطن و قلب کا مردہ ہی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوَمَن کان میتا فاحییناہ الآیۃ۔ بھلا وہ شخص کہ مردہ تھا پھر ہمنے اسکو زندہ کر دیا الی آخرہ۔ اور عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ خالدہ

بنت الاسود بن عبد یغوث آئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آپ نے فرمایا کہ یہ کون عورت ہے کہا گیا کہ خالدہ بنت الاسود ہے تو فرمایا کہ پاک ہے وہ خالق جو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور حال یہ تھا کہ یہ عورت صالحہ تھی اور اسکا باپ فر تھا رواہ عبدالرزاق ابن سعد ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ مترجم کہتا ہے کہ بعضے اکابر نے یہان یہ اشارہ نکالا کہ جو شخص ایسا پابند سنت ہو کہ اسکے تمام افعال موافق حکم اللہ تعالے اور اسکے رسول کے ہون اور اشد حبًا للہ ہو کہ اپنے نفس کی خواہشون اور شیطانی پیروی سے خارج ہو جاوے اور موافق حدیث حضرت ابن مسعود کے جسکو بیہقی رہ نے روایت کیا ہے استعداد موت قبل موت کے پیدا کرلی ہو یعنی فنا ہو گیا تو وہ باقی ببقاء حق عز وجل ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا یخرج الحی من المیت پس جو شخص کہ اس حیات فانی مین مردہ ہوا وہ زندہ جاوید نکلا اور جو شخص اسکے برعکس کا فر مشرک بدعتی بدکار ہے وہ اپنے آپکو دنیا مین چند روز زندہ سمجھتا ہے مگر جب مرا تو مردہ ہے اور قول حسن وعطاء رح گویا اس بیان کی اصل ہے فافہم ف۲ عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالے قل اللہم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء۔ اللہ عز وجل نے اپنی ذات پاک کو خاص کیا اور ملک ربوبیت سے اپنی مدح کی وہ مالک ملک وملکوت وجبروت ہے۔ اور ملک اسکا قدیم ہے اور وہ اس صفت کے ساتھ ازل مین موصوف ہے اور یہ وصف اسکے لیے تا ابد ہمیشہ ثابت و باقی ہے اور وہ اس صفت مین منفرد ہے پھر ملک کے ساتھ جو اسکی صفات مین سے ہے اپنے بندون مین سے انبیاء واولیاء کو جسکو چاہا خاص کیا۔ پس انبیاء کو جس ملک سے خاص کیا وہ اصطفاء اور اجتباء وخلافت وخلت ومحبت وتکلیم وآیات ومعجزات ومنہاج و رسالت ونبوت ہے پھر ان امور مذکورہ کے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام مین سے جو مخصوص کیے گئے ہین وہ آدم اور شیث وادریس ونوح۔ ہود وصالح ع وابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب۔ یوسف علیہم السلام لوط شعیب۔ حزقیل۔ خضر۔ موسیٰ۔ ہارون۔ یوشع۔ کالب۔ ایوب۔ داؤد سلیمان۔ زکریا یحییٰ عیسیٰ۔ اور سید المرسلین محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہین۔ پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسولون کو لباس سلطنت پہنایا کہ انسے نشانیان ومعجزے ظاہر ہوے اور انھون نے ملک نبوت ورسالت کی عزت وغلبہ سے روے زمین کے سرکشون کو مقہور ومطیع کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی مین مقدر ہو چکا اور اس کرامت سے کافرون کو محروم رکھا جو اللہ تعالیٰ کے مقہور ہین اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا کہ لاینال عہدی الظالمین۔ یہ تو بیان اس ملک کا ہے جس سے انبیاء علیہم السلام کو خاص کیا ہے اب رہا وہ ملک کہ جس سے اولیا کو مخصوص فرمایا ہے سو وہ چار قسمین ہین۔ قسم اول کرامات اور نشانیان جیسے قلب ماہیت مٹی کو سونا کرنا۔ اور زمین کو طے کر دینا یعنی فاصلہ دراز ذرا دیر مین طے کرنا اور دعا قبول ہونا اور یہ سب امور ان اولیاء کے ساتھ مخصوص ہین جنکو اہل معاملہ کہتے ہین۔ قسم دوم جو کہ اول سے اشرف ہے وہ خصوصیت ایسے امور سے ہے جنکو مقامات کہتے ہین مثل زہد یعنی تارک دنیا ہونا اور پرہیزگاری اور سواے حق عز وجل کے سب سے تقوی کرنا اور صبر وشکر وتوکل ورضا وتسلیم وتفویض وتقویم وصدق واخلاص واحسان واستقامت وطمانینت۔ اور یہ سب مقامات ان اولیاء کے لیے ہین جنکو اہل درجات کہتے ہین قسم سوم اور وہ دوم سے بھی اشرف ہے وہ خاص امور ہین جو وجد وتجلی۔ مراقبہ۔ حیاء۔ خوف اور رجاء۔ محبت۔ شوق۔ عشق۔ سکر۔ صحو۔ اور یہ سب امور ان لوگون کے لیے ہوتے ہین جنکو اہل حالات کہتے ہین۔ اور قسم چہارم جو کہ سوم سے بھی اشرف ہے وہ کشف۔ مشاہدہ۔ معرفت۔ توحید۔ تفرید۔ فناء۔ بقاء۔ ہے اور یہ ان اولیاء کے واسطے ہے جنکو اہل معاینہ کہتے ہین پس یہ سب احوال جنکو ہمنے ذکر کیا ہے ملک ولایت کی اصل وجڑ ہین سو جو شخص انسے مخصوص ہوا وہ تو ملک ازل وابد کے اعلیٰ درجہ کو پہونچ گیا اور جو ان سب سے محروم ہوا وہ حصہ دنیا وآخرت سے گر گیا۔ اللہ تعالے ان احوال مذکورہ سے اپنے اولیاء کو مخصوص ومعزز فرماتا ہے پس وہ لوگ فراست سے تمام دلون کے مالک ہو جاتے ہین یعنی ہر شخص کے دل کو اسکی صلاحیت کی قدر وانداز پر جان لیتے ہین قولہ وتنزع الملک ممن تشاء۔ سلطنت وملک بندگی اور شناخت ربوبیت کو نکال لیتا ہے جس سے چاہتا ہے یعنی جسکو استعداد معرفت کی نہین ہے قولہ وتعز من تشاء باشارہ عزت باقیہ بذریعہ انس اور شوق

قولہ وتذل من تشاء۔ یعنے حقائق سے نادان کر کے جسکو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سلطنت حقیقی تو ایمان ہے اور بسا اوقات یہ ایمان آدمی پاس مانگی چیز کے مانند ہوتا ہے اور بسا اوقات ایمان اچھا ہوتا ہے کہ اس سے نہین لیا جاتا ہے پس جو شخص کہ دین و شریعت کے فرائض و واجبات و سنتون پر قائم ہوا اسکو ملک ملا۔ اور وتنزع الملک ممن تشاء۔ ہدایت و توفیق شریعت پر چلنے کی چھین لیجاتی ہے قولہ بیدک الخیر یعنے تو ہی قادر ہے ہر بات پر جسکو تو چاہے اور جس طرح چاہے۔ اور **شیخ محمد بن علی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ملک اصل معرفت ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کا عارف ہونا بکشف و مشاہدہ و معائنہ اور بعض اکابر نے ملک سے معنے روے زمین کے ملک و مال و اسباب کے لیے ہین چنانچہ **حسین** رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ توتی الملک من تشاء یعنے تو جسکو چاہے ملک دے پس ملک و سلطنت مین اسکو مشغول کر دے اور قولہ وتنزع الملک ممن تشاء ای جس سے چاہے ملک چھین لے یعنے جنکو تو نے اپنے واسطے برگزیدہ کیا انکو ملک مین مشغول ہونے سے الگ کر دیا پس ان مین ملک کے اسباب کچھ اثر نہین کرتے ہین کیونکہ وہ اسرار ملک مین مشغول ہین اور قولہ وتعز من تشاء یعنے اپنی عزت اسپر ظاہر کر کے اسکو عزیز کرتا ہے اور قولہ وتذل من تشاء یعنے اس کو جسم کے رسوم مین پھنسا کر ذلیل کرتا ہے۔ اور **شیخ واسطی** رحمہ اللہ نے کہا کہ بڑی خوشخبری اسکو ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے اسکے قلب و اعضا کا مالک بنا دیا کہ وہ ان دونون کی برائیون سے بچا رہا۔ اور **شیخ شبلی** رحمہ اللہ نے کہا کہ ملک یہ ہے کہ عالم کے خالق کے ساتھ ہو کر تمام عالم سے بے پروا ہووے قولہ تعالےٰ تولج اللیل فی النہار۔ ارواح کے نور مین نفس کی اندھیریان تو ہی نے داخل کی ہین۔ اور نیز طبیعت کی اندھیریان قلوب کی صفائی مین فنا کی ہین اور نیز حدوث کے پردے نور صمدیت کی روشنی قدیم ظاہر ہونے پر پھاڑ دیے **قال المترجم** حدوث سواے ذات و صفات باری تعالےٰ کے جو کچھ تو پیدا ہین یعنے تمام مخلوق کہ جب انکو عرفان حاصل ہوا اور نور قدیم کی روشنی ان مین چمکی تو انکا حدوث شکستہ ہو گیا اگرچہ وہ ویسے ہی حادث رہے مگر آثار حدوث کے خود انکو ظاہر ہوئے **کذا حققہ الجامی فی بحر العلوم**۔ اور نیز جب جبروت کے انوار ظاہر ہوے تو ملکوت کا قوام اٹھ گیا اور یہ صنع خالق عزوجل ہے۔ قولہ تعالےٰ وتولج النہار فی اللیل۔ اشارہ یہ ہے کہ حضرت عزوجل کی صنعت ہے کہ جو لوگ اپنی طبیعت کی پرورش مین پڑے ہین اور برابر پے در پے اسکی تاریکیان بڑھاتے ہین ان مین انکے سر باطن کے انوار زائل ہوتے جاتے ہین اور نیز۔ تولج النہار فی اللیل مین اشارہ ہے کہ آفتاب معرفت جو روشن تھا جبکہ اس شخص نے وہ باتین کین جو اسکے مرتبہ کے لائق نہ تھین اور وہ اس مرتبہ پر منکر یعنے منع کہلاتی ہین مثلاً قبلہ کی طرف تھوکا یا پاؤن پھیلائے تو اس سے آفتاب معرفت مین گہن لگ جاتا ہے اور یہ اسوقت بھی ہوتا ہے جب اہل معاملہ سے کوئی فتور اور سستی واقع ہوئی اور اسکی تاریکی چڑھی تو نور معرفت مین پوشیدگی ہو گئی قولہ تعالیٰ وتخرج الحی من المیت اشارہ ہے کہ نور حق کا مشاہدہ نصیب کر کے ایسے دلون سے جو فتور مین پڑ کر مردہ ہو گئے تھے معرفت کے درخت جماتا ہے اور اشارہ ہے کہ عارف کامل کا بدن جب کہ سلطان توحید کے غلبہ سے بوجھ نہین اٹھا سکتا ہے کیونکہ دونون مین سخت تفاوت ہے تو انکی روح پاک اس تن سے نکال لی جاتی ہے اور کشادہ میدان سرمدی مین رکھی جاتی ہے کہ وہان طلب مشاہدہ کے واسطے جولانی کرتی ہے۔ اور احتمال ہے کہ یہ معنے ہون کہ عارف کی روح کو ان مقامات بلند تک رسائی دیجاتی ہے واللہ اعلم اور قول معروف اجسادنا ارواحنا ہمارے جسم ہماری روح ہین بعض شراح مثنوی نے اسی معنے پر محمول کیا ہے اور حق یہ ہے کہ درحقیقت ان کے اجسام اصل خلقت مین دیگر اجسام سے خلاف ہوتے ہین لیکن یہ نہین کہ وہ روح کے مرتبہ کو پہونچ جاتے ہین جیسا کہ بعض نادانون نے وہم کیا ہے اسواسطے کہ عرفان سے انقلاب ماہیت نہین ہوتا ہے جسم جسم رہتا ہے اور روح روح اور ممکن ممکن کوئی اس مین سے بدل نہین جاتا ہے ہان ظہور آثار ہے اسی واسطے انکے جسم مین نقصان ہونا کچھ مضر نہین ہے جیسا کہ **سلہ باف تبریزی** رحمہ اللہ کی حکایت جو مولوی روم نے نقل کی ہے اس پر شاہد ہے واللہ اعلم بالصواب۔ **قال الشیخ** اور نیز اشارہ ہے کہ عارف صادق کو عامی غافل سے پیدا کرتا ہے جیسے کافر سے مومن پیدا ہوا۔

یا کافر سے مومن ہوگیا کہ یہ مردگی سے زندگی ہے قولہ ویخرج المیت من الحی اے ولی سے جو زندہ بمعرفت و دیدار مشاہدہ حق عزوجل ہے عامی اندھا مردہ پیدا کرتا ہے اور نیز جب دلوں میں قہر کی حرارت سے معرفت کے چشمے خشک ہو جاتے ہیں تو ان میں سے بجائے توحید کے شک کے شرک کا کڑوا اندراین کا پھل نکلتا ہے اور بجائے یقین کے شک پیدا ہوتا ہے اور اس میں غفلت کے درخت باردر ہوتے ہیں اور ان میں دنیاوی غم واندوہ ومحبت کے پتے نکلتے ہیں اور صفائی معاملہ کا پانی خشک ہو جانے سے اس میں سے یقین و حب الٰہی اور توحید کے خوشبودار پھول خشک ہوکر جل جاتے ہیں نعوذ باللہ منہ ۔ بعض مشائخ نے اسکے اشارہ میں کہا کہ جو کوئی دنیا میں اپنے نفس سے مردہ ہوا اور ایمان حق کے ساتھ زندہ ہوا وہ جب جسم سے نکلا تو زندہ جاوید ہے اور جنت میں ہمیشہ حیات ہے اور جو کوئی یہاں جسم کی کدورت میں اپنے آپ کو زندہ سمجھتا تھا اور حیات ایمان سے محروم رہا وہ مردہ نکلا یہ اشارہ بھی لطیفہ ہے ۔ لہذا مردگان کفر سے محبت کرنے کو منع فرمایا بقولہ تعالےٰ ۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ

نہ پکڑیں مسلمان کافروں کو اپنا دوست سوائے مسلمانوں کے اور جو کرے ایسا وہ اللہ کا

مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

کوئی نہیں مگر یہ کہ تم بچنا چاہو کافروں سے بچاؤ اور ڈر دلاتا ہے تمکو اللہ اپنے سے اور اللہ ہی تک پہونچنا ہے

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مومنین کافروں کو اپنا ولی دوست نہ بناویں مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ غیر مومنین ف یعنے مومنوں کے سوائے کافروں سے موالات نہ کریں ۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ۔ اور جسنے ایسا کیا یعنے کافروں سے موالات کی فَلَيْسَ مِنَ ۔ دین ۔ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ تو نہیں وہ دین الٰہی سے کسی شئے میں یعنے دین میں کسی شمار میں نہیں ہے ۔ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۔ ای تخافوا مخافۃ فلکم موالاتہم باللسان دون القلب ہذا قبل عزۃ الاسلام ویجری فی بلد لیس قویا فیہا ۔ مگر جبکہ خوف کرو اُن سے تو تمکو روا ہے کہ ان سے زبانی موالات رکھو بدون دل کی دوستی کے اور یہ حکم تقیہ کا پہلے تھا جب تک کہ اسلام کو عزت نہیں حاصل ہوئی اور اور اب بھی ایسے ملک میں جاری ہے جس میں اسلام قوی نہو ۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ یخوفکم ۔ ڈراتا ہے تمکو اللہ ۔ نَفْسَهٗ ۔ اپنی ذات پاک سے ای ان یغضب علیکم ان والیتموہم ۔ یعنے یہ تحذیر دیتا ہے کہ غضب کرے تم پر اگر کافروں سے سوائے غرض تقیہ کے دوستی کروگے ۔ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۔ المرجع فیجازیکم ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھر جانے کا ٹھکانا ہے ف پس تمکو جزا دے گا جیسا کروگے ۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے کافروں کی موالات سے منع فرمایا جیسے دیگر آیات میں منع کیا ہے چنانچہ فرمایا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم الآیۃ اور قولہ ومن یتولہم منکم فانہ منہم الآیۃ اور قولہ لا تجد قوما یومنون باللہ الآیۃ ۔ وقولہ لا تتخذوا الیہود والنصاری اولیاء الآیۃ ۔ اور قولہ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء الآیۃ اور یہاں فرمایا لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ۔ ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء ۔ محی السنۃ نے معالم میں کہا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہودیوں میں سے حجاج بن عمرو اور ابن ابی الحقیق وقیس بن زید نے انصاریوں سے چند نفر سے رازداری کی دوستی پیدا کی تاکہ گھل ملکر ان کو ان کے دین میں بہکا دیں پس ان انصاریوں سے دیگر انصار مثل رفاعہ بن المنذر وعبداللہ بن جبیر وسعید بن خیثمہ وغیرہ نے کہا کہ تم ان یہودیوں سے پرہیز کرو ایسا نہو کہ تمکو تمہارے دین سے فتنہ میں ڈالیں مگر ان لوگوں نے نہ مانا ان سے ملے گئے پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی کہ وے لوگ کفار مکہ سے دوستی ظاہر کرتے تھے قال المترجم صحیح طور پر ثابت ہوا کہ حاطب بن ابی بلتعہؓ پورے مومن تھے وہ مطلب کے واسطے کفار مکہ

سے دوستی کا اظہار کرتے تھے۔ اور **کلبی** رح نے ابوصالح کے طریق سے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ عبداللہ بن ابی منافق واسکے ساتھیون کے حق مین نازل ہوئی
کہ وے یہود ومشرکون سے محبت رکھتے اور انکو خبرین پہونچاتے اور اُمید رکھتے کہ ان کو مسلمانون پر فتح ملیگی پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرماکر مومنون کو
منع کردیا کہ ایسا فعل وہ نہ کرین **قال المترجم** شیخ **ابن کثیر** وغیرہ کسی نے یہ کوئی قصہ نقل نہین کیا واللہ اعلم بالجملہ آیۂ کریمہ کا مطلب ظاہر ہے
کہ کافرون سے موالات مت کرو اور جو کوئی موالات کرے گا وہ اللہ تعالےٰ سے جُدا کیا گیا ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے بری ہے اور مفسر وغیرہ نے
کہا کہ لیس من دین اللہ۔ اور بعض نے کہا کہ لیس من ولایۃ اللہ۔ اور یہ سب معانی متقارب ہین پھر اللہ تعالےٰ نے اس مین سے ایک صورت تقیہ کی
استثناء فرمائی۔ اور معالم مین کہا کہ معنے آیہ کے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ نے کفار کے ساتھ موالات کرنے اور ان سے مداہنت کرنے اور ان کے ساتھ
باہم رازداری کرنے سے منع کردیا الا اس صورت مین کہ کفار غالب ہون یا مومن کسی قوم کفار مین ہو کہ ان کی طرف سے خوف کرتا ہو تو ان سے
زبان سے مدارات کرے درحالیکہ اسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تاکہ اپنے نفس سے ضرر دفع کرے بدون اسکے کہ کسی خون حرام کو یا مال حرام کو حلال
کرے اور بدون اسکے کہ مسلمان کے ملک کے پردہ کی باتین ان سے ظاہر کرے۔ اور تقیہ فقط اسی طور پر ہے کہ اسکو قتل کا خوف ہو اور تقیہ کی صورت
مین اسکی نیت ودل مطمئن وسلامت ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ پھر ایسی حالت مین بھی تقیہ کرنا رخصت
ہے ای جائز ومباح ہے اور اگر اسنے صبر کیا یہانتک کہ اسلام ظاہر رکھا اور قتل کیا گیا تو اسکو بہت بڑا ثواب ملے گا **قال المترجم**۔ آیت مین یہ
دلیل نہین ہے کہ کافرون سے خوف ہونے کے ساتھ مین موالات جائز ہے جیسا کہ بعض نے زعم کیا بلکہ جواز درحقیقت مدارات کا ہے بنابر آنکہ اکراہ امر دیگر ہے
اور آیہ مین دو طریق ہین اور دونون کا مآل واحد ہے اول آنکہ استثناء از عام ہے ای لایتخذ المومن الکافر ولیا بشئی الا بالتقیہ پس استثناء سے موالات
تقیہ ثابت ہوئی اور وہ ظاہری ہے نہ باطنی۔ اور دوم یہ کہ آیۂ کریمہ اس قول کے قوت مین ہے لاتتخذوہم اولیاء ولکن تتقوا منہم تقاۃ۔ پس ان کے ساتھ
موالات کرنے سے منع کیا اور اُنسے تقیہ کو جائز رکھا اور یہ خود اسوقت ہے کہ خوف ہو فافہم اگر کہا جاوے کہ **مفسر جلال** رحمہ اللہ نے فلکم
موالاتہم کہا ہے تو جواب یہ ہے کہ فلکم موالاتہم باللسان دون القلب۔ کما لیفے یہان معنے موالات بتقیہ ہین فافہم۔ اور مدارک مین اظہار موالات سے
تفسیر کی اور یہی مراد ہے پھر رہا یہ کلام کہ آیا تقیہ بزبان وبعمل دونون ہے یا فقط بزبان ہے تو ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ تقیہ فقط زبان ہی سے ہے اور
حالانکہ قلب مطمئن بایمان ہو اور ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ تقیہ بزبان ہے اور عمل نہین ہے وہ بھی بغرض دفع ضرر اور یہی ایک جماعت سے مذکور ہے
پس تقیہ کرکے کسی کا قتل کرنا حرام مال کا حلال کرنا روا نہین ہے اور رہا یہ کہ تقیہ اب بھی جائز ہے یا اب نہین جائز ہے پس سلف مین سے
ایک قوم نے کہا کہ اعزاز اسلام کے بعد اب تقیہ روا نہین ہے اور عبد بن حمید و بخاری نے حسن رح سے روایت کی کہ تقیہ تا قیامت جائز
ہے اور بخاری رح نے ابوالدرداء رضؓ سے نقل کیا کہ انھون نے فرمایا کہ ہم بہت لوگون سے خندہ پیشانی سے بولتے ہین حالانکہ
ہمارے دل ان کو لعنت کرتے ہین اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور یہی ہمارے نزدیک مذہب ہے اور یہی البکار سے روایت
ہے کہ مین نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے زمانۂ حجاج بن یوسف ظالم مین جس نے سعید رحمہ اللہ کو آخر قتل کیا ہے کہا کہ حسن رحمہ اللہ
کہتے ہین کہ تم کو روا ہے کہ زبان سے تقیہ کرلو اور دل مطمئن بایمان رہے تو سعید رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل اسلام کے درمیان مین تقیہ
نہین تقیہ تو اہل حرب ہی مین روا ہے۔ اور جاننا چاہیئے کہ موالات کفار مین فتنہ وفساد کبیر ہے وہو الثابت من الکتاب
ف۲ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ لایتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء۔ اسے عارف مومن کو جاہل کافر کی
مصاحبت نہین چاہیئے اور نہ مخلص یعنے اخلاص والے کو ریاکار منافق کی اور نہ سچے ایمان والے کو فریب باندھنے والے کی اور نہ مومن کو

بمنزع منکر کی اور جو لوگ اہل حق ہین انکو اہل باطل کی محبت نہین روا ہی تاکہ ان لوگون کے ساتھ بغض کرکے حقیقت عبودیت کے مقام کو پہونچین - قولہ ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیٔ - ای اللہ تعالےٰ کی طرف سے اہل محبت و اہل قربت و اہل معرفت کا درجہ نہ پاویگا - قولہ تعالےٰ ویحذرکم اللہ نفسہ اپنے خالص بندون کو اپنی جناب مین وصل ہونے سے الگ کردیے جانے کے خوف سے ڈرایا کہ اگر اسکے دشمنون سے محبت کرین گے تو وصال سے مہجور ہونگے - اور اس تخویف سے مقام شفقت مین اپنے خاص دوستون کی پرورش کرتا ہی اور اسپر نقاب غیرت ڈالدی کہ سوا ے اسکے انکو کوئی نہ دیکھے یعنے وہ اور کسی سے نہ ملین نہ محبت کرین قال المترجم کسی قوم سے تشبہ کرنا بھی ویسا ہی ہی پس جسنے کسی قوم سے تشبہ کیا یعنے اپنے کو انکے مشابہ بنایا تو انھین مین سے ہی پس اگر اصول اعتقاد مین مشابہ کیا تو قطعًا کافر ہی اور اگر اعمال کفر مین مشابہ کیا مثلاً بت کو سجدہ کیا تو بھی ایسا ہی ہی اور اگر فروع و عادات مین کیا مثلاً لباس مین بایں طور کہ یکایک کوئی انجان دیکھے تو اسپر اس قوم کا شبہہ کرے جسکا لباس ہی تو وہ حرام ہی قریب بکفر اور اگر ان کی عیدون و خوشیون مین شریک ہوا مثلاً ہندوؤن کی ہولی مین یا دیوالی مین ان کی مثل خوشی کی تو بھی ایسا ہی ہی اور اگر نوروز کی تعظیم سے مجوس کو ہدیہ بھیجا تو کافر ہی اور بلا تعظیم بھیجا تو حرام ہی اور حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم حدیث حسن ہی یعنے جس کسی نے کسی قوم سے تشبہ کیا وہ انھین مین سے ہی اور واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ ظاہر و باطن کو جانتا ہے لہذا فرمایا -

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

تو کہہ اگر تم چھپاؤگے اپنے جی کی بات یا ظاہر کروگے وہ اللہ کو معلوم ہوگی اور اسکو معلوم ہی جو کچھ ہی آسمان اور زمین مین

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖۚ وَّمَا عَمِلَتْ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہی جس دن پاویگا ہر شخص جو کیا ہی نیکی سے اپنے روبرو اور جو کیا ہی

مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ

برائی سے آرزو کرے گا کہ مجھ مین اور اس مین فرق ہوتا دور کا اور اللہ ڈراتا ہی تمکو اپنے سے اور اللہ

رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

شفقت والا ہی بندون پر

قُلْ - اے محمد کہدے ان لوگون سے کہ - اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ - قلوبکم من موالاتہم - اگر تم چھپاؤ جو تمھارے سینون مین ہی - یعنے جو تمھارے قلوب مین ہی کافرون کے موالات وغیرہ اَوْ تُبْدُوْهُ - تظہروہ - یا اس بات کو ظاہر کرو - خواہ زبان سے یا افعال و برتاؤ سے - حاصل یہ کہ جو کچھ تمھارے دلون مین ہی خواہ چھپاؤ یا ظاہر کرو - يَعْلَمْهُ اللّٰهُ - اسکو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہی - و - ہو يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ - اور وہ خوب جانتا ہی جو آسمانون و زمین مین ہی ف یہ کلام مستانفہ ہی - وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - ومنہ تعذیب من والاہم اور اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہی ف اور منجملہ ہر شئے کے عذاب دینا اس شخص کو جس نے کافرون سے موالات کی پس اسپر بھی قادر ہی - واذکر - يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا - بیان کردے جس دن پاویگا ہر نفس جو کچھ اسنے نیکی سے عمل کیا ہی سامنے حاضر ف پس نہایت فرحت ہوگی - وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ - مبتدا خبرہ - تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا - غایۃ فی نہایۃ البعد فلا یصل الیہا - اور جو کچھ بدی سے عمل مین لایا ہے تو تمنا کرے گا کہ کاش اس بدی مین اور اسکے درمیان مین فاصلہ دراز ہوتا ف یعنے نہایت دوری بے انتہا ہوتی تاکہ اسکو بدی نہ

رکوع ۱۰ معانقہ ۳

سپوچنی۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۔ اور اللہ تعالی تمکو اپنی ذات سے ڈراتا ہی ف مکرر بغرض تاکید فرمایا اور **بیضاوی** نے کہا کہ تاکید
اور یاد دہانی کے واسطے مکرر فرمایا اور **تفتازانی** رحنے کہا کہ احسن یہ قول ہی کہ اول مین تو موالات کفار سے منع فرمایا اور یہان نیک کام
کرنے اور بدکام سے بچنے پر آمادہ کرنے کو فرمایا۔ وَاللّٰهُ رَءُوفٌۢ بِالْعِبَادِ ۔ اور اللہ تعالے اپنے بندون پر بہت مہربان ہی ف
اور حسن رح نے کہا کہ یہ بھی اسکی رافت ہی کہ اپنے بندون کو اپنے نفس سے تحذیر دلائی۔ اور نفس کا اطلاق اللہ تعالی پر جائز ہی اور بعض نے کہا کہ
مشاکلت کے طور پر جائز ہی جیسے قولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک۔ اور حق یہ کہ نفس بمعنے وجود وذات آتا ہی پس جائز ہی اور مفسر رحنے القان مین طول کلام
کیا ہی فلیرجع **ف** شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے واللہ رؤف بالعباد۔ اللہ تعالے اپنے نیک بندون وفرمانبردارون پر بہت شفقت
رکھتا ہی کہ ان کو غافلون وجاہلون کی نظر سے چھپا دیا اور اہل توحید ومعرفت کی مصاحبت مین ان کو بزرگی دی اور ان کے واسطے شریعت وحقیقت کا
مقام عنایت کیا ہی حتی کہ وہ بھی اسی گھاٹ پر آتے ہین جہان انبیا ورسول علیہم السلام وارد ہوتے ہین اور مقربین کے چشمۂ شیرین سے آب صفا
پیتے ہین اور لباس وفا کو جو کر وبین کا بنا ہوا ہی پہنتے ہین اور **شیخ ابو عثمان** رح سے دریافت کیا گیا کہ قولہ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء
کے کیا معنے ہین تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی بدعتی کی طرف کچھ بھی کشادہ پیشانی نہو۔ نہ کنبے کے لحاظ سے اور نہ نسب کے پاس سے
اور جب کبھی اُس سے ملاقات ہو تو منہ کی کراہت کے ساتھ ملے اور اگر اس سے خوش ہو لی وکشادہ پیشانی سے ملا اور کنبے ونسب کا پاس کیا تو اسنے
ایسی چیز سے محبت کی جسکو اللہ تعالے مبغوض رکھتا ہی پس وہ اللہ تعالے کا ولی نہین ہو سکتا۔ جو کہ اللہ تعالی کے اولیا سے موالات کرتا اور اس کے
دشمنون سے عداوت کرتا ہے اور **ابن عطا** رحنے فرمایا کہ قولہ تعالی یحذرکم اللہ نفسہ انھین کو تحذیر فرماتا ہی جو عارف ہین اور **واسطی** رحنے
فرمایا کہ اللہ تعالے تمکو تحذیر کرتا ہی کہ کسی طاعت کے بجالانے کا دعوی کرو اسواسطے کہ اس مین ربوبیت کا جذب ہی اور نیز تنبیہ کی کہ کوئی شخص اس بات سے
بےخوف نہو جاوے کہ اسکے ساتھ وہ معاملہ کیا جاوے جو ابلیس کے ساتھ کیا گیا کہ اسکو ظاہر مین معصوم کر دیا تھا حالانکہ درحقیقت وہ لعنت مین تھا اور علم
سابق مین اسکے واسطے وہ تھا جو آخر ظاہر ہوا تا آنکہ ناگاہ اسکو گرفتار کرکے اسکی علت ظاہر کر دی جو اسکے نفس مین پیدا ہوئی تھی اور یہ خطاب بڑے
اکابر کو ہی اور رہے چھوٹے مرتبہ والے تو انکا خطاب قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ۔ ہی۔ اور قولہ اتقوا اللہ ما استطعتم ہی اور **حضرت جعفر**
نے فرمایا کہ قولہ یحذرکم اللہ نفسہ۔ یہ خطاب اکابر کو ہی اور قولہ واللہ رؤف بالعباد۔ خطاب چھوٹے درجہ والون کو ہی اور **ابن عطاء** رحنے
کہا کہ حذر کر تو اسکی سطوت وعذاب کی سخت گیری سے کیونکہ وہ عزیز قہار ہی اور اگر اپنی روح کو اس پر صدقہ کرے تو بھی جان رکھ کہ تو تصور کرنیوالا
ہے اور تو نے کچھ نہ کیا۔ اور **واسطی** رحنے فرمایا کہ اللہ تعالے تمکو تحذیر فرماتا ہی کہ ثابت کرو تم اسکی ذات کو اپنے نفوس کے ساتھ اور
اسکی صفات قدیمہ کو اپنے احوال مخلوقہ کے ساتھ اور اس سے کہ بھول جاؤ تم ازلیت کو آخریت سے اور ربوبیت کو عبودیت سے اسواسطے کہ
اصل تو اصل ہی اور عبودیت تو ربوبیت سے ظاہر ہوئی ہی اور **شیخ ابراہیم خواص** نے فرمایا کہ قلب مین حذر پیدا ہونے کی علامت یہ ہی کہ ہمیشہ
مراقبہ ہو اور مراقبہ کی علامت یہ ہی کہ جو احوال نازل ہون ان کو تفقد کرتا رہے۔ اور **جعفر** رح نے فرمایا کہ اللہ تعالی تمکو تحذیر فرماتا ہی کہ تو اپنے
نفس کو صالح سمجھے اسواسطے کہ صلاحیت جس شخص کے لیے علم ازلی مین ہو چکی ہی وہ موت کے وقت ظاہر ہوگی اور **استاد** رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ قولہ یحذرکم اللہ نفسہ۔ سے اشارہ تو عارفون کے لیے ہی اور واللہ رؤف بالعباد۔ مشتاقون کے لیے ہی کیونکہ وہ لوگ تو ایسے ہین کہ سختی کو
جھیلین گے اور یہ لوگ ایسے ہین کہ انپر تخفیف وسہولت رکھی جاتی ہی۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے ان کو یحذرکم اللہ نفسہ سے فنا کر دیا پھر
واللہ رؤف بالعباد سے انکو زندہ کرکے ہمیشہ کے واسطے باقی رکھا اور **ابن عطا** رحنے کہا کہ رافت تو مومن وکافر ونیکوکار وفاجر سب کو

شامل ہی اور رحمت مخصوص ان مومنون کے واسطے ہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہین اور انکے سواے اور بندون کو نہین پہونچی اور یہ بمانند قول ابراہیم علیہ السلام ہی کہ کما وارزق اہلہ من الثمرات من آمن منہم باللہ ۔ اور کہا کہ جنہنے کفر کیا تو حال یہ ہی کہ سواے حق عز وجل کے آسمانون زمینون مین کوئی اس کا رازق نہین ہی اور اللہ تعالے کی ربوبیت مین یہ بات جاری ہو چکی ہی کہ اولیاء و اعداء دونون قسم کے بندون کو تحذیر فرماوے پس اعداء یعنے کافرون و مشرکون کو تو اپنے افعال قدیمہ سے تحذیر کی بعوض اسکے جو انسے صادر ہوا مثل عقوبت دوزخ وغیرہ کے کیونکہ وہ افعال و صفات کے درمیان مین قہر بالواسطہ ہی اور اولیا اور مومنین کو اپنی خاص ذات وصفات سے تحذیر کی پس صفات سے مومنون کی تحذیر یون ہی کہ ان کو اپنے نوال و کرامت سے محروم و مہجور کر دیا اور اپنے اولیاء کو اپنی ذات کی عزت سے تحذیر کی اور مومنین کے طبقات متفرق ہین پس اصل توحید مین تو سب کے سب متفق ہین اور منازل و مقامات کی راہ سے ان مین فرق ہی یعنے بعض کسی مقام مین ہین اور بعض دیگر کسی مقام دیگر مین ہین اگرچہ یہ لازم نہین کہ ہر ہر فرد کا مقام الگ ہو پس تائبین کو سلطنت سے تحذیر کی اور خائفین وجلین کو بطور سطوات عظمت سے تحذیر کی اور محبین و مشتاقین کو عزت و جبار ہونے سے تحذیر کی ۔ اور عارفون و موحدون کو کبریائی دائمی سے تحذیر کی پھر ان مضمون مذکورہ کے ساتھ اہل انبساط و اہل بسط اور اہل رجا سب کو تحذیر دی جاتی ہی اسواسطے کہ توحید کے درجون مین ان سے سوء ادب ساقط ہی اور جناب باری عز وجل کی توحید کے سامنے سب برابر ہین ۔

(توبہ کرنے والے ۱۲ — خوف والے ۱۲ — ہیبت ۱۲ — غلبہ ۱۲ — براہ یعنے ترسندہ ۱۲)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تمکو چاہے اور بخشے گناہ تمھارے اور اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ○ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ○

مہربان ہی تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر وہ ہٹ رہین تو اللہ نہین چاہتا منکرون کو

ونزل لما قالوا ما نعبد الاصنام الا حبا للہ لیقربونا الیہ ۔ قُلْ ۔ لہم یا محمد ۔ جب مشرکین نے کہا کہ ہم بتون کو نہین پوجتے مگر اللہ تعالے کی محبت کے واسطے تاکہ ہمکو اللہ تعالے کے یہان نزدیک کردین تو نازل ہوا ۔ قل یعنے کہہ اے محمد صلعم ان لوگون سے کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ ۔ اگر تم اللہ تعالے سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ بمعنے انہ یثیبکم ۔ اللہ تعالے تمکو دوست رکھیگا یعنے ثواب دیگا ۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔ اور تمھارے گناہ بخشے گا ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ ۔ لمن اتبعنی ما سلف منہ قبل ذلک ۔ اور اللہ بخشنے والا ہی یعنے میری پیروی کرنے والے کو وہ سب گناہ جو اس سے قبل اسکے صادر ہوے ہین بخشنے والا ہی ۔ رَّحِيْمٌ بہ ایسے شخص پر مہربان ہی ۔ قُلْ ۔ لہم کہدے اُن سے کہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۔ فیما یامرکم بہ من التوحید ۔ اطاعت کرو اللہ تعالے کی اور رسول کی ہر ایک امر توحید مین جسکا تمکو حکم کرتا ہی فَاِنْ تَوَلَّوْا ۔ اعرضوا عن الطاعۃ ۔ پھر اگر طاعت سے منھ موڑ گئے تو کافر ہین ۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۔ تو اللہ تعالے کافرون کو دوست نہین رکھتا ۔ فیہ اقامۃ الظاہر مقام المضمر ای لا یحبہم والمعنی انہ یعاقبہم ۔ اس جملہ مین ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو فرمایا کیونکہ لایحبہم ۔ کافی تھا اور معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے کافرون کو عقاب کرے گا ف ۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت یہود و نصارے کے حق مین نازل ہوئی کہ انھون نے کہا ۔ کہ نحن ابناؤ اللہ واحباؤہ ۔ یعنے ہم لوگ اللہ تعالے کے فرزند اور اسکے محبوب ہین تعالے اللہ عما یشرکون ۔ حالانکہ وہ خوار بندے ہین اللہ تعالے کے مگر جو ایمان لاوین ۔ اور معالم مین ہی کہ ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قریش کے لوگ مسجد الحرام مین تھے وہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا کر کھڑے ہوے دیکھا کہ قریش بتون کو سجدہ کرتے ہین اور ان پر شترمرغ کے انڈے لٹکائے تھے و دیگر زینت سے آراستہ کیا تھا پس آپ نے فرمایا کہ واللہ اے گروہ قریش تمنے اپنے باپ ابراہیم و اسمعیل

کی ملت سے مخالفت کی ہی پس قریش نے کہا کہ ہم تو ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے پوجتے ہین تاکہ اللہ کے نزدیک ہمارا مرتبہ بڑھادین پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ الآیۃ اور ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے کئی طرق سے حسن بصری رح سے روایت کی کہ چند قومون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین کہا کہ اے محمد ہم اپنے پروردگار سے محبت رکھتے ہین پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اُتاری اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ حسن بصری رح وغیرہ علماے سلف نے کہا کہ ایک قوم نے زعم کیا کہ وے اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتے ہین پس اللہ تعالےٰ نے انکو اس آیہ کریمہ سے امتحان کیا۔ قال ابن کثیر اور یہ آیت کریمہ ہر ایسے شخص پر سچے وجھوٹے ہونے کا حکم دیتی ہے جو اللہ تعالےٰ کی محبت کا دعویٰ کرے پس اگر وہ طریقۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہین تو قطعًا جھوٹا ہی اور سچا جب ہی کہ شرع محمدی ودین نبوی کی اتباع تمام اقوال وافعال مین کرے حتی کہ تجاوز نہ کرے چنانچہ صحیح مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا کہ جس نے ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہین ہی تو وہ کام مردود ہی اسی واسطے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور محبت لغت مین میل کرنا نفس کا کسی چیز کی طرف بسبب کسی کمال کے جو اس مین ادراک کیا ہی پس بندہ نے جب جان لیا کہ کمال حقیقی فقط اللہ تعالےٰ ہی کو ہی اور جو کچھ کمال اپنے مین یا غیر مین دیکھا اسکو جان لیا کہ یہ اللہ تعالےٰ ہی کی طرف اور اللہ تعالےٰ ہی کے دین سے ہی تو اسکی محبت کسی سے نہوگی سواے اللہ تعالےٰ کے یا اللہ تعالیٰ کیواسطے اور یہ مقتضی ہی کہ بندہ اسی کی بندگی کا ارادہ کرے اور جو فرماوے اسکو بجالاوے پس اللہ تعالےٰ کی محبت کرنے سے یہ لازم آیا کہ اسکی اطاعت کرے یہ تو بندے کا اللہ تعالےٰ کو دوست رکھنا ہوا اور رہا اللہ تعالےٰ کا بندے کو دوست رکھنا تو لغوی معنے صادق نہین کیونکہ میل کرنا نفس کا پاک پروردگار کی شان مین نہین کہہ سکتے اور نہین صحیح ہی پس لازم معنے سے تفسیر ہی یعنے اللہ تعالےٰ کا بندے کو دوست رکھنا یہ کہ اس کی طاعت پر ثواب دے اسی واسطے فرمایا ویغفر لکم ذنوبکم۔ اور مدارک مین ہی کہ بندے کا اللہ تعالےٰ کی محبت رکھنا یہ کہ اللہ تعالےٰ کی بندگی کو سب باتون پر اختیار کرے اور اللہ تعالےٰ کا بندے کی محبت کرنا یہ کہ اس سے راضی ہو اور ثواب دے پس معنے آیہ کے یہ ہین کہ کہدے اگر تم اللہ تعالےٰ کی محبت کے دعوے مین سچے ہو تو اسکے رسول کے احکام کے تابع ہو تاکہ اللہ تعالےٰ تمکو چاہے کیونکہ طاعت اللہ تعالےٰ کی بواسطہ اسکے رسول صلعم کے معلوم ہوگی پس رسول کی اتباع تو اس دعوی کو لازم ہی اسی واسطے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو لازمہ محبت آلہی عزوجل ہی اسکے یہی معنے ہین کہ رسول اللہ صلعم کے احکام اور فرمان سب بسروچشم قبول کرے کہ یہ۔ اللہ تعالےٰ کی عین محبت ہی اسی واسطے فرمایا کہ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ یعنے جسنے رسول کی اطاعت کی اسنے اللہ تعالےٰ کی اطاعت کی۔ اور حضرت عائشہ رض سے مرفوعًا روایت ہی کہ شرک تو اس سے زیادہ پوشیدہ ہی جیسے کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی چلتی ہو اور ادنیٰ شرک یہ ہی کہ تو محبت رکھے کسی شئے پر جو دسے اور بغض رکھے کسی پر عدول سے اور بھلا دین کچھ ہی سواے اسکے کہ اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے محبت ہو اور اللہ تعالےٰ کیواسطے بغض ہو رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ والحاکم وابن ابی حاتم اور شیخ ابن کثیر رح نے جملہ اخیر بروایت ابن ابی حاتم مع اسناد نقل کرکے کہا کہ اس کا راوی جو عبد الاعلیٰ ہے اس کو ابوزرعہ نے کہا کہ منکر الحدیث ہی اور خطیب نے سراج المنیر مین کہا کہ حسن بصری رح سے روایت ہی کہ ایک قوم نے رسول اللہ صلعم کے عہد مین زعم کیا کہ وے لوگ اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتے ہین پس اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ ان کے قول کی تصدیق ان کے کامون سے ہو پس جو شخص کہ اللہ تعالےٰ کی محبت کا دعوی کرے اور اسکی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرے وہ بڑا جھوٹا ہے اور اللہ تعالےٰ کی کتاب مجید اسکو جھوٹا بتلاتی ہی اور جب تو ایسے لوگون کو دیکھے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت کا دعوی کرتے اور ذکر کرتے ہین اور ان مین ہر ایک کی یہ شان ہی کہ گانے بجانے سے یاد کرتا اور اللہ تعالےٰ کی یاد سے ہاتھ پر ہاتھ مارتا اور چیختا اور بیہوش ہو جاتا ہے تو شک نہین

کہ وہ اللہ تعالےٰ کو نہین پہچانتا اور یہی نہین جانتا کہ اللہ تعالےٰ کی محبت کیا ہی اور اسکا حال چیخنا و نعرہ مارنا اور بیہوشی فقط اسوجہ سے ہی کہ اسنے اپنے
نفس خبیث وخیال پلید مین ایک خوبصورت شکل کا تصور باندھا اور اسکو کچھ سمجھ لیا حالانکہ یہ محض تصور شیطانی ہی اور اللہ تعالےٰ پاک عزوجل برتر ہی کہ
کسی تصور مین آوے پھر احمقون کی ایک جماعت کو دیکھو کہ جہالت سے اسکے گرد تعظیم کو جمع ہوتے ہین نعوذ باللہ منہ **مترجم** کہتا ہی کہ **خطیب**
رحمہ اللہ نے شاید یہ جاہل صوفیون کا ذکر کیا ہی اور فتاواے عالمگیری مین بھی دو مقام پر ایک کتاب الشہادات اور دوم صوفیون کو وصیت کے
مسئلہ مین جاہل صوفیون کا ایسا ہی کچھ حال ذکر کیا ہی اور ان لوگون کی شہادت کو رد کیا اور **علامہ نسفی** رحمہ اللہ نے بھی اپنے رسالہ مین
بہت فرقے بیان کیے اور سب کا رد کیا اور آخر مین لکھا کہ خاکسار بے تن پرور متبع سنت مخلوق پر شفقت کرنے والے دن کے روزہ دار رات کے
تہجد گزار جنکا قول وفعل وکھانا پینا بیٹھنا اُٹھنا سب سنت کے موافق ہی وہ فرقہ البتہ صوفی ہی اور ان کی تعظیم و مصاحبت مین دنیا سے آدمی کو بیزاری
و آخرت کی یاد ہوتی ہی اور ایسے بزرگان امت ہر زمانہ مین موجود ہوتے ہین واللہ اعلم- اور محبت کے بارہ مین جو احادیث و مقامات ہین وہ
آیندہ انشاء اللہ تعالےٰ تحقیق سے بیان ہونگی اور ہلاک امر پہلے پارہ مین مذکور ہو چکا ہی فتذکر- اور جان لینا چاہیئے کہ سخت بے ادب وہ لوگ
ہین جو جناب رسالت مآب سید المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک مین اشعار بے ادبانہ کہتے یا ان کو
گاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ یہ نعت ہی اور ہمکو حضرت نبی صلعم سے عشق ہی- یہ ہرگز روا نہین ہی مولانا روم فرماتے ہین کہ ع بے ادب تنہا نہ خود
را داشت بد+ بلکہ آتش درہمہ آفاق زد+ اے اہل ایمان ذرا غور کرو اور ہر ایک دوسرے کو نصیحت کرو اور اس سے باز رہو ہمیشہ ادب سے نام لو
درود پڑھو آہستہ اطمینان سے آپ کا ذکر آوے تو بھی تعریف کرو واتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین- قولہ واللہ غفور رحیم مفسر رحمہ اللہ نے اشارہ کیا کہ
اسلام سے اگلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہین- قولہ قل اطیعوا اللہ والرسول- مفسر رحمہ اللہ نے امر توحید مین اطاعت کی تفسیر
کی کہ وہ جامع اُمور اعتقاد وغیرہ ہی اور نیز کفار کی اطاعت اولا اعتقاد توحید مین ہی قولہ فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین یعنے اگر وہ اطاعت
نہ کرین عصیان کرین تو اللہ تعالےٰ کافرون منکرون کو نہین دوست رکھتا یعنے عذاب کرتا ہی اور کافرون کے نام رکھکر ان کی فضیحت کی اور
حدیث ابو ہریرہؓ مرفوع ہی کہ میری کل اُمت جنت مین داخل ہوگی مگر جسنے ابا کیا- لوگون نے عرض کیا کہ ابا کون کرتا ہی فرمایا کہ جس نے میری
اطاعت کی وہ جنت مین داخل ہوا اور جسنے میری نافرمانی کی اسنے ابا کیا- رواہ البخاری اور جابر بن عبد اللہ رضؓ کی حدیث مین ملائکہ کے آنے و باہم
گفتگو کرنے کے قصہ مین ہی کہ جسنے اطاعت کی محمد صلعم کی اسنے اللہ تعالی کی اطاعت کی اور جسنے محمدؐ کی نافرمانی کی اسنے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی
رواہ البخاری **ف۲** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ- یعنے ان لوگون سے کہدے کہ اگر تم لوگ اللہ
تعالےٰ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور تم اپنے دعوے مین سچے ہو تو میری پیروی کرو مین تو محبین کا سردار ہون اور صدیقین کا سرتاج ہون اور رسولون کا
پیشوا ہون اور طالبان حق کا امام مصطفیٰ ہون تاکہ مین تمکو دکھلا دون کہ اس راہ مین ایسی ایسی چیزین چھپی ہلاک کرنے والی ہین اور ایسی ایسی چیزین
اس راہ مین نجات دینے والی تمھاری نظر سے پوشیدہ ہین اور تمکو مشاہدہ کے احکام و نزدیکی حاصل کرنے کے اسرار بتا دون اور اچھے کام کرنے
اور عمدہ بندگی کرنے کی ہدایت کرون اور ادب سے چلنے کی اچھی صورتین سکھلا دون اور عمدہ اخلاق بتا دون کہ وہ تمھاری راہ مین کام آوین
کیونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے محبت کے آثار مجھپر کشف کر دیے گئے اور اس کی نزدیکی کے انوار مجھمین بھرے ہوئے ہین اور میری پیروی درحقیقت
شکر محبت محبوب ہی اور جب تمنے میری پیروی کرکے اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا تو اللہ تعالےٰ تمھاری محبت ومعرفت ور زیادہ کردے گا اللہ
تعالےٰ نے فرمایا- فاتبعونی یحببکم اللہ- اور فرمایا- لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر کروگے مین تمکو اور زیادہ دونگا- محبت کی حقیقت عارفون و محبون کے

نزدیک یہ ہے کہ دل آتش شوق سے کباب ہوجاوے اور روح عشق کی لذت سے ماہی بے آب کی طرح تڑپے اور حواس روحی دریاے اُنس مین ڈوب جاوین اور نفس کو پاک پانی سے طہارت حاصل ہو اور عین الکل سے فقط محبوب ہی کو دیکھے اور دونون جہان سے اپنے عین الکل کو بند کرے اور سر باطنی غیب الغیب مین سیر کرے اور محبوب کے جو اخلاق ہین اُن سے آراستہ ہو اور یہی اصل محبت ہے۔ اور محبت کی مشائخ یہ ہے کہ محبوب جن باتون سے راضی ہوان سب کو محب بجالاوے اور اسکی بلاؤن کو پسند کرے مُراد جانے اور جواس کی قضا و قدر ہے اسکو تسلیم کرے اور ان سب مین یہ شرط ہے کہ پورا وفا کرے اور سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت و متابعت پر قائم رہے اب رہا بیان اسکا کہ محبت کرنے کے آداب کیا ہین تو اہل محبت کے آداب یہ ہین کہ محبت کرنے والا تمام خواہشون و لذتون سے بالکل الگ ہوجاوے اور نیکیان کرنے مین جلدی کرے اور خلوتون تنہائیون اور مراقبات مین ساکن اور ٹھہرا رہے اور صفات باری کے انوار پر نظر کرے ان کی خوشبوئین سُونگھے اور مُناجات کرنے مین گڑگڑاوے اور نوافل و عبادات ادا کرنا شروع کرے یہانتک کہ قرب نوافل کا جو مرتبہ ہے وہ حاصل ہو کہ صفات حق عزوجل سے متصف ہوجاوے اور خلق مین اُسکے نور سے روشن ہو اور یہ مضمون صحیح حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ برابر بندہ مجھسے نوافل عبادات سے نزدیکی ڈھونڈھتا ہے یہانتک کہ مین اسکے کان و ناک ہاتھ ہوجاتا ہون **قال المترجم** اصل حدیث تو صحیح بخاری مین ہے اور یہ مضمون اس مین سے ایک ٹکڑے کا خلاصہ ہے اور صوفیون کے طور پر مین نے اسکے معانی پہلے بیان کردیے ہین کہ مراد یہ ہے کہ جتنے اسکے اعضاء ظاہری و باطنی ہین سب اللہ تعالےٰ کے حکم کے موافق کام کرتے ہین اور اس شخص کے اختیار مین نہین رہتے ہین بلکہ یہ خود ہی اپنے ارادہ و خواہشون سے خالی ہوتا ہے اور تحقیق اسکی اول پارہ مین گذری ہے اور مختصر یہ ہے کہ ایمان کا نور محبت قلب مین ہے اور پھر وہان سے تمام بدن کے رگ و ریشہ مین ساری ہوتا ہے حتی کہ وہ باطن کی آنکھ سے بالکل نور ہی اور دیکھتا ہے پھر جب اس پر مضبوط رہا اور اللہ تعالےٰ نے اسکا رتبہ بلند کیا تو اصل تو نور کا معدن اسکا قلب ہوجاتا ہے اور قلب مین سواے ان خطرات کے جو قضا و قدر کے موافق ہین اور کچھ نہین آتے اور اعضاء سب اسی کے موافق کام کرتے ہین اور دل اپنا حکم چلاتا ہے اور دل پر رب تعالےٰ حاکم ہے پس اسکا سونا بیٹھنا اٹھنا کھانا پینا وغیرہ ایسے سب کام بھی ثواب ہین اور جو وہ کہتا ہے وہی ہوتا ہے ولیکن وہ کچھ نہین کہتا ہے سواے اسکے جو کہ موافق قضا و قدر کے اسکے دل مین آوے پس جاہل لوگ جو ایسے بزرگون کو گھیرتے ہین اور دُنیا کی ناپاک خواہشین ان سے مانگتے ہین اور انھین کے ہاتھ مین سب کچھ جانتے ہین یہ گویا کافر و بیوقوف ہین کاشکہ اگر انکے پاس بیٹھکر انوار قرب و منزلت حاصل کرتے تو خاص بندون مین ہوجاتے ولکن اللہ یفعل مایشاء۔ اور محبت خالص نہین ہوتی مگر بعد اسکے کہ روح ناطقہ اپنے سرِ باطنی کی آنکھ سے حق عزوجل کو اسکے حُسن قدم و صفت جمال پر مشاہدہ نہ کرے اور نعمتون کا دینے والا تو وہی ہے مگر اس صفت کے مشاہدہ سے محبت خالص نہین ہوتی کیونکہ جو محبت کہ نعمتون کے دیکھنے سے پیدا ہوئی ہے وہ گو اسی سبب سے لگی ہوئی ہے خالص نہین ہے اور حقیقی خالص محبت وہی ہے جس مین محب کی طرف سے علت و سبب کا لگاؤ نہو اور محبوب کی طرف کوئی شرط نہین ہے اور شیخ **ابو عمرو بن عثمان** رح نے فرمایا کہ محبت الٰہی کا اثر یہ ہے کہ ہمیشہ اسکے دل مین خشیۃ اللہ بھرا رہے اور اللہ تعالےٰ کی معرفت ہو اور ہمیشہ قلب اسکے ساتھ مشغول ہو اور برابر قلب اسکی یاد مین قائم ہو اور ہمیشہ اس سے اُنس پاوے۔ اور **محمد بن حنیف** نے فرمایا کہ محبت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی ہر دم چاہنے مین اس سے موافق رہے۔ اور بعض نے کہا کہ جمال کی خوبیان و لطائف ظاہر ہونے کے وقت دل موافق ہونے کو محبت کہتے ہین۔ اور شیخ **عارف ابو یزید بسطامی** قدس سرہ نے فرمایا کہ مین نے اللہ تعالےٰ سے محبت کی اور اسکو محبوب رکھا یہانتک کہ مین نے اپنی جان و نفس کو مبغوض کرلیا پھر مین نے دنیا کو دشمن سمجھا تا کہ اسکی بندگی کو محبوب کیا اور مین نے سب چیزین جو سواے حق عزوجل کے ہین چھوڑدین تو اللہ تعالےٰ سے واصل ہوا اور مین نے خالق عزوجل کو اختیار کیا تو میری

خدمت مین تمام مخلوق مشغول ہوگئی - اور بعض بزرگون نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی محبت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے تمام اقوال و
افعال و آداب و احوال مین سوائے ان باتون کے جو حضرت صلعم کے ساتھ مخصوص تھین کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی متابعت سے ملایا ہے **قال المترجم** یہ قول بہت مشابہ بفقہ ہے اور یہی قول ہے کہ جسپر تمام اعتماد کرین اور فائدہ اُٹھاوین اور یہی جڑ ہے کہ
اس سے تمام اقوال جو شیخ نے ذکر کیے ہین حاصل ہونگے اور اسی کا نتیجہ ہوتا ہے جو آگے شیخ رحمہ اللہ بیان کرتے ہین کہ **انطاکی** رحمہ اللہ سے
دریافت کیا گیا کہ محبت کا نشان کیا ہے تو فرمایا کہ محبت والا اس حال مین ہو جاتا ہے کہ قلیل عبادت کرتا ہے یعنے فرائض و واجبات تمام سنن و آداب کے ساتھ نہایت
خوبصورتی سے ادا کر دیتا ہے اور تہجد کو پورا کرتا ہے پھر اس سے زیادہ نوافل مین کمی کرتا ہے اور ہمیشہ تفکر مین مشغول رہتا ہے جس کی تعریف کتاب و سنت مین موجود ہے
اور تنہائی بہت پسند کرتا ہے اور ظاہر مین خاموش رہتا ہے جسکا حکم حدیث مین ہے جب نظر کرتا ہے تو کچھ دیکھتا نہین اور جب پکارا جاوے تو سنتا
نہین اور جب اسکو کوئی مصیبت پہونچائی جاوے تو غمگین نہین ہوتا اور جب وہ کسی کو مصیبت پہونچاوے تو خوش نہین ہوتا اور کسی شخص سے
ڈرتا نہین اور کسی شخص سے اُمید نہین رکھتا ہے - **شیخ یحییٰ بن معاذ** رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ محبت کی حقیقت کیا ہے تو فرمایا کہ نہ نیکی سے بڑھے اور نہ جفا سے گھٹے
قال المترجم - یعنے اگر اسکو بھلائی پہونچے تو یہ نہین کہ اسکی محبت زیادہ ہو جاوے اور اگر اسکو بُرائی پہونچے تو یہ نہین کہ اسکی محبت گھٹ جاوے
خلاصہ یہ کہ اسکی محبت انعام پر نہین ہے اور یہی خالص محبت ہے اور اگر انعام پر ہو تو خالص نہین ہے اور یہ اوپر بیان ہو چکا ہے - اور **جعفر** رحمہ اللہ نے
قولہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی کے اشارہ مین کہا کہ اللہ عزوجل نے صدیقین کے اسرار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی مین مقید کر دیا تاکہ صدیقین
جو اُمت مین سب سے بڑے مرتبہ والے ہین یہ جان لین کہ انکے احوال اگرچہ بہت بلند ہین اور انکے مراتب اگرچہ بہت اونچے ہین پر وہ لوگ
ہرگز یہ قدرت نہین رکھتے کہ پیروی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سر مو تجاوز کر سکین اور نہ ان کا یہ مرتبہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
مرتبہ تک پہونچین **قال المترجم** **شیخ جلیل عماد بن کثیر** رحمہ اللہ نے تفسیر قولہ فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین مین خوب کہا کہ اس مین
دلالت ہے کہ نبی صلعم کے طریقہ کی مخالفت کرنا کفر ہے اور جو ایسا ہو اللہ تعالےٰ اسکو محبوب نہین رکھتا اگرچہ وہ دعوی کرے اور اپنے نزدیک زعم کرے کہ وہ اللہ
تعالےٰ کا محب و مقرب ہے جب تک کہ رسول الثقلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرے جس کی یہ شان ہے کہ اگر انبیا ہوتے بلکہ رسول
ہوتے بلکہ رسولون مین سے جو اولو العزم رسول ہین مثل موسی علیہ السلام کے ہین وہ ہوتے اور آپ کا زمانہ پاتے تو ان کو ہرگز کوئی گنجایش نہوتی اور
کوئی عذر انکا اللہ تعالےٰ کے نزدیک قبول نہوتا سوائے اسکے کہ وے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرین اور آپ جس دین کو لائے اور حکم
دیتے ہین اس مین داخل ہون چنانچہ تفسیر قولہ تعالےٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیہ مین اسکی تقریر ہم بیان کرین گے انشاء اللہ تعالےٰ - انتہی
کلامہ پھر جاننا چاہیئے کہ کیا اچھا حال ان پاک لوگون کا ہے جنھون نے آپ کو پایا وے عجب آنکھین تھین جنھون نے آپ کے قدم دیکھے وے عجب
سر تھے جو پاک پروردگار عزوجل کے واسطے آپ پر نثار ہوئے وے تمام اولاد آدم اگلے پچھلون سے بہتر تھے سوائے انبیا و رسولون کے ان کے
پیچھے والے لوگون مین کوئی کتنا ہی بڑا قطب و غوث کیون نہو ان مین سے ادنی شخص کے سامنے ایسا ہے جیسے بڑے عالم کے سامنے مکتب کا لڑکا
جیسا کہ دلائل شریعت سے ثابت ہے اور یہ تو اللہ عزوجل جلالہ کی تقدیر و خلقت ہے فرمایا کہ ان ربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لہم الخیرۃ -
تیرا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا اور چھانٹ لیتا ہے ان لوگون کو تو کچھ بھی اختیار نہین ہے پس یہ اللہ تعالےٰ کا فضل تھا کہ اس نے ازل مین
آپ کی کل اُمت کو پھر اُمت مین سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھانٹ لیا اور چن لیا اور وہ آپ کے اصحاب بنائے گئے صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ
عنہم اجمعین - اور **شیخ ابن عطاء** رحمہ اللہ نے قولہ تعالےٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ مین کہا کہ اس مین حکم دیا کہ

ادنی طلب کرنے کا اس شخص کو جو نور اعلیٰ سے اندھا ہے اور مین کہتا ہوں کہ کوئی شخص نور اعلیٰ کو نہین پہونچ سکتا ہے جس نے نور ادنیٰ سے اس کی براہ
نہ حاصل کی اور جسنے نور ادنیٰ والے کے آداب کو مضبوط نہ پکڑا اور نہ اسکی راہ کی پیروی کی اسکو نور اعلیٰ کی طرف راہ نہین وہ دونون نورون سے اندھا
رہا اور شیطانی لباس غرور پہنکر گمراہ ہوا **قال المترجم** یہ فہمائش کے طور پر بیان ہے ورنہ اوتعالے عزوجل کی شان بہت پاک و بلند ہے
کہ نور اعلیٰ کہی جاوے اور کسی کو اُس سے ادنیٰ واعلیٰ کی نسبت نہین ہے اور شیخ نے محبت کو نور اعلیٰ اور متابعت کو نور ادنیٰ سے مثال دی اس سے
مقصود فہمایش ہے کیونکہ نہایت ناچاری ہے کہ سمجھانے کی صورت مین اگر مثال دی جاوے تو سوائے مخلوق کے اور تو کوئی چیز ملتی نہین ہے آخر
اسی سے مثال دی جاتی ہے اور تنبیہ کردی جاتی ہے کہ فہمایش کے طور پر ہے فافہم ۔ **اور شیخ ابو یعقوب سوسی** رح نے فرمایا کہ محبت کی حقیقت
یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے اپنا حصّہ بھول جاوے اور اسکی طرف اپنی حاجتین فراموش کرے **قال المترجم** یہ مطلب ہے کہ صرف حق عزوجل کی
خواہش ہو اور خودی و اپنی حاجات سب فراموش ہون کیونکہ اپنی حاجات یاد رہنے کی صورت مین یہ لگاؤ ہوگا فافہم **شیخ واسطی** رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ وہ محبت صحیح نہین کہ اسکے سرّ باطنی پر اغراض کا اثر ہو اور اسکے قلب پر شواہد کا خطرہ موجود ہو بلکہ صحیح محبت یہ ہے کہ محبوب کے
مشاہدہ مین ایسا ڈوبا ہو کہ سب بھول جاوے اور اسی سے اسکے ساتھ خود فنا ہو **قال المترجم** فنا کے یہ معنے ہین کہ اپنے نفس کو اور اپنے
ارادون کو اور اپنے خطرون کو زائل کرے اور ایسا ہو جاوے جیسے مردہ بدست زندہ اور عنقریب اس کی تحقیق **فتوح الغیب** سے بیان ہو چکی ہے
فافہم ۔ اور ابن **منصور** رح نے فرمایا کہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے محبوب کے ساتھ اس طرح قائم ہو کہ اپنے اوصاف کا جامہ اُتار دے اور
محبوب کی مرضی اوصاف کا جامہ پہن لے اور **شیخ ابو عبدالرحمٰن** نے فرمایا کہ مین نے **شیخ نصرآبادی** رحمہ اللہ سے سُنا کہ ایک محبت
تو ایسی ہے کہ خون بہانے کے موجب ہے اور ایک محبت ایسی ہے کہ جب کی تلوار سے قتل ہونے کے موجب ہے اور یہ اول سے بڑھکر ہے **قال المترجم**
توضیح اس قول کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ ولیعلمن اللہ الذین صدقوا منکم ولیعلمن الکاذبین محبت مین سچے و جھوٹے معلوم و متمیز ہونا چاہیئے
پس وہ امتحان کیے گئے کہ جہاد کرین کہ بتون کے محب کیسے اور اللہ عزوجل کے محب کیسے ہین اور مقصود لائق یہ کہ نفس جو اپنی ذات کی طرف
محبت سے کھینچتا ہے وہ درمیان سے رفع ہو کہ قتل ہو جاوے اسی معنے کر **شیخ شبلی** سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ جس سے محبت کرتا ہے اس کو
قتل کرتا ہے کہ اسکے نفس پر اسکے حق مین غیرت ہوتی ہے اور جو اللہ تعالےٰ کو دوست رکھتا ہے فقیر ہوتا ہے اور ابوالدرداء رضہ نے روایت کی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے قولہ تعالےٰ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الآیۃ ۔ مین فرمایا کہ نیکوکاری پر اور تقویٰ پر اور تواضع پر اور نفس کی
ذلت پر میری اتباع کرو **مترجم** کہتا ہے کہ تفسیر مین بھی یہ قول ابوالدرداء رضہ سے مذکور ہے واللہ اعلم ۔ **اور شیخ عمرو بن عثمان مکی** سے محبت کو
پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت کی اصل دلون مین تواضع ہے ان لطیف معانی سے جنکو محبوب سے معاینہ کرتا ہے بر شرط تعلق **اور سہل
بن عبداللہ** سے سوال کیا گیا کہ محب کی علامت کیا ہے تو فرمایا کہ برابر اسکی زبان تو محبوب کی یاد مین ہو اور دل اسی پر فریفتہ ہو اور اسی
سے مانوس ہو اور اسی سے مسرور ہو اور اسی کی حمد و شکر کرے اور اعضا سب ایسے کامون مین مشغول رہین جنکو محبوب پسند کرتا ہے اور استاد
رحمہ اللہ نے کہا کہ محبت صفائے احوال کی طرف اشارہ کرتی ہے اور محبت واجب کرتی ہے کہ سرّ باطنی کے ساتھ محبوب کی جناب مین معتکف ہو
اور محاورہ مین بولتے ہین کہ **حب البعیر** جبکہ اونٹ بیٹھ گیا اور کتنا ہی مارا جاوے جگہ سے نہین ہلتا ہے اور حب مین دو حرف ہین حاء و باء پس
حاء اشارہ بروح ہے اور باء اشارہ جانب بدن ہے اور جو محب ہوتا ہے وہ اپنے محبوب سے کوئی چیز نہین رکھ چھوڑتا نہ قلب اور نہ بدن ۔
مترجم کہتا ہے یعنے سب کو اسپر قربان کردیتا ہے (عس) واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے راہ مستقیم دیکھنے کے جو اُمور توطیہ کے طور پر ضروری تھے

[illegible]

بنہایت بلاغت وحسن اسلوب سے بیان فرمائے کیونکہ وفد نجران کے نصاریٰ میں تاویل بیجا کا عیب تھا کہ اُمور متعلقہ قدرت الٰہی کو اپنی فہم میں احاطہ کر لینا چاہتے اور عظمت وجلال الٰہی سے بے خبر کج دل تھے اور عیسیٰ علیہ السلام سے محبت بیجا طور سے رکھتے تھے اور ارسال رسل و انزال کتب اور اُمور تقدیر و تمام قدرت حق وحصل اسلام وجزاء معاد وفنائے دنیا کے اعتقاد سے گویا خالی تھے اور فرقۂ یہود میں باوجود اس کے طمع دنیا اور قساوت قلب غرور ناکارہ بھی تھا اور مشرکین عرب دین اسلام ہی سے واقف نہ تھے ان کا ڈھنگ مثل فرعون کے تھا پس اللہ عزوجل نے یہاں تک ان سب اُمور کو بیان فرما کر آگے بندوں ورسولوں کی اصطفائیت اور پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کو بیان فرمایا کہ اس سے اہل انصاف کے سب شبہہ رفع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کو متضمن ہے سوائے ایسے لوگوں کے جو محض حسد وبغاوت سے نہ مانیں جیسے یہود پھر ان کی مذمت بیان ہوئی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ○ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا

اللہ نے پسند کرلیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان سے کہ اولاد تھی ایک

مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○

دوسرے کی اور اللہ سنتا جانتا ہے

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ ۔ اختار۔ اللہ تعالیٰ نے پسند کیا چھانٹ لیا آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ یعنی انفسہما یعنی خود ابراہیم وعمران کو عَلَى الْعَالَمِينَ بجعل الانبیاء من نسلہم۔ یعنی سارے جہان سے ان کو چھانٹا بایں معنے کہ انھیں کی نسل سے انبیاء کیے۔ بَعْضُهَا مِنْ ۔ ولد بَعْضٍ ۔ منہم یعنی بعض اس ذریت کے تھے اولاد بعض ان میں سے حاصل آنکہ یہ نسل میں ایک دوسرے کی اولاد تھے وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کی بات سنتا اور ہر ایک کی نیت جانتا ہے۔ ف اصطفاء از صفوۃ بمعنے خالص ہر چیز اور مراد چھانٹ لینا پس انکو نبوت کے واسطے چھانٹا تمام عالموں سے اور معنے یہ کہ ہر ایک اپنے زمانہ کے اہل عالم سے افضل تھا کما قالہ الزجاج اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی العموم سب سے افضل ہیں۔ اور بعض جاہلوں نے اعتقاد کیا کہ آدم ابو البشر تھے نبی نہیں تھے اور یہ زعم باطل بلکہ کفر ہے اور یہی آیت کریمہ ان پر حجت ہے اور صحیح ابن حبان کی حدیث ابوذرؓ میں ہے کہ وہ نبی مکلم تھے یعنی ایسے نبی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے کلام فرمایا تھا۔ اور عمر آدم علیہ السلام کی نوسو ساٹھ برس ہوئی کیونکہ چالیس برس اُنھوں نے داؤد علیہ السلام کو دیے تھے جنکی عمر فقط ساٹھ برس کی تھی اور بعض اخبار میں آیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے انکار کیا کہ چالیس برس دیے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے حجت تمام کرنے کے بعد آدم علیہ السلام کے ہزار برس اور داؤد علیہ السلام کے سو برس پورے کر دیے رواہ احمد من حدیث علی بن زید بن جدعان عن یوسف بن مہران عن ابن عباس مرفوعا اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور احادیث علی بن زید بن جدعان میں نکارت ہے ورواہ الحاکم من حدیث الحارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب عن سعید المقبری عن ابی ہریرہ بنحوہ مرفوعا ومن حدیث داؤد بن ابی ہند عن الشعبی عنہ ومن طریق محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عنہ ومن حدیث تمام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابی صالح عنہ پس حدیث نازل از درجہ حسن نہوگی واللہ اعلم۔ اور نوح نبی معروف ہیں اور یہ نام محققین کے نزدیک عجمی ہے اور بعض نے کہا کہ کثرت نوح کے سبب نوح کہلائے اور عمران کی ساڑھے نوسو برس کی ہوئی اور ابن الجوزی نے ابوسلیمان دمشقی سے نقل کیا کہ نام ان کا سکن ہے اور وہ نسل ادریس علیہ السلام سے ہیں کہ نوح بن الملک بن متوشلخ بن اخنوخ یعنے ادریس ہیں۔ قولہ آل ابراہیم وآل عمران بعض نے کہا کہ خود ابراہیم وخود عمران کو اور بعض نے ان کی اولاد کو مراد لیا اور مفسرؒ نے اول کو اختیار کیا ہے اور عمر ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو ستر

برس کی تھی اور ان سے دو شاخین ایک انکے فرزند اسحٰق علیہ السلام سے کہ ان مین ملک و نبوت تا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام رہی اور دوم از فرزند اسمٰعیل کہ
وہ نبی تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شاخ مین افضل الانبیاء و خاتم النبیین ہوے۔ اور عمران دو ہین ایک والد موسیٰ و ہارون اور وہ عمران بن
یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب ہین اور دوم مریم علیہا السلام کے والد عمران بن ماثان از نسل یہوذا بن یعقوب علیہم السلام ہین اور محمد بن
اسحٰق نے کہا کہ وہ عمران بن یاشم بن میشا بن خرقیا بن ابراہیم بن عزاریا بن ناوش بن آجز بن یہوذا بن نازم بن مقاسط بن ایشا بن ایاز بن رخیعم
بن سلیمان بن داؤد علیہ السلام پس عیسیٰ علیہ السلام بھی از اولاد ابراہیم ہین **ذکرہ ابن کثیر** رحمہ اور ان دونون عمران کے درمیان
ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہے اور ما بعد کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمران بن ماثان یعنے والد مریم مراد ہین اور یہ توطیہ ذکر عیسیٰ علیہ السلام ہے۔
قولہ ذریۃ بعضہا من بعض مفسرین نے بعض از نسل بعض لیا اور قتادہ سے روایت ہے کہ توحید و اخلاص نیت و عمل مین یعنے ایمان و تقویٰ کی راہ سے
باہم ایک سے دوسرے پیدا ہوے ہین اس قول پر دین و نسل دونون جمع ہو سکتے ہین اور ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ وہ مومنین از آل ابراہیم و
آل عمران و آل یاسین و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اخرجہ ابن جریر اور نصب اسکو بنا بر آنکہ بدل از آدم یا نوح ہے **کما فی التبیان للعکبری**
و ذریۃ مین واحد و جمع و تذکیر و تانیث یکسان ہے۔ یا بدل از آل ابراہیم و آل عمران ہے **کما قال الزمخشری** قولہ واللہ سمیع علیم جانتا ہے جو
برگزیدہ کرنے کے لائق ہے اور سنتا ہے قول عورت عمران کا اور جانتا ہے اسکی نیت کو جیسا کہ آگے کی آیت مین آتا ہے پس یہ فاصلہ نہایت
موزون واقع ہوا ہے اگرچہ سب فواصل نہایت خوب ہین **ف ۲ قال الشیخ فی العرائس**۔ قولہ تعالیٰ ان اللہ اصطفیٰ آدم و
نوحا الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ازل الازل مین علم صفات اور کشف جمال ذات سے برگزیدہ کیا پھر جب آدم
کی روح پیدا کرنی چاہی تو اپنے جمال سے اپنے جلال کی طرف اور اپنے جلال سے جمال کی طرف نظر فرمائی پس دونون نظر کے درمیان روح آدم ظاہر
ہوئی پس اسکو صفت خاص کے ساتھ پیدا کیا اور اسکے قلب مین روح پھونکی وہ علم صفات ہے بفعل خاص جو متعلق بذات ہے اور نیز اسکی
صورت کو بھی بصفت خاص پیدا کیا اور اس مین روح اول در روح ثانی پھونکی چنانچہ اسکی روح کا وصف فرمایا و نفخت فیہ من روحی اور اسکی
صورت کا وصف فرمایا کہ خلقت بیدی۔ پس وہ ان صفات کی وجہ سے ملائکہ کرام بررہ سے سبقت لے گئے یعنے افضل فرشتون سے افضل
ہوے اور آدم کو اپنی خلافت کی خلعت پہنائی اور اسی تخصیص کی وجہ سے ملائکہ کو آدم کے سجدے کا حکم دیا اور یہ آدم کے حق مین فرشتون کے آگے بڑی
کرامت و تشریف و تفضیل تھی۔ اور فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ اور فرمایا۔ اسجدوا لآدم۔ صفات ازلی مین حدوث کو کچھ اثر نہین ہوتا
ہے بلکہ آدم کے واسطے برگزیدگی اس صفت سے سابق ہو چکی تھی یعنے آدم علیہ السلام کچھ اسوجہ سے برگزیدہ نہین ہوے کہ انھون نے طاعت الٰہی
عزوجل مین خوب قیام کیا کیونکہ طاعت تو بعد پیدایش کے حادث ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ازل سے برگزیدہ کر کے پیدا فرمایا۔ اور نیز اللہ تعالیٰ
نے ان بزرگ بندون کو اپنے خلق سے اپنے واسطے برگزیدہ کیا کہ انسے خطاب واقع ہوا اور نقاب جمال و جلال ان کو کشف کیا جاوے کیونکہ ان مین
یہ استعداد تھی کہ امانت کے بوجھ اٹھاوین اور ازل کے ناپیدا کنار دریا مین غوطہ لگاوین اور وحدانیت کے وسیع میدان مین چلین اور اسکی محبت
مین پرواز کرین تاکہ اسکی احدیت و جلال سرمدی کشف ہو۔ اور نوح و آل ابراہیم مین اشارہ یہ ہے کہ برگزیدہ کرنا محبت ازلی پر ہے یہان دنیا
کے نسب سے جو پیدا ہو گئے ہین اس نسب کی بنیاد پر نہین ہے جیسا کہ استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آدم اور ان کی تمام ذریت ایک طبقہ پر متفق ہین
اور برگزیدہ کیے جانے کی خصوصیت از جانب پروردگار عزوجل ہے کسی نسب و سبب سے نہین ہے **قال المترجم** یہ کلام تحقیق ہے جس سے معلوم ہوا کہ
فرقہ گمراہ و بعضے جاہلون نے جو زعم کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت حقہ کے مستحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد تھی یہ ان کی بے وقوفی

ہو اس مین نسب کو دخل نہین ہو اور نہ دیگر قرب و منزلت مین اس نسب کو دخل ہو اور اہل البیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی کرامت فاقی وطہارت نفسی مین سرفراز ہین اگرچہ درجہ نبوت نہین ہو اور محققین اہل السنۃ اہل اللہ تعالی کے نزدیک تو یہ مسئلہ بہت واضح ہو اور مشکل فقط مبتدعین وجہال کو پیش آئی ہو ہدا ہم اللہ تعالے - اور **فارس** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے انکو لوگون پر نبوت کے لیے چنا اور رسالت کے لیے خاص کرلیا پس یہ انبیاء علیہم السلام جو اسکے مخلوق کی طرف بھیجے گئے تو اللہ تعالے کے اولیاء ومطیع بندون کے لیے رحمت ہین اور اسکے دشمنون کافرون پر حجت ہین پس یہ لوگ بندون کو اللہ کی طرف حکمت وموعظت کے ساتھ بلاتے ہین اور اطاعت کرنے والون کو بڑے ثواب سے خوشخبری دیتے اور نافرمانون کو دردناک عذاب سے ڈراتے ہین تاکہ رسولون کے بعد بندون کی کوئی حجت اللہ تعالے پر باقی نہ رہے کما قال لئلا یکون للناس علے اللہ حجۃ بعد الرسل اسواسطے کہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت دیدیتا چنانچہ فرمایا ولو شاء اللہ لہدیکم اجمعین - اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان بندون کو ولایت ازلی کے لیے برگزیدہ کیا اور اپنی نزدیکی کے واسطے انکو بنایا اور اپنی محبت کے لیے مقدس کردیا - اور نیز کہا کہ آدم کو ازل مین قبل وجود آدم کے برگزیدہ کیا وہ اپنے مخلوق کو جانتا ہو کہ آدم کی نافرمانی کرنا اسکے برگزیدہ ہونے مین کچھ مؤثر نہوگی اس واسطے کہ برگزیدہ ہونا تو علم ازلی مین سابق ہو چکا تھا باوجودیکہ حق عزوجل کو معلوم تھا کہ جو آدم سے ظاہر ہوگا - اور نیز کہا کہ اللہ تعالے نے انبیاء کو اپنے مشاہدہ کے لیے اور اپنی درگاہ مین نزدیکی دینے کے لیے برگزیدہ کیا اور مومنون کو مطالعہ وتہذیب کے لیے چھانٹ لیا اور ان مین سے عالمون کو اپنے خطاب کی ترتیب وفہم کے واسطے برگزیدہ کیا - اور **نصرآبادی** نے فرمایا کہ جب تو نے آدم پر آدم کی صفت سے نظر ڈالی تو دیکھا کہ فرماتا ہو وعصی آدم ربہ - نافرمانی کی آدم نے اپنے پروردگار کی - اور جب تو نے آدم پر بصفت حق عزوجل نظر ڈالی تو دیکھا کہ فرماتا ہو - ان اللہ اصطفی آدم پھر نافرمانی کرنا برگزیدہ ہونے مین کیا اثر کرسکتا ہو - اور **واسطی** رحمہ اللہ نے کہا کہ برگزیدہ کرنا تو حق عزوجل کے ساتھ قائم ہو اور معصیت ہونا بشریت کا اظہار ہو اور توبہ عجیب چیز ہو کہ آدم نے خود ہی اپنے نفس کی طرف ندامت سے رجوع کیا۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ج اِنَّكَ اَنْتَ

جب بولی جورو عمران کی اے رب مین نے تیرے نذر کیا جو کچھ میرے پیٹ مین ہو آزاد سو تو مجھسے قبول کر تو ہی

السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط

اصل سننے والا جاننے والا ہو پھر جب اسکو جنی بولی کہ اے رب مین یہ لڑکی جنی اور اللہ کو بہتر معلوم ہو جو کچھ جنی

وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ج وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ

اور بیٹا نہو جیسے وہ بیٹی اور مین نے اسکا نام رکھا مریم اور مین تیری پناہ مین دیتی ہون اسکو اور اس کی اولاد کو

الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

شیطان مردود سے

اذکر - اِذْ قَالَتِ یعنے ظرف منصوب بفعل مقدر ای اذکر ہو کما قال محمد بن زید - اور **ابو عبیدہ** نے کہا کہ اذ زائدہ ہو اور زجاج نے کہا کہ اصطفی سے متعلق ہو اور بعض نے کہا کہ سمیع علیم کے متعلق ہو یا امْرَاَتُ عِمْرٰنَ - حنہ لما اسنت واشتاقت للولد فدعت اللہ واحست بالحمل یا تمایت - یعنے عمران کی جورو نے جسکا نام حنہ تھا جبکہ وہ بڑے سن کی ہوگئی اور فرزند کی مشتاق ہوئی پس اللہ سے دعا کی اور حمل محسوس ہوا تو کہنے لگی اے رب میرے اِنِّیْ نَذَرْتُ - ان اجعل - لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ - مین نے نذر کی کہ قرار دیدون تیرے واسطے

جو کچھ میرے پیٹ مین ہی یعنے بچہ۔ اور بعض نے کہا کہ۔ لک ای لعبادتک۔ تیری پرستش کے لیے۔ مُحَرَّرًا۔ عتیقا خالصًا من شواغل الدنیا لخدمتہ بیتک المقدس۔ درحالیکہ وہ بچہ آزاد کیا ہوا ہو دنیا کے شغل سے خالص ہو تیرے بیت المقدس کی خدمت کے لیے۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ لنیتی الْعَلِيْمُ للدعاء۔ پس تو میری جانب سے قبول کرے۔ تو ہی سمیع ہی یعنے دعاء کا سُننے والا۔ علیم ہی یعنے نیت کا جاننے والا ہی۔ وہلک عمران وہی حامل ثم عمران نے وفات پائی اس حال مین کہ حنّہ پیٹ سے تھین۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا۔ ولدتہا جاریۃ وکانت ترجوان یکون غلاما اذ لم یکن یحرر الا الغلمان۔ پھر جب جنی اسکو لڑکی اور حال یہ کہ اسکو اُمید لگی تھی کہ لڑکا ہوگا کیونکہ لڑکے ہی محرر کیے جاتے تھے۔ کیونکہ لڑکی بوجہ حیض وغیرہ کے بیت المقدس کی خادمہ نہین ہو سکتی ہی۔ قَالَتْ۔ معتذرۃ۔ يا۔ رَبِّ۔ بولی عذر کرتی ہوئی کہ اے رب میرے۔ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى۔ مین تو اس پیٹ مین دختر جنی ہون۔ ف اب مین کیونکر نذر پوری کرون وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اے عالم۔ یعنے اسم تفضیل بمعنے فاعل ہی۔ بِمَا وَضَعَتْ۔ اور اللہ تعالےٰ جانتا ہی جو وہ جنی۔ جملہ اعتراض من کلامہ تعالیٰ وفی قراءۃ بضم التاء۔ یہ جملہ معترضہ از کلام باری تعالےٰ ہی اور یہی قراءۃ جمہور ہی اور ابن عامر و شعبہ کی قراءۃ وضعت بصیغہ متکلم ہی پس منجملہ کلام حنّہ سے ہوگا جو اپنے دل کی تسکین کے لیے کہا ہی۔ وَلَيْسَ الذَّكَرُ۔ الذی طلبت۔ كَالْاُنْثٰى۔ التی وہبت یعنے لام عہد کا ہی یعنے نہین مذکر وہ کہ حنہ نے مانگا تھا۔ محرر کرنے کو مانند اس مؤنث کے جو اسکو دی گئی یعنے لڑکا و لڑکی برابر نہین ہی۔ اور مفسر رح نے کہا لانہ یقصد للخدمۃ وہی لا تصلح لہا لضعفہا وعورتہا وما یعتریہا من الحیض ونحوہ کیونکہ مذکر تو خدمت مسجد کے لیے مقصود ہوتا ہی اور مؤنث اس خدمت کے لیے لائق نہین کیونکہ اسکی خلقت ضعیف ہوتی ہی اور پردہ دار ہوتی ہی اور اس پر حیض وغیرہ طاری ہوتا ہی اور بعض نے لام اول جنس کے لیے اور ثانی عہد کے لیے قرار دیا تو معنے یہ ہونگے کہ لڑکا اس لڑکی کی برابری نہین کر سکتا یعنے لڑکون سے یہ لڑکی اچھی وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ۔ اور مین نے مریم اسکا نام رکھا۔ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُھَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا۔ اولادہا۔ اور مین تیری پناہ مین دیتی ہون اس لڑکی کو اور اسکی اولاد کو مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ المطرود شیطان رجیم یعنے مطرود سے۔ ف یعنے شیطان کے شر سے اسکو و اسکی اولاد کو تیری پناہ مین دیتی ہون۔ وفی الحدیث ما من مولود یولد الا مسہ الشیطان حین یولد فیستہل صارخا الا مریم وابنہا رواہ الشیخان۔ اور حدیث مین ہی کہ نہین کوئی مولود جو پیدا ہوتا ہی مگر اُسکو چھو لیتا ہی اسکو شیطان جس دم پیدا ہوتا ہی پس وہ چیخ کر روتا ہی سواے مریم و اسکے فرزند کے رواہ البخاری و مسلم۔ ف یہان سے اللہ عزوجل نے اس گذشتہ حال کی خبر دی جو مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش مین واقع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان دونون بندون کو پیدا کیا ہی پس مریم بنت عمران بن ماثان ہین اور یہ عمران وہ نہین جو موسیٰ علیہ السلام کے باپ تھے اگرچہ اتفاق سے مریم کے بھائی کا نام بھی ہارون تھا۔ جیسا کہ قولہ یا اخت ہارون ما کان ابوک الآیۃ سے معلوم ہوتا ہی۔ اور اسی آیت کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالےٰ آوے گا۔ قولہ اذ قالت امرأۃ عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتقبل منی۔ یہ عمران کی جورو حضرت مریم کی مان ہین نام انکا حنّہ بنت فاقوذ ہی اور انکی بہن ایشاع بنت فاقوذ حضرت زکریا کی جورو تھین اسی سے عیسیٰ و یحییٰ دونون خالہ زاد بھائی ہین اور زکریا تو نبی تھے مگر عمران نبی نہ تھے ولیکن اللہ تعالےٰ کی طرف سے خاندان کرامت مین سے تھے اور محمد بن اسحٰق وغیرہ نے روایت کیا ہی کہ حنّہ بنت فاقوذ بانجھ تھین ایک روز انھون نے ایک پرند کو دیکھا کہ اپنے بچہ کو دانہ بھراتا ہی تو ان کو بھی بچہ کی خواہش ہوئی پس اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ مجھے فرزند عطا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اُنکی دعا قبول کی اور وہ حاملہ ہوئین پس جب حمل متحقق ہوا تو اللہ تعالےٰ سے نذر مانی کہ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ یعنے خالص فارغ خدمت بیت المقدس کے واسطے نذر کیا کہ اسکا مجاور رہے پس جو پیٹ مین تھا وہ محرر کیا

اور یہ نہ جانا کہ لڑکا ہی یا لڑکی ہی پس شوہر نے اس سے کہا کہ تیری خرابی تو نے کیا کیا بھلا اگر تیرے پیٹ مین لڑکی ہو کہ اسکی لیاقت نہین رکھتی ۔ پس
دونون کو ملال ہو گیا اور محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہی کہ جب کوئی لڑکا محرر کیا جاتا تو وہ کنیسہ مین رہتا اور وہان کے کام کرتا جھاڑو دیتا اور
خدمت کرتا اور وہان سے کہین نہ جاتا یہانتک کہ وہ بالغ ہوتا پھر اسکو اختیار دیا جاتا کہ چاہے وہین رہے یا جہان اسکا جی چاہے جاوے پھر اگر رہا تو
بعد اسکے اگر اس سے نکلنا چاہتا تو اسکو ایسا کرنے کا اختیار نہ تھا اور انکے انبیاء و علماء مین سے کوئی ایسا نہ تھا کہ اسکی نسل مین سے بیت المقدس
کے واسطے محرر نہو اور فقط لڑکے ہی محرر ہوتے تھے اور لڑکیان اسکی لیاقت نہین رکھتی تھین کیونکہ لڑکیون کو حیض وغیرہ پلیدی پہونچتی ہی ۔ اور ذکر کیا گیا ہی
کہ ان کے عہد مین ایسی نذر نرینہ اولاد کے حق مین جائز تھی ۔ اور نذر شرع مین اس امر کو کہتے ہین جو آدمی اپنے اوپر واجب کر لے پس اگر کسی گناہ
و ناجائز محل کو اپنے اوپر واجب کیا تو وہ نذر ہی نہین یا اسکا ادا کرنا روا نہین ہی اور اگر ایسے امر کی نذر کی جو شرع مین جائز ہی تو نذر سے اس کا
ادا کرنا واجب ہی ۔ اور محرر دا آزاد اور تحریر آزاد خالص کرنا میل سے اسی سے غلام آزاد کیے ہوے کو محرر کہتے ہین اور ہماری شریعت مین اولاد کو
اس طرح محرر کرنا روا نہین ہی اور ان کی شریعت مین جاری تھا لہذا مریم کی والدہ نے نذر کی کہ ۔ نذرت لک ما فی بطنی محررا ۔ اور نذر کرنا قضاء
مقدر کو دور نہین کرتا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث مین صریح ہی اور اس نظر سے تہیہ خیر و ثواب ظاہر ہوتا ہی ۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے مریم کی والدہ
کا نام نہین ذکر فرمایا بلکہ امرأۃ عمران کہا اور مریم کا نام صریح ذکر کیا ہی اسی طرح حضرت ابراہیم کی جورو کا نام نہین ذکر کیا اس مین کیا بات ہے تو
جواب دیا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے سواے مریم کے کسی کا نام نہین ذکر فرمایا کیونکہ بدون ضرورت کے عورتون کے نام لینا خلاف اخلاق ہی خصوصاً ایسے
کلام بلیغ مین جو جامع فنون فصاحت و بلاغت ہی رہا مریم کا نام تو بعض علماء نے ایک لطیف نکتہ بیان کیا ہی کہ چونکہ مرد کریم و شریف کسی مجلس مین
اپنی جورو کا نام نہین لیتا اور ذکر کرنا پسند نہین کرتا ہی بلکہ غضبناک ہو جاتا ہی اور کفار نصاریٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی نسبت ایسی بات کہی کہ
اسکے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا سبحانہ وتعالےٰ عما یشرکون پس اللہ عزوجل نے ان لوگون کے دفع وہم کو
مصرح مریم کا نام ذکر کیا اور بیان فرمایا کہ جیسے مرد سب اللہ تعالیٰ کے غلام و مخلوق بندے ہین ویسے ہی مریم بھی عورتون کے مانند اللہ تعالےٰ
کی مخلوق بندی لونڈی ہی ۔ قولہ فلما وضعتہا ۔ ای ولدتہا جاریۃ اور ضمیر ہا کی ماموصولہ کی طرف ہی جو ما فی بطنی مین ہی اور ضمیر مونث برعایت معنے
ہی کیونکہ ما فی بطنہا تو علم الٰہی مین مونث تھی یا اس تاویل پر کہ ماموصولہ سے نفس فی بطنی یا النسمۃ فی البطنی ضرور مراد ہی پس وضعتہا کی ضمیر نفس یا نسمہ
کی طرف راجع ہی ۔ قولہ قالت رب انی وضعتہا انثیٰ ۔ اگر کہا جاوے کہ انثیٰ حال واقع ہی ضمیر منصوب سے پس کلام گویا یہ ہوا کہ رب انی وضعت
الانثیٰ انثیٰ ۔ تو جواب دیا گیا کہ بنا بر تاویل نفس یا النسمہ کے صحت ظاہر ہی کہ یہ معنے ہوے وضعت تلک النسمۃ انثیٰ ۔ یا تلک النفس انثیٰ ۔ اور
بنا بر رعایت معنوی کے چونکہ حال و ذی الحال بالذات واحد ہوتے ہین لہذا ذو الحال کو بھی برعایت حال کے مونث فرمایا ۔ قولہ وانی سمیتہا مریم
ان کی زبان مین مریم کے معنے عابدہ ہین پس غرض بیان سے درخواست ہی کہ اسکو اسم با مسمیٰ کردے اسکو اس ادب سے بیان کیا ۔ اور اس سے
ظاہر ہی کہ اسم اور مسمیٰ و تسمیہ سب امور جدا گانہ ہین ۔ قولہ وانی اعیذہا بک و ذریتہا من الشیطان الرجیم ۔ ای مین نے اس لڑکی کو اللہ تعالےٰ کی پناہ
مین دیا شیطان مردود کے شر سے اور اسکی ذریت کو (اور وہ عیسیٰ علیہ السلام ہین) اللہ تعالےٰ کی پناہ مین دیا شیطان کے شر سے اور شیخ
ابن کثیر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی یہ دعا قبول کی جیسا کہ ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ کوئی مولود نہین مگر انکہ شیطان اسکو مس کرتا ہی
جب وہ پیدا ہوتا ہی پس چیخ کر روتا ہی اسکی مس سے سواے مریم اور اسکے فرزند کے پھر ابوہریرہؓ نے کہا کہ پڑھو تم اگر جی چاہے وانی اعیذہا بک و
ذریتہا من الشیطان الرجیم ۔ اخرجہ البخاری و مسلم من حدیث عبد الرزاق و من حدیث ابن جریج نحوہ اور حدیث قیس عن الاعمش عن ابی صالح

عن ابی ہریرۃ مین آیت کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مذکور ہے۔ اور یہان اشکال وارد کیا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مریم کی
والدہ نے وضع ونام رکھنے کے بعد اس طرح پناہ کی دعا کی پس اس سے یہ لازم نہین آتا کہ مریم کی ولادت کے وقت طعن شیطان واقع ہوا ہو پس آیۂ کریمہ
کی تلافی حدیث سے نہین ہوتی ہے **ذکرہ الجمل فی حاشیتہ**۔ اور جواب ممکن ہے کہ مس شیطان بچون کے واسطے اوقات مختلفہ مین واقع ہوتا ہے
وقت ولادت کے اور بعد اسکے اور مریم علیہا السلام کے حق مین شاید کہ بتقدیر الٰہی اول ہی سے واقع نہوا اگرچہ ان کی مان نے پیچھے دعا کی ہے اور یہی
امر باعث برین دعا ہوا ہو اور شاید کہ بعد اس دعا کے جملہ مس شیطان سے پناہ ہوگئی ہو اگرچہ وقت ولادت کے نخس شیطان ہوا ہو اور عیسیٰ علیہ السلام
مین وقت ولادت بھی نہین ہوا کہ دعا قبل سے مقبول ہوگئی تھی چنانچہ بخاری کی دوسری روایت ابو ہریرہؓ مین مرفوعا ہے کہ ہر بنی آدم کے دونون
پہلو مین شیطان اپنی دو انگلیون سے مارتا ہے جس دم وہ پیدا ہوتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم کے کہ مارنے گیا تھا مگر اسنے حجاب مین مارا یعنے جس
جھلی کے اندر بچہ ہوتا ہے پس اس حدیث مین فقط عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اور **زمخشری** وغیرہ معتزلہ نے اس حدیث سے اس وہم پر انکار کیا
کہ مس شیطان بمعنے اغواء وبہکانا ہے بدون سن تمیز وبلوغ کے نہین ہوتا ہے پس وقت ولادت کے اغواء کے کچھ معنے نہین ہین۔ اور **بیضاوی**
نے یہ جواب دیا کہ مس شیطان سے طمع اغواء مراد ہے یعنے ہر مولود کے پیدا ہونے پر شیطان کو اسکے اغواء کی طمع ہوتی ہے اور یہ جواب بناء فاسد بر فاسد ہے
گویا **بیضاوی** رحؒ نے مان لیا کہ **زمخشری** کا یہ دعویٰ ٹھیک ہے کہ شیطان کا چھونا بمعنے اغواء ہے اور **طیبی** رحؒ نے جواب دیا کہ عیسیٰ اور ان کی مان کی
خصوصیت اس فضیلت مین سوائے دیگر انبیاء کے اسوجہ سے ہوسکتی ہے کہ روا ہے کہ شیطان دیگر انبیاء کو مس کرے باوجودیکہ وہ لوگ اغواء سے
معصوم ہین اور پوشیدہ نہین کہ یہ جواب بھی مانند جواب **بیضاوی** کے بناء فاسد بر فاسد ہے یہ کہان سے معلوم ہوا کہ مس کے معنے اغواء ہین
بلکہ مس کے یہی معنے ظاہری یعنے چھونا ہین چنانچہ علامہ **تفتازانی** رحؒ نے کہا کہ یہ روا ہے کہ شیطان بچہ کو وقت اس کی ولادت کے
چھوے اس طرح کہ وہ چیخے جیسے کہ دیکھا وسنا جاتا ہے اور یہ مس بقصد اغواء نہین ہے تاکہ یہ کہا جاوے کہ مولود کی ولادت کے وقت یہ متصور نہین ہے
اور یہی کلام تحقیق ہے۔ پھر رہا یہ امر کہ سوائے مریم وعیسیٰ علیہ السلام کے جو کلیہ سے مستثنیٰ ہین باقی سب کے حق مین یہ حکم عام ہے حتی کہ دیگر انبیا
علیہم السلام پر عیسیٰ ومریم کو اس امر جزوی مین فضیلت ہے یا بعد اس استثنا کے بھی کلیہ مین سے تخصیص ہے پس اول تو ظاہر حدیث ہے لیکن اسپر
وارد ہوتا ہے کہ مفصل قصہ ولادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین آپ کا رونا وغیرہ مذکور نہین الا آنکہ کہا جاوے کہ مس شیطان کے واسطے رونا
بطور لازم نہین ہے پس جائز ہے کہ مس شیطان ہوا اور رونا واقع نہوا ہو اور رد کیا گیا کہ فیستھل صارخا من مسہ کی تفریع وتعلیل اسوقت درست
نہین ہوسکتی اور نہ اسکے مس کا کوئی نتیجہ ہے جو مذکور ہو سوائے اسکے۔ فافہم اور عینی نے **عیاض** رحؒ سے نقل کیا کہ تمام انبیا اس امر مین
عیسیٰ علیہ السلام کے شریک ہین پس کلیہ مذکور سے ماسوائے انبیاء کے دیگر بنی آدم باقی مراد ہونگے اور دعا سے مادر مریم کا اثر اظہر بحق مریم ہوگا۔
اس واسطے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو نبوت کی وجہ سے اس سے بچے ہوئے تھے اگرچہ مادر مریم کو معلوم نہ تھا جبکہ انھون نے دعا کی کہ مریم کے
بطن سے نبی پیدا ہوگا جو مس شیطان سے محفوظ ہوگا مثل انبیاء کے کہ محفوظ ہوتے ہین اور **قرطبی** رحؒ نے کہا کہ یہی قول مجاہد رحمہ اللہ کا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی
احق واصح ہے پھر اگر یہی ثابت ہو کہ یہ امر مخصوص بحضرت عیسیٰ ومریم تھا تو اس مین دلیل ہوگی کہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے دیگر افراد بنی آدم مین سے
بعض مین کوئی ایسی ادنیٰ سی بات فضیلت کی ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام مین نہین ہوتی ہے اگرچہ فضل کلی انبیاء علیہم السلام کو ہے کیونکہ مریم
کچھ نبی نہین اور ان کو یہ فضیلت جزوی تھی تامل اور قولہ انی سمیتہا مریم مین دلیل ہے کہ پیدا ہونے کے روز نام رکھنا شرع
سابق بھی تھی جیسے ہماری شرع مین ہے چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا کہ رات میرا بیٹا پیدا ہوا مین نے اپنے جد اعلیٰ کے نام پر اس کا

نام ابراہیم رکھا رواہ البخاری ومسلم اور نیز ایک نے کہا کہ رات میرا فرزند پیدا ہوا ہے اسکا کیا نام رکھوں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن نام رکھ رواہ البخاری پس سمرہ بن جندبؓ سے جو روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکا اپنے عقیقہ میں رہن رہتا ہے اس کے پیدا ہونے کے ساتوین دن اس کی طرف سے ذبح کیا جاوے اور اسکا نام رکھا جاوے اور اسکا سر منڈایا جاوے رواہ احمد واہل السنن وصححہ الترمذی پس اس روایت کے یہ معنے لیے جاوین کہ اس کی طرف سے ذبح کیا جاوے اور اسکا جو نام ہو لیا جاوے یعنے یون کہا جاوے کہ مین اپنے فلانے فرزند کی طرف سے اللہ تعالےٰ کے واسطے قربانی کرتا ہون تو سب روایتون مین موافقت ظاہر ہے یا یہ مراد ہو کہ تاخیر تا روز ہفتم جائز ہے فافہم واللہ اعلم ف ۲ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالےٰ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ مترجم کہتا ہے کہ حُر بمعنے آزاد ہے مقابل رقیق بمعنے بندہ وغلام وبردہ جیسے حُریت مقابل رقیت ہے قال الشیخ قولہ محررا ای حرا از رق نفس یعنے اپنے نفس کا بندہ ہونے سے آزاد اور مس شیطان سے پاک اور ماسواے حق عزوجل کے سب سے صاف فقط اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے مخصوص۔ اور اسی کی محبت مین اخلاص والا اور اس کی بندگی مین سچا۔ اور نیز تیری خدمت مین مشغول تیرے مشاہدہ کے مقام مین آزاد تاکہ تیرے ہی واسطے خالص ہو اور حظ ربوبیت کو پورا کرے۔ اور نیز آزاد تیری بندگی مین تیری ہی محبت کے ساتھ کہ جنت ودوزخ کی مشغولی سے الگ ہو تاکہ تیری عبادت تیرے ہی لیے ادا کرے تیرے سواے ہر چیز کی طرف التفات کرنے سے الگ ہو اور نیز مادر مریم کے اسرار باطن نے یقین کیا تھا کہ لڑکی ہوگی اگرچہ خود نص عقل سے اسکو معلوم نہین کیا تھا کیونکہ اسکو سواے حق عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہے پس کہا کہ مین نے تیرے واسطے اسکو آزاد کردیا کیونکہ وہ تیرے کلمہ عیسیٰ علیہ السلام کے وجود کی جگہ ہے اور سزاوار نہین کہ جو آزاد سے حامل ہو وہ خود آزاد نہو بلکہ اسکو بھی آزاد ہی ہونا چاہیئے ہے۔ اور استادؒ نے فرمایا کہ حُر وہ ہے جو مخلوقات مین سے کسی کے رق مین نہو اس کو حق عزوجل نے اپنے حکم ازلی سابق مین قرار دیا ہو کہ وہ تمام وجہ سے تمام احوال مین ہر طرح کی مشغولی سے آزاد ہے۔ اور جعفرؒ نے فرمایا کہ محررا۔ ای آزاد از دنیا واہل دنیا۔ اور محمد ابن علیؒ نے قولہ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ کی تفسیر مین کہا ای تیرا بندہ خالص ہو اور جو تیرے واسطے خالص ہو گا وہ تیرے ماسواے سب سے آزاد ہو گا۔ سہل بن عبداللہؒ سے محررا۔ کے معنے پوچھے گئے تو فرمایا کہ وہ شخص جو اپنے نفس کے ارادہ اور خواہش کی پیروی سے فارغ وآزاد ہو۔ ؛

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

پھر قبول کیا اسکو اسکے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اسکو اچھی طرح بڑھانا اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آتا اُس پاس زکریا

الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ

حجرے مین پاتا اُس پاس کچھ رزق بولا ای مریم کہان سے آیا تجھکو یہ بولی یہ اللہ

عِندِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

کے پاس سے ہے اللہ تعالےٰ رزق دیتا ہے جسکو چاہے بے قیاس

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا۔ ای قبل مریم من امہا پس مریم کو اس کی مان سے اُسکے رب نے قبول کیا بِقَبُولٍ حَسَنٍ اچھی قبولیت کے ساتھ۔ وَّأَنۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا۔ انشاہا بخلق حسن فکانت تنبت فی الیوم کما ینبت المولود فی العام واتت بہا امہا الاحبار سدنۃ بیت المقدس فقالت دونکم ہذہ النذیرۃ فتنافسوا فیہا لانہا بنت امامہم فقال زکریا انا احق بہا لان خالتہا عندی فقالوا لاحتی تقرع فانطلقوا وہم تسعۃ وعشرون الی نہر الاردن والقوا اقلامہم علےٰ ان من ثبت قلمہ فی الماء وصعد فہو اولےٰ بہا فثبت قلم زکریا فاخذہا وبنی لہا غرفۃ فی المسجد

بسلم لا یصعد الیها غیرہ وکان یاتیہا باکلہا وشربہا ودہنہا فیجد عندہا فاکہۃ الشتاء فی الصیف وفاکہۃ الصیف فی الشتاء کما قال اللہ تعالیٰ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا۔ ضمہا الیہ وفی قراءۃ بالتشدید ونصب زکریاء ممدودًا ومقصورًا والفاعل اللہ تعالیٰ۔ اور بڑھایا اسکو اچھی پیدائش سے پس مریم بڑھتی ایک دن مین جیسے بچہ ایک سال مین بڑھتا ہی اور لائی مریم کو اسکی ماں ان احبار کے پاس جو بیت المقدس کے مجاور تھے اور بولی کہ لو تم لوگ اس نذر کی ہوئی کو پس سبھون نے اس مین رغبت کی کیونکہ وہ ان کے امام کی لڑکی تھی پس زکریا نے کہا کہ مین اسکا زیادہ حقدار ہون کیونکہ اسکی خالہ میرے پاس ہی تو بولے کہ نہین بلکہ ہم سب قرعہ ڈالین پس چلے یہ لوگ نہر اردن کی طرف اور سب انتیس ۲۹ آدمی تھے اور سبھون نے اپنا اپنا قلم اس مین ڈالا اس شرط سے کہ جس کا قلم ٹھہر جاوے پانی مین اور چڑھے تو وہ اسکے پرورش کے لیے اولیٰ ہی پس زکریا کا قلم ٹھہر گیا پس زکریا نے اسکو لے لیا اور مسجد مین اسکے لیے ایک غرفہ بنایا سیڑھی پر سے جانے کا مریم کے پاس اس سیڑھی پر سے چڑھکر سوائے زکریا کے کوئی نہین جاتا تھا اور زکریا مریم کے پاس مریم کا کھانا پانی اور تیل لاتے تھے پس زکریا نے مریم کے پاس جاڑون کے میوے گرمیون مین پائے اور گرمیون کے میوے جاڑون مین پائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قصہ بیان فرمایا ہی اور کفلہا بدون تشدید فاء یعنے کفالت سے صیغۂ ماضی معروف ہی اور وہ لغت مین بمعنے ضم ہوا ہی ملایا زکریا نے مریم کو اپنی پرورش مین۔ اور کوفیون کی قراءۃ مین تکفیل سے بتشدید فاء ماضی معروف ہی اور زکریا کو اعراب نصب ہی اور زکریا بمد وبقصر دونون طرح ہی پس جس نے بمد پڑھا اسنے نصب ظاہر کیا ای زکریاء بنصب ہمزہ پڑھا اور جس نے بقصر پڑھا تو زکریا محل نصب مین رکھا اور تکفیل کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی یعنے کفیل کردیا اللہ تعالیٰ نے مریم کا زکریا کو اور اللہ تعالیٰ نے زکریا کو اس لڑکی مریم کے بارہ مین بعض کرامات دکھلائین تاکہ سبھون کو پہلے سے تعظیم رہے اور جب عیسیٰ بے باپ پیدا ہون تو کوئی انکار نہ کرے اور منجملہ کرامات کے فرمایا۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ ہر بار جب زکریا اس لڑکی کے پاس محراب مین آتا تو اسکے پاس رزق پاتا۔ ف جاڑون مین گرمی کا میوہ اور گرمی مین جاڑے کا۔ محراب سے مراد غرفہ ہی اور وہ اشرف المجالس ہے گویا وہ بیت المقدس کے اشرف مقام مین بنا تھا۔ پھر زکریا نے یہ عجائب دیکھکر پوچھا۔ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا۔ من این لک ہذا۔ کہا اے مریم کہان سے آیا یہ تیرے پاس۔ قَالَتْ۔ وہی صغیرۃ۔ مریم کہنے لگی حالانکہ چھوٹی تھی۔ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ۔ یاتینی بہ من الجنۃ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے یہان سے ہی وہ دیدیتا ہی مجھے اس کو جنت مین سے۔ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ رزقًا واسعًا بلا تبعۃ۔ اور اللہ جسکو چاہے رزق بے حساب دے یعنے فراخ روزی بدون مشقت کے عطا کرے یہ قصہ ذو جہات ہی اور روایتین کئی راہ پر ہین اور حدیث مین صحابہ سے صریح کوئی روایت نہین ہان تابعین سے البتہ روایات ہین اور ظاہر یہ ہی کہ وہ کتب اخبار بنی اسرائیل سے ماخوذ ہین واللہ اعلم اور آیۂ کریمہ کے معنے واضح ہین ان قصص وروایات پر موقوف نہین ہین جیسا کہ ترجمۂ آیۂ کریمہ سے ظاہر ہین۔ اور رہین روایات تو ان مین اختلاف بچند وجوہ ہی اول آنکہ قبول پروردگار کے معنے کیا ہین آیا یہ ہین کہ اسکو خدمت بیت المقدس کے واسطے قبول کیا تھا جیسے نذر کا لڑکا مقبول ہوتا تھا یا مقبولیت آخرت باعتبار صلاحیت کے ہی۔ اور دوم انبات حسن آیا بوجہ خاص ہی یا خوبی خلقت باعتبار عموم کے ہی۔ اور کفالت زکریا آیا بقصہ مذکورہ ہی یا بسبب یتیم ہونے کے بلا منازعت ہی اور تکفل مسجد بیت المقدس مین ہی یا اپنے گھر مین ہی اور سوم محراب سے محراب یا گوشہ مسجد ہی یا جائے عبادت مریم ہی اور قول مریم آیا حالت مہد یا صغر سنی مین ہی یا حالت تمیز مین ہی اور یہ سب وجہین مروی ہوئی ہین اور مفسر رحمہ اللہ نے ان سب مین سے اول ہی اول کو لیا ہی یعنے قبول برائے خدمت بیت المقدس و انبات بوجہ خاص و کفالت زکریا بقصہ مذکورہ اور تکفل در مسجد۔ اور محراب غرفہ مسجد و قول مریم بحالت صغر سنی۔ لہذا مین قصہ کو نقل کرتا ہون اور اختلافات کا بیان آگے

ہوگا ولیکن پہلے تفسیر کلام کے متعلق امور ذکر ہونا چاہیئے تقبل بمعنے قبول مصدر ہی مانند ولوغ و وزوغ کے اور یہی تین مصدر آئے ہین اور تفعل یہان بمعنے تکلف نہین جو اسکی اصل ہو بلکہ بمعنے فعل ہی ای اس لڑکی کو نذر مین قبول کیا اور راضی ہوا اور بعض نے کہا کہ تقبل بمعنے تکفل ہی ای اسکی کفالت اچھی طرح کرا دی حالانکہ وہ بے باپ کی یتیم تھی کیونکہ عمران اسکو پیٹ مین چھوڑ کر مر گئے تھے۔ انبتہا نباتا حسنا۔ نبات مصدر ہی پس یا تو تقدیر کلام یون ہو فانبتها فنبتت نباتا حسنا۔ اور یا مفعول مطلق بر غیر فعل ہی کیونکہ فعل انبات ہی جیسے تقبلہا بقبول مین بھی ایسا ہی کہا گیا کہ تقبلہا قبولا کے معنے مین ہی اور یہ جائز جیسے تکلمت کلاما اور جویبر نے ضحاک کے طریق سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ فتقبلہا ربہا بقبول حسن یعنے اسکو نیکون کی راہ چلایا اور قولہ وانبتہا نباتا حسنا۔ یعنے اس کی خلقت پوری کر دی بدون زیادت و نقصان کے اور معنے انبات جم کانا۔ نبات اگنا۔ عام بمعنے سال۔ احبار جمع حبر عالم دین یہود بمعنے مطلق عالم۔ سدنہ جمع سادن بمعنے خادم۔ نذیرہ بمعنے منذورہ تنافس رغبت باہمی مراد ہی۔ امام پیشوا اور عمران ان مین عالم باعمل معروف تھے اور اس پر اتفاق ہی کہ وہ نبی نہ تھے۔ اقتراع قرعہ ڈالنا۔ غرفہ بضم اونچا مکان کوٹھری کے طور کا جس پر سیڑھی بغیر نہ چڑھ سکین۔ تعب تکلیف و مشقت۔ پھر جاننا چاہیئے کہ جو قصہ مفسرین نے بیان کیا ہی یعنی ابن جریر نے عکرمہ و قتادہ و سدی سے روایت کیا ہی اور اس قصہ مین یہ ہی کہ ان لوگون نے تین بار اپنے قلم ڈالے اور ہر بار زکریا کا قلم ٹھہر گیا اور اوپر آگیا اور محمد بن اسحاق کی روایت مین ہی گویا وہ خشک مٹی پر ہی پس صعد کے معنے یہ ہین کہ نہر مین قلم پھینکنے سے یکایک تو سب پانی مین غائب ہو سے پھر زکریا کا قلم اوپر ٹھہر گیا اور باقیون کے قلم اوپر آ کر بہنے لگے وہ اللہ اعلم۔ اور بعض نے کہا کہ زکریا کا قلم چڑھاو کی طرف چلا اور اورون کے قلم بہاو کی طرف بہے اور بعض نے کہا کہ یہ قلم توریت لکھنے کے تھے پھر زکریا نے لیکر مریم کو غرفہ مسجد مین رکھا اور محمد بن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اپنے گھر مین مریم کی خالہ کے پاس رکھا اور بعضون نے کہا کہ اول مین مریم کو اسکی خالہ پاس رکھا پھر جب بڑی ہوئی تو غرفہ مسجد مین رکھا اور اس کا دروازہ وسط مین تھا بدون سیڑھی کے وہان چڑھنا ممکن نہ تھا پس دروازہ اسکا مقفل رہتا سوا ے زکریا کے کوئی وہان نہین جاتا اور ربیع انس سے روایت ہی کہ جب زکریا مریم کے پاس سے نکلتے تو سات دروازے مقفل کرتے رواہ ابن جریر اور معالم مین محمد بن اسحاق کی روایات سے نقل کیا کہ زکریا نے ضعیف ہو کر کفالت مریم کی یوسف بن یعقوب کہ جو بنی اسرائیل مین سے ایک شخص بڑھئی تھا اور مریم کا چچا زاد بھائی تھا سپرد کی اور اسنے مسجد مین رکھا اور یہ زمانہ قحط کا تھا کہ یوسف مذکور کو سخت تردد ہوا پس مریم نے کہا کہ اللہ تعالے پر بھروسا کر چنانچہ مریم کی برکت سے اللہ تعالے نے اسکی کمائی مین ترقی کر دی اور خود مریم کو رزق وسیع ملتا تھا۔ واللہ اعلم۔ اور مین اس مقام پر تفسیر ابن کثیر کو نقل کرتا ہون کہ اس پر لوگون کا اعتماد ہی اور بعض اختلاف کو بھی نقل کرون گا۔ اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہی کہ اس نے مریم کو اس کی مان سے نذر قبول فرمایا اور اسکو اچھا اگانا اگایا یعنے اسکی شکل ملیح اور منظر خوش بنایا (اور مروی ہی کہ مریم بنی اسرائیل مین نہایت خوبصورت عورت تھین) اور اسکے لیے قبولیت کے جو سامان ہین سب مہیا کر دیے اور اپنے صالحین بندون کے ساتھ کر دیا کہ ان سے علم و بھلائی و دین سیکھتی۔ اسی واسطے فرمایا۔ وکفلہا زکریا۔ بتشدید فاء و نصب زکریا بنا بر مفعولیت ای زکریا کو اسکا کفیل بنا دیا) اور بعض نے کہا کہ مضاف مقدر ہی ای کفل مصالحہا زکریا اسکی مصلحتون اور اچھے کامون کے واسطے زکریا کو کفیل کر دیا کیونکہ صرف بدن مریم کی کفالت کے کچھ معنے نہین ہو سکتے ہین) اور ابن اسحق نے کہا کہ یہ کفالت کرا دینا اسی وجہ سے تھی کہ وہ یتیم تھی اور دوسرون نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کو قحط پہونچا تھا اس وجہ سے زکریا نے مریم کی کفالت کر لی اور ان دونون قولون مین کوئی منافات نہین ہی اور مصحف ابی بن کعب سے اکفلہا کی قراءۃ موافق معنے کفل بتشدید فا روایت ہی اور اللہ عزوجل نے زکریا کو اسکا کفیل اسی واسطے مقدر کیا کہ مریم کو سعادت حاصل ہو کہ

زکریا سے علم نافع و عمل صالح حاصل کرے کیونکہ وہ اسکے خالہ کا شوہر تھا جیسا کہ محمد ابن اسحاق نے کہا ہے اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ سے روایت کیا ہے اور بعض نے کہا کہ مریم کی بہن کا شوہر تھا جیسا کہ صحیح مین قصہ معراج مین ہے کہ وہان آپ کو یحییٰ و عیسیٰ ملے سو ہا ابنا الخالۃ - اور کبھی یہ محاورہ اس معنے پر بھی بولا جاتا ہے جو ابن اسحاق سے ذکر کیا ہے یعنے بھنے خالہ زاد بھائی - اور بنا برین وہ اپنی خالہ کی پرورش مین رہی اور صحیح مین ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضا مین حمزہ رضی اللہ عنہ کی دختر کے حق مین حکم دیا کہ وہ اپنی خالہ کی پرورش مین رہے جو جعفر بن ابی طالب کی جورو تھی اور فرمایا کہ خالہ بمنزلہ مان کے ہے [1] صحیح مین ہے کہ زکریا علیہ السلام بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے اور یہ دلیل ہے کہ جو پیشہ روا ہے اسکا کرنا مستحب ہے اور یہ زکریا ابن آذن بن مسلم بن صدوق از اولاد سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہین کما ذکرہ فی المعالم [2] اور بعض نے نقل کیا کہ ابن عباس و ابن مسعود و چند صحابہ و دیگر رضی اللہ عنہم و مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مریم ان لوگون کے امام کی بیٹی تھی پس سبھون نے اس مین رغبت کی کہ کون اسکی کفالت کرے گا پس اقلام سے قرعہ ڈالا اور زکریا نے جو کہا کہ مین اس کی خالہ کا شوہر ہون اس کا زیادہ حقدار ہون تو نہ مانا کہ اگر یہی بات ہوتی تو وہ اپنی مان کے پاس رہنے کی زیادہ حقدار تھی پھر قرعہ بھی زکریا کے نام نکلا اور زکریا نے اس کی کفالت کی -

قال ابن کثیر پھر اللہ تعالیٰ نے مریم کی سرداری و بزرگی کی اسکی محل عبادت مین خبر دی چنانچہ فرمایا کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا - اور کمالین مین کہا کہ بعض نے محراب سے سجد مراد لی کیونکہ انکی مسجدون کا نام محراب ہوتا تھا اور مفسر رحمہ اللہ نے غرفہ مراد لیا - **قال ابن کثیر** رح اور مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و ابو الشعثاء و ابراہیم نخعی و ضحاک و قتادہ و ربیع بن انس و عطیہ العوفی و سدی نے - وجد عندہا رزقا - مین کہا کہ جاڑون کے میوے گرمیون مین اور گرمیون کے میوے جاڑون مین پائے اور مجاہد سے روایت ہے کہ رزق سے مراد علم ہے یا کہا کہ صحیفہ جس مین علم ہو تا رواہ ابن ابی حاتم ولیکن اول واضح ہے - اور اس قصہ مین بہت سے دلالات اس امر کے موجود ہین کہ اولیا کی کرامت حق ہے اور احادیث مین اسکے نظائر کثرت سے موجود ہین - سراج المنیر مین مذکور ہے کہ اس مین کرامت اولیا حق ہونے کی کیسی بڑی قطعی دلیل موجود ہے اور یہ کچھ معجزہ زکریا علیہ السلام کا نہین تھا جیسا کہ ایک جماعت نے گمان کیا ہے اور یہ گمان صریح جہالت ہے اس واسطے کہ زکریا پر خود حال مشتبہ تھا چنانچہ مریم سے پوچھا کہ یہ تمکو کہان سے آیا اور اگر معجزہ ہوتا تو دعوی ہوتا اور بہ یقین جانتے کیونکہ نبی کی یہی شان ہے اور نیز ہنالک دعا زکریا ربہ - کے کیا معنے کیونکہ یہی دیکھکر تو انھون نے اپنی دعا کرنے کی راہ پائی اور خود کرامات اولیا پر دلالات دیگر بھی صریح ہین جیسے قصہ اصحاب کہف کہ کئی سو برس بے کھانے پینے کے غار مین زندہ سوتے رہے اور قصہ آصف بن برخیا کہ نظر پھرنے سے پہلے تخت بلقیس لے آئے اور عمر بن الخطاب رض نے منبر مدینہ پر اپنا لشکر جو نہاوند فارس مین تھا دیکھا اور آواز دی یا ساریۃ الجبل اور ساریہ سردار لشکر نے یہ آواز وہان سُنی حالانکہ درمیان مین ایک مہینہ کی راہ کا فاصلہ تھا اور خالد بن الولید نے زہر ہلاہل پی لیا اور کچھ ضرر نہوا اور دیگر اخبار کثیرہ موجود ہین اور **مترجم** کہتا ہے کہ **ابن حجر** رح وغیرہ نے بعض صحابہ رض کا حال اسماء الرجال مین لکھا کہ بعد موت کے جنازہ مین سے اُٹھکر گفتگو کی ہے اور انکار اس کا سوائے بد اعتقاد جاہل کے کوئی نہین کر سکتا **خطیب** رح نے سراج مین خوب کہا کہ بد اعتقادون وخواہش پرستون نے جو اس سے انکار کیا تو کچھ تعجب نہ کرنا چاہیئے اسواسطے کہ انھون نے اپنے آپ مین اسکا مشاہدہ نہین پایا اور نہ اپنے کسی پیشوا کو سُنا جنکی نسبت گمان کرتے ہین کہ وے کچھ تھے پس انھون نے اولیاء اللہ صاحبان کرامت کو جہال صوفی کہنا شروع کیا اور انکے حق مین زبان درازیان کین بھلا ان کو کیا خبر ہے کہ صفاء عقیدت و پاکیزگی سرّ قلب اور ظہور انوار حق و خطور اسرار صفا و محبت کیا چیز ہے لیکن تعجب تو بعضے اہل سنت سے ہے کہ اس سے دریافت کیا گیا کہ روایت ہے کہ ابراہیم بن ادہم کو جو ثقات معتبرہ رواۃ حدیث مین سے مشہور معروف شخص ہے لوگون نے آٹھوین ذی الحجہ کو بصرہ مین دیکھا تھا اور اسی روز

انکا حج مین مکہ مین شریک ہونا معلوم ہوا تو کہا کہ جو ایسا جائز ہونے کا اعتقاد کرے وہ کافر ہی پھر **خطیب شافعی** رح نے کہا کہ حق وہ ہی جو امام
نسفی حنفی رح نے کہا ہی کہ جب انسے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ عادت کے خلاف ہونا بطریق کرامت کے اہل اللہ تعالی سے اہل سنت کے نزدیک
جائز ہی۔ اور **حافظ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے **حافظ ابو یعلی الموصلی** رح کی اسناد سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم چندروز ایسے رہے کہ آپ نے کھانا نہین پایا یہانتک کہ آپ پر یہ گران گذرا پس اپنی ازواج مطہرات کے گھرون مین گئے اور ان مین سے
کسی کے پاس کچھ نہ پایا پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی پاک بیٹی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ای پیاری بیٹی تیرے پاس کچھ ہی کہ مین کھاؤن بولی کہ
ای باپ میری جان آپ پر قربان میرے پاس کچھ نہین ہی پھر جب آپ ہان سے نکلے تو فاطمہ کی ایک پڑوسن عورت نے دو روٹیان اور ایک ٹکڑا
گوشت کا بھیجا حضرت سیدہ نے لیکر اسکو ایک طباق مین رکھا اور کہا کہ واللہ مین اس طعام کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے بہ نسبت اپنے
اور اپنے پاس والون کے اختیار کرونگی حالانکہ یہ سب بھی کھانے سے سیر ہونے کے محتاج تھے پھر حسن یا حسین علیہما السلام مین سے کسی کو رسول اللہ
صلعم کے پاس بھیجا پس آپ واپس آئے تو حضرت سیدہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالے نے میرے پاس کچھ بھیجدیا ہی وہ مین نے آپ ہی کے واسطے
رکھ چھوڑا آپ نے فرمایا کہ لے آ بیٹی وہ لائین اور ڈھکنا کھولا تو دیکھا کہ وہ تمام کھانے سے بھرا ہی یہ دیکھکر حضرت سیدہ حیران رہین اور سمجھین کہ یہ
اللہ تعالے نے میرے واسطے برکت دیدی پس اللہ تعالے کی حمد کی اور رسول اللہ صلعم پر درود بھیجا اور حضرت صلعم کے آگے پیش کیا پس
جب آپ نے دیکھا تو اللہ تعالی کی حمد کی اور فرمایا کہ ای بیٹی یہ تجھکو کہان سے آیا۔ سیدہ علیہا السلام نے عرض کیا کہ ای بابا یہ اللہ تعالے
کی طرف سے ہی۔ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔ آنحضرت صلعم نے شکر کیا کہ الحمد للہ کہ اسنے تجھے بنی اسرائیل کی سردار لڑکی کے مانند
کیا ہی کہ اسکو جب کوئی پوچھتا کہ یہ رزق تجھے کہان سے آیا تو کہتی کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے ہی اللہ جسکو چاہے رزق بے حساب دے پھر
رسول اللہ صلعم نے بھیجکر علی کرم اللہ وجہہ کو بلوایا پھر حضرت صلعم نے اور علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام نے اور حضرت صلعم کے تمام ازواج نے
واہل بیت نے کھایا حتی کہ سب سیر ہوگئے اور وہ کھانا جیسا تھا ویسا ہی رہا پس حضرت سیدہ نے تمام پڑوسیون کو بانٹ دیا اور اللہ تعالے
نے اس مین برکت و خیر کثیر دیدی (اسناد وہ حسن) ف ۲ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے فتقبلها ربها بقبول حسن مریم کو اللہ تعالے کا
مقبول فرمانا یہ ہی کہ اسکو اپنی بندگی کے لیے خالص کرلیا اور اسکو اپنی آیت و کرامت کا محل قرار دیا یعنے حضرت عیسی جو اللہ تعالے کا
بندہ رسول اور اللہ تعالے کی آیتون مین سے ایک آیت تھا جیسے رسول ہوا کرتے ہین اس کی پیدائش کا محل قرار دیا اور مریم کو اپنے
برگزیدہ بندون کی گود مین پرورش کرایا اور اپنی بڑی آیتون مین سے اسکے واسطے وہ کچھ کشف کیا کہ اسکے مقابلہ مین اسکے زمانہ والے سواے
انبیا کے کوئی نہ تھے اور انبیا بھی تعجب کرتے تھے اور ظاہر مین اسکے لیے تعلیم کو روح القدس بھیجدیا تاکہ اسکو حسن ادب سکھلاوے اور مریم مین
اپنے مخلوق مین سے ایک روح خاص پھونکی جو طہر انس تھے تاکہ مریم کے واسطے وہ آخرت کا ذخیرہ ہو اور **جعفر** رح نے فرمایا کہ اس کو قبول کیا ایسا کہ
انبیا علیہم السلام نے باوجود اپنی بلندی قدر کے اس کی شان سے جو اس کو اللہ تعالی کے نزدیک حاصل ہوئی تعجب کیا کیا تو نہین دیکھتا کہ زکریا
علیہ السلام نے اس سے کہا انی لک ہذا قالت ہو من عند اللہ۔ یعنی اسی پاک پروردگار کے پاس سے ہی جسنے مجھے مقبول کرلیا ہی اور **واسطی** رح نے
کہا کہ بقبول حسن سے یہ مراد ہی کہ اسکو محفوظ کر دیا۔ قولہ تعالے وانبتها نباتا حسنا۔ یعنے درخت ربوبیت کے سایہ مین قدرت کے پانی سے سینچکر
اس کو پرورش کر دیا کہ اس مین نبوت کا پھل آیا تاکہ اس پھل سے خلق کی زندگی ہو کیونکہ وہ پھل یعنے عیسی علیہ السلام جناب باری عزوجل کی طرف
سے روح مخلوق تھی۔ اور بعض نے کہا کہ شریعت مین احسان اس کی طرف رکھا اور حقیقت مین اس کو حفظ فرمایا اور اگایا۔ اور ابن

عطا ہے یا کہا گیا اچھی نبات وہ ہے کہ اسکا پھل مانند عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے ہو۔ اور استادؒ نے فرمایا کہ اسکو قبول حسن سے مقبول کیا اسی اسکو اس مرتبہ سے بڑھکر پہونچا دیا جس قدر اس کی ماں نے تمنا کی تھی۔ اور بعض نے کہا کہ قبول حسن یہ ہے کہ اس کو عصمت کے ساتھ پرورش کیا تا آنکہ وہ کہتی تھی کہ اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیا۔ اور نیز کہا کہ حسن قبول کے اشارات سے یہ بھی ہے کہ وہ محراب ہی مین پائی جاتی تھی یعنے ہمیشہ نماز مین رہتی تھی۔ قولہ تعالےٰ کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا۔ اللہ تعالےٰ اسکو اس خلوت مین جنت سے روزی دیتا تھا یہ اسکی خدمت و بندگی و عفت کا عوض تھا اور اسکے حق مین کرامت تھی تاکہ دنیا کی مشغولی مین نہ پڑے اور حقیقت توکل یہی ہے کہ اس مین کسی مخلوق کی طرف التفات نہو اگرچہ مخلوق نبی مرسل کیون نہو۔ اور استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ جب زکریا اس کے پاس کھانا لیجاتے تو اسکے پاس رزق موجود پاتے تاکہ جاننے والے جان جاوین کہ اللہ سبحانہ اپنے اولیا کی مشغولی اپنے سوا دوسرے کی طرف نہین ڈالتا ہے اور نیز فرمایا کہ جس نے اولیاء اللہ مین سے کسی کی خدمت کی تو وہ ولی کی رفق ہے نہ آنکہ اسپر شفقت ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ولی کی خدمت کرے اور فرمایا کہ اس مین اشارہ ہے کہ جو فقیرون کی خدمت کرتا ہے وہ اپنے واسطے ہے نہ آنکہ فقراء اسکے مخلوق کی گرانی مین ہین۔ قولہ تعالےٰ انی لک ہذا۔ یعنے تو نے کس کار خیر کے بدلے یہ پایا ہے۔ قالت ہو من عند اللہ۔ یعنے مین نے اسکو خالص بفضل الٰہی پایا ہے اس مین کسی کام کی مشقت و کسی امر خیر کی محنت کو دخل نہین ہے **قال المترجم** یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ہے اللہ تعالےٰ کے احسانات و انعامات بندون پر کچھ ان کے اعمال و افعال پر نہین ہین مگر آنکہ نیک کام اللہ تعالےٰ کی رضامندی و بندے کی قبولیت کا باعث ہوتے ہین جیسے بدکام و فسق و فجور اللہ تعالےٰ کی ناراضی کا سبب پڑجاتے ہین بدون اسکے کہ مال متاع و دیگر امور کے لیے انکو کچھ دخل ہو کیونکہ کثرت سے بدکار کھاتے پیتے ہین اور نیکوکار مفلس محتاج ہین مگر نیکوکارون کو منزلت و کرامت ہے اور بدکارون کو خواری و ذلت اگرچہ آنکھون سے نظر نہ آوے مگر عقل والون کو سوجھتا ہے اور حدیث صحیح مین قصہ مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین مسافر ایک غار مین چھپ گئے اور بشدت بارش و آندھی و زلزلہ سے ایک ٹکڑا پہاڑ کا اس غار کے منھ پر گرا اور راستہ بند ہو گیا اور شدت دہی تھی آخر ہر ایک نے اپنے اپنے عمل صالح کے وسیلہ سے دعا مانگی اور ہر ایک کی دعا پر قبولیت کا اثر نکلا ہوا اور وہ آفت دور ہو گئی۔ **قال الشیخ** اور نیز حضرت زکریا کو خوف تھا کہ یہ منزلت کچھ جہلا سے شیطانی سے نہو لیس مریم سے اسکے حال کی تفتیش کی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ صدق حقیقت ہے کہ یہ کہان سے تجھے ملا تو مریم نے کہا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی خاص کرامات مین سے ہے جو اسنے مجھے یہ فرمائی ہین اس مین شیطانی حیلہ کو کچھ دخل نہین ہے اور استادؒ نے کہا کہ زکریا کو مریم کے حق مین اس منزلت و مرتبہ کا یقین نہ تھا اور خوف تھا کہ ایسا نہو کوئی دوسرا فرصت پاکر اسکی کفالت کا تعاہد کرتا ہو **قال المترجم** صحیح تفسیر وہ ہے جو سابق مین ائمہ تابعین سے بیان ہوئی ہے اور جان لینا چاہیئے کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے موضح القرآن مین قولہ تعالےٰ فتقبلہا ربہا بقبول حسن مین لکھا کہ مریم کی مان نے جب دیکھا کہ اگرچہ یہ لڑکی ہے اللہ تعالےٰ نے یہی نیاز مین قبول کی اسکو مسجد مین لیجا تب وہ لے گئی مسجد کے بزرگون نے پہلے کہا کہ لڑکی کا رکھنا دستور نہین پھر جب اسکا جواب سنا تو قبول کیا اور حضرت زکریا کی عورت اسکی خالہ تھی وہی اسکو اپنے گھر رکھنے لگی اسکے واسطے مسجد مین الگ حجرہ بنایا۔ دن کو یہ وہان عبادت کرتین رات کو حضرت زکریا اپنے ساتھ لیجاتے پھر مریم سے یہ کرامت دیکھی کہ بے موسم کا میوہ خدا کے یہان سے انکے پاس آتا ہے تب حضرت زکریا جو ساری عمر اولاد سے ناامید تھے اب امیدوار ہوے کہ شاید بے موسم کا میوہ مجھکو بھی ملے تب اسی جگہ اولاد کی دعا کی چنانچہ فرمایا۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ

وہین دعا کی زکریا نے اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجھکو اپنے پاس سے بچہ پاکیزہ بیشک تو سننے والا ہے

الدُّعَآءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا

دعا . پھر اسکو آواز دی فرشتون نے جب وہ کھڑا تھا نماز مین حجرے کے اندر کہ اللہ تجھکو خوشخبری دیتا ہو یحیی کی جو گواہی دے گا

بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اللہ کے ایک حکم کی اور سردار ہوگا اور عورت پاس نہ جاوے گا اور نبی ہوگا نیکون مین سے

هُنَالِكَ ای لما رای زکریا ذلک و علم ان القادر علی الاتیان بالشی فی غیر حینہ قادر علی الاتیان بالولد علی الکبر وکان اہل بیتہ انقرضوا۔ جب زکریا نے ایسا دیکھا اور جانا کہ جو خالق عزوجل اس بات پر قادر ہو کہ چیز کو اسکے غیر وقت مین لاوے تو وہ ضرور قادر ہو کہ بڑھاپے مین لڑکا دیوے اور حال یہ تھا کہ زکریا کی جورو کا سن ایاس کو پہونچ گیا تھا دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۔ لما دخل المحراب للصلوة فی جوف اللیل۔ زکریا نے اپنے رب تعالے سے دعا مانگی یعنے درمیان رات مین جب نماز کے لیے محراب مین داخل ہوے۔ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ من عندک ۔ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۔ ولدا صالحا۔ کہا کہ اے رب مجھے عطا کردے اپنی قدرت سے ذریت طیبہ یعنے فرزند صالح اور مفسرین نے اشارہ کیا کہ یہ لفظ معنے مین واحد و جمع اور مذکر و مونث کے واسطے یکسان ہو پس طیبۃ صفت مونث باعتبار لفظ کے ہو اور دعا ان کی محض فرزند کی تھی خواہ لڑکی ہو یا لڑکا اور لفظ کے معنے دونون کو شامل ہین۔ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۔ مجیب تو بے شک دعا سُننے والا یعنے قبول فرمانے والا ہو۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۔ جبرئیل۔ پس زکریا کو ملائکہ نے پکارا یعنے جبرئیل نے یہان ملائکہ جمع کی تفسیر فقط واحد جبرئیل سے کی اسواسطے کہ وہی فقط رسول پروردگار تھے طرف انبیا کے باستقلال۔ اور اسی کی موید ہو قراءۃ ابن مسعود رضؓ فناداہ جبرئیل پس یہ یا تو بمنزلہ اسکے ہو کان ابراہیم کان اُمۃ ۔ تھے ابراہیم ایک اُمت حالانکہ واحد تھے۔ یا الملائکۃ مین الف لام جنس ہو جیسے فلان یرکب الخیل۔ فلانا گھوڑون پر سوار ہوتا ہو حالانکہ تمام گھوڑون پر سوار ہونا مراد نہین ہو یا باین معنے کہ سردار جب کہنے والا ہو تو جمع سے کہہ سکتا ہو مثلاً کوئی کہے کہ میرے سپاہی تجھکو پتا بتا دین گے حالانکہ ایک سپاہی بتلاوے گا والاول وجہ یا جبرئیل رئیس ملائکہ ہین مع اتباع بھیجے گئے واللہ اعلم۔ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ المسجد۔ درحالیکہ زکریا کھڑا ہوا محراب مین نماز پڑھتا تھا۔ یعنے مسجد مین اَنَّ اللّٰهَ ۔ ای بان اللہ یعنے بحذف حرف صلہ یہی قراءۃ جمہور ہو وفی قراءۃ بالکسر بتقدیر القول۔ ابن عامر و نافع و حمزہ کی قراءت مین ان بالکسر ہو پس قول مقدر ہو ای قالوا۔ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ ۔ مثقلا و مخففا۔ یعنے اکثر کی قراءۃ تو بتشدید شین از تبشیر ہو اور حمزہ و کسائی کی قراءۃ مین یبشر بروزن ینصر ہو اور حمزہ نے تمام قرآن مین تخفیف پڑھا سواے قولہ فبم تبشرون کے کہ وہان تشدید شین پر اتفاق ہو۔ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ ۔ کائنۃ۔ مِّنَ اللّٰهِ ای بعیسی انہ روح اللہ وسمی کلمۃ لانہ خلق بکلمۃ کن۔ یعنے جب زکریا محراب مین نماز پڑھتا تھا تو اسی حالت مین جبرئیل نے آواز دی باین طور کہ اللہ تعالے تجھے بشارت دیتا ہو یحیی کی درحالیکہ وہ تصدیق کرنے والا ہوگا کلمۃ اللہ کی وہ عیسے علیہ السلام ہو اور تصدیق یہ کہ وہ روح اللہ ہو اور عیسی کو کلمہ کہا گیا اسواسطے کہ بدون باپ کے فقط کلمہ کن سے پیدا کیے گئے جیسا کہ ایک آیت مین صریح مذکور ہو جو انشاء اللہ تعالے آگے آوے گی۔ وَسَيِّدًا ۔ متبوعا۔ اور یحیی سید ہوگا یعنے لوگ اس کی پیروی کرین گے۔ وَّحَصُوْرًا منوعا عن النساء اور سخت باز رکھنے والا اپنے آپ کو عورتون سے وَنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ اور صالحین انبیاء مین سے ہوگا۔ روی انہ لم یعمل خطیئتہ ولم یھم بہا روایت ہو کہ یحیی نے کوئی خطا نہین کی اور نہ خطا کا قصد کیا رواہ ابن عساکر عن معاذ رضؓ یہ قصہ مستقل ہو گو درمیان قصہ مریم مین اسوجہ سے آیا کہ اس سے مربوط ہو کیونکہ وقوع اس کا یون ہوا کہ زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے

پاس غیر موسم کے پھل دیکھے اور فرزند کی طمع کی قال تعالے ھنالک دعا زکریا ربہ - اور ھنالک اصل مین ظرف مکان ہی اور بعض نے کہا کہ اصل ظرف ظرف زمان ہی مگر استعمال اسکا دونون کے واسطے ہوتا ہی اور لام برائے دلالت بعد - اور کاف خطاب ہی اور یہان اگر ظرف مکان مراد ہو تو معنے یہ کہ اسی مقام مین اور اگر ظرف زمان مراد ہی تو اسی وقت اور ظاہر یہ ہی کہ جو مفسر رح نے کہا ہی جس وقت زکریا نے یہ دیکھا کہ مریم کو اللہ تعالے نے غیر موسم کا میوہ دیا ہی پس ظرف زمان ہوگا اگرچہ مستعار ہو اور دعا زکریا بمعنے ارادالدعا ہوگا بقرینہ قولہ وھو قائم یصلی فی المحراب اور جو تفسیر موضح القرآن سے مذکور ہوئی اس بناپر اس تکلف کی حاجت نہ ہوگی فتامل - اور طبرانی وبیہقی رح نے ابن عمر رض سے مرفوعًا روایت کی کہ بچو ان مذابح سے یعنے محرابون سے - اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین موسٰی جہنی رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہمیشہ میری امت بھلائی پر رہیگی جب تک مسجدون مین مذابح نہ بناوین مثل مذابح نصاریٰ کے اور اسکی کراہت ایک جماعت صحابہ سے مروی ہے - ذکرہ فی فتح البیان - اور علماے حنفیہ مین سے اکثر محققین کے نزدیک محراب مین نماز مکروہ ہی اور اگر امام محراب مین ہو اور قوم مسجد مین ہون تو نماز صحیح نہین ہی - اور محراب یہ کہ اگلا دروازہ جانب قبلہ کھلا ہو گویا محراب مسجد سے باہر چبوترہ ہی - بخلاف ہماری مساجد کے محرابون کے کہ یہ مسجد اور داخل ہوتی ہین - قولہ ان اللہ یبشرک بیحیی - ای بولادۃ یحیی اور قتادہ وغیرہ نے کہا کہ یحیی اس وجہ سے نام ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو ایمان سے زندہ کیا ذکرہ ابن کثیر اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالی نے انکا دل طاعت سے زندہ کیا کہ حضرت یحیی ع نے کبھی معصیت کا قصد بھی نہین کیا - بعض نے کہا کہ اگلی کتابون مین ان کا نام حنا تھا - ذکرہ القرطبی و بعض نے کہا یوحنا تھا - قولہ مصدقًا بکلمۃ من اللہ یعنی کلمہ من اللہ کی تصدیق کرنے والا - ربیع بن انس نے کہا کہ یحیی ع نے اول عیسیٰ کی تصدیق کی - اور ابن جریج نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یحیی و عیسیٰ برادران خالہ زاد تھے اور یحیی علیہ السلام کی مان حضرت مریم سے کہتی تھین کہ مین پاتی ہون کہ جو میرے پیٹ مین ہی وہ اس کو سجدہ کرتا ہے جو تیرے پیٹ مین ہی پس یہی حضرت یحیی ع کی تصدیق عیسیٰ ہی اور یحیی حضرت عیسیٰ ع سے چھ مہینہ بڑے تھے پھر حضرت عیسیٰ ع کے اٹھائے جانے سے پہلے حضرت یحیی مقتول ہوئے ذکرہ ابن کثیر رح وغیرہ - قولہ سیدًا وحصورًا - ابوالعالیہ وربیع وقتادہ وسعید وغیرہ نے کہا کہ سید بمعنی حلیم ہی اور قتادہ نے کہا کہ علم وعبادات مین سردار اور ابن عباس وضحاک و ثوری نے کہا کہ سید بمعنے حلیم متقی - اور بعض نے کہا فقیہ عالم - اور بعض نے کہا کہ شریف اور مجاہد نے کہا کہ جو اللہ تعالے کے نزدیک بزرگ قدر ہو - اور حصور کی تفسیر مین مختلف قول ہین اور ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوعًا وموقوفًا روایت کی کہ اللہ تعالے کے مخلوق مین سے کوئی نہین کہ گناہ کے ساتھ اس سے نہ ملے سوائے یحیی بن زکریا کے پھر پڑھا سیدا وحصورا پھر زمین مین سے کوئی شے لی اور کہا کہ حصور وہ ہی جس کا آلہ تناسل اس کے مانند ہو اور یحیی بن سعید القطان نے اپنے کلمہ کی انگلی کی پور سے اشارہ کیا اور ابن کثیر رح نے کہا کہ موقوف کی سند بہ نسبت مرفوع کے اچھی ہی اور اسکو ابن مردویہ نے ابوہریرہ رض سے روایت کیا اور ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہی اور اس تقدیر پر معنے ممنوع النساء کے یہین کہ عورت کے پاس جانے کی قدرت ہی نہ تھی اور یہ سعید بن المسیب وغیرہ سے مروی ہی اور اسپر یہ وارد ہوتا ہی کہ مقام یہان مدح کا ہی پس اگر عدم قدرت کی وجہ سے یہ بات ہوتی تو مدح کچھ نہ تھی کیونکہ مدح کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر جب ہی ہوتی ہی کہ کرنے یا نہ کرنے والا اسکے برخلاف پر قادر ہو ورنہ عصمت بی بی از بے چادری کی مثل معروف ہی و فرمایا اللہ تعالے لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا الآیۃ - یعنے جو نہین کیا اسکے ساتھ تعریف چاہتے ہین پس ارجح یہ ہی کہ وہ قادر تھے مگر بوجہ زہد وورع اپنے آپ کو اس سے باز رکھتے تھے اور قاموس مین ہی کہ حصور وہ ہی کہ عورتون کے پاس نہ جاوے حالانکہ وہ اسپر قدرت رکھتا ہو یا وہ کہ عورتون کی خواہش نہ کرے اور انکی نزدیکی نہ کرے اور نیز حصور بدین معنے اسوجہ سے

بھی اولی ہے کہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ کسی آفت کا لاحق ہونا بھی دور رہتا ہے اور اسی قول کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ حصور کے منوع سے تفسیر کی یعنے فعول مبالغہ فاعل ہے نہایت باز رکھنے والا اپنے آپکو عورتون سے اور یہ جب ہی صادق ہوگا کہ اسکا مقتضی قائم ہو یعنے قدرت تام موجود ہو اور اگر قدرت ہی نہو تو وہ حاصر ہی نہوگا حصور کہان سے ہوسکتا ہے اور اسی سے اصحاب شافعی رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ ترک نکاح افضل ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے حجت نہین ہوسکتی ہے اور کلام اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالے آوے گا۔ قولہ ونبیا من الصالحین۔ اے ناشیا من الصالحین۔ کیونکہ نسل انبیا سے تھے یا از جملہ صالحین تھے فافہم۔ ف[۲] فی العرائس قولہ تعالے ھنالک دعا زکریا ربہ۔ جب زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے پاس جاتے تو انکے پاس طرح طرح کے میوے پاتے یہ دیکھکر انھون نے جانا کہ یہ اللہ تعالے کے نفائس کرامات سے ہین پس زکریا کی غیرت نبوت بھی جنبش مین آئی اور وہین خلوت مین ٹھہر گئے اور اللہ تعالے سے فرزند کی دعا کی پس اللہ تعالے نے اسکو منظور فرمایا قال المترجم یہان سے معلوم ہوا کہ فرزند صالح کی دعا کرنا روا ہے۔ اور نیز حضرت زکریا نے حضرت مریم کو دیکھا اور ان مین نور عیسی علیہ السلام ادراک کیا جو مریم مین چمکتا تھا اور اللہ تعالے کے نزدیک حضرت مریم کی کرامات کو دیکھا پس عیسی علیہ السلام کے مانند ایک فرزند کی درخواست کی اور اللہ تعالے سے زبان اضطرار کے ساتھ مناجات کی اور یحیی کو جو نور کی قندیل تھے طلب کیا پس اللہ تعالے نے بوڑھے نبی کی دعا قبول کی اور اسکی غیرت پر ترس کھا کر اسکو بیٹا دیا اور اسکی کرامت ظاہر کی اور یہ انبیا و اولیا و اہل معرفت کے واسطے حسن ادب ہے کہ جب وے لوگ اللہ تعالی کیطرف کسی امر کی مراد مانگنے کے محتاج ہون تو خلق سے خلوت مین ہو کر صدق و اخلاص کے گوشہ مین اپنی مراد مانگین تاکہ دنیا کے شغل اور مخلوق سے ایکطرف ہونے سے مناجات مین اخلاص ہو اور دعا قبول ہو جاوے اسواسطے کہ جو شخص خلوت و مراقبہ مین اپنے مولی کے دروازے پر پڑ جاتا ہے تو آخرت کے اسرار اور معرفت کے انوار سے بڑے بڑے بزرگ حالات و روشن مقامات اسکو کشف کر دیے جاتے ہین قولہ تعالے قال رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ۔ زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالے سے ایسے شخص کی درخواست کی جو اللہ تعالے کی بندگی مین ان کی اعانت کرے اور اللہ تعالے کی رسالت ادا کرنے اور امت کو نصیحت کرنے مین انکا خلیفہ ہووے قال المترجم حضرت یحیی علیہ السلام کی شان یہی تھی چونکہ وہ بھی اگرچہ زکریا علیہ السلام کی زندگی مین طاعت الٰہی کی مدد ان کو یحیی علیہ السلام سے نہ ملی ہو مگر ثواب آخروی کی مدد ان کی دعا سے ضرور ہوگی اور نصیحت بھی تو ان سے واقع ہوئی اگرچہ وہ نبوت مین عیسی علیہ السلام کے تابع تھے فافہم۔ اور نیز انبیا مخصوص بانکا ہو عالم ربوبیت و عبودیت کی سیر مین انکا مشاہدہ ہو اور کشف حقیقت اور عشق و محبت مین اللہ تعالے کی طرف سے انکا مونس ہو اور طیبۃ سے یہ مراد ہے کہ ہر دو جہان کے ساتھ مشغول ہونے سے پاک ہو اور اپنے ارادہ سے الگ اور اپنی خواہشون سے پاکیزہ ہو پھر چونکہ اللہ تعالے کو اس کی نیت کی سچائی معلوم تھی تو اس کو فی الفور اسکی مراد عطا فرمائی تاکہ اسکے واسطے معجزہ و کرامت ہو اور اس مین اشارہ ہے کہ جسنے اللہ تعالے سے کوئی ایسی چیز مانگی جو اس کی بندگی مین اس کی مددگار ہو اور اللہ تعالے کی رضامندی حاصل ہونیکا سبب ہو تو اسکی دعا کی قبولیت فی الفور ظاہر ہوتی ہے قال المترجم یہ حال اکابر اہل دل ہے قولہ تعالے فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب۔ یعنے حق سے مناجات کرنے کے محل مین جو کہ نماز ہے کیونکہ اس مین عصمت حق ہے اور اس مین نزول وحی ہے جو شخص نماز مین بشرط تفرید خلوص نیت داخل ہو اسکو اللہ تعالے خصائص خطاب الہام فرماتا ہے۔ اور محراب ایسی جگہ ہے کہ درگاہ حق کے مراقبہ کرنے والے اسکو لازم پکڑتے ہین اس غرض سے کہ اسرار حق کی خوشبوئین ان کے سر باطنی کو پہنچین اور نور توحید ان کو ظاہر ہو اور درگاہ باری تعالے کا جمال مشاہدہ ہو۔ اور محراب ایسی جگہ کہ اس مین انس حاصل ہوتا ہے اور سر باطنی کی صفائی ہوتی ہے اور جوارح ظاہری شائستہ ہوتے ہین اور یقین کو روشنی ملتی ہے اور نزدیکی کا سبب ہے اور عبادت کا مزہ ملتا ہے اور روح کو راحت اس وجہ سے ملتی ہے کہ صحبت خلق سے یکسوئی

اور جناب باری کی درگاہ تک رسائی ہوتی ہے۔ اور محراب ایسی جگہ ہے کہ عابدون کا ٹھکانا اور زاہدون کا مقام اور متوکلون کا ملجا۔ اور مشتاقون کی مجلس اور راضی برضا رہنے والون کی مسند اور محبون کا باغ اور مریدون کا تخت اور عاشقون کا گلزار اور اہل انس کا کعبہ اور اہل ایمان کا حرم اور توبہ کرنے والون کا مقام سعادت اور موحدون کی قیدگاہ اور شطحیات[له] بکنے والون کی پردہ پوش ہے جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ اپنے خاص بندون مین سے کسی کو اپنی خاص معرفت عطا کرے تو ضرور اسکو محراب مین آنے کی توفیق دیدیتا ہے اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندون مین سے کسی بندے پر کوئی حال روشن نہین کشف کیا مگر اسی طرح کہ اسکو اپنے حکمون کے بجالانے کی توفیق دی اور اسنے خلوص کے ساتھ بندگی ادا کی اور محراب مین برابر راتین گزارین اور شیخ ابو عثمان نے کہا کہ محراب ہر نیکی کا دروازہ ہے اور قبولیت کی جگہ ہے اور انبساط کا راستہ یہین سے ملتا ہے اور مناجات کا یہی ٹھکانا ہے اور محراب سے منھ موڑنا تیرے منھ پر دروازہ خیر بند ہونے کا سبب ہو جاتا ہے اللہ تعالےٰ عزوجل نے فرمایا فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب مترجم کہتا ہے یعنے ملائکہ نے جب ہی یہ خوشخبری سنائی کہ وہ محراب مین متوجہ نماز تھے پس معلوم ہوا کہ یہی خیر کے دروازہ کھلنے کی جگہ ہے فافہم واللہ اعلم۔ اور بعض نے کہا کہ جو شخص خدمت گزاری کو لازم کر لیتا ہے اس پر خدمت کے آداب کھلتے ہین اور آداب حاصل ہونے سے قربت کی منزل طے ہو کر مقام انس تک رسائی ہو جاتی ہے۔ قولہ تعالےٰ ان اللہ یبشرک بیحیی۔ اللہ تعالےٰ نے یحییٰ نام فرمایا کیونکہ یہ وہ ان کو محبت کی نظر سے دیکھتا اسکو انکے جمال نبوت مین حق عزوجل کا مشاہدہ ملتا پس فتور کی موت سے اسکا دل زندہ ہو جاتا تھا۔ اور بعض نے کہا کہ ان کے سبب سے ان کی ماں کا بانجھ پن زندہ کیا گیا قال المترجم یہ حضرت ابن عباس سے روایت کیا گیا ہے جیسا کہ سراج المنیر و معالم وغیرہ مین مذکور ہے اور بعض نے کہا کہ ان کے سبب سے اس شخص کا دل زندہ ہوتا تھا جو ان پر ایمان لایا۔ قولہ تعالےٰ وسیدا وحصورا۔ سید وہ ہے جس پر عزت وہیبت حق کا نور غالب ہو گیا اور حصور وہ ہے جو ازلی عصمت کی وجہ سے تمام شہوتون سے معصوم ہو گیا قال المترجم حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے کہ ہیبت حق عزوجل ان پر اس قدر غالب تھی کہ دن رات روتے اور لبسا اوقات جنگلون مین رہا کرتے تھے اور گویا سید کے معنے جو شیخ نے ذکر کیے ہین اسی سے ماخوذ ہین واللہ تعالےٰ اعلم۔ اور نیز سید وہ ہے کہ اسکو اس کی خودی سے الگ کر کے خلعت نور احدیت پہنایا گیا اور لباس فردانیت دیا گیا ہو اور بہا سے حق عزوجل سے اسکو تاج دیا گیا ہو تاکہ وہ سزاوار اسکا ہو کہ اس سے تمام خلق زندہ کی جاوے اور اسی کے حکم کے تابع ہو کر اپنی سرکشی سے باز آوین اور حصور وہ ہے جو تقلید کے لگاؤ سے پاک ہو اور دونون جہان کی طرف التفات نہ کرے اور بعض نے کہا کہ سید اس وجہ سے کہا کہ انھون نے اپنی ذات کے واسطے کوئی مقام نہ چاہا اور نہ اپنی کوئی قدر سمجھی۔ اور شیخ جعفر بن محمد نے فرمایا کہ سید وہ ہے جسنے اپنے رب کو پہچانا اور اس کے ماسوا سب سے انکار کیا اور حصور وہ ہے جو مالک ہو اور مملوک نہو اور کہا کہ سید وہ ہے جس نے اپنے اخلاق سے اپنے زمانہ والون کو سیدھا کر دیا اور حصور وہ ہے جس نے اپنے پانی کو عورتون سے روک دیا اور حضرت یحییٰ کا نام حصور اسوجہ سے رکھا گیا کہ ان کے دل مین عظمت سمائی تھی اور ابن عطا نے فرمایا کہ سید وہ ہے جسکا تحقق بحقیقت حق عزوجل ہو اور حصور وہ ہے جو ہر دو جہان سے پاک ہو۔ اور جعفر رح نے فرمایا کہ سید وہ ہے جو مخلوق سے وصف مین اور حال مین اور خلق مین بالکل جدا ہو اور نصر آبادی نے فرمایا کہ سید وہ ہے جس نے اپنے لگاؤ کو اپنے مولیٰ کے ساتھ ٹھیک کر لیا ہو اور شیخ جنید رح نے فرمایا کہ سید وہ ہے جسنے اپنے پروردگار کے عوض مین ہر دو جہان کو خیرات کر دیا ہو اور ابن منصور رح نے کہا کہ سید وہ ہے جس نے بشریت کے اوصاف سے اپنے آپ کو خالی کر دیا ہو اور ربوبیت کے اوصاف کو ظاہر کیا ہو قال المترجم یعنے اخلاق ذمیمہ چھوڑ کر اخلاق حمیدہ اختیار کیے ہون۔

[له] شطحیات وہ کلمات ہیں جو اہل اللہ سے حالت غلبۂ حال میں خلاف شرع نکل جاتے ہیں ۱۲ م

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ

بولا اے رب کہان سے ہوگا مجھکو لڑکا اور مجھپر آچکا بوڑھاپا اور عورت میری بانجھ ہے فرمایا اسیطرح اللہ کرتا ہے جو چاہا ہے

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ

بولا اے رب مجھکو دے کچھ نشانی فرمایا کہ نشانی تیری یہ کہ نہ بات کرے لوگون سے تین روز مگر اشارہ سے اور یاد کر اپنے

رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۴۱

رب کو بہت اور تسبیح کر شام اور صبح

قَالَ رَبِّ اَنّٰى ۔ کیف ۔ يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ ۔ ولد بولا اے رب کس کیفیت سے فرزند ہوگا ۔ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ ۔ ای بلغت نہایۃ السن لہ ۱۲۰ وعشرین سنۃ ۔ حالانکہ مین پہونچ گیا انتہا کے سن کو ف ایک سو بیس برس کا ہو چکا ۔ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۔ بلغت ثمان وتسعین سنۃ اور میری عورت بانجھ ہے ف اور اٹھانوے برس کی بھی ہو گئی ۔ قَالَ ۔ الامر ۔ كَذٰلِكَ ۔ من خلق اللہ غلاما منکما فرمایا بات ایسی ہی ہوگی ف یعنے اللہ تعالے تم دونون سے لڑکا پیدا کرے گا ۔ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۔ لا یعجزہ عنہ شیٔ ولاظہار ہذہ القدرۃ العظیمۃ الہمہ اللہ السوال لیجاب بہا ۔ اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے ف نہین عاجز کر سکتی اُسکو ایسا کرنے سے کوئی چیز ۔ اور اس بڑی قدرت کے اظہار ہی کے لیے اللہ تعالے نے زکریا کے دل مین الہام کیا اس سوال کرنے کا تا کہ اسکا جواب دیا جاوے ۔ ولما تاقت نفسہ الی سرعۃ البشرۃ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۔ ای علامۃ علی حمل امرأتی ۔ اور جب حضرت زکریا کے دل کو بہت شوق اٹھا کہ جسکی بشارت دی گئی ہے وہ جلد ہو تو کہا کہ اے پروردگار قرار دیدے میرے لیے کوئی نشانی ،، یعنے نشانی میری جورو کے حاملہ ہونے پر ہو ۔ قَالَ اٰيَتُكَ ۔ علیہ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ۔ ای تمتنع من کلامہم بخلاف ذکر اللہ تعالے ۔ فرمایا تجھکو نشانی اس بات پر یہ کہ نہ بات کر لوگون سے ف یعنے باز رہو لوگون سے کلام کرنے سے بخلاف ذکر و یاد الٰہی کے ۔ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۔ ای بلیالیہا تین روز تک ف مراد یہ کہ تین رات دن پس سورۂ مریم مین جو ثلث لیال سویا فرمایا ہے اس سے کچھ اختلاف نہین ہے کیونکہ وہان بھی تین رات سے تین دن مع راتین مراد ہین الغرض نشانی یہ کہ تین رات دن تک لوگون سے بات نہ کر سکے ۔ اِلَّا رَمْزًا ۔ اشارۃ مگر اشارہ سے ف اگر ضرورت داعی ہو تو سر ہاتھ آنکھ وغیرہ کے اشارہ سے بتلادے ۔ وَسَبِّحْ ۔ صل ۔ اور تسبیح کر یعنے نماز پڑھ ۔ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۔ اواخر النہار واوائلہ ۔ دن کے اواخر مین اور اوائل مین ۔ ف عشی کہتے ہین چاشت سے شام تک کے وقتون کو وہ دن کے آخر اوقات ہین اور اوائل کے اوقات طلوع فجر سے چاشت تک ہین ۔ قولہ تعالے قال رب انی یکون لی غلام ۔ یہ عرض حضرت زکریا علیہ السلام کی جناب باری تعالے مین ہے اور معالم مین کلبی اور ایک جماعت کا قول بیان کیا کہ خطاب حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہے یعنے جبرئیل کو کہا کہ یا رب بمعنے اے میرے سردار ۔ اور یہ نہایت مستبعد و خبط ہے اور باعث اس بیجا تکلف کا یہ واقع ہوا کہ بشارت حضرت زکریا کو بواسطۂ ملائکہ پہونچی تھی کما قال فنادتہ الملائکۃ وہو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یبشرک الآیۃ حالانکہ اس سے یہ کوئی ضرور نہین کہ اب خطاب ملائکہ سے ہو بلکہ ملائکہ کا جواب دینا تو موافق حکم الٰہی اور طریقۂ عادت کے ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے جواب بواسطہ ملائکہ ملتا ہے اور انی کے معنے بعض نے یہ لیے کہ کب ہوگا اس بنا پر کہ بعد دعا کے بشارت کے وقت تک چالیس برس اور بعض نے کہا بیس برس کا وقفہ گذر گیا تھا اور یہ ثابت نہین ہے صحیح یہی ہے کہ انی بمعنے کیف ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے انھون نے ذریہ طیبہ کی دعا کی پھر بشارت دیے جانے پر کیون مستبعد جانا یعنے دعا کرنا دو حال سے خالی نہین یا تو یہ سمجھکر تھا کہ ایسا ہو نہین سکتا پھر دعا کی یا یہ سمجھکر کہ ہو سکتا ہے مگر اول شق

ع ۱۱ رکوع

ایک شخص ...... مغفرت کا سوال [illegible]

باطل ہی اسواسطے کہ محال سمجھنا انکار قدرت ہی اور نیز پیغمبر کی شان نہین کہ ایسی دعا کرے جسکو ایسا سمجھتا ہو اور دوسری شق صحیح ہے تب یہ سوال ہوتا ہے کہ
اب پھر کیون کہا کہ انی یکون لی غلام حالانکہ بشارت ہی مل چکی تھی پھر کیا وعدۂ الٰہی یا اسکی قدرت مین شک تھا۔ تو جواب اسکا معالم مین عکرمہ اور سدی
کے قول سے یہ نقل کیا کہ زکریا علیہ السلام نے جب ملائکہ سے آواز سنی تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا کہ اے زکریا تمنے جو آواز سنی ہی وہ اللہ تعالےٰ
کی طرف سے نہین ہی بلکہ شیطانی آواز ہی اور اگر وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتی تو تجھکو وحی کی جاتی جیسے اور کی وحی کی جاتی ہی پس زکریا علیہ السلام نے
دفع وسواس کے واسطے یہ دعا کی۔ اور دوسرا جواب حضرت حسنؒ کے قول سے یہ نقل کیا کہ انکو وعدۂ الٰہی مین شک نہ تھا بلکہ یہ سوال انکا بطریق استفہام کیفیت کے
یعنے یہ کس کیفیت سے ہوگا آیا اس طرح ہوگا کہ مجھکو اور میری جورو کو جوان کر دیا جائیگا یا اسی بڑھاپے پر ہوگا یا مجھے کوئی دوسری جورو ملیگی جو بانجھ نہو اور
مفسر جلال رحمہ اللہ نے تیسرے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ بطریق استعظام قدرت و تعجب ہی یعنے کیا بڑی یہ قدرت و عجیب ہی اور جواب چہارم
یہ ذکر کیا گیا کہ یہ استبعاد بطریق عادت کے ہی یعنے قدرت الٰہی بڑی ہی اور ضرور واقع ہوگا مگر عادت کی راہ سے بہت بعید ہی کہ مجھ سے بڈھے اور ایسی
بڑھیا سے لڑکا پیدا ہو پس جواب دیا گیا کہ ہان ایسا ہی ہوگا اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت اعلیٰ واجل ہی وہ مخلوق بندون کے وہم و قیاس سب سے
باہر ہی وہ جو چاہتا ہی کرتا ہی قولہ اٰیتک ان لا تکلم الناس مفسرین نے اس مین اختلاف کیا ہی کہ لوگون سے کلام نہ کرنا آیا اس طور پر تھا کہ کلام ہی نہین
کر سکتے تھے یا اس طور پر تھا کہ کلام کر سکتے تھے مگر حلم کی وجہ سے باز رہے پس معالم مین ہی کہ اکثر مفسرین نے کہا کہ زکریا کی زبان بند کر دی گئی تھی اسطرح
کہ لوگون سے کلام نہین کر سکتے تھے اور یاد الٰہی کر سکتے تھے۔ اگر کہا جاوے کہ کیون تین روز تک اسطرح زبان بند کی گئی تو جواب دیا گیا کہ اس لیے
بند ہوئی کہ اس مدت مذکورہ مین وہ خالص یاد الٰہی کے واسطے ہون انکی زبان کسی اور بات مین مشغول نہو تا کہ حق نعمت و شکر فی الجملہ ادا کرین
کہ نعمت بہت بڑی تھی پس کہا گیا کہ تیرے لیے نشانی یہ ہی کہ تیری زبان بند کیجاوے سواے ذکر و شکر کے سب کلام سے اور یہ اچھا جواب ملا ہی کیونکہ
عمدگی جواب کی یہ ہی جو سوال ہی سے نکلتا ہو اور اسی سے ٹپکتا ہو تا کہ دل مین خوب جمے۔ اور قتادہ سے روایت ہی کہ ان کی زبان بند کر دی گئی
تھی بوجہ سزا کے کیونکہ انھون نے بالمشافہہ ملائکہ کی بشارت کے بعد ایسا سوال زبان سے نکالا۔ اور بعض مفسرین نے یہ اختیار کیا کہ زبان
بند نہین ہوئی تھی بلکہ حلم کی وجہ سے باز رہے تھے اور یہی محی السنہ نے معالم مین اختیار کیا ہی چنانچہ کہا کہ تو باز رہے کلام الناس سے اور بالکلیہ اللہ
تعالےٰ کی عبادت پر جھک پڑے اور یہ نہین تھا کہ بولنے سے ان کی زبان بند کر دی گئی بلکہ بات کرنے سے منع کر دیے گئے تھے حالانکہ وہ اچھے
خاصے بول سکتے تھے جیسے کہ سورۂ مریم مین فرمایا۔ ان لا تکلم الناس ثلٰث لیال سویا یعنے درحالیکہ تو سوی و تندرست ہو بدون اس کے کہ زبان بند
ہو جاوے پس اللہ تعالےٰ نے انکو اپنی یاد کا حکم دیا اور لوگون سے کلام کرنے سے منع کر دیا **قال المترجم** اور اسپر یہ وارد ہوتا ہی کہ پابندی حکم سے
انکے واسطے نشانی کیا ظاہر ہوگی اس واسطے کہ اس کا کوئی وقت معین نہین ہی اور احسن تفسیر وہ ہی جو **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی کہ لا تستطیع
النطق مع انک سوی صحیح۔ یعنے تجھکو استطاعت بولنے کی نہوگی باوجودیکہ تو تندرست صحیح ہوگا پس حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے زکریا کے
واسطے یہ نشانی مقرر کی کہ جب تو ذکر الٰہی و تسبیح پر قدرت کے باوجود لوگون سے تین روز تک کلام کی استطاعت نہ رکھے باوجودیکہ تندرست ہو تو یہی علامت
ہی کہ تیرا النطفہ قرار پایا ہی اور یحییٰ علیہ السلام تیرا فرزند ہوگا۔ قولہ وسبح بالعشی والابکار **واحدی** نے ذکر کیا کہ عشی جمع عشیہ ہی اور ظاہر کلام اکثر
یہ ہی کہ وہ واحد ہی اور چاشت سے غروب تک کا وقت ہی اور بعض نے کہا کہ زوال سے غروب تک اور یہی اظہر ہی واللہ اعلم پھر تسبیح سے مراد یا تو
اللہ تعالےٰ کو پاکی کے ساتھ یاد کرنا یا نماز مراد ہی اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی کیونکہ **نسائی** رحمہ اللہ نے روایت کی ہی کہ ان کی شریعت
تین دو ہی نمازین تھین ایک نماز قبل آفتاب طلوع ہونے کے اور دوسری قبل آفتاب غروب ہونے کے یعنے فجر و عصر اور اسی سے عشی و ابکار کی تخصیص

کی وجہ بھی ظاہر ہوگئی اور حسن رحمہ اللہ سے آیت کی تفسیر مین یہ روایت ہی کہ ان تین روز روزے رکھا اور نماز پڑھا پھر روزے کو لوگون سے کلام نہ کرنے سے تعبیر فرمایا اس واسطے کہ وہ لوگ جب روزہ رکھتے تھے تو بات نہین کرتے تھے **ف ۲** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے قال رب اجعل لی آیۃ جب اللہ عزوجل نے اپنے نبی زکریا علیہ السلام کو یحیی علیہ السلام کا وعدہ دیا تو زکریا نے اللہ تعالے سے اس کے ظہور کے وقت کا نشان پوچھا اور اسکو اللہ تعالے کے وعدہ مین کچھ شک نہ تھا لیکن اسکی غرض یہ تھی کہ دل کو طمانینت ہو تاکہ اللہ تعالے کی نعمت وموہبت ظاہر ہونے کے وقت تک جو اسباب ادب کے ہین انکو مہیا کرے اللہ تعالے کی نعمت کا شکر کرنے کو اسکی طرف متوجہ ہو جاوے تاکہ ہمیشہ اللہ تعالے کی نعمتین اترتی رہین - قولہ تعالی قال آیتک الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا - اپنے نبی زکریا علیہ السلام کی زبان کو غیر کے ساتھ باتین کرنے اور گفتگو کرنے سے بند کردیا تاکہ خلق کے اژدحام سے وذکر سے انکا حال ودل پاک رہے اور اس مین ادب یہ کہ جس نے اللہ تعالے سے کوئی چیز اسکے غیب کے معانی سے طلب کی یا اسکا معجزہ وکرامت دیکھنا چاہا تو اسکی زبان فضول باتون پر نہ حرکت کرے اور اسکے دل مین وسواس کا خطرہ نہ پیدا ہو تاکہ اسکا ظاہر وباطن مشغول بحق ہو اسواسطے کہ تفرق جب ظاہر مین واقع ہوا تو اس سے باطن مین تشویش ہوتی ہے اور دل جمعی نہین رہتی ہے اور آنحضرت کو یعنے زکریا علیہ السلام کو رمز کی اجازت دیدی تاکہ اس سے انکے دل کا تنگ ہونا دور ہوا اور جو لوگ انکے تابع ان کے پاس آوین اُن سے تنگی دفع ہو اور رمز تو انبیا کی طرف سے اولیا کے واسطے ہوتی ہے اور اولیا کی طرف سے خاص مریدون کے لیے ہوتی ہے اور رمز کی حقیقت یہ ہے کہ سر باطنی دوسرے سر باطنی پر پیش ہو اور ایک نفس کا دوسرے نفس پر اظہار ہو اور ایک خاطر دوسری خاطر کو آگاہ کرے بایں طور کہ خطاب کرنے والے ہین اور جس کو خطاب کیا ہے اس مین جو سلسلہ ملا ہوا ہے اسکو جنبش ہو قولہ تعالے واذکر ربک کثیرا - بہت یاد الٰہی اس مقام پر یہ ہے کہ اپنی نیت کو خطرات سے خالی کرے اور مناجات مین باطن کو تمام قصدون وفکرون سے پاک کرے اور مشاہدات مین اسکی روح کو تحیر ہو اللہ تعالے نے اپنے اہل محبت وارادت کو اس تمام بیان سے ادب سکھلایا جو حضرت زکریا وان کی دعا کے قبول ہونے کی خبر دی ہے یہانتک کہ جب وہ لوگ کسی غیب کی بات کا کشف چاہین اور اپنی دعا کا قبول ہونا چاہین تو مخلوق اور اسکے ساتھ باتین کرنے سے ایک طرف رہین اور جو کچھ لایعنی بات ہو سب کو ترک کرین اور اپنی باتون پر خاموشی کی مُہر لگاوین ہان یاد الٰہی کے ساتھ اسکو تازہ رکھین اور اس مناجات مین جس مین کشف مقصود کا ارادہ ہے بہت یاد کرین

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ تعالے نے تجھکو برگزیدہ کردیا اور تجھکو ستھرا کردیا اور تجھکو برگزیدہ کردیا سب جہان کی عورتون پر اے مریم بندگی ادا کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والون کے

وَاذْكُرْ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ - ای جبرئیل - اور یاد کرو جبکہ کہا ملائکہ نے یعنے جبرئیل - اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ - اختارک اللہ نے تجھکو برگزیدہ کردیا - وَطَهَّرَكِ - من مسیس الرجال - اور پاک کردیا تجھکو مردون کے چھونے سے - یعنے کوئی مرد نہین چھوے گا - اور رہا یہ امر کہ حیض سے بھی پاک تھین تو یہ ثابت نہین ہوا ہے بلکہ یہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت عیسی سے حاملہ ہونے سے پہلے انکو یک حیض آیا تھا وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ - ای اہل زمانک - اور تیرے زمانہ والی تمام جہان کی عورتون پر تجھکو برگزیدہ کیا - يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ - اطیعہ - ای مریم تو اللہ تعالے کی اطاعت کر - وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ - ای صلی مع المصلین - اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والون کے ساتھ رکوع کر یعنے نماز پڑھ نماز پڑھنے والون کے ساتھ مین **ف** واذ

قالت الملائکۃ یہ عطف ہے قولہ واذ قالت امرأۃ عمران پر اور درمیان میں قصہ زکریا و یحیٰی بسبب مناسبت کے فاصل آگیا تھا جس سے مقصود ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت عظیمہ جیسے عیسیٰ میں بے باپ ہے ویسی ہی یحیٰی میں بوڑھے و بڑھیا بانجھ سے ہے۔ اور ظرف اذ منصوب بفعل مقدر اذکر ہے اور معنے یہ ہیں کہ یاد کر جبکہ ملائکہ نے بالمشافہہ مریم سے کلام کر کے کہا۔ اور یہ تربیت روحانی بڑے ہونے پر ہے جو بعد حالت صغر کی تربیت جسمانی کے واقع ہوئی ہے۔ قولہ ان اللہ اصطفاک۔ بعض نے کہا کہ برگزیدہ کرنا وہ ہے جو پہلے واقع ہوا کہ مریم علیہا السلام کی ماں سے ان کو نذر میں قبول فرمایا حالانکہ ان سے پہلے کسی لڑکی کو نذر میں قبول نہیں کیا گیا تھا اور انکو حضرت زکریا کی گود میں پالا اور جنت سے ان کو رزق عطا کیا قولہ وطہرک۔ یہاں طہارت یا تو شرک و کفر سے مراد ہے یا گناہوں سے یا مردوں کے مس کرنے سے جیسا کہ مفسر رح نے کہا یا حیض وغیرہ سے جیسا کہ **کشاف و بیضاوی** رح نے جزم کیا کہ وہ حیض سے پاک تھیں اور سورۂ مریم میں انشاء اللہ تعالےٰ اسکی تحقیق آویگی۔ قولہ واصطفاک علےٰ نساء العالمین بعض نے فرمایا کہ پہلے اصطفائیت تو ان کی ماں سے قبولیت بروجہ حسن وغیرہ تھی اور دوسری اصطفائیت جو یہاں مذکور ہے یہ ملائکہ کا کلام بالمشافہہ سنانے وغیرہ سے ہے کیونکہ اور کسی کے واسطے یہ واقع نہیں ہوا اور یہیں سے بعض نے زعم کیا کہ مریم علیہا السلام نبیہ ہیں اور اصح یہ ہے کہ وہ نبیہ نہیں ہیں بلکہ۔ **بیضاوی** رح نے تو اسپر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ کوئی عورت کبھی نبی نہیں ہوئی بدلیل قولہ تعالےٰ وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم الآیۃ۔ اور نہیں بھیجے ہمنے تجھ سے پہلے مگر مرد ہی کہ ہم ان کی طرف وحی نازل کرتے رہے۔ اگر کہا جاوے کہ کلام ملائکہ سے کلام جبرئیلؑ مراد ہے اور یہ نبوت کی دلیل ہے تو جواب دیا گیا بچند وجوہ اول آنکہ یہ وحی نہ تھی بلکہ کرامت تھی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو ملائکہ نے خطاب کیا تھا چنانچہ قولہ تعالےٰ فبشرناہا باسحٰق الآیۃ۔ اسپر دلالت کرتا ہے پس اگر نبوت ہی کی دلیل ہو تو حضرت سارہ کی نبوت کا بھی قائل ہونا چاہیے اور یہ کسی نے نہیں کہا ہے۔ دوم آنکہ بعض نے کہا یہ زکریا علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ سوم آنکہ ارہاص تھا یعنے عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی بنیاد بطریق خوارق عادات کے مبعوث ہونے سے پہلے قائم کی گئی فافہم۔ اور اس میں خلاف نہیں کہ وہ افضل نساء العالمین ہیں جیسے اس میں اختلاف ہے عالمین سے وہ عالم مراد ہیں جو اسوقت موجود تھے یا وہ بھی جو قیامت تک ہوں سب مراد ہیں پس **زجاج** وغیرہ سے یہ قول دوم مذکور ہے اور اکثروں کے نزدیک یہ ہے کہ وہ فقط اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل ہیں اور یہی اصح ہے اور ترمذی و بخاری و مسلم وغیرہم نے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ فرماتے تھے خیر نسائہا خدیجۃ بنت خویلد و خیر نسائہا مریم بنت عمران۔ اور یہ لفظ ترمذی کے ہیں یعنے اپنے وقت کی عورتوں سے خدیجہ بنت خویلد بہتر ہیں اور اپنے زمانہ کی عورتوں میں سے مریم بنت عمران بہتر ہیں۔ اور ابو موسیٰ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مردوں میں بہتیرے کامل ہوے اور عورتوں میں سے نہیں کامل ہوئیں سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ زن فرعون کے اور فضیلت عائشہ رضہ کی عورتوں پر ایسی ہے جیسے فضیلت ثریدؐ کی کھانوں پر ہوتی ہے رواہ الشیخان عورتوں سے وغیرہما اور اس باب میں بہت سی احادیث ہیں جنسے صریح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل تھیں نہ آنکہ تمام عالم کی عورتوں سے افضل تھیں اور یہ امر کسی عورت کے واسطے نہیں ثابت ہوا کہ وہ تمام عالم کی عورتوں سے افضل ہو سوائے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کہ ایک جماعت علمائے محققین اس طرف گئی ہے اور **شیخ مفسر جلال** رحمہ اللہ نے اپنے فتاوے میں لکھا کہ اصح مذہب یہ ہے کہ فاطمہ رضہ افضل ہیں عائشہ رضہ سے اور بعضے اس طرف گئے ہیں کہ دونوں برابر ہیں اور بعض نے توقف کیا ہے اور جب امام مالک رحمہ اللہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ فاطمہ رضہ جگر پارۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں حضرت صلعم کے جگر پارہ پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا ہوں اور **امام سبکی** رح نے کہا کہ میرے نزدیک مختار اور میرے دین والوں کا مختار یہی ہے کہ فاطمہ افضل ہیں اور ان کے بعد

ان کی والدہ خدیجہ بنت خویلد پھر عائشہ رضی اللہ عنہن **کذا ذکرہ الشیخ عبد الحق** – اور کہا کہ حق یہ ہو کہ فضیلت کی حیثیتین مختلف ہین ولیکن شرف ذات اور پاکی طینت وطہارت جوہر کی راہ سے کوئی بھی حضرت فاطمہ رضی کے برابر نہین پہونچتا ہو **مترجم** کہتا ہو کہ شرافت نسب پاکی جوہر تو ظاہر ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طبقہ بطبقہ بہتری نسب مین ہوتے آئے یہان تک کہ دنیا مین تشریف لائے جیسا اس حدیث سے جو ہم نے تفسیر آیۃ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض مین ذکر کی ہو ظاہر ہو اور آپ کا سید اولاد آدم ہونا بھی واضح ہو اور حضرت سیدہ فاطمہ رض پارہ ذات شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہین پس انکو بھی یہ دونون باتین حاصل ہین رہا افضل ہونا باعتبار مدارج ثواب کے بھی تو اس مین احادیث مشترک واقع ہوئی ہین چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا افضل زنان عالمین خدیجہ و فاطمہ و مریم و آسیہ زن فرعون ہین – رواہ الحاکم وصححہ اور انس رض سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا بس کر افضل جاننے مین زنان عالمین سے مریم بنت عمران و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد و آسیہ زن فرعون رواہ الترمذی وصححہ اور ابن مردویہ کی روایت مین خیر نساء العالمین چار ہین مریم بنت عمران و آسیہ زن فرعون و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد – آیا ہو ولیکن ترمذی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی اُنھون نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت صلعم نے حضرت فاطمہ رض کو خبر دی کہ وہ سیدہ نساء اہل الجنۃ ہین سواے مریم بنت عمران کے – اور ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہو اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عورتین اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہین مریم بنت عمران و آسیہ بنت مزاحم و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سب مین افضل فاطمہ ہین – اور یہ حدیث بھی حدیث ترمذی سے اسناد مین کم نہین بلکہ اسکے مقابلہ مین حدیث ترمذی معارض ہونے کی صلاحیت نہین رکھتی ہو اور اگر معارض مان لی جاوے تو حدیث عائشہ رض جو صحیحین مین مروی ہو اور اس مین ہو کہ کیا تو راضی نہین کہ تو زنان اہل جنت کی سردار ہو – سالم از معارضہ ہو اور اس مین کوئی استثنا نہین ہو اور ظاہر لفظ مفید استغراق و شمول تمام افراد زنان اہل جنت ہو پس حضرت فاطمہ تمام عالم کی عورتون کی علی الاطلاق سردار ہین اور بعضے علما سید ہونے اور خیر ہونے مین فرق کرتے ہین اور ظاہر یہ ہو کہ سیادت مطلقہ بہ نسبت معنے خیر کے بھی عام ہو واللہ اعلم بالجملہ مسئلہ مختلف فیہا ہو اور اصح یہی ہو جو مذکور ہوا جیسا کہ شیخ مفسر نے کہا ہو واستصعب بما رواہ الطبرانی خیر نساء العالمین مریم بنت عمران ثم خدیجۃ بنت خویلد ثم فاطمۃ بنت محمد ثم آسیۃ امراۃ فرعون والکلام فیہ طویل لا یسعہ المقام – قولہ یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین خشوع کے ساتھ بندگی کرنا قنوت ہو چنانچہ ابو سعید رض سے مرفوعا روایت ہو کہ ہر حرف قرآن مین جس مین قنوت مذکور ہو وہ بمعنے طاعت ہو رواہ ابن ابی حاتم اور مجاہد رح نے کہا کہ مریم علیہا السلام اس قدر کھڑی رہتی تھین کہ ان کے ٹخنے ورم کر گئے اور قنوت تو نماز مین رکوع کی درازی ہو – اور **اوزاعی** رح نے کہا کہ مریم اپنی نماز پڑھنے کی جگہ مین اللہ تعالے کے حکم کی فرمانبرداری کے واسطے اس قدر رکوع و سجود و قیام مین قائم رہین کہ انکے پیرون مین خون اُتر آیا اور پیپ جاری ہوا – اور حدیث مین آیا ہو کہ افضل الصلوٰۃ طول القنوت – اور علما نے اختلاف کیا ہو کہ قنوت کے کیا معنے ہین بعض نے کہا کہ قیام مراد ہو اور بعض نے کہا کہ سجدہ مراد ہو لیکن آیۂ کریمہ مین آخر معنے نہین بن سکتے ہین اور شاید کہ قنوت سے محض خشوع مراد ہو والاول اظہر – اگر کہا جاے گا کہ سجود کو رکوع پر مقدم کرنے مین کیا بھید ہو جواب دیا گیا کہ شاید ان کی شریعت مین ایسا ہی ہو اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ رکوع سب شرائع مین سجود سے پہلے تھا – اور بعض نے جواب دیا کہ سجود کی تقدیم مین رکوع پر اسکے افضل ہونے کا اشعار ہو – یا اس وجہ سے کہ ان کی نماز مین ترتیب نہ تھی باوجودیکہ واو خالی جمع کے واسطے ہو بدون دلالت ترتیب کے اور ٹھیک یہ ہو کہ اول تو کثرت سجود کا حکم ہو پھر نمازیون کے ساتھ مین جماعت کا حکم ہو اور راکعین کے ساتھ رکوع کرنے سے ظاہر یہ ہو کہ جماعت سے نماز ادا کرے اور بعض نے کہا کہ راکعین کے مانند ادا کرے اگرچہ تنہا ہو ف ۲ فی الرائس قولہ تعالے واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک

یعنے باین طور تجھکو برگزیدہ کیا کہ اپنا کلمہ تجھ مین القا کیا اور نیز تجھکو فرشتون کی دیدار و ان کے ساتھ خطاب کرنے سے برگزیدہ کیا اور نیز تجھکو کرامات و آیتون سے برگزیدہ کیا حتی کہ ملائکہ تیرے لیے جنت سے رزق لائے۔ قولہ وطہرک۔ ای مردون کے چھونے سے تجھکو پاک رکھا اور نیز بشریت کی نجاسات سے پاک رکھا۔ اور نیز تیرے سر باطن کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے غافل ہوکر زکریا کی پرورش کی طرف التفات کرنے سے بچایا یعنے تو نے دل سے اپنا پرورش کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی کو سمجھا۔ قولہ واصطفاک علے نساء العالمین۔ پہلا برگزیدہ کرنا تو مرتبہ کی بزرگی کے لیے ہے اور دوسرا برگزیدہ کرنا حقیقی عصمت ہے چنانچہ علی نساء العالمین سے اسپر اشارہ موجود ہے اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصطفا کو مکرر لانے مین یہ اشارہ ہے کہ اول اصطفا تو کرامت ومنزلت وبلندی حال کے واسطے ہے اور دوسرا اصطفا یہ کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بدون اسکے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ ہووے حاملہ ہوئین۔ قولہ یا مریم اقنتی لربک۔ یعنے اپنے مولیٰ کی بندگی مین ٹھیک قائم رہ۔ قولہ واسجدی۔ یعنے میرے ہی واسطے خالص سجدہ کر۔ قولہ وارکعی مع الراکعین یعنے میرے اولیا وانبیا اور خاص اہل محبت کے ساتھ جو دل نرم ہوکر میری طرف جھک پڑے ہین تو بھی اسی طرح میری درگاہ مین بندگی کر تاکہ تجھکو اہل جماعت کی برکت نصیب ہو اسواسطے کہ اولیا کی صحبت سے بندگی مین استحکام ہوتا ہے اور بشریت کی بت پرستی سے بندہ چھوٹ جاتا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ

یہ خبرین غیب کی ہین ہم بھیجتے ہین تجھکو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم

اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝

کہ کون پالنے مریم کو اور نہ تو تھا ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے

ذٰلِكَ۔ المذکور من امر زکریا ومریم۔ یہ جو زکریا ومریم کا حال مذکور ہوا۔ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ۔ اخبار ما غاب عنک۔ اخبار غیب سے ہے ف انباء جمع نبا بمعنے خبر۔ اور غیب مصدر سے جو چیز غائب ہو وہ مراد ہے اور حاصل آنکہ اخبار اس چیز کے ہین جو تجھسے غائب ہے کیونکہ حضرت صلعم سے بہت پہلے کا یہ واقعہ ہے۔ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ۔ یا محمدؐ ہم تجھکو وحی کرتے ہین اے محمدؐ۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ۔ فی الماء یقترعون لیظہر لہم۔ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ۔ یربی۔ مَرْيَمَ۔ تو انکے پاس نہین تھا جبکہ ڈالتے تھے وہ لوگ یعنے احبار بیت المقدس اپنے قلمون کو پانی مین ف یعنے نہر اردن مین درحالیکہ قرعہ ڈالتے تھے تاکہ ظاہر ہوجاوے ان کو کہ ان مین سے کون شخص پرورش کرے گا مریم کو" اور کفل دراصل بمعنے ملا لینا اسی سے اول ہین۔ کفلہا زکریا۔ بھی بدون تشدید پڑھنا مرجح قرار دیا گیا ہے۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۔ فی کفالتہا فتعرف ذلک فتخبر بہ وانما عرفتہ من جہۃ الوحی۔ اور تو ان کے پاس نہین تھا جبکہ وے جھگڑتے تھے ف یعنے مریم کی کفالت مین یعنے ہر ایک اسکی کفالت مین رغبت کرتا تھا۔ اس وجہ سے کہ ان کے امام عمران کی بیٹی تھی اور حاصل یہ کہ تو اس وقت موجود نہ تھا تاکہ تو نے اسکو دیکھ لیا پھر اسکی خبر دی ہو بلکہ بات یہی ہے کہ تو نے اسکو اللہ تعالےٰ کی وحی کرنے ہی سے معلوم کیا ہے ف قولہ نوحیہ الیک۔ ای نوحی الغیب الیک۔ اور یہ احسن ہے بہ نسبت اسکے کہ ذلک کی طرف راجع ہو اور ابو السعود نے کہا کہ صیغہ مضارع سے ایمان ہے کہ وحی ہنوز منقطع نہین ہوئی ہے اور لغت مین وحی کے معنے پوشیدگی سے آگاہ کرنا اور ابن فارس نے کہا کہ وحی بمعنے اشارہ وکتابت ورسالت اور ہر چیز دوسرے کی طرف القا کرنا تاکہ وہ جان لیوے۔ اور شرع مین وحی دو طرح پر ہے ایک بواسطہ ملک اور دوم بطور الہام اور اول کو جلی کہتے ہین اور دوم کو خفی اور اقسام وحی از جانب الٰہی مطلقاً تو قسم پر ہے جیسا کہ فتح الباری مین مفصل۔

بیان کیا ہو- قولہ ماکنت لدیہم- اگر کہا جاوے کہ اسکی نفی کرنے مین کیا حکمت ہو حالانکہ یہ تو معلوم تھا کہ آپ کا زمانہ ان لوگون سے بہت پیچھے ہو تو جواب یہ ہو کہ اس سے مراد یہ ہو کہ موجود یہود وغیرہ نے آپ کی وحی ونبوت سے انکار کیا سو اگر یہ انکار صحیح ہوتا تو آپ کو ان اخبار غیب کے معلوم ہونے کا کیا طریقہ تھا سواے دو باتون کے کہ یا تو آپ اس وقت کا حال دیکھے ہوے ہوتے سو یہ تو کوئی دعوی نہین کرسکتا اور وہ بھی اسکے مدعی نہ تھے دوم یہ کہ توریت وغیرہ والون سے سُنا ہو سو وے خود تسلیم کرتے تھے کہ حضرت توریت نہین پڑھتے اور نہ ان لوگون سے خلاملا رکھتے تھے پس ثابت ہوا کہ وہ محض وحی الٰہی کی خبر ہو- قولہ اذ یلقون اقلامہم ایہم یکفل مریم- **ابن کثیر**- رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مین قول عکرمہ باسناد ابن جریرؒ ذکر کیا کہ مریم کی والدہ مریم کو ایک کپڑے مین لپیٹ کر بنی الکاہن کے پاس جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھے لائین اور یہ لوگ ان دنون مین کعبہ کے مانند بیت المقدس کے دربان تھے اور اُن سے کہا کہ تم اس منذورہ کو لیلینے نذر کی ہوئی لڑکی کو کہ مین نے اسکو محرر کردیا ہو اور یہ لڑکی ہو اور کنیسہ مین حائض عورت نہین جاتی اور مین اسکو اپنے گھر مین نہین لیجاؤن گی وہ بولے کہ یہ ہمارے امام کی دختر ہو اور عمران رحمہ اللہ نماز مین انکی امامت کیا کرتے تھے اور یہ اسکی دختر ہو جو صاحب قربان تھا پس زکریا علیہ السلام نے کہا کہ یہ مجھے دیدو کہ اسکی خالہ میرے تحت مین ہو بولے کہ ہمارا جی اسپر راضی نہین ہوتا یہ تو ہمارے امام کی دختر ہو پس اسی پر انھون نے اپنے قلمون سے قرعہ ڈالا جنسے توریت لکھتے تھے پس قرعہ زکریا کے نام نکلا اور نیز عکرمہ وسدی وقتادہ وربیع بن انس وغیرہم نے بیان کیا اور بعض کا بیان دوسرے کے بیان مین داخل ہوا ہو یہ کہ یہ لوگ نہارون کے اوپر گئے اور وہان اس شرط سے قرعہ ڈالا کہ نہر مذکور مین اپنے قلم ڈالین پس پانی کے بہاؤ مین جس کا قلم ٹھہر جاوے وہی اسکا کفیل ہو پس اس شرط پر انھون نے قلم ڈالے پس سب قلم تو پانی مین بہ گئے سواے قلم زکریا کے کہ وہ ٹھہر رہا اور بعض نے کہا کہ وہ چڑھاؤ کی طرف پانی کو پھاڑتا ہوا چلا اور باوجود اسکے زکریا علیہ السلام انکے بزرگ وسید وعالم وامام ونبی تھے صلوات اللہ وسلامہ علیہ مترجم کہتا ہو کہ شاید بیان قصہ مین بہت اختصار ہوا ہو واللہ اعلم- اور ظاہر یہ ہو کہ بنابر تفسیر مذکور کے تقدیر عبارت یون ہو وماکنت لدیہم اذ یختصمون ایہم یکفل مریم وماکنت لدیہم اذ یلقون اقلامہم- اسواسطے کہ خصومت مقدم از القاء اقلام ہو اور کمالین مین کہا کہ ایہم یکفل مریم کا تعلق محذوف ہو جس پر یلقون اقلامہم دلالت کرتا ہو جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے لینظر ایہم زائد کیا ہو وہکذا ذکر فی السراج- اور اس آیہ سے قرعہ کا جواز معلوم ہوا بدون اسکے کہ حرام کا حلال یا بالعکس ہووے بلکہ محض ترجیح امور مساویہ کے بدون قرعہ کے بھی یہ امر جائز ہو جو قرعہ سے نکلا ہے جیسا کہ تفسیر عکرمہ مین بھی اشارہ ہو کہ قرعہ فقط تطیب خاطر کے واسطے ہو اور ایسا ہی حدیث مین ہو کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کو جاتے تو جائز ہو کہ جس جورو کو جی چاہے لیجاتے لیکن انکی تطیب خاطر کے واسطے قرعہ ڈال دیتے کہ جسکے نام نکلے وہ جاوے اور اس زمانہ مین جو بعضے لوگ خرید وفروخت مین قرعہ جائز جانتے ہین بانیطور کہ مثلاً ایک شخص نے ایک گھڑی فروخت کرنی چاہی اور دو دو روپیہ دس آدمیون نے جمع کیے بیس روپیہ مالک کو دیدیے پھر ان دسون نے چھٹی ڈالی جسکے نام نکلے وہ گھڑی دو روپیہ مین لیگیا اور باقی سب محروم رہے یہ تو حرام ہو اور بیع ہرگز روا نہین ہو اور ایسا قرعہ جائز نہین ہو-

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

جب کہا فرشتون نے اے مریم تجھکو اللہ بشارت دیتا ہو ایک اپنے حکم کی جسکا نام مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا

وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

مرتبہ والا دنیا مین اور آخرت مین اور نزدیک والون مین اور باتین کریگا لوگون سے جب ماں کی گود مین ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیکبختون مین ہو

واذکر یا اذ قالت الملائکۃ اے جبرئیل ع- اور بیان کر جبکہ ملائکہ نے کہا یعنی جبرئیل نے ف پس ملائکہ جمع سے جبرئیل اکرم علیہ السلام

مراد ہین یا جبرئیلؑ مع اپنے ساتھیون کے کہ جنکے افسر جبرئیلؑ تھے جنھون نے بشارت دی۔ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ
ای ولد یعنے بکلمۃ کائنۃ منہ۔ ای مریم تجھکو اللہ تعالےٰ بشارت دیتا ہی اپنی طرف سے ایک کلمہ کی ف وحاصل مراد فرزند ہی یعنے فرزند کی بشارت
دیتا ہی۔ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ۔ اسکا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہی ف جو کلمہ کن سے پیدا کیا جاویگا یعنے بغیر باپ کے
مریم کو خطاب کیا باین طور کہ نسبت دی عیسیٰ کو مریم کی طرف اس تنبیہ کے واسطے کہ مریم علیہا السلام جنے گی۔ اسکو بدون باپ کے اسواسطے
کہ لوگون کی عادت یہی کہ انکو انکے باپون کی طرف منسوب کرتے ہین۔ وَجِیْهًا۔ ذا جاہ۔ درحالیکہ وہ لڑکا صاحب جاہ ہوگا۔ فِی الدُّنْیَا
بالنبوۃ۔ دنیا مین ف اس طرح کہ اسکو نبوت سے وجاہت ہوگی۔ وَالْاٰخِرَةِ۔ بالشفاعۃ والدرجات العلیٰ۔ اور آخرت مین ف
باین طور کہ اپنی اُمت کے مومنین کے واسطے شفاعت کریگا اور بڑے درجون والا ہوگا۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ عند اللہ۔ اور اللہ تعالےٰ
کے یہان نزدیکی والون مین سے ہوگا۔ وَیُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ ای طفلا قبل وقت الکلام۔ اور وہ لوگون سے باتین
کرے گا مہد مین یعنے طفولیت مین اور جوانی آخر مین ف مہد دراصل بچون کا گہوارہ وپالنا کہلاتا ہی اور مراد اس سے یہ ہی کہ بچپن مین ایسے وقت
سے پہلے باتین کریگا کہ بچہ باتین کرنے لگتا ہی۔ وَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ اور وہ صالحین مین سے ہوگا ف بکلمۃ منہ۔ ای من اللہ تعالیٰ
اور عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ سے تعبیر کیا جیسا کہ فرمایا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ پس کلمہ کن سے
پیدا ہوے اور اشارہ ہی کہ سخت نادان ہین جنکو عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ پیدا ہونے پر تعجب ہی اور ناچار شیطان ان کو آمادہ کرتا ہے کہ
کلمہ کفر کا اعتقاد کرین حالانکہ قدرت الٰہی عزوجل سے وہ ایک کلمہ کن سے پیدا ہوا جیسے آدم علیہ السلام اور یہ تفسیر قولہ مصدقا بکلمۃ من اللہ ہی جیسا کہ
جمہور نے ذکر کیا ہی کہ بکلمۃ من اللہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہین اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم مسیح یا تو معرب ہی یا اصل عربی ہی پس اگر معرب ہی تو اصل
اسکی مشیحا[لہ] عبرانی ہی اور معنے اسکے مبارک اور یہ مانند صدیق وفاروق وغیرہ کے ایک لقب شریف ہی اور عیسیٰ علیہ السلام کا کلام بچپن کا خود مذکور
ہی کہ۔ جعلنی مبارکا اینما کنت الآیۃ۔ اور اگر اصل عربی ہی تو اس واسطے مسیح کا لقب ہوا کہ وہ سیاح رہے لیکن آپ مقیم نہین ہوے ماخوذ از قولہم
مسح الارض جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہی اور بعض نے کہا اس وجہ سے مسیح نام ہی کہ انھون نے جس آفت زدہ کو مسح کیا اور چھوا وہ اللہ تعالےٰ
کے حکم سے اچھا ہو گیا پس مسیح مشہور ہوے کہ جس سے عوام مین انکے زمانہ کے بڑے بڑے نامی طبیبون سے امتیاز ہوا کہ وے دوا کرتے اور حضرت مسیح
علیہ السلام فقط چھونے سے بحکم الٰہی چنگا کرتے تھے وعلیٰ ہذا فعیل بمعنے فاعل ہی اور بعض نے کہا کہ ممسوح القدمین تھے یعنے پاؤن بھرے
ہوے تھے خالی نہ تھے یا ممسوح جبرئیلؑ تھے وبعض اقوال دیگر ہین پس فعیل بمعنے مفعول ہی اور دجال کو جو مسیح کہتے ہین تو وہ بزبان عربی باین معنے
کہ اسکی ایک آنکھ ممسوح ہوگی یعنے کانی ہوگی۔ اور رہا عیسیٰ تو بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ مشتق از عیس ہی بمعنے سپیدی کہ جس پر سُرخی ہو
اور یہ تکلف ہی دراصل یہ علم ہی اور اصل مین الیشوع یا الیشوع تھا اسکا معرب عیسیٰ ہی جیسا کہ کشاف وغیرہ مین ہی اور ابن مریم نسبت ہی یعنے
صفت ہی پس اگر کہا جاوے کہ اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم مین نام تو فقط عیسیٰ ہی اور مسیح لقب ہی اور ابن مریم صفت ہی تو جواب یہ ہی کہ اسم اپنے
مسمیٰ کے واسطے علامت ہوتا ہی کہ جس سے پہچانا جاوے اور غیر سے ممتاز ہو پس گویا کہا گیا کہ جس سے وہ معروف وممتاز ہوگا وہ مجموعہ امور ثلثہ
ہی۔ اور اگر کہا جاوے کہ ابن مریم فرمایا حالانکہ ظاہر یہ تھا کہ ابنک ہوتا جواب یہ کہ اس مین اشارہ ہی کہ وہ اس کنیت کے ساتھ جو مشتمل اضافت ہی
مشہور ہوگا اور ایذان ہی کہ اس کا باپ نہوگا سلام اللہ تعالےٰ علیہ۔ قولہ وجیہا۔ حال مقدرا از کلمہ ہی اور کلمہ اگرچہ نکرہ ہی لیکن نکرہ موصوفہ ہی
اگر کہا جاوے ضمیر کلمہ کی مذکر کیون آئی تو جواب دیا گیا کہ اسکا مسمیٰ مذکر ہی کذا فی السراج قولہ ویکلم الناس فی المہد وکہلا لفظ کہلا عطف۔

لہ مشیحا [illegible] مسیح [illegible] معرب [illegible] ۱۲ م لہ ایضا [illegible] کلام میں [illegible] ۱۲ م

عطف فی المھد ہے یعنے ان دونون حالتون مین لوگون سے نبیون کی باتین کریگا اور اسکی حالت بچپن اور کہولت مین کہ جس مین عقل مستحکم ہوتی ہے اور اسی وقت انبیا مبعوث ہوتے ہین کچھ فرق نہوگا اور کہل وہ سن ہے جو شباب اور شیخوخت کے درمیان ہو اور عیسی علیہ السلام بعد کہولت کے سن پر پہونچنے کے اُٹھائے گئے ہین اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ کہولت سے پہلے اُٹھائے گئے ہین اور شباب کا سن باقی تھا اور اس تقدیر پر کہولت مین ان کا لوگون سے کلام کرنا ہنوز واقع نہین ہوا پس مراد یہ ہے کہ قریب قیامت کے زمانہ مہدی علیہ السلام مین دجال کے قتل کو جب اُتارے جاوینگے تب کلام کرین گے اور اسی سے کہا گیا ہے کہ نزول عیسی علیہ السلام کا نص قطعی سے ثابت ہے پھر اللہ تعالے نے حضرت عیسی علیہ السلام کے مختلف احوال جو ایک دوسرے کے منافی ہین ذکر فرماکر ارشاد کیا کہ وہ بڑے بیوقوف ہین جو ایسے شخص کی نسبت جس مین ایسے تغیر پائے جاتے ہین اُلوہیت کا اعتقاد کرتے ہین حالانکہ اُلوہیت سے اس سے کوئی نسبت ہی نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ حالت کہولت مین اس کی باتین کرنے کی بشارت سے کیا حکمت ہے حالانکہ اس مین سب لوگ یکسان ہین تو جواب دیا گیا کہ مقصود یہ بیان ہے کہ اسکے بچپن اور کہولت کی حالت یکسان ہے۔ اور نیز بشارت ہے کہ وہ سن کہولت تک باقی رہے گا۔ اگر کہا جاوے کہ بچپن مین کلام کرنا حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھا تو جواب یہ ہے کہ نہین بلکہ اور کئی بچہ اس سن مین بولے ہین چنانچہ ابوہریرہؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ مہد مین کلام نہین کیا مگر عیسی نے اور یوسف کی گواہی دینے والے بچہ نے اور جریج کی گواہی والے نے اور ماشطہ فرعون کے پسر نے اور خفاجی نے ذکر کیا کہ جلال سیوطی رحمہ اللہ نے اُن سب کو جنھون نے مہد مین یعنے بچپن مین کلام کیا ہے نظم مین جمع کیا ہے تکلم فی المھد النبی محمد + ویحیی وعیسی والخلیل ومریم + ومبری جریج ثم شاھد یوسف + وطفل الذی الاخدود یرویہ مسلم + وطفل علیہ مر بالامۃ التی + یقال لہا تزنی ولا تتکلم + وماشطۃ فی عھد فرعون طفلھا + وفی زمن الھادی المبارک یختم + اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عیسی نے ایک ساعت بچپن مین کلام کیا تھا پھر نہین کلام کیا یہانتک کہ بولنے کے سن تک پہونچے اور جو کلام کیا تھا وہ یہ تھا کہ جب ان کی والدہ حضرت مریم کو گانون والون نے بہتان لگایا تب ان کی برات کے واسطے بولے۔ انی عبد اللہ اتانی الکتاب الآیۃ۔ اور جو لڑکے کہ نظم جلالؒ مین مذکور ہین سب کے واسطے ایک قصہ ہے کہ اس کا یہان ذکر کرنا طول ہوگا انشاء اللہ تعالے سب اس تفسیر مین اپنے اپنے موقع پر آجاوینگے ازانجملہ دوم وسوم وپنجم ونیز چہارم ونہم ویازدہم کی روایات اس وقت تک گذر چکی ہین ان کو یاد کرنا چاہیئے اور باقی انشاء اللہ تعالے آگے آوینگی۔ پھر ذکر کیا گیا ہے کہ عیسی علیہ السلام تیس برس کے سن پر نبی ہوے اور رسالت پر ڈھائی برس اور بعض نے کہا تین برس رہے پھر اللہ تعالے نے اُٹھالیا۔ قولہ تعالے ومن الصالحین۔ یہ حال ہے کلمہ سے یا اس کی ضمیر سے جو یکلم مین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ وجیہا فی الدنیا کی تفسیر کی گئی نبوت سے اور یہ منصب بہ نسبت صالح کے بہت بلند ہے بلکہ جتنی صفتین اوپر مذکور ہوئی ہین سب صالح ہونے سے بڑھکر ہین پھر آخر مین انکی صفات کو صالح ہونے پر کیون ختم کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ کوئی آدمی صالح نہین ہوتا جبتک کہ وہ اصلح راہ پر اور اکمل طریقہ پر ہمیشہ اپنے سب حال مین قائم نہو اور یہ افعال قلوب وافعال جوارح کے سب مراتب دین ودنیا کو شامل ہے اسی واسطے سلیمان علیہ السلام نے بعد نبوت کے کہا۔ ادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین پس جب عیسی علیہ السلام کے صفات شمار کیے تو اسکے پیچھے اس وصف کو جو بہت بلند درجات پر دلالت کرتا ہے بیان کردیا۔ اور تحقیق یہ ہے کہ صلاح کے واسطے خصوص وعموم ہے پس عموم صلاح تو پورے مومن تک کو شامل ہے اور خصوص صالح نہایت اعلی مرتبہ ہے کہ وہ نبوت مین متعدد مقام رکھتا ہے۔ وقد مر منا فی مواضع فلا نعید البیان مین کہا کہ قولہ تعالے واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ۔ اللہ تعالے نے مریم کو پہلے سے بشارت دیدی تاکہ ملامت کرنے والون کی لغو گفتگو و بہتان مین حضرت مریم علیہا السلام کا قدم مضبوط رہے اور اپنی منزلت کو معلوم کرے تاکہ لوگون کی باتون سے

درجہ یقین سے نہ گرے۔ قولہ وجیہا فی الدنیا والآخرۃ۔ یعنے دنیا مین تو انوار ربوبیت کے لباس سے آراستہ ہوگا اور آخرت مین جمال مشاہدہ کے لباس سے آراستہ ہوگا۔ اور اللہ تعالے نے عیسیٰ علیہ السلام کو ہیبت کا لباس دیدیا تھا تاکہ مومن و کافر ہر فریق کی آنکھ مین بزرگ نظر آوے۔ قولہ ویکلم الناس فی المہد وکہلا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مہد مین لوگون سے کلام کیا تاکہ اپنی نبوت و رسالت پر اور اپنی مان کی طہارت پر خود شاہد ہوا ور کہلا۔ کلام کرنا اسکی انبساط و حالت اتحاد سے ہی پس اول کا کلام کرنا تو نبوت سے ہی اور دوسرا کلام کرنا بعد بالکل فنا ہونے کے ظہور خالص قدرت باری وحدہ لا شریک لہ سے ہی۔ یعنے ایسا وقت تھا کہ حضرت عیسیٰ خود بالکل فنا تھے اور بقا فقط ذات باری وحدہ لا شریک لہ کو تھی چنانچہ یہ مثل تصویر کے پنجہ قدرت مین تھے جو حکم ہوتا تھا اور جس طرح حرکت دلائی جاتی تھی وہی ان سے صادر ہوتا تھا اور انکا فعل خود ان کے قول کا شاہد تھا چنانچہ مردہ کو زندہ کرنا اور مادرزاد اندھے کو آنکھین دینا اور کوڑھی کو چنگا کردینا یہ سب ظہور افعال الٰہی عزوجل تھا جو بندہ خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھون ہوتا تھا اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام خودی سے فنا تھے اور اپنے ارادون سے خالی تھے اور یہ صرف تصرف ذات ہی اور اعلیٰ اس سے تصرف دیگر ہی بایں وجہ کہ اثر عمدہ ہو بخلاف زندگان عیسیٰ علیہ السلام کے کہ اپر اثر موت ظاہر ہوتا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذ بن عفراء کا ہاتھ کٹا ہوا اپنے دست مبارک سے جوڑدیا کہ وہ ان کی موت تک نہایت پر قوت رہا جبکہ انھون نے ابوجہل کو قتل کیا تو ابوجہل کے بیٹے نے ان کو تلوار کا ہاتھ مارا کہ ان کا ہاتھ شانہ سے الگ ہوگیا اور ایک تسمہ سے لٹکا رہا آخر انھون نے اسکو الگ کردیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑتے آئے آپ نے اسکو جمادیا کہ اسی وقت اچھا ہوگیا۔ اور اسی طرح ایک صحابی کی آنکھ تیر کے صدمہ سے نکل پڑی تھی اسکو پکڑ اپنے لب مبارک کے لعاب سے اندر کردیا کہ اسی وقت اچھی ہوگئی اور تادم مرگ اسکی روشنی نہایت تیز تھی۔ ہذا توضیح ما ذکرہ الشیخ۔ ابتدا مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملتبس بزبان عبودیت تھے اور انتہائی مرتبہ پر ملتبس بصفات ربوبیت ہوے یعنے خودی سے فنا ہوے کہ ان مین صفات باری تعالے واسکی ارادت نے ظہور فرمایا۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ مہد مین کلام کرنا تو عیسیٰ کے واسطے معجزہ تھا اور حالت کہولت مین اپنے پروردگار کی طرف لوگون کو بلانے کا کلام کرتے تھے۔ اور بعض نے فرمایا کہ مہد مین کلام کرنا تو بچپن کی حالت تھی اور کہولت کی حالت مین اسوقت کلام کرینگے جب کہ آسمان سے اتارے جاوینگے تاکہ ان کے دونون طرف کے کلام مین معجزہ ہو۔ اور واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بچپن مین اسواسطے ان سے کلام صادر ہوا کہ مخالفون اور بہتان باندھنے والون کا کلام رد ہو کہ انھون نے ایسے وقت مین اپنی مان کی گواہی دی اور اپنی رسالت کا دعوی کیا کہ جسوقت مین بچہ بولنے سے عاجز ہوتے ہین کہان کہ ایسی باتین کرین اور کہولت مین اسوقت کلام کرینگے کہ شباب کی تیزی اور بڑھاپے کا ضعف کچھ نہوگا۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ

بولی اے رب کہان سے ہوگا مجھکو لڑکا اور مجھکو ہاتھ نہین لگایا کسی آدمی نے کہا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے

اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝

جب حکم کرتا ہی ایک کام کو تو یہی کہتا ہی اسکو کہ ہو پس وہ ہوجاتا ہی۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی۔ کیف۔ یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ۔ مریم نے کہا کہ اے میرے رب کہان سے فرزند ہوگا۔ وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ۔ بتزوج ولا بغیرہ۔ مریم بولی کہ عادت اللہ تو جفت سے فرزند کو پیدا فرماتا ہی حالانکہ مجھے کسی بشر نے نہین چھوا نہ تو نکاح کرنے سے اور نہ بغیر نکاح کے یعنے نہ میرا کوئی شوہر اور نہ مین نے زنا کیا۔ قَالَ۔ الامر كَذٰلِكِ۔ من خلق ولد منک بلا اب۔ یعنے بات

ایسی ہی ہو ای تجھسے ایک بچہ پیدا ہوگا بدون باپ کے۔ اَللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ۔ اللہ تعالےٰ جو کچھ چاہتا ہی پیدا کردیتا ہی۔ اِذَا قَضٰی اَمْرًا۔ اراد خلقه۔ یعنے جب ارادہ کرتا ہی اسکے پیدا کردینے کا۔ فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ۔ تو اس سے فقط یہی کہتا ہی کہ تو ہوجا۔ فَیَکُوْنُ۔ ای فهو یکون۔ ف پس وہ ہوجاتا ہی ف قوله قالت رب انی یکون لی ولد۔ یعنے مریم علیہا السلام نے اپنی مناجات مین جناب باری مین عرض کیا کہ میرے لڑکا کہان سے ہوگا یا کیونکر ہوگا یہ دونون محاورہ انی کے ترجمہ کے ہماری زبان و محاورہ مین مستعمل ہین پس رب کا خطاب حضرت باری تعالےٰ عزوجل کی جناب مین مناجات ہی اور بعض نے کہا کہ خطاب جبرئیل علیہ السلام کو ہی بمعنے یا سیدی ای میرے سردار اور زمخشری رح نے کشاف مین انکار کیا اور کہا یہ تفسیر بدعت ہی اور درحقیقت یہ قابل انکار ہی۔ اور لفظ بشر نکرہ تحت سیاق نفی ہی اسی سے مفسرین نے لکھا کہ مطلقا نفی ہوئی کہ کسی بشر نے نہین چھوا اور مراد مساس سے رسیدگی ہی بطور کنایہ کے حاصل آنکہ مجھے لڑکا کیونکر پیدا ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے مساس نہین کیا ہی۔ اس تقریر پر یہ شبہہ پیدا ہوتا ہی کہ حضرت مریم سے جب جبرئیل ؑ نے یہ خبر دی تو انھون نے کیونکر کہا کہ انی یکون لی ولد۔ کیا انکو قدرت مین شک تھا تو جواب دیا گیا کہ انھون نے یہ تعجب سے کہا اسواسطے کہ یہ عادت نہین جاری تھی کہ بچہ بدون باپ کے پیدا ہو پس اللہ تعالےٰ کی قدرت کا استعظام ہی جیسے کہتے ہین کہ دیکھیے کیونکر ہوتا ہی یہ تو عجیب معاملہ ہوگا حالانکہ ہونے کا یقین ہوتا ہی اور بعض نے کہا کہ بچہ پیدا ہونیکا تو یقین تھا مگر اسکی کیفیت سے سوال کیا کہ کس طور پر ہوگا آیا اس طرح کہ مین نکاح کرونگی یا بدون بشر کے چھوے ہوگا اور یہ جواب ضعیف ہی۔ اگر کہا جاوے کہ حضرت مریم نے کیون بعید جانا اس واسطے کہ آیندہ شاید بشر سے مساس واقع ہو بایطور کہ نکاح کرون تو اسکے جواب کی طرف شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تقریر مین اشارہ کیا چنانچہ اس کلام کی تفسیر مین کہا کہ مریم علیہا السلام جناب باری تعالےٰ مین عرض کرتی ہین کہ یہ لڑکا مجھے کیونکر پیدا ہوگا حالانکہ مین شوہر والی نہین ہون اور نہ میرا عزم ہی کہ مین نکاح کرون اور نہ مین حاشا للہ بدکار ہون مترجم کہتا ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے وقت بشارت سے اسکے وجود کی خبر دی تھی تب حضرت مریم نے استبعاد کیا لیکن قصۂ نفخ روح عیسیٰ بوجہ دیگر بیان ہی اسی واسطے شیخ نے اسکے جواب کی طرف اشارہ کیا فافہم۔ قوله قال کذلک۔ قال کا فاعل اگر حضرت رب العزت عزوجل ہی تو مراد یہ کہ بواسطہ ملائکہ فرمایا اور محتمل ہی کہ قال کا فاعل جبرئیل ہون یعنے جبرئیل ؑ نے از جانب الٰہی عزوجل یہ جواب دیا کہ کذلک یعنے الامر کذلک۔ بات یون ہی ہوگی کہ تجھسے بدون مساس بشر کے لڑکا پیدا ہوگا اور مریم علیہا السلام کا استبعاد دور کیا کہ اللہ یخلق ما یشاء اذا قضی امرا فانما یقول له کن فیکون۔ یعنے قدرت اللہ تعالےٰ بہت بڑی ہی مخلوق کتنا ہی بزرگ و بڑا ہو جو ہر ایک کی عقل سے باہر ہو وہ پیدا کردیتا ہی جو چاہے پھر اسکے پیدا کردینے مین کچھ قیاس کو مجال نہین وہ تو اسی قدر ہی کہ جب کسی امر کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا کہ ہو وہ ہوگیا قال ابن کثیر رح ای فورا ہوجاتا ہی ادھر حکم ہوا ادھر ہوگیا کچھ تاخیر و مہلت نہین ہوتی مانند قوله وما امرنا الا واحدة کلمح بالبصر۔ ای ہم تو ایک ہی مرتبہ حکم فرماتے ہین جس مین دوبارہ کی تکرار نہین پس یہ شے جلد ہوجاتی ہی جیسے پلک مارنے کی دیر ہوتی ہی قال المترجم علما نے تصریح کردی ہی کہ اللہ تعالےٰ کا مخلوق فرمانا کچھ لفظ کن پر نہین ہی بلکہ یہ ایک تفہیم اس مضمون کے واسطے ہی کہ بندے جس طرح ایک ادنی سی چیز کے پیے مثلاً لکھنے کے لیے قلم کاغذ دوات وغیرہ مہیا کرتے تب لکھتے ہین حاشا کہ جناب باری کے پیدا کرنے مین جو واقعی تخلیق ہی یہ وہم و قیاس نہین بلکہ اسکا ارادہ وہی خلق ہی بدون مہلت و درنگ کے اور بدون اسکے کہ کوئی چیز اسکو مانع ہوسکے اور رہا نظام خلقت کہ ہر چیز ایک طرز خاص سے پیدا ہوتی ہی تو یہ حکمت خاص ہی اور مدارج ہر چیز کے بلا مہلت وجود مین آجاتے ہین اور اللہ عزوجل نے اسکو ختم نہین فرمایا بلکہ ناقۂ صالح مع بچہ فورا پہاڑ شق ہوکر نکلے اور فورا بچہ بھی اپنی مان کے برابر ہوگیا

اور مانند اسکے دیگر آیات و معجزات جو انبیا علیہم السلام کو عطا ہوے آیات تھین کہ او تعالےٰ ہر چیز پر ہر طرح قادر مختار قوی و قہار ہے جیسا کہ آیندہ قصص انبیا مین یہ سب بیان مفصل انشاء اللہ تعالےٰ آوے گا پس جسنے غور کی نظر سے دیکھا وہ کبھی شیطان کے دام فریب مین گرفتار نہین کہ تدابیر اصل ہے تقدیر کچھ نہین اسواسطے کہ جیسے تقدیر ہر چیز کے خلق مین جاری ہے ویسے ہی اپنے اندازہ و حکمت پر ہر چیز کا وجود ہوتا ہے اور یہ یہان جزوی فائدہ ہے پھر آیت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ پس یہان فرمایا۔ کذلک اللہ یخلق ما یشاء۔ اور حضرت زکریا کو خطاب ہوا کہ کذلک اللہ یفعل ما یشاء۔ وہان فعل فرمایا اور یہان صریح خلق فرمایا تا کہ کسی بیہودہ کو شبہہ نہ رہے اور جان لے کہ یہ خلق بقدرت قادر ہے کسی مادہ و سبب پر نہین ہے اور اسی کو مؤکد کردیا کہ اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون۔ اور حضرت یحیٰی کی پیدائش مین تو بھلا یہ بھی تھا کہ ایک بڈھا ضعیف اور ایک بڈھیا ضعیف جو عمر بھر بانجھ رہی موجود تھی اگرچہ ان سے اولاد پیدا ہونا ایک امر نادر ہے اور یہ فعل قدرت عجیب عظیم ہے مگر یہان نہایت نادر و اعظم قدرت ہے کہ ایک باکرہ عورت سے بدون مساس بشر کے لڑکا پیدا کردیا لہذا یہان خلق صریح سے تعبیر فرمایا کہ وہ فعل سے خاص ہے کیونکہ اختراع کو مشعر ہے پھر قضا در اصل بمعنے احکام ہے اسے مضبوط و محکم کرنا اور یہان بمعنے ارادہ ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اور سکھاوے گا اسکو کتاب اور کام کی باتین اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف

اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ

کہ مین آیا ہون تم پاس نشانی لیکر تمہارے رب سے کہ مین بناتا ہون تمہارے لیے مٹی سے پرندکی صورت

فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى

پھر اس مین پھونک مارتا ہون سو وہ ہوجاوے اڑتا پرند اللہ کے حکم سے اور چنگا کرتا ہون جو اندھا پیدا ہوا اور کوڑھی اور جلاتا ہون مردے

بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اللہ کے حکم سے اور بتادیتا ہون تمکو جو کھاکر آؤ اور جو کچھ رکھ آؤ گھرون مین اس مین تمکو پوری

لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

نشانی ہے اگر تم یقین رکھتے ہو

وَيُعَلِّمُهُ۔ بالنون والیاء۔ یعنے اکثر کی قراءۃ بنون یعنے بصیغہ جمع متکلم ہے یعنے ہم اسکو سکھلاوینگے اور نافع و عاصم کی قراءۃ بیاء تحتیہ ہے یعنے اللہ تعالےٰ اسکو تعلیم فرماوے گا۔ الْكِتٰبَ۔ الخط۔ لکھنا۔ یعنے لکھنا سکھاویگا۔ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ اور حکمت توریت و انجیل سکھلاوے گا ف یعنے بغیر درس مکتب کے۔ وَرَسُوْلًا۔ یجعلہ رسولا۔ اور ہم اسکو رسول بناوینگے یا اللہ تعالےٰ اسکو رسول بناوے گا۔ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ فی الصبا او بعد البلوغ۔ بجانب بنی اسرائیل کے خواہ طفولیت مین یا بعد بلوغ کے قال السیوطیؒ فنفخ جبریلؑ فی جیب درعھا فحملت وکان من امرہا ما ذکر فی سورۃ مریم فلما بعثہ اللہ الی بنی اسرائیل قال لہم انی رسول اللہ الیکم۔ پھر یہ ہوا کہ اس بشارت کے بعد جبریلؑ نے حضرت مریم کی درع کے چاک مین پھونکا پس وہ حاملہ ہوگئی اور اسکا قصہ وہ ہوا جو سورۂ مریم مین مذکور ہے پھر جب اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مین اللہ تعالےٰ کا رسول

والیجی بن کر تمھارے پاس آیا ہون- اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ ای بانی طور کہ البتہ لایا ہون تمھارے پاس- بِاٰیَةٍ علامۃ علی صدقی نشانی اپنی سچائی کی
اَنِّیْٓ ای ہی انی وفی قراءۃ بالکسر استینافا- بالفتح اکثر کی قراءۃ ہی اور نافع کی قراءۃ مین بالکسر یعنے ان مکسورہ ہی بنابر آنکہ جملہ مستانفہ ہی- اَخْلُقُ ای
اصور- لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ مین تصویر بناتا ہون تمھارے لیے مٹی سے اور خلق کی تفسیر با ایجاد نہین جائز ہی کیونکہ وہ مخصوص بخالق عز وجل ہے
كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ مثل صورۃ مثل صورت پرند کے ف حاصل یہ کہ مین تم کو معجزہ دکھلاتا ہون کہ تمھارے روبرو پرند کی مثل صورت
بناتا ہون- فَاَنْفُخُ فِیْهِ پھر پھونکونگا مین اس مثل ہیأۃ الطیر مین یعنے اس تصویر مین جو مٹی سے مانند ہیأت پرند کے بنائی ہی-
اس مین پھونک دونگا- فَیَكُوْنُ طَیْرًا- وفی قراءۃ نافع طائرا- بِاِذْنِ اللّٰهِ- بارادتہ تو وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے پرند
طائر ہو جائے گا قال السیوطی فخلق لہم الخفاش لانہ اکمل الطیر خلقا فکان یطیر وہم ینظرونہ فاذا غاب عن اعینہم سقط میتا پھر بنی اسرائیل کو چمگادڑ
بنا کر دکھایا کیونکہ چمگادڑ کی خلقت پرندون مین کامل تر ہی کیونکہ اسکی پستان و دانت و کان بھی ہوتے ہین پس وہ اڑا اور لوگ اسکو دیکھتے تھے
پھر جب ان کی آنکھون سے غائب ہوا تو وہ مردہ ہوکر گر پڑا- وَاُبْرِئُ اشفی- الْاَكْمَهَ - الذی ولد اعمی- اور شفا دیتا ہون مین اکمہ کو یعنے
اس شخص کو جو اندھا پیدا ہوا ہو- وَالْاَبْرَصَ - وخصا لانہما داءان اعیا الاطباء وکان بعثہ فی زمن الطب فابرأ فی یوم خمسین الفا بالدعاء
بشرط الایمان- اور اندھے مادرزاد کو اور برص والے کو اچھا کرتا ہون ف اور انھین اکمہ وابرص کو خاص کر کے اسلیے ذکر کیا کہ یہ دونون بیماریان
ایسی ہین کہ انھون نے طبیبون کو تھکا دیا اور نہین اچھے ہوتے ہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ایسے زمانہ مین ہوئی کہ طب کا بہت زور تھا
پھر حضرت عیسیٰ نے ایک روز مین پچاس ہزار کو فقط دعا سے اس شرط سے اچھا کیا کہ اللہ عز وجل پر توحید شرعی ایمان لاوین وَاُحْیِ الْمَوْتٰى
بِاِذْنِ اللّٰهِ- بارادتہ کررہ لدفع توہم الالوہیۃ فیہ فاحیا عازر صدیقا لہ وابن العجوز وابنۃ العاشر فعاشوا وولد لہم وسام بن نوح ومات
فی الحال- اور زندہ کرتا ہون مردے کو بارادۂ الٰہی عز وجل ف یہان بھی عیسیٰ نے باذن اللہ- مکرر فرمایا تاکہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ عیسیٰ
علیہ السلام مین خود الوہیت تھی پھر عیسیٰ نے زندہ کیا عازر کو جو انکا دوست اور بڑھیا کے بیٹے کو اور عشر وصول کرنے والے کی دختر کو پھر یہ لوگ
زندہ رہے اور ان کے اولاد ہوئی اور سام بن نوح کو زندہ کیا اور وہ فی الحال پھر مرگیا- وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ
تخبئون فِیْ بُیُوْتِكُمْ- مما لم اعاینہ فکان یخبر الشخص بما اکل وبما یاکل بعد- اور تم کو آگاہ کرتا ہون جو تم کھاتے ہو اور جو ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھرون
مین ف یعنے ایسی چیزین جنکو مین نے آنکھون سے نہین دیکھا ہی پس وہ آدمی کو خبر دیتے تھے جو اسنے کھایا اور جو بعد کو کھاوے گا- اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (اس تمام معجزات مذکورہ مین تمھارے لیے نشان صدق ہی اگر تم مومن ہو) ف اللہ تعالیٰ نے
باقی بشارت کی خبر دی جو ملائکہ نے مریم علیہا السلام کو دی تھی اور یہ فقط مریم کے دل کی خوشی کے واسطے ذکر کیا کہ حضرت مریم کے دل کو جو ملامت کا
خوف تھا کہ بلا شوہر جننے پر لوگ طعن و تشنیع کرینگے اسکو دفع کر دیا کہ وہ ایسا اور ایسا ہوگا اور محققین کے نزدیک خواہ قراءۃ بیا ہو یا نون ہو یہ کلام مستانفہ ہی یعنی
یہان سے کلام شروع ہوا ہی- الکتاب سے مصدر یعنے نوشتن لکھنا مراد ہی چنانچہ ابن عباس نے فرمایا کہ کتاب خط بالقلم ہی اور عیسیٰ کا خط بہت اچھا تھا اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہی
اور بعض نے کہا کہ کتاب بمعنے مکتوب اسی معروف معنے مین ہی اور الف لام جنس کا ہی ای آتاری ہوئی کتابین پھر توریت و انجیل کو جو ذکر کیا تو ان کی فضیلت کی وجہ سے
ہی- اور حکمت سے مراد علم باعمل ہی اور اسی کے قریب ہی جسنے کہا کہ حکمت سے تہذیب اخلاق مراد ہی بلکہ غور سے یہ دونون واحد ہین- قولہ ورسولا الی بنی اسرائیل
منصوب بفعل مقدر ہی اور اکثر نے یعلمہ کے قرینہ سے یجعلہ مقدر کیا اور یہ احسن ہی پھر حدیث طویل ابوذر رضی اللہ عنہ مین ہی کہ اول پیغمبر بنی اسرائیل تو
موسیٰ علیہ السلام اور آخر کے عیسیٰ علیہ السلام تھے اور سراج منیر مین کہا کہ اول تو یوسف علیہ السلام تھے اور آخر عیسیٰ علیہ السلام تھے

لیکن بنی اسرائیل کا نام اولاد یعقوب علیہ السلام مین اکثر کے قول پر انکے پوتون پر وتون پر ہی بس صحیح وہی ہی جو حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ مین آیا ہی فافہم۔ اور بنی اسرائیل کی خصوصیت اسوجہ سے تھی کہ نبوت عیسیٰ کی فقط بنی اسرائیل کے لیے مخصوص تھی اور اس سے رد ہو گیا اس شخص کا جو زعم کرے کہ وہ سوائے بنی اسرائیل کے اورون کی طرف بھی رسول تھے اور صحیح حدیث مین بھی یون مضمون آیا ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ منجملہ ان امور کے جن سے مجھکو دیگر انبیاء پر فضیلت ہی ایک یہ ہی کہ میری رسالت عام ہی اور دیگر انبیا کا حال یہ تھا کہ وہ مخصوص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور یہ بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار امر حق ہی کچھ بیان اپنے فضائل کا نہین ہی کیونکہ فضائل اس سے اعلیٰ وارفع ہین کہ آپ کو بیان کی حاجت ہووے۔ قولہ انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر۔ مفسرین نے اخلق کے معنے اصور کے بیان کیے اس واسطے کہ ایجاد کر دینے سے اسکی تفسیر جائز نہین کیونکہ ابداع و ایجاد کے معنے پر خلق کی قدرت کسی بندے کو نہین وہ فقط اللہ عزوجل ہی کے واسطے خاص ہی اور اسپر دلیل یہ کہ کہیئۃ الطیر فرمایا یعنے مخلوق کرون گا مانند ہیأت پرندکے اور اسکی ہیأت کے مانند وہی صورت ہی نہ زندہ پرند اور نیز فانفخ فیہ۔ آگے فرمایا یعنے اس تصویر بنانے کے بعد اس مین نفخ کرون گا تب وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے اُڑتا پرند ہو گا اور باذن اللہ قید فرمائی جس مین صریح دلیل ہی کہ تصویر بنانے اور پھونکنے کے بعد بھی جب ہی وہ پرند ہو گا کہ ارادۂ آلہی عزوجل متعلق ہو ورنہ یہ قدرت بھی نہین ہی پس تنبیہ ہی کہ زندہ کرنا از جانب خالق عزوجل ہی لیکن چونکہ یہ ارادہ معلوم تھا اسی واسطے باذن اللہ فرمایا۔ پھر طیر اسم جنس ہی جو واحد و تثنیہ و جمع سب پر واقع ہوتا ہی اور یہی اکثر کی قرأت ہی اور سراج مین کہا کہ یہ قرأت بنظر آنکہ عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سے پرند بنائے اور نافع کی قرأۃ مین طائر بلفظ واحد ہی تو یہ بدین نظر کہ باوجود پرند کثیر ہونے کے ان کی نوع واحد تھی چنانچہ ابن عباس نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فقط ایک طائر بنایا اور وہ چمگادڑ ہی یعنے ایک قسم کا پرند جو چمگادڑ ہی بنایا اگرچہ اس قسم کے کئی فرد بنائے جو مختلف وقتون مین لوگون کو معجزہ کے طور پر دکھلائے۔ اور اس مین اختلاف ہی کہ فقط چمگادڑ ہی کیون بنایا تھا۔ تو بعض نے کہا اسوجہ سے کہ اس مین عجائب صنعت ہی کہ اس کے دانت و کان ہوتے ہین اور اسکی مادہ کی چھاتی ہوتی ہی اور اسکو حیض آتا ہی پس چونکہ خلق انسان کا معجزہ نہین دیا گیا تھا بلکہ پرند کا دیا گیا تو پرندون سے ایسا لیا جو اکثر قویٰ مین انسان کے مانند ہی اور بعض نے کہا اس وجہ سے کہ بنی اسرائیل نے بطور تعنت کے یہی مانگا کہ چمگادڑ بناؤ اور شاید یہ بمشورت جالینوس وغیرہ ان مشہور طبیبون کے ہو جو اس وقت مین موجود تھے بوجہ اسکے کہ اس مین عجائب مذکورہ موجود ہین اور نیز وہ بغیر پرون کے اُڑتا ہی اور حیوانون کے طور پر اسکی اولاد ہوتی ہی باوجودیکہ پرند ہی لیکن پرندون کی طرح انڈے نہین دیتا اور دن کی روشنی مین اور رات کی تاریکی مین نہین دیکھتا بلکہ صرف دو ساعت ایک بعد غروب کے اور دوم بعد طلوع کے کچھ دیر دیکھتا ہی اور انسان کی طرح ہنستا ہی پھر عیسیٰ علیہ السلام ایسا ہی کرتے تھے کہ مٹی کی صورت چمگادڑ کی بناتے پھر اس مین پھونکتے کہ وہ آنکھون کے سامنے باذن اللہ عزوجل اڑ جاتا جو اس بات پر دلالت کرتا کہ جسکے نام کو پھونک کر عیسیٰ علیہ السلام اسکو زندہ کرتا ہی اسی پاک عزوجل نے اسکو رسول کیا ہی اور وہب بن منبہ نے کہا کہ وہ اُڑتا رہتا جب تک اسکو لوگ دیکھتے پھر جب ان کی نظر سے غائب ہوتا تو مردہ ہو کر گر پڑتا تاکہ اللہ تعالیٰ کے فعل مین اور اس کے مخلوق کے فعل مین تمیز ہو اور جان لیا جاوے کہ تمام حمد و کمال سب اللہ عزوجل ہی کو ہی۔ قولہ وابریٔ الاکمہ و الابرص شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ بعض نے کہا اکمہ وہ ہی جسکو دن مین نہین دکھلائی دیتا اور رات مین دکھلائی دیتا ہی اور بعض نے اس کے برعکس کہا اور بعض نے کہا رتوندھی والا اور بعض نے کہا کہ اکمہ وہ ہی جو مادر زاد اندھا ہو اور یہی ٹھیک ہی کیونکہ اسکے اچھا کرنے مین معجزہ پورا ہی ابو عبیدہؒ نے کہا کہ اکمہ وہ ہی جو اپنی مان کے پیٹ سے اندھا پیدا ہو اور

ابن فارس نے کہا کہ کمہ وہ اندھاپن ہی جو انسان کا پیدائشی ہوتا ہی اور کبھی کمہ عارض ہوجاتا ہی چنانچہ بولتے ہین قدکمہ یعنے اندھا ہوگیا حالانکہ نہ تھا اور برص کھال کی سپیدی ایک مشہور مرض ہی اور ان الفاظ مین معنے اسم تفضیل ملحوظ نہین ہین مگر انکا اصل مین جو یہ نام رکھا گیا تو بہ نظر معنے مذکور تھا جیسے الیسر اس شخص کو کہتے ہین جو بین ہتھا ہو حالانکہ وہ اپنے دائین ہاتھ سے بھی کام کرتا ہی مگر چونکہ غلبہ اس کے کام کا بائین ہاتھ سے ہوتا ہی لہذا الیسر کہتے ہین عرب کے لوگ جس قدر برص سے نفرت کرتے ہین ویسا اور عیب سے نفرت نہین کرتے ہین پھر جاننا چاہیے کہ عیسیٰ علیہ السلام اکثر بیماریان دعا سے اچھی کرتے تھے ولیکن اللہ تعالےٰ نے یہان صرف ابرا اکمہ وابرص کو ذکر فرما کر اشارہ فرمایا کہ معجزہ انکا ان دونون سے ظاہر تھا کیونکہ یہ دونون بیماریان ایسی ہین کہ اطبا انسے تھک گئے ہین پھر یہ جو مدعی دعوی کرتے ہین کہ برص دوا سے اچھا ہو جاتا ہی تو یہ دعوی کلیہ باطل ہی اسواسطے کہ مراد برص سے وہ ہی جو بسبب عدم حرارت غریزی کافیہ ہضم جلدی وغیرہ کے باعتبار پیدائش کے ہو اور وہ کسی طرح بھی دوا سے اچھا نہین ہوسکتا جیسے مادرزاد اندھا نہین اچھا ہوسکتا ہی پھر اگر کہا جاوے کہ یہ کس قرینہ سے معلوم ہوا کہ برص سے ایسا برص مراد ہی تو جواب یہ ہی کہ مقام مین بیان ایسے امراض کا ہی جنکی نسبت اطبا اس امر کے مقر ہین کہ وہ لاعلاج ہی جیسے کور مادرزاد پس یہ صریح ہی کہ برص سے وہی برص مراد ہی جسکے لاعلاج ہونے کے اطبا مقر ہین۔ پھر بعض مفسرین نے کہا کہ ابرا اکمہ وابرص کے ساتھ باذن اللہ کے قید نہین فرمائی کیونکہ باقیون کی بہ نسبت یعنے خلق طائر اور احیاء موتی کی بہ نسبت انکے اچھا کرنے مین بہت غرابت نہین ہی اور **مترجم** کہتا ہی کہ باذن اللہ تعالےٰ قید در واقع معتبر ہی اور کلام یہان اسکو محتمل ہی کہ لفظ مین بھی یہ قید ہو پھر کوئی وجہ نہین کہ یہ رکیک توجیہ بیان کیجاوے پھر لفظ مین اس قید کے ہونے کا بیان یہ ہی کہ نظم کلام یون ہی وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ پس محتمل ہی کہ ابرا و احیاء ہر دو باذن الٰہی ہون اور اگر کہا جاوے کہ اولےٰ یہ ہی کہ باذن اللہ ظرف متعلق باقرب ہو یعنے احی فعل سے متعلق ہو تو جواب یہ ہی کہ یہ جواز کے منافی نہین ہان یہ توجیہ لائق ہی کہ احیاء موتی مین اور خلق طیر مین الوہیت کا توہم ہوتا تھا لہذا باذن اللہ سے دفع کیا گیا بخلاف ابرا اکمہ وابرص کے کہ ان مین یہ وہم نہین ہوتا ہی اور عیسیٰ علیہ السلام ان کو دعا سے اس شرط پر کہ مریض اچھا ہوجاوے تو ایمان لاوے چنگا کرتے تھے۔ قولہ واحی الموتی باذن اللہ۔ موتی جمع میت کی ہی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا گیا تھا کہ باذن اللہ تعالےٰ مردہ کو زندہ کرتے تھے اور بعض نے فرمایا کہ زندہ کرنے مین ان کی دعا باسم پاک یا حی یا قیوم۔ ہوتی تھی اور شاید یہ استنباط اس بنا پر ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے اسم اعظم سے دعا کر کے زندہ کرتے تھے اور پہلے گذر چکا ہی کہ حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالےٰ کا اسم اعظم قولہ تعالےٰ اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم۔ آیۃ الکرسی مین اور الم اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم شروع آل عمران مین ہی اور بعض روایت مین الٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم۔ مین اور بعض روایت مین ایک اور آیت وعنت الوجوہ للحی القیوم مین وارد ہی۔ بالجملہ ان کی زبان مین الحی القیوم کے مثل جو نام پاک تھا اس سے دعا کرتے تھے پھر بعض نے ذکر کیا ہی کہ انجیل مین مردے زندہ کرنے کے متعدد قصے مذکور ہین ولیکن **مترجم** کے نزدیک چونکہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو پس ان قصص پر بوجہ اسکے کہ تحریف کا احتمال قوی ہی کچھ اعتماد نہین ہوسکتا ہی لہذا آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا گیا تو ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار شخصون کو زندہ کیا جیسا کہ **مفسر جلال** رح نے ذکر کیا ہی اور معالم وغیرہ مین ہر ایک کا قصہ یون مذکور ہی کہ (۱) عازر جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوست تھا جب قریب مرنے کے پہونچا تو اسکی بہن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ کا دوست عازر مرتا ہی اور درمیان مین تین روز کی راہ کی دوری تھی پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیون کے تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ تین روز ہوئے مرچکا ہی پس اسکی بہن سے فرمایا کہ میرے ساتھ اس کی قبر پر چل سو وہ ساتھ گئی پس آپ نے دعا فرمائی تو وہ زندہ ہوکر قبر سے

لہ یعنی ... برص کی ... اسکو ... ہاتھ سے حاصل ہو ۱۲ م سلہ یعنی کہ کی حرارت غریزی ... رنگ طبعی پر لاوے وہ پیدائشی معدوم ہو ۱۲ م

نکلا اور جیتا رہا یہانتک کہ اسکی اولاد ہوئی اور (۲) بڑھیا کا بیٹا تو یہ ایک شخص تھا کہ اسکو تابوت پر مردہ لیے ہوئے جاتے تھے اور پیچھے پیچھے ایک بڑھیا ٹیتی جاتی تھی جسکا یہ اکلوتا بیٹا تھا ناگاہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے گذرے پس آپ نے اللہ تعالےٰ سے دعا فرمائی تو وہ اپنے تابوت پر اُٹھ بیٹھا اور لوگون کے کاندھون سے اُتر پڑا اور اپنا تابوت خود اُٹھا لے گیا- اور اپنے لوگون مین شامل ہوا اور یہ بھی یہان تک زندہ رہا کہ اس کی اولاد ہوئی اور (۳) حاشر کی دختر تو یہ شخص عشر و خراج وصول کیا کرتا تھا ناگاہ اسکی لڑکی مرگئی دوسرے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باذن اللہ تعالےٰ اسکو زندہ کیا اور یہ بھی اتنا جیتی رہی کہ اولاد ہوئی- اور سام بن نوح علیہ السلام کا یہ قصہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی قبر پر آئے اور اسم اعظم الٰہی عزوجل سے زندہ کیا پس وہ قبر سے نکلے اور حال یہ تھا کہ قیامت کے خوف سے انکا آدھا سر سپید ہوگیا تھا اگرچہ اس زمانہ مین لوگ اسطرح بوڑھے نہین ہوتے تھے کہ سر سپید ہوجاوے اور قبر سے نکلکر بولے کہ کیا قیامت قائم ہوئی تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہین بلکہ مین نے اللہ تعالےٰ سے دعا کرکے تم کو زندہ کیا ہے پھر سام سے فرمایا کہ اب مرجاؤ تو سام نے کہا کہ اچھا مگر اس شرط سے کہ اللہ تعالےٰ مجھکو موت کی سکرات و سختی سے امن دیدے پس عیسیٰ السلام نے دعا کی اور قبول ہوئی پس وہ اسی وقت مرگئے **قال المترجم** شاید سام بن نوح علیہ السلام کا زندہ کرنا لوگون کو یقین دلانا اس امر کا تھا کہ قیامت برحق ہے اور لوگ ضرور اسی قبر سے اُٹھین گے جہان دفن ہوے ہین اور قیامت بڑی ہولناک چیز ہے اور موت کی سختی نہایت سخت ہے اللہ تعالےٰ اس سے پناہ عطا فرماوے اور یہ کل مضامین کلام مجید مین تلاوت کیے جاتے ہین اور اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزات عطا فرمائے تھے جس سے اس وقت کے اطبا و علم طبعی جاننے والے سخت عاجز ہوے تاآنکہ جالینوس نے اقرار کیا کہ آپ طبیب روحانی ہین لیکن ہدایت و ایمان رحمت الٰہی ہے جسکو چاہے عطا کرے اور ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزے عطا کیے جس سے جادوگر سخت عاجز ہوے کیونکہ اس وقت جادو کا زور تھا اور ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ معجزات عطا ہوے جنھون نے اس وقت کے فصحاء و بلغا کو عاجز کیا مع ہذا کثرت سے معجزات تھے جن کو جامع معجزات جمیع انبیا علیہم السلام کہنا چاہیے اس واسطے کہ مثلاً شق القمر کا معجزہ اہل عقل کے نزدیک عصائے موسیٰ سے کہین بڑھا ہوا ہے اور موت سے زندہ ہونا تو اتنی ہی بات ہے کہ ایک صحابی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد موت کے تابوت سے اُٹھ بیٹھے اور گفتگو کی اور پھر مردہ ہوکر لیٹ رہے جیسا کہ تقریب التہذیب مین بھی مختصر طور پر مذکور ہے- قولہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین- کما لین مین ذکر کیا کہ یون روایت ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کیے تو بنی اسرائیل کے کمبخت بولے کہ یہ تو جادو ہے ہمکو کوئی نشانی اپنی نبوت کی دکھلاؤ یعنے جس مین غیب کی خبر ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتلانا شروع کیا کہ تو نے یہ کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہے حضرت عمار بن یاسر رض و قتادہ رح سے روایت ہے کہ جب بنی اسرائیل نے درخواست کی تھی کہ پروردگار ہمارے لیے آپ کی دعا سے آسمان سے کھانے کا خوان نازل فرمایا کرے تو آپ نے عہد لیا تھا کہ کھالو اور جمع نہ کرنا انھون نے اقرار کیا پھر کھاتے اور رکھ چھوڑتے اور چوری چوری بدعہدی کرتے تھے پھر حضرت عیسیٰ نے بتلانا شروع کیا کہ اے فلان تو نے یہ کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہے تاآنکہ اللہ تعالےٰ نے ان کمبختون کو سور کردیا- اور معالم مین سدی رح سے لایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مکتب مین لڑکون سے بتلا دیا کرتے کہ تمھارے باپ نے یہ کیا اور یہ کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہے اور تیرے لیے فقط اتنا رکھا ہے تو لڑکا آکر گھر مین اسی چیز کی ضد کرتا جو چھپا کر رکھی گئی تھی اور روتا یہان تک کہ ان کو دینا پڑتی پھر آخر ان کے مان باپ نے پوچھنا شروع کیا کہ تم کو کون بتلا دیتا ہے بولے کہ ہم سے عیسیٰ کہدیتے ہین تو بنی اسرائیل نے لڑکون کو منع کردیا کہ اس جادوگر کے ساتھ مت کھیلا کرو اور ان کو الگ جمع کیا پھر عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی لڑکون کو ڈھونڈھتے ہوے آئے تو انکے وارثون نے کہا کہ یہان نہین ہین- آپ نے فرمایا کہ پھر یہان کون ہے-

ہونے کہ یہان تو سور ہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی ہو تگے پھر جب ان لوگون نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حقیقت مین سور ہین تب تو یہ قصہ بنی اسرائیل مین پھیلا اور انھون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا اور حضرت عیسیٰ کی دادہ اس سے خوفناک ہوئین اور ان کو خچر پر سوار کر کے مصر کو لے بھاگین **مترجم** کہتا ہے کہ یہ قصہ شاید واقع ہوا ہو لیکن آیۂ کریمہ کی تفسیر مین ظاہر نہین ہے کیونکہ یہ اظہار تو اپنے رسول ہونے کی سچائی پر معجزات سے ہے اور بچون کے ساتھ کھیل نہین ہے چنانچہ فرمایا ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین - یعنے اگر تصدیق کرنے والے ہو تو اس مین تمھارے لیے نشان کافی موجود ہے اور اگر تعنت وعناد ہے تو کتنی ہی آیتین دی جاوین فائدہ نہ دینگی **ف** فی العرائس قولہ تعالیٰ وابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ذات سے مخلوق وحادث تھے اور خالق عزوجل پروردگار نے ان کو پیدا کر کے انبیا و رسولون کے مانند ہدایت دی اور انھون نے اپنے آپ کو ایسے پسندیدہ اوصاف سے آراستہ کیا جو اللہ عزوجل نے پسند فرمائی ہین جیسے رحم وکرم وغیرہ کہ اوصاف باری تعالیٰ عزوجل ہین پس عیسیٰ علیہ السلام اُن اوصاف سے جو حدوث وامکان کے لئے فانی اوصاف تھے بالکل خارج ہو کر ایسے اوصاف سے متصف ہوے جو حضرت رب العزت جل جلالہ کے اوصاف ہین لیکن نہ اس طرح کہ ان اوصاف پاک نے حضرت عیسے مین حلول کیا ہو کیونکہ او تعالیٰ شانہ جورد ولڑکے وحلول وجگہ وظرفیت اور مخلوق کے ساتھ مختلط ہونے وغیرہ ایسے سب امور سے جو لائق شان حق سبحانہ وتعالیٰ نہین ہین بالکل پاک منزہ ہے بلکہ یہ ظہور قدرت عظیمہ کا ملہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے جو اپنی خودی سے بالکل فنا تھے پس اللہ عزوجل نے ان سے قدرت کے حقائق ظاہر فرمائے - اور مین اس آیت کی تفسیر مین اس سے بلند کلام نہین لکھتا ہون باوجودیکہ اہل معرفت نے مجھسے پہلے یہ معنے بیان کر دیے ہین لیکن اپنی اپنی عبارت ہے سو جیسے مین نے تفسیر قرآن شروع کی ہے تو ضرور ہے کہ اپنی عبارت سے مضمون ادا کرون اور بعض نے فرمایا کہ جس پر صفات ربوبیت کا ظہور ہوا اور وہ اپنے حدوثی اوصاف سے جو اسکے مخلوق وممکن ہونے کے ساتھ متعلق تھے بالکل غائب ہو گیا حتی کہ اپنی خودی سے بھی غائب ہو گیا تو اسکے ذریعہ سے ہر چیز زندہ کی جاتی ہے پھر اس آیۂ کریمہ سے ہر ایسے شخص کے دعوے باطل کر دیے جو یہ کہتا ہے کہ بندۂ مقبول سے خود معجزے ظاہر ہوتے ہین پروردگار سے نہین ہوتے ہین اور یہ باطل ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت مین معجزہ پیدا کر دینے پر قادر ہے لیکن اسکی مشیت ومرضی ہے جس شخص پر چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے پس اعجاز تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے لیکن یہ لوگ ظاہر مین اس کرامت سے سرفراز ہوتے ہین کہ بپردۂ صورت دہیأت مین ان لوگون سے اسکا ظہور ہوتا ہے **مترجم** کہتا ہے کہ جسنے اس معنے کو سمجھ لیا وہ توحید مین اولیاء اللہ سے نفع پاویگا اور اسوقت مین بکثرت وہ لوگ ہین جو ایمان وکفر کو خلط کرتے اور شیطان کے جنگل مین گرفتار ہو جاتے ہین پھر عیسیٰ علیہ السلام سے باقی ارشاد ہدایت اس طرح ہوا جیسے حق تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ

اور سچ بتاتا ہون توریت کو جو مجھسے پہلے کی ہے اور اسواسطے کہ حلال کردون تمکو بعضی چیز جو حرام تھی تمپر اور آیا ہون تمھارے پاس نشانی

مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

لیکر تمھارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمھارا سو اسکو بندگی کرو یہ سیدھی راہ ہے

وجئتکم - وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ قبلی - اور مین تمھارے پاس (بنی اسرائیل) اس شان سے آیا ہون (رسول ہو کر) کہ جو مجھسے پہلے موجود ہے اسکی تصدیق کرنے والا ہون **ف** سپلے موجود سے پہلے والی کتاب مراد ہے بقرینہ قولہ مِنَ التَّوْرَاةِ یعنے توریت کی تصدیق کرنے والا ہون **ف** کہ وہ پہلے سے موجود تھی اور اس وقت بھی اس پر عمل موجود تھا سواے بعض احکام کے جو انجیل سے

منسوخ کردیے گئے چنانچہ فرمایا۔ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ فیما فاحل لہم من السمک والطیر بالا صیصۃ لہ وقیل احل الجمیع
فبعض بمعنے کل اور تاکہ حلال کردون تمہارے لیے بعض وہ چیز کہ تمپر حرام کی گئی ف یعنے حرام کی گئی تھی اس توریت مین پس عیسیٰ علیہ السلام
نے انکے لیے مچھلی اور پرند مین سے وہ بعض حلال کردین جنکے خار وچنگل شکار نہو اور بعض علمانے فرمایا کہ نہین بلکہ سب جو ان پر اس قسم سے
حرام کی گئی تھین حلال کردین پس بعض بمعنی کل ہی مترجم کہتا ہی کہ نہین بلکہ بعض بمعنے تھوڑا اس واسطے کہ زنا وغیرہ بدستور حرام رہا۔ پھر جو سب
نسخ کرکے حلال کرنا بطور نبوت ہی لہذا فرمایا۔ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ اور مین لایا ہون تمہارے پاس معجزہ تمہارے رب کیطرف
سے ف پس مجھے رسول مانو۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ۔ فیما امرتکم بہ من توحید اللہ وطاعتہ پس تم لوگ اللہ تعالے سے تقوی کرو
میری فرمانبرداری کرو ف ہر ایسی چیز مین جسکا مین نے تمکو حکم کیا کہ اللہ تعالی کی توحید پر ایمان لاؤ اور اسی کی بندگی کرو۔ إِنَّ اللَّهَ
رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ تحقیق اللہ تعالے میرا وتمہارا رب ہی سو اسکی بندگی کرو۔ هَٰذَا صِرَاطٌ۔ طریق۔ مُّسْتَقِيمٌ۔ یہ جس کا مین
تمکو حکم دیتا ہون صراط یعنے راہ مستقیم ہی ف پھر بنی اسرائیل نے عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور اس پر ایمان نہ لائے۔ جیسا کہ آگے کی آیت
اس پر دلالت کرتی ہی اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار نو سو پچھتر برس کا فرق ہی۔ قولہ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم
جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے توریت مین بعض طعام بنی اسرائیل پر حرام فرمائے تھے چنانچہ قولہ وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر الآیۃ۔ دلالت
کرتا ہی اور یہ تحریم بطور سزا کے ان کی سرکشی کا بدلا تھا چنانچہ قولہ فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم الآیۃ اس پر دلالت کرتا ہی۔
پس شرع موسیٰ علیہ السلام کے موافق بنی اسرائیل پر کل جو چیزین حرام کی گئی تھین وہ دو طرح کی تھین ایک وہ کہ جو بطور ارشاد وہدایت کے ان کی اصلاح
حال ومآل کے طور پر حرام ہوئین جیسے زنا وچوری وسور کا گوشت وغیرہ۔ اور دوم وہ کہ بطور سزائے ظلم کے ان پر حرام ہوئین جیسے چربی کا کھانا
اور اوجھ کی پتلی چربی ومچھلیان واونٹ کا گوشت وغیرہ پس عیسیٰ علیہ السلام نے کل محرمات مین سے بعض کو حلال کیا چنانچہ مچھلی وپرندون مین سے
اسکو حلال کیا جسکے صیصہ نہو اور صیصہ سے مراد مخلب ہی یعنے وہ پرند جن کے مخلب نہو حلال کیے اور صیصۃ الدیک مرغ کا خار اور پنجہ ہے
جن کو حلال کیا تھا اونٹ کا گوشت بھی تھا اور اس مین اختلاف ہی کہ سنیچر کو کوئی کام نہ کرنا جو شرع موسیٰ علیہ السلام مین تھا آیا اس کو حلال
کیا یا نہین اس مین دو قول ہین بیضاوی نے کہا کہ اس مین صریح دلیل موجود ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت نے شرع موسیٰ علیہ السلام
کو منسوخ کردیا۔ اور قول ربیع بن انس تابعی اسی پر دلالت کرتا ہی کہ جو شرع حضرت عیسیٰ لائے تھے وہ اس شرع سے نرم تھی جو موسیٰ
لائے تھے کہ ان کی شرع مین بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت وچربی حرام تھی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل سے حلال کی گئی اور مچھلی
مین سے چند چیزین اور پرندون مین سے چند چیزین اور دیگر چیزین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت مین حلال ہوئین جو ان پر پہلے بحکم
توریت حرام تھین۔ اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اس مین دلالت ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بعض شریعت توریت کو منسوخ کیا اور کل کو
منسوخ نہین کیا اور صحیح قول یہی ہی۔ اور سراج مین کہا کہ اگر اسپر یہ شک کیا جاوے کہ جب شرع عیسیٰ ناسخ شرع موسیٰ ہوئی تو مصدقا لما بین یدی
من التوراۃ کیونکر صادق ہوگا تو بیضاوی وغیرہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ توریت کی تصدیق کرنے مین اور بعض احکام توریت کے
نسخ مین کچھ منافات نہین ہی جیسے قرآن نے سب شرائع سابقہ کو منسوخ کیا حالانکہ سبہا کی تصدیق فرماتا ہی یعنے قرآن بتلاتا ہی کہ شریعت موسیٰ
اپنے وقت پر اور شریعت عیسیٰ اپنے وقت پر بلکہ حضرت آدم سے لیکر کل شرائع اپنے اپنے وقت پر سچ تھین اور سب انبیا برحق تھے۔ بلکہ
قرآن کے ناسخ ومنسوخ دونون کی تصدیق باہم موجود ہی جب ایک دوسرے کا ناسخ ہی اور وجہ یہ ہی کہ نسخ تو در حقیقت یہ ہی کہ کسی حکم کی مدت

بنیان کردی کہ یہ حکم اس مدت تک کے واسطے تھا پس توریت میں جو احکام مذکور ہیں ان کی تصدیق کی اور اپنی شریعت میں بیان کیا
کہ فلان وفلان حکم اس مدت تک کے واسطے تھا اب منسوخ ہوگیا۔ شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ وہب بن منبہ سے روایت کیا گیا کہ عیسیٰ
علیہ السلام شرع موسیٰ علیہ السلام پر تھے اور روز سنیچر کی تعظیم برقرار رکھتے اور بیت المقدس کا استقبال کرتے تھے اور انھوں نے
بنی اسرائیل سے کہا کہ میں نے تمکو توریت کے خلاف ایک حرف کی طرف بھی نہیں بلایا الا یہی کہ بعض جو تمپر حرام کیا گیا ہو اس کو تم پر حلال
کروں اور تمھارے ذمہ سے گناہ دور کروں قال المترجم اس روایت سے ظاہر ہوتا ہو کہ شریعت موسوی علیہ السلام جو
بطریق ارشاد تھی سب بحالہ باقی رہی صرف وہ منہیات دور ہوگئے اور حلال ہوئے جو بنی اسرائیل پر بوجہ ظلم کے حرام کیے گئے تھے اور یہ تحریم
اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے تھی اور بعض مفسرین نے اس تقدیر پر قولہ لاحل لکم بعض الذی حرم علیکم کے یہ معنے لیے ہیں کہ حلال کردوں
بعض وہ چیز جو تمپر حرام کی گئی بایں طور کہ تمھارے علما نے اسکو حرام کیا ہو چنانچہ کہا ہیں ہیں کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہ باطل احکام
جن کو احبار نے اختراع کر لیا تھا ان کو دور کردیا۔ لیکن پوشیدہ نہیں کہ احبار کے اپنی طرف سے اختراعی احکام پر حرم علیکم کا اطلاق بعید
ہو اس واسطے کہ حلال کرنا وحرام کرنا بحکم الٰہی ہو اس میں کسی کی تحریم وتحلیل نہیں صحیح ہو ہاں بعض وہ چیزیں حلال کردیں جس میں وہ
جھگڑتے اور خطا کرتے تھے پس ان سے پردہ دور کردیا اور صاف بیان کردیا کہ یہ چیزیں حلال ہیں جیساکہ دوسری آیت میں فرمایا کہ۔
ولابین لکم بعض الذی تختلفون فیہ۔ یعنے تاکہ صاف ظاہر کردوں حکم بعض اس چیز کا جس میں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو۔ یہ تو بیان ہوا
مگر محققین نے تصریح کردی ہو کہ صحیح یہی ہو کہ شرع عیسیٰ علیہ السلام ناسخ بعض شرع توریت تھی اور کالبین میں کہا کہ یہی صواب ہے۔
اور بعض نے کہا کہ قولہ بعض ما حرم علیکم بمعنے کل ما حرم علیکم ہو یعنے کل جو ان پر حرام کیے گئے تھے سب منسوخ کیے اور ابو عبیدہ سے بھی نقل کیا گیا
کہ جائز ہو کہ بعض بمعنے کل ہو اور اس قول پر تین وجہ سے اعتراض ہو اول آنکہ قرطبی رح نے فرمایا کہ محققین اہل لغت کے نزدیک بعض
بمعنے کل یا جزو بمعنے کل نہیں ہوتا ہو اور حق یہ ہو کہ حقیقۃً نہیں ہوتا مگر مجازاً قرینہ کے ساتھ شامل ہوتا ہو دوم آنکہ بعض کو بمعنے کل لینا
بلا ضرورت خلاف ظاہر تاویل ہو سوم آنکہ توریت سے جو ان پر حرام ہوا تھا از انجملہ چوری وقتل ناحق وغیرہ بھی تھا وہ اس کل میں داخل
نہیں کیونکہ قطعاً عیسیٰ علیہ السلام نے اسکو حلال نہیں فرمایا اور اگر کل سے وہ کل مراد ہیں جو بنی اسرائیل پر بوجہ سرکشی وظلم کے حرام ہوئے
تھے تو یہ تکلف بیفائدہ ہو اسلیے کہ یہ کل جو ان پر ظلم سے حرام ہوئے تھے مطلق محرمات سے بعض ہیں پس صادق ہو کہ بعض ما حرم علیہم کو حلال کیا
فافہم۔ وجئتکم بآیۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ہذا صراط مستقیم۔ بیضاوی میں ہو کہ جئتکم بآیۃ سے دوسری آیۃ
مراد ہو اور وہ قولہ ان اللہ ربی وربکم ہو یعنے میں ایک اور بڑی آیت لایا ہوں جو اللہ تعالےٰ نے مجھے الہام فرمائی اور وہ قولہ ان اللہ ربی
وربکم ہو کیونکہ یہ آیت دعوت حق مجمع علیہا سب رسولوں کی ہو اور اسی سے نبی اور ساحر میں فرق ہوتا ہو اور درصورتیکہ ان اللہ بفتح ان پڑھا جاوے
جیساکہ ایک قراءۃ ہے تو یہ معنے ہونگے جئتکم بآیۃ علی ان اللہ ربی وربکم اور ان دونوں تقدیروں پر قولہ فاتقوا اللہ واطیعون۔ جملہ معترضہ ہو اس وجہ سے
بیچ میں آیا کہ یہی مقصود تام ہو پھر بیضاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہو کہ قول پہلے قد جئتکم بآیۃ من ربکم کی تکرار ہو یعنی تمھارے پاس آیت ایک بعد
دوسری کے لایا جیساکہ مذکور ہوئیں پس اول یعنے قد جئتکم بآیۃ من ربکم۔ تو تمہید حجت کے واسطے ہو اور یہ یعنے وجئتکم بآیۃ من ربکم اس حجت کو حکم سے
ملانے کے لیے ہو اسی واسطے اس پر مرتب کرنے کو فاء کے ساتھ قولہ فاتقوا اللہ واطیعون۔ فرمایا اسے ہرگاہ کہ میں تمھارے پاس آیات
قاہرہ ومعجزات باہرہ لایا تو تم اللہ تعالےٰ کے حکم سے خلاف کرنے میں ڈرو اور جس امر کو میں بلاتا ہوں میری اطاعت کرو۔ اگر کہا جاوے

کہ اس تقریر پر آیات ومعجزات متعدد ہیں بآیۃ من ربکم یعنے واحد آیہ کیوں فرمایا تو جواب یہ ہے کہ یہ آیات اگرچہ افراد متعدد ہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ کے صدق رسالت پر دلیل ہونے کے حق میں ایک ہی جنس ہیں۔ لہذا بوحدت جنسی ذکر فرمایا۔ پھر بیضاوی رح نے کہا کہ اسکو فرما کر دعوت شروع کی اور قول مجمل سے اسکی طرف یوں اشارہ کیا کہ ان اللہ ربی وربکم۔ یہ اعتقاد حق کے ساتھ قوت نظری کو کامل کرنے کا اشارہ ہے اور توحید اس میں انتہا سے مرتبہ ہے اور یہی مراد مقصود ہے پھر قولہ فاعبدوہ سے قوت عملی کو کامل کرنے کا اشارہ کیا کیونکہ یہ قوت اسی طرح کامل ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حکموں کو بجا لا کر اور نہیات سے باز رہ کر اس کی طاعت وعبادت پوری کرے۔ پھر بیان فرمایا کہ راہ راست جس کی خوبی دبھلائی پر شہادت پائی گئی ہے وہ یہی ان دونوں امر کا جمع کرنا ہے یعنے اعتقاد حق توحید حاصل کرے اور اللہ تعالےٰ کے اوامر ونواہی کا پابند ہو۔ اور نظیر اسکی قولہ علیہ السلام قل آمنت باللہ ثم استقم ہے یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ آپ مجھکو اسلام میں ایسا حکم فرمادیں کہ آپ کے بعد کسی سے میں نہ پوچھوں تو فرمایا کہ قل آمنت باللہ ثم استقم۔ یعنے کہہ ایمان لایا میں اللہ تعالےٰ پر جیسے محمد رسول اللہ صلعم نے بتلایا ان کو سچا جان کر پھر تو اسپر مستقیم رہ یعنے راستی سے ثابت رہ بایں طور کہ اوامر ونواہی کی پابندی کو پورا کر اس حدیث کو امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ

پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کے

آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا

ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا اے رب ہمنے یقین کیا جو تو نے اتارا اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو لکھ لے ہمکو

مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝

ماننے والوں میں

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ۔ علم پھر جب عیسیٰ نے احساس کیا ف یعنے جانا منھم الکفر بنی اسرائیل کی طرف سے کفر یعنے بنی اسرائیل نے اس طرح کھلم کھلا کفر کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے گو محسوس کیا حتی کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا۔ قَالَ مَنْ أَنصَارِي اعوانی ذاہبا الی اللّٰہ۔ لانصر دینہ۔ تو عیسیٰ نے کہا کہ کون میرا انصار ہے درحالیکہ اللہ تعالےٰ کی طرف جانے والا ہوں تاکہ اسکے دین کی مدد کروں ف یعنے میں جانے والا ہوں طرف اللہ تعالےٰ کے تاکہ اسکے دین کی نصرت ومدد کروں پس کون میرا شریک ومددگار ہے قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ اعوان دینہ وہم اصفیاء عیسیٰ اول من آمن بہ وکانوا اثنی عشر من الحور وہو البیاض الخالص وقیل کانوا قصارین یحورون الثیاب ای یبیضونہا۔ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم ہیں انصار الٰہی ف یعنے ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برگزیدہ لوگ وہ تھے جو پہلے پہل حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے تھے اور یہ بارہ شخص تھے اور یہ لفظ ماخوذ از حور ہے جسکے معنے خالص سپیدی کے ہیں اور بعض نے کہا یہ لوگ دھوبی تھے کہ کپڑوں کی تحویر کیا کرتے یعنی تبییض یعنے سپید کیا کرتے تھے اور حواریوں نے یہ بھی کہا کہ آمَنَّا بِاللَّهِ صدقنا۔ ہم نے تصدیق کی اللہ تعالےٰ کی۔ وَاشْهَدْ۔ یا عیسیٰ۔ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلمان ہیں ف یعنے دلی یقین کیا اور مومن ہونے کو اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ من الانجیل اور ہم ایمان لائے جو تو نے اتاری یعنے ہم انجیل پر ایمان

لائے جو تونے نازل فرمائی ہے۔ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ عیسیٰ۔ اور ہم رسول کے متبع ہوئے ف عیسیٰ علیہ السلام کے۔ فَاكْتُبْنَا
مَعَ الشَّاهِدِيْنَ۔ لک بالوحدانیۃ ولرسولک بالصدق۔ پس ہمکو گواہوں مین لکھدے ف یعنے ان گواہی دینے والون کے ساتھ
مین جو تیرے واسطے وحدانیت کی اور تیرے رسول کے لیے سچائی کی گواہی دیتے ہین ف قولہ فلما احس عیسیٰ منہم الکفر احساس اصل مین کوئی چیز حواس
سے پاجانے کو کہتے ہین یعنے حاسہ اسکو دریافت کرے اور مراد یہان ایسا علم یقینی ہے جس مین کوئی شبہہ نہین جیسے اسکو حواس سے ادراک کیا
اسی واسطے مفسرین نے علم سے تفسیر کی اور ابو عبیدہ نے کہا کہ احس بمعنے عرف ہے یعنے ایسا ظاہر معلوم کیا جیسے حواس سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر کہا جاوے
کہ بنی اسرائیل تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان ہی نہین لائے تھے انکا کفر تو معلوم ہی تھا تو جواب یہ ہے کہ معنے یہ ہین کہ جب عیسیٰ علیہ السلام
نے خوب معلوم کر لیا کہ یہ کفر پر اصرار کر کے مستمر رہین گے یعنے برابر کفر پر ہٹ کیے رہین گے۔ اور بعض نے کہا کہ احساس کفر کے یہ معنے ہین کہ
انھون نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا اور یہ کفر ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اُن سے کلمۂ کفر سنکر کانون سے احساس کر کے جان لیا پس اس علم کو
احساس کہنے کی یہ وجہ ہے کہ بذریعۂ حس سمع کے حاصل ہوا۔ قولہ من انصاری الی اللہ بعض نے کہا کہ ملتجئا الی اللہ بقرینہ مابعد کہ حواریون نے اللہ تعالیٰ
کی طرف التجا کی ہے یا ذاہبًا الی اللہ جیسا کہ مفسر نے کہا۔ اور بعض کے نزدیک الی یہان بمعنے مع ہے یا بمعنے فی یا لام ہے ذکرہ البیضاوی وغیرہ قولہ
قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ یہ جواب دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے من انصاری الی اللہ سے مددگاران دین الٰہی دریافت کیے
تھے تاکہ جواب مطابق سوال ہو جیسا کہ اصل ہے اسی واسطے مفسر رحمہ اللہ نے من انصاری ذاہبًا الی اللہ لانصر دینہ۔ کو ارجح قرار دیا اور حواریین کے
معنے مین اختلاف کیا گیا۔ شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ بعضے کہتے ہین کہ وہ صیاد تھے یعنے مچھلی کا شکار کھیلتے تھے اور معالم وغیرہ مین یہ قصہ
اس طرح مذکور ہے کہ سدی رحمہ اللہ نے کہا جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پاس رسول کر کے بھیجا اور انھون نے نہ مانا اور نکالا تو
عیسیٰ مع اپنی والدہ کے نکلکر زمین کے ملکون مین پھرنے لگے اتفاق سے ایک شہر مین ایک مرد نیکبخت کے یہان اُترے جس نے ان کی مہمانداری اور
خدمتگزاری مین دریغ نہین کیا اور اس شہر کا حاکم ایک مرد ظالم جابر تھا۔ ایک روز وہ شخص جس کے مہمان تھے مغموم اپنے گھر آیا اور حضرت مریم اسکی
جورو کے پاس بیٹھی تھین آپ نے اس سے فرمایا کہ آج تیرا خاوند غمگین کیون ہے وہ بولی کہ یہ نہ پوچھیے آپ نے فرمایا تو بیان کر شاید اللہ تعالیٰ تیری
مصیبت دور کر دے۔ اسنے عرض کیا کہ ہمارا حاکم ایسا ظالم ہے کہ ہم مین ہر شخص پر دورہ مین ایک روز مقرر کرتا ہے کہ اسکو اور اس کے لشکر کو کھانا
کھلا دین اور شراب پلا دین اگر کوئی نہین کرتا ہے تو اسکو سزا دیتا ہے اور ہمارے پاس اتنی گنجائش نہین ہے۔ حضرت مریم نے فرمایا کہ اپنے شوہر سے
کہہ تو غم مت کر اب مین اپنے بیٹے سے کہتی ہون وہ دعا کرے گا کہ اللہ تعالےٰ اس مصیبت کو آسان فرماوے گا پھر مریم نے حضرت عیسیٰ سے یہ
معاملہ بیان کیا۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا ای مادر بزرگ مین ایسا کرونگا تو اس مین شر ہوگا۔ فرمایا کہ جو کچھ ہو تو اسکی پروا مت کر پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا
کی اسکے برتنون کا پانی نفیس شوربا ہو گیا اور مشکون کا پانی عمدہ شراب ہو گئی یعنے سب سامان مہیا ہو گیا اور بادشاہ کو اسنے دعوت کھلا دی جب
بادشاہ نے شراب پی تو بولا کہ یہ شراب کہان سے آئی بولا کہ فلان مقام کی ہے بادشاہ نے کہا کہ مین بھی وہین سے منگواتا ہون وہ ایسی نہین ہوتی ہے
بولا کہ ہان زمین مین کچھ فرق ہو گا لیکن بادشاہ کو اس اختلاط سے شبہہ ہوا اور اس نے تشدد کیا تب ناچار اس نے کہا کہ قصہ یہ ہے اور یہ اس مہمان
لڑکے کی دعا کا اثر ہے بادشاہ نے پکڑوا لیا اور اس بادشاہ کا بہت پیارا ولیعہد لڑکا کچھ دن پہلے مر چکا تھا اسکے بارہ مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا کہ مین دعا نہین کرونگا کیونکہ اسکے زندہ ہونے مین شر و فساد برپا ہوگا اور خیر نہین ہے بادشاہ بولا کہ آپ پر کچھ الزام نہین
آپ نے فرمایا کہ اچھا تو مجھے اور میری مان کو چھوڑ دینا جہان چاہین چلے جاوین بولا کہ اچھا بس آپ نے دعا کی اور وہ لڑکا زندہ ہو گیا

جب اسکے سلطنت والون نے دیکھا کہ یہ خبیث زندہ ہوا تو سخت غمناک ہوے کہ اس بادشاہ نے اپنی زندگی مین ہمکو ایسا کچھ تباہ کیا اب اسکا بیٹا
ولیعہد ہوکر ہمکو تباہ کرتا رہیگا آخر اُنھون نے ہتھیار اُٹھائے اور لڑنے لگے۔ وہان تو یہ قتال پھیلا اور ادھر حضرت عیسیٰ مع اپنی والدہ کے چلدیے راہ
مین حواریون پر گذرے یہ لوگ مچھلی کا شکار کرتے تھے فرمایا کہ تم لوگ کیا کرتے ہو بولے کہ مچھلیان پکڑتے ہین فرمایا کہ میرے ساتھ کیون نہین چلتے کہ
لوگون کو شکار کرو یعنے بنی اسرائیل کو بولے کہ تم کون ہو آپ نے فرمایا کہ مین اللہ عزوجل کا بندہ و اسکا رسول برحق عیسیٰ ابن مریم ہون اور
کون اللہ کی راہ کی طرف جانے مین میرا مددگار ہوتا ہی پس یہ لوگ ساتھ ہوے اور بولے کہ آمنا باللہ واشھد بانا مسلمون۔ یعنی جب قیامت
مین پیغمبر اپنی اُمت کے حق مین گواہی دینگے کہ یہ ایمان لائے اور وہ نہین لائے تب آپ ہمارے حق مین ایمان لانے کی گواہی دیجیے پھر
اس پر ہی اکتفا نہین کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی گڑگڑائے کہ ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول۔ اے پروردگار ہمنے تیری اُتاری اس کتاب
انجیل کی تصدیق کی اور تیرے اس رسول عیسیٰ ابن مریم کی تابعداری کی فاکتبنا مع الشاھدین۔ پس تو ہمکو بھی شاہدین مین لکھ لے یعنے انبیا
علیہم السلام کے ساتھ مین اس معنے کرکے لکھ لے کہ ہم بھی ان کی طرح ان کی پیروی سے یہ گواہی دیتے ہین کہ لا الٰہ الا اللہ۔ اور عیسیٰ بندۂ خدا و اس کا
رسول برحق ہی اور بعض مفسرین نے کہا کہ شاہدین سے مراد امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے شھداء علی الناس فرمایا ہی۔
جیساکہ شروع پارۂ سیقول مین گذرا اگر کہا جاوے کہ یہ تفسیر بالراے معلوم ہوتی ہی تو جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ منقول روایت موجود ہی قال ابن
ابی حاتم حدثنا ابوسعید الاشج حدثنا وکیع حدثنا اسرائیل عن سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی قولہ فاکتبنا مع الشاھدین قال مع امۃ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنے ابن عباسؓ نے شاہدین کے معنے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیے اور شیخ ابن کثیرؒ نے اس روایت کی بابت
کہا کہ یہ اسناد جید ہی یعنے اسناد صحیح ہی۔ یہ قصہ تو حوارین کا سدیؒ کی روایت سے معالم وغیرہ مین مذکور ہی اگر کہا جاوے کہ یہ لوگ مچھلی کا شکار
کرتے تھے ان کو حوارین کیون کہا تو جواب یہ ہی کہ یہ لوگ بہت سپیدپوش تھے ان کے لباس کی سپیدی سے حوارین کہا گیا ہے اور یہ قصہ دلالت کرتا ہے
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نور نبوت و رسالت کے فیض سے وہ قوم خاص جس کی طرف بھیجے گئے تھے اپنی حرکتون سے محروم رہی یعنے
بنی اسرائیل کمبخت ایمان نہ لائے اور یہ غیر لوگ حوارین مچھلی کا شکار کھیلنے والے اس نعمت سے سرفراز ہوے اور اس مین عنقریب گفتگو آتی ہی۔
ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ بعض نے کہا وہ لوگ قصار تھے یعنے دھوبی تھے جیساکہ مفسر رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا۔ اب اس مین گفتگو ہی کہ وہ لوگ
دراصل دھوبی تھے یا پیشہ کرنے لگے سو شیخ دہلوی۔ رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دھوبیون سے کہا کہ تم کپڑے دھویا
کرتے ہو مین تمکو دل دھونا سکھلادون ان مین سے دو شخص ہدایت پاکر ان کے ساتھ ہوے پھر باقی جو لوگ تابع ہوتے گئے وہ بھی اسی خطاب سے
حواری کہلائے لیکن یہ نام گویا تبرکا ہی۔ بیضاوی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص ساتھیون و یارون کا نام حواری اس وجہ سے ہوا کہ
ان کی نیتین خالص اور عقیدت شستہ تھی یعنے کسی طرح کا میل نہ تھا جیسے خالص سپید دھویا کپڑا ہوتا ہی اور مانند اس کے ضحاک سے معالم مین
مذکور ہی اور کلبی مین مذکور ہی کہ ان کے یار بھوکے پیاسے ہوتے تو عرض کرتے کہ یا روح اللہ ہم بھوکے ہین پس آپ زمین پر ہاتھ مارتے اور
ادھر ان سے پانی نکلتا اسکو یہ لوگ پیتے پھر بولے کہ ہم سے افضل کون ہی آپ نے فرمایا کہ جو آپ ہاتھ پاؤن کی محنت سے کماکر کھاوے پس
ان لوگون نے اُجرت پر دھونا شروع کیا رفتہ رفتہ دھوبی و حواری کہلانے لگے۔ ان دونون روایتون مین توفیق ممکن ہی کہ شاید پہلے دو لوگ
دھوبیون کی وجہ سے سب نے یہی پیشہ اختیار کرلیا ہو۔ اور شاید کہ باقی دس آدمی عمائد و ملوک ہون جن سے عیسیٰ علیہ السلام نے شہر
یہود سے بچنے کے لیے مدد چاہی جیساکہ بیضاوی مین بعض کا قول مذکور ہی اور معالم مین مذکور ہی کہ حسن رحمہ اللہ نے فرمایا یہ لوگ

وضوبی تھے انکا نام حواری اس وجہ سے پڑا کہ یحورون الثیاب ای یبیضونہا - یعنے کپڑے سپید کیا کرتے تھے اور یہی روایت مفسر رح نے ذکر کی ہی اور معالم مین کہا کہ عطا رح نے فرمایا کہ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کو متفرق پیشہ والون کے سپرد کیا آخر مین حواریون کے سپرد کیا یہ لوگ کپڑون کا سیل چھانٹتے اور رنگتے تھے پس جو شخص ان مین سے سردار تھا اسکو سپرد کیا تاکہ یہ کام سیکھین پھر اس شخص کے پاس بہت سے کپڑے جمع ہو گئے اور اسکو سفر کی ضرورت پیش آئی اسنے کہا کہ ای عیسیٰ تم اس حرفت کو سیکھ چکے ہو مجھے سفر کو جانا ضرور ہی دس روز تک نہین آسکتا ہون اور یہ کپڑے مختلف رنگ سے رنگے جاوینگے مین نے ہر کپڑے پر اسی رنگ کا ڈورا جس رنگ کا رنگا جائے گا باندھ دیا ہی تم میرے آنے تک اسکو رنگ کر تیار رکھنا پھر وہ چلا گیا اور حضرت عیسیٰ نے ناند مین ایک ہی رنگ بنایا اور سب کپڑے اس مین ڈال دیے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جیسا مین چاہتا ہون ویسے ہی ہو جاؤ پھر وہ حواری آیا اور ہنوز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ناند سے کپڑے نہین نکالے تھے اسنے پوچھا کہ کپڑے تیار ہو گئے فرمایا کہ مین فارغ ہو گیا بولا کہ کہان ہین فرمایا کہ اس ناند مین ہین بولا کہ سب فرمایا کہ ہان وہ بولا کہ تم نے سب کپڑے خراب کیے وہ تو مختلف رنگ سے چاہیئے تھے پھر اٹھکر وہان کھڑے ہوے اسنے دیکھا تو افسوس کیا پھر حضرت عیسیٰ نے اسی مین سے ایک زرد ایک سرخ ایک سبز غرضکہ انھین سب رنگون سے نکالنا شروع کیے جیسے وہ چاہتا تھا پس وہ حواری سخت متعجب ہوا اور سمجھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی اس نے لوگون کو جو اسکے ساتھی تھے بلایا اور دکھلایا پھر وہ اور اسکے ساتھی سب ایمان لائے اور وہی حواری ہین اور کلبی و عکرمہ نے فرمایا کہ حواریین برگزیدہ لوگ ہوتے ہین اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصفیا تھے اور بارہ آدمی تھے اور روح ابن ابی القاسم نے کہا کہ مین نے قتادہ رح سے پوچھا کہ حواریین کون ہین فرمایا کہ وہ لوگ جو خلیفہ ہونے کی لیاقت رکھتے ہون اور نیز قتادہ سے روایت ہی کہ حواریین وزیر ہین - اور حسن رح نے کہا کہ حواریون یعنے انصار ہین یعنے مددگار - اور شیخ ابن کثیر رح نے بعد ذکر اختلاف کے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ حواری مددگار کو کہتے ہین جیسا کہ صحیحین مین ہی کہ رسول اللہ صلعم نے بروز احزاب لوگون کو آواز دی یعنے بدین غرض کہ یہ کام کون قبول کرے گا پس زبیر بن العوام رض نے آپ کی آواز پر قبول و فرمانبرداری کا جواب دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی پھر زبیر رض نے جواب دیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے واسطے حواری ہی اور میرا حواری زبیر رض ہی اور معالم مین ہی کہ سفیان نے کہا کہ حواری مددگار ہی اور معمر نے قتادہ سے روایت کی کہ حواریین سب قریش مین سے ہین وہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حمزہ و جعفر و ابو عبیدہ بن الجراح و عثمان بن مظعون و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و طلحہ بن عبید اللہ و زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم اجمعین ہین - پھر اس مین اختلاف ہی کہ یہ حواریین عیسیٰ علیہ السلام آیا بنی اسرائیل مین سے تھے یا غیر قوم تھے اور ظاہر یہ ہی کہ وہ غیر قوم سے تھے اور بنی اسرائیل مین بہت کم اسپر ایمان لائے چنانچہ اب تک یہی حال ہی فافہم اور شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ - ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاہدین - ان حواریون نے اپنے قلب کی آنکھون سے غیب کے حقائق معائنہ کیے پس کہا ربنا آمنا - اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ ای ہم ایمان لائے ان علوم غیب پر جن سے تو نے اپنے برگزیدہ بندون کے دل منور کیے ہین اور ہمنے تیرے رسول کی ان چیزون مین جو اسنے تیرے اوامر و نواہی ظاہر فرمائے ہین اتباع کی اس امید پر کہ اسکی فرمانبرداری ہمکو تیری محبت تک پہونچاوے پس تو ہمکو شاہدین کے ساتھ لکھ لے ای ایسے شخصون کے ساتھ جو تیری حضوری رکھتے ہین اور تیرے ساتھ تیرے سوا کسی کی حضوری نہین رکھتے ہین

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ○

اور فریب کیا ان کافرون نے اور داؤ کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہی

وَمَكَرُوا - ای کفار بنی اسرائیل - اذ وکلوا بہ من یقتلہ غیلۃ - یعنے کفار بنی اسرائیل نے فریب کیا - کیونکہ حضرت عیسیٰ کے واسطے ایک ایسے

شخص کو مقرر کیا جوان کو فریب مین دھوکے سے قتل کرڈالے - وَمَكَرَ اللّٰهُ بھم بان القی شبہ عیسیٰ علی من قصد قتلہ فقتلوہ ورفع عیسیٰؑ - اور مکر کیا
اللہ تعالے نے ان کے ساتھ ف باین طور کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس شخص پرڈال دی جسنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا قصد کیا تھا
پس کافرون نے اسی کو قتل کرڈالا اور حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالے نے آسمان پر اُٹھا لیا - وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۔ اعلمھم بہ یعنے اللہ تعالیٰ
ان سے زیادہ مکر کا دانا ہے ف واضح ہو کہ مکر دراصل اس حیلہ کو کہتے ہین جس سے دوسرے کو بہکا کر ایسی جگہ لیجاوے جہان اسکو مضرت
پہونچے یا ایسی حالت مین ڈالے جو اسکو ضرر پہونچاوے اور یہ معنے کفار بنی اسرائیل کی طرف نسبت کیے گئے کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام
مع حواریون کے بنی اسرائیل مین واپس آئے اور کھلے کھلے ان کو دین الٰہی کی طرف بلانا شروع کیا تو ان لوگون نے ایک شخص کو مقرر کیا
کہ وہ فریب سے مکر جب موقع پاوے تو حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرڈالے اور معالم مین بروایت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس نقل کیا کہ
حضرت عیسیٰؑ کو دیکھکر ایک گروہ یہود نے ساحر و زناکار اور ان کی والدہ کو بھی اسی تہمت سے گالیان دینی شروع کین جب حضرت عیسیٰ نے اسکو سُنا تو
بددعا کی کہ اللہ تعالے نے ان کو مسخ کرکے سور کردیا یہ دیکھکر یہود ڈرے اور انھون نے خفیہ ایک شخص کو مقرر کیا کہ ظاہر مین مل جاوے اور موقع
پاکر قتل کرے پس یہ انکا مکر تھا اور رہا قولہ مکر اللہ - تو اللہ تعالے کی طرف مکر کی نسبت اس معنے کرکے جو مذکور ہوے ہین نہین ہوسکتی ہے کیونکہ
وہ عیب ہے اور اللہ تعالے لافعلنا جو چاہے وہ کرے اسی واسطے زجاج نے کہا کہ مکر اللہ کے معنے یہ ہین کہ جازاھم علی مکرھم یعنے مکر
کرنے والون کو ان کے مکر پر سزا و بدلا دیا پس جزا کو بنام ابتدا بیان کیا گیا یعنے چونکہ بدلا مساوی مقرر ہے لہذا جزا و فعل دونون گویا برابر ہین اور فعل
مکر تھا پس جزا کو بھی اسی نام سے بیان کیا گیا اور فراءؒ وغیرہ نے کہا کہ مکر اللہ تعالے استدراج ہے یعنے بندے کو جو کفر و سرکشی کرتا ہے ڈھیل دینا
اور ایسی راہ جانے دینا کہ وہ اپنے گمان کے برخلاف ہلاکت مین پڑجاوے چنانچہ فرمایا - سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ
یعنے استدراج دینگے ہم ان کو ایسی راہ سے کہ وہ جانتے نہین اور ڈھیل دینگے ون کو البتہ ہمارا کید باریک مضبوط ہے - اور اسی معنے کرکے اللہ
یستھزی بھم ویمدھم فی طغیانھم یعمھون - ہے پس اللہ تعالے کی طرف اسکی نسبت بطریق مشاکلت و مقابلہ ہے اور اس مین صنعت الازدواج ہے اور
مفسر جلال ؒ نے یہان مکر اللہ تعالے کی یہ صورت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی شباہت اسی شخص پر ڈال دی جو فریب سے
انکے قتل کا بیڑا اُٹھا کر آیا تھا پس وہ خود قتل کیا گیا اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے اُٹھا لیا اور ابن جریرؒ نے سدی سے روایت کی کہ بنی اسرائیلؑ نے
حضرت عیسیٰؑ کو اور انکے ساتھ انیس آدمیون کو ایک مکان مین محصور کیا پھر حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تم مین سے کون شخص میری صورت لیتا ہے کہ وہ قتل
کیا جاوے اور اسکو جنت ملے گی پھر ان مین سے ایک شخص اسکو قبول کیا اور عیسیٰ آسمان کو اُٹھائے گئے یہی فرمایا - ومکروا ومکر اللہ - اور کمالین مین مذکور
ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ بارہ آدمی ایک گھر مین مجتمع تھے ان مین سے ایک شخص منافق ہوگیا اور اس نے یہود کو خبر پہونچائی پھر یہود کی دوڑ آگئی
اور اللہ تعالے نے حضرت عیسیٰ کو اُٹھا لیا اور انکی شباہت اسی شخص پر ڈالدی جو منافق ہوا تھا پس وہ پکڑا گیا اور قتل و سولی دیا گیا اس گمان پر کہ
وہی عیسیٰ ہے اور نسائی وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے حضرت عیسیٰ کو اُٹھا لینا چاہا تو وہ اپنے ساتھیون کے پاس
آئے اور مکان مین بارہ آدمی تھے پس فرمایا کہ تم مین ایک شخص ایسا بھی ہے جو مجھسے منکر ہو جائے گا بعد ازانکہ وہ مسلمان ہوا ہے پھر فرمایا کہ تم مین کون ایسا ہے
کہ اسپر میری شباہت ڈالی جاوے اور وہ مقتول ہو اور اسکے لیے جنت ہو گی پس ایک نوجوان جو سب سے کم سن تھا اُٹھ کھڑا ہوا کہ مین ہون آپنے
اس سے فرمایا کہ تو بیٹھ پھر وہی کلام اعادہ کیا پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا آپ نے فرمایا کہ تو بیٹھ پھر تیسری بار اعادہ کیا اور وہی نوجوان کھڑا ہوا - کہا
ابن عباسؓ نے کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد وہ مقتول ہوا اور یہودیون کی دوڑ آگئی اور وہ جوان گرفتار ہوگیا - و لیکن

مفسر رحمہ اللہ نے جو روایت اختیار کی براہ معنے پسندیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے قتل کرنے والے پر ہی آپ کی شباہت ڈالدی کہ وہی مقتول ہوگیا جو قاتل ہونا چاہتا تھا اور وہی مکر کے ضرر میں پڑا جو مکر سے ضرر پہونچانا چاہتا تھا اور قولہ واللہ خیر الماکرین۔ مفسر رحمہ اللہ نے کہا۔ اعلم یعنی ماکرون سے زیادہ دانا بحال مکر ہے اور **بیضاوی** نے کہا یعنے سب مکر کرنے والون سے اپنی قدرت مین زیادہ قوی ہے مکر کرنے مین اور سب سے زیادہ قادر ہے ضرر پہونچانے مین اس راہ سے کہ ان کو گمان بھی نہو۔ اور پوشیدہ نہین کہ اس تفسیر مین وہم ہوتا ہے کہ مخلوق کو بھی قدرت مکر ہے اگرچہ اللہ تعالےٰ اقدر ہے حالانکہ مخلوق کی طرف نسبت فعل مکر کی ازراہ کسب ہے اور خالق اسکا اللہ عزوجل ہے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے پس اولیٰ تفسیر **شیخ جلال** ہے فافہم اور **شیخ الحافظ عماد بن کثیر** نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ بنی اسرائیل نے اس زمانہ کے بادشاہ کے یہان لگائی بجھائی کی اور وہ کافر تھا کہ یہان ایک مرد پیدا ہوا ہے وہ لوگون کو گمراہ کرتا ہے اور بادشاہ کی فرمانبرداری سے بہکاتا ہے اور رعایا کو فساد پر آمادہ کرتا ہے اور باپ بیٹے کے درمیان نفاق ڈالتا ہے اور وہ زنا سے پیدا ہوا ہے اور ایسی ہی جھوٹی تہمتین و بہتان ان خبیثون نے باندھے یہان تک کہ وہ بادشاہ برافروختہ ہوا اور آدمی بھیجا کہ اسکو پکڑ کر توہین و عذاب کے ساتھ سولی دیدے پھر جب ان لوگون نے گھر گھیرا اور اپنے گمان مین سمجھ چکے کہ ہم نے پکڑ لیا تو اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس گھر کے موکھلے سے آسمان کو اٹھا لیا اور اسکی شباہت ایک شخص پر ڈالدی جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس مکان مین تھا پھر جب یہ لوگ داخل ہوئے تو انھون نے اندھیری رات مین اسکو عیسیٰ تصور کیا اور پکڑ کر اہانت کے ساتھ سولی دیدی اور یہی انکے ساتھ اللہ تعالےٰ کا مکر تھا کہ اپنے نبی کو نجات دیدی اور ان کافرون کو انکی گمراہی مین بھٹکتا چھوڑدیا اور حق کے عناد و دشمنی مین ان کے دلون کو تسکین دیدی اور ہمیشہ یہ عناد انکے ساتھ کردیا اور اسکا نتیجہ انکو یہ ملا کہ ایسی ذلت و خواری انکے سر پر داغ دی کہ قیامت تک نہ چھوٹین گے

ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ یعنے اللہ عزوجل کے سابق مکر سے جو ازل مین انکی قسمت مین لکھدیا تھا حق کے مشاہدہ سے گر گئے اور انھون نے اللہ تعالےٰ کے نبی و اولیاء کے ساتھ اپنے نفس کی تدبیر سے حیلہ انگیزی شروع کی پس ان کا مکر کچھ اور نہ تھا مگر وہی مکر تھا جو حق عزوجل نے انپر ازل سے جاری کردیا تھا حالانکہ وہ خود نہین جانتے تھے کہ ہم فریب کھائے ہوئے اور مکر مین گرفتار ہین **قال المترجم** یہ قول پسندیدہ ہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ نڈر نہین ہوتے اللہ تعالےٰ کے مکر سے مگر وہی قوم جو ٹوٹے مین پڑے ہین فافہم **محمد بن علی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انھون نے اپنی جانون کو ایسے حال مین ڈالا کہ وہ مکر ہے پس اللہ تعالےٰ نے انکا مکر انکو اچھا دکھلایا حالانکہ درحقیقت یہ اللہ تعالےٰ کا مکر ان کے ساتھ تھا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انکی آنکھون مین اسکو زینت دیدی کیا تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ افمن زین لہ سوء عملہ فرآہ حسنا۔ کیا وہ شخص جسکی آنکھ مین زینت دیا گیا اسکا برا کام پس اسنے اسکو اچھا سمجھا،، یعنے وہ بدتر ہے بعض اہل حقیقت سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف مکر کی نسبت کیونکر ہوسکتی پس انھون نے بلند آواز سے اسکو ڈانٹا اور فرمایا کہ حضرت باری عزوجل کی صنعت مین کوئی علت نہین پھر یون پڑھنا شروع کیا ہ ویقبح من سواک الفعل عندی + وتفعلہ فیحسن منک ذا کا + یعنے ایک ہی فعل ہے کہ جب اسکو دوسرا کرتا ہے تو میرے نزدیک قبیح ہوتا ہے مثلاً قتل۔ اور تو جب اس کو کرتا ہے تو وہی تیری طرف سے بھلا معلوم ہوتا ہے ہ فدیتک قد جبلت علی سواکا + فنفسی لا تنازعنی سواکا + مین تجھپر قربان ہون مین تو تیری محبت ہی پر پیدا ہوا ہون + پس میری جان تو تیرے سوائے دوسرے کے لیے مجھسے نہین جھگڑتی ہے ہ احبک لا ببعضی بل بکلی + وان لم یبق حبک لی حراکا + مین تجھی کو چاہتا ہون اپنے تھوڑے ٹکڑے سے نہین بلکہ اپنی کل جان و مال سے + اگرچہ باقی نہین رکھی تیری محبت نے مجھین کچھ جنبش + یعنے مین جو کل سے تیری محبت دعوی کرتا ہون تو کیونکر دعوی کرتا ہون ہان یہ سچ ضرور ہے اگرچہ تیری محبت مین اپنی خودی سے مین بالکل خارج ہون تو بھی ہے مین کچھ نہین ہوان -

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ

جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ مین تجھکو بھر لون گا اور اُٹھا لون گا اپنی طرف اور پاک کردون گا کافرون سے اور رکھون گا تیرے

اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا

تابعون کو اونچا منکرون سے قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہو تمھارا پھر نا پھر فیصلہ کردون گا تم مین جس

كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَ

بات مین تم جھگڑتے ہو سو وہ جو کافر ہوے ان کو عذاب کرون گا سخت عذاب دنیا مین اور

الْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ

آخرت مین اور کوئی نہین انکا مددگار اور وہ جو یقین لائے اور عمل نیک کیے سوان کو پوری دون گا

اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ○ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ

ان کی مزدوریان اور اللہ کو خوش نہین آتے بے انصاف اور یہ پڑھ کر سناتے ہین ہم تجھکو آیتین اور مذکور تحقیق

اذکر - اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ - قابضک بیان کردے جب اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ مین تجھے قبض کرلینے والا ہون - کیونکہ توفی بمعنے قبض کرلینا چنانچہ بولتے ہین کہ توفیت منہ دراہمی - یعنے مین نے اس سے اپنے روپیہ قبض کرلیے یا بمعنے مستوفی ہی اور معنے اس کے کشاف مین یون مذکور ہین کہ مین تیری زندگی جو مقدر ہی تجھے پوری بھر دون گا اور حاصل یہ کہ مین تجھے ان کافرون سے محفوظ رکھون گا وہ تجھکو قتل نہین کرسکتے اور تیری موت مین اس مدت تک تاخیر کردون گا جو مین نے تیرے لیے مقدر کردی ہی تاکہ تو اپنی موت سے مرے انکے ہاتھون قتل نہو گا - وَرَافِعُكَ اِلَیَّ - من الدنیا من غیر موت - اور تجھکو اُٹھا لون گا اپنی طرف دنیا سے بدون موت کے - وَمُطَهِّرُكَ - مبعدک - مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا - اور تجھے دور کرلینے والا ہون کافرون کے بد ترپڑوس سے وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ - صدقوا بنوتک من المسلمین والنصاریٰ - فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا - بک وهم الیهود یعلونهم بالحجة والسیف - اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ - اور کرنے والا ہون ان لوگون کو جنھون نے تیری تصدیق کی ہی (مسلمان و نصاریٰ) کو فوق ان لوگون جنھون نے تجھسے کفر کیا ہی (یہود پر) قیامت تک ف یعنے اونچا رکھون گا ان لوگون پر جو کافر ہوے تیرے ساتھ اور یہ کافر ہونے والے یہود ہین اور اونچا رکھنا اس طور پر ہی کہ حجت و دلیل سے اور تلوار سے بھی ان پر غالب رہین گے چنانچہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین کہا کہ دیکھو کہ دنیا مین اب کوئی بادشاہ یہودی نہین نظر آتا اور قاضی بیضاوی نے کہا کہ اس وقت تک نہین سُنا گیا کہ یہودی کبھی نصاریٰ پر غالب ہوے ہون - ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ - من امر الدین پھر میری ہی طرف تم سب کا ٹھکانا ہی پس مین تمھارے درمیان فیصلہ کرون گا جس مین تم جھگڑتے ہو ف یعنے جس امر دین مین تم جھگڑتے تھے - فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا - بالقتل والسبی - پھر جن لوگون نے کفر کیا تو ان کو عذاب شدید کرون گا دنیا مین بھی ف دنیا مین تو عذاب اس طرح کہ جہاد اسلام مین قتل و قید ہون گے وَالْاٰخِرَةِ - بالنار - اور آخرت مین بھی اس طرح کہ دوزخ مین ڈالون گا - وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ - مانعین منه - اس عذاب سے ان کے لیے کوئی مانع نہو گا - وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

فَیُوَفِّیْهِمْ بالیاء والنون حفص رح کی قراءة مین بصیغۂ غائب بیاء ہو اور اکثر قراء رح کی قراءة مین بصیغۂ جمع متکلم بنون بطریق تعظیم ہو اور فاعل اللہ تعالےٰ ہی۔ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ای لیعا قبہم۔ اور جو لوگ ایمان لائے و نیک کام کیے تو اللہ تعالیٰ ان کو بھرپور دے گا یا ہم انکو بھرپور دینگے انکے ثواب و اللہ تعالےٰ ظالمون کو محبوب نہین رکھتا ف اور ظالمون کو دوست نہ رکھنا یہی ہو کہ ان کو عذاب کرے گا روی ان اللہ ارسل الیہ سحابة فرفعته فتعلقت به امه وبکت فقال لها ان القیامة تجمعنا وکان ذلک لیلة القدر ببیت المقدس وله ثلث وثلثون سنة وعاشت امه بعده ست سنین وروی الشیخان حدیثا انه ینزل قرب الساعة ویحکم بشریعة نبینا صلی اللہ علیه وسلم ویقتل الدجال والخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیة وفی حدیث مسلم انه یمکث سبع سنین وفی حدیث ابی داؤد الطیالسی اربعین سنة ویتوفی ویصلی علیه فیحتمل ان المراد مجموع لبثه فی الارض قبل الرفع وبعده۔ روایت کیا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف ایک بادل بھیجا یعنے بادل نظر آتا تھا پس اسنے عیسیٰ کو اٹھا لیا پس مریم علیہا السلام ان کو پکڑ کر لٹک گئین اور رونے لگین پس اپنی مان سے فرمایا کہ قیامت مین ہم تم دونون اکٹھا ہون گے اور یہ واقعہ بیت المقدس مین شب قدر رمضان مین واقع ہوا اور اس وقت عمر حضرت عیسیٰ کی تینتیس ۳۳ برس کی تھی اور اس کے بعد ان کی مان چھ برس زندہ رہین اور بخاری و مسلم نے روایت کی یہ حدیث کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے اُتر ینگے اور ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق لوگون مین حکم کرینگے اور دجال کو مار ڈالینگے اور سورون کو قتل کرین گے اور صلیب جسکو نصرانی پوجتے ہین سب توڑ ڈالین گے اور جزیہ اُٹھا دینگے یعنے سوائے ایمان کے کسی شخص سے جزیہ وغیرہ قبول نہ کرینگے اور مسلم کی حدیث مین ہو کہ وہ سات برس جیتے رہینگے اور ابوداؤد وطیالسی کی حدیث مین ہو کہ چالیس برس جیتے رہین گے پھر مرینگے اور مومنین ان کے جنازے کی نماز پڑھین گے پس دونون حدیثون مین توفیق اس طرح ہو کہ احتمال ہو کہ ابوداؤد وطیالسی کی حدیث مین وہ پوری مدت بیان ہو جو ان کی دنیا مین رہنے کی ہوئی یعنے اُٹھائے جانے سے پہلے کی تینتیس ۳۳ برس اور پھر اتارے جانے کے سات برس سب ملا کر چالیس برس مذکور ہوے ہون۔ قال المترجم مفسر رح نے جو روایت یہان بیان کی ہو یہ سعید بن المسیب رح سے مروی ہو کہ عیسیٰ تینتیس ۳۳ برس کی سن مین اُٹھائے گئے ان کو اللہ تعالےٰ نے رمضان کی شب قدر مین بیت المقدس سے اُٹھایا اور تیرہ برس کے سن مین ان کی مان ان سے حاملہ ہوئین اور سکندر یونانی کے ملک بابل پر غالب ہونے کے پینسٹھ برس پیچھے حضرت عیسیٰ پیدا ہوے پھر ان کے اُٹھائے جانے کے بعد چھ برس ان کی مان زندہ رہین اور کمالین مین کہا کہ سب سے مشہور یہی قول ہو کہ تینتیس ۳۳ برس کے سن مین عیسیٰ اُٹھائے گئے اور بعض نے چونتیس ۳۴ برس کہے ہین اور سعید بن المسیب سے علی بن زید کی روایت سے مرسلا مذکور ہو کہ وہ اسی ۸۰ برس زندہ رہے لیکن یہ راوی ضعیف ہو قال المترجم وہ علی بن زید بن جدعان منکر الحدیث ہو اور معالم مین سن ولادت ورفع وغیرہ کو اہل تواریخ کی طرف منسوب کیا ہو اور معالم مین ان کی رسالت و نبوت قبل چالیس برس کے سن کے ہوئی اور معالم مین حسین بن الفضل رح سے نقل کیا کہ ان سے پوچھا گیا کہ عیسیٰ کا آسمان سے اُترنا آپکو قرآن سے ملتا ہو فرمایا کہ ہان اللہ تعالےٰ نے فرمایا ویکلم الناس فی المهد وکهلا۔ حالانکہ وہ دنیا مین کہل کے سن تک نہین پہونچے بلکہ معنے اسکے یہی ہین کہ آسمان سے اُترنے کے بعد سن کہولت مین لوگون سے کلام کرین گے قال المترجم سراج المنیر مین کہا کہ اس آیت سے دلیل جب ہی ہو سکتی ہو کہ وہ تیس برس سے پہلے سن شباب مین اُٹھائے گئے ہون ورنہ تین برس نبوت رہی اور تینتیس ۳۳ برس کے سن مین اُٹھائے جانے کی روایت پر تو سن کہولت ہو گیا اسلیے کہ وہ تیس ۳۰ سے چالیس تک ہے قال المترجم یہ سب اقوال روایات خلاف تحقیق ہین اور حق یہ ہو کہ نبوت چالیس برس سے پہلے نہین ہوتی ہو چنانچہ مواہب مین کہا کہ نبوت کا وصف تو جب ہی ہوتا ہو کہ جو اس سے موصوف ہو وہ چالیس برس سن کا ہو جاوے

کیونکہ یہی کمال کا سن ہے اور اسی سن پر رسول مبعوث ہوتے ہین اور **زرقانی** رح نے اسکی شرح مین کہا کہ اس کلام سے جو حصر نکلتا ہے اسکا فائدہ یہ ہے کہ یہ سب انبیا کو شامل ہے حتی کہ عیسی و یحیی علیہما السلام کو بھی شامل ہے کہ وہ بھی چالیس برس سے کم مین نبی نہین ہوے ہین کیونکہ زاد المعاد **حافظ ابن قیم** رحمہ اللہ مین ہے کہ یہ لوگ جو بیان کرتے ہین کہ عیسی علیہ السلام تینتیس ۳۳ برس کے سن مین اٹھائے گئے ہین اس کے واسطے کوئی ایسا اثر بھی نہین معلوم ہوتا ہے کہ وہ متصل ہو اور اسکو لینا چاہیئے ہو اور **شامی** رح نے کہا کہ بات یہی ہے جو انھون نے فرمائی اس واسطے کہ یہ جو روایتین بیان کی جاتی ہین یہ تو نصاری سے لی ہوئی باتین ہین اور رہا احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین یہ صریح مذکور ہے کہ عیسی علیہ السلام جب اٹھائے گئے ہین تو ایک سو بیس ۱۲۰ کے تھے اور کمالین مین شیخ ابن حجر کے اصابہ سے نقل کیا کہ مستدرک حاکم مین ابن عمر کی روایت سے ہے کہ عیسی علیہ السلام دنیا مین ایک سو بیس ۱۲۰ برس تک رہے اور **زرقانی** نے شرح مواہب مین کہا کہ **حافظ جلال الدین سیوطی** رح نے تکملہ تفسیر محلی و شرح نقایہ وغیرہ اپنی کتابون مین یقین کیا ہے کہ جب عیسی علیہ السلام اٹھائے گئے تو تینتیس ۳۳ برس کے تھے اور بعد اترنے کے سات برس تک دنیا مین زندہ رہینگے اور برابر مین تعجب کیا کرتا تھا کہ **شیخ جلال الدین** حافظ احادیث و آثار و متقن و جامع منقول و معقول اس سے غافل رہا یہانتک کہ مین نے انکی کتاب مرقاۃ الصعود مین دیکھا کہ انھون نے اس قول سے رجوع کیا ہے **قال المترجم** پس معلوم ہوا کہ عیسی علیہ السلام ایک سو بیس برس کے سن مین اٹھائے گئے ہین اور یہی **شیخ جلال مفسر** رح کا بھی قول ہے اگرچہ یہان انھون نے مشہور کے موافق لکھدیا ہے یا اسکی تصنیف کے وقت اسی کے معتقد ہونگے واللہ اعلم اور نیز روایت قصیہ مین جو مذکور ہے کہ رمضان کی شب قدر مین اٹھائے گئے اس پر بھی یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ تو اسی امت مرحومہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے اسوقت شب قدر کہان تھی اور جواب دیا گیا کہ جو ثواب و فضیلت اب ہے اس سے کم حال ہے موجود ہونا منع نہین ہے **وقال المترجم** میرے نزدیک اولی یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ یہ بیان وقت کا ہے اگرچہ اس وقت مین وہ شب قدر نہ ہو کیونکہ ماہ رمضان و اسکی تاریخین تو اسوقت بھی موجود تھین پس یہ ایسا ہے کہ گویا کہا جاوے کہ عید کے روز ایسا ہوا حالانکہ مراد یہ کہ اول تاریخ شوال فلان مین ہوا کہ اب وہ عید ہے پس گویا چوبیس رمضان جو طاق شمار مین رات کی تھی اٹھائے گئے و مانند اسکے اگرچہ تعین تاریخ نہین واللہ اعلم اور شاید کہ بنا بر اس قول کے ہو کہ شب قدر تاریخ معین ہے فی نفسہ اور طاق تاریخون مین ابہام کر دیا گیا ہے بلکہ یہ قول بنظر دلائل قوی ہے فافہم **ذٰلِكَ** - المذکور من امر عیسی - یہ حال عیسی جو ذکر کیا ہے - **نَتْلُوْهُ** - نقصہ - **عَلَيْكَ** - یا محمد - ہم بیان کرتے ہین تجھپر اے محمد - **مِنَ الْاٰيٰتِ** - حال اینکہ وہ آیات سے ہے - **وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ** - المحکم ای القرآن - اور ذکر محکم یعنے قرآن مین سے ہے - ف واضح ہو کہ حدیث بخاری و مسلم مین نزول عیسی کا ذکر صحیح وارد ہوا ہے اور مضمون وہی ہے جو **مفسر جلال** رح نے ذکر کیا اور **بغوی** رح نے بھی اپنی اسناد سے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعا روایت کیا اور بہت طرق سے مروی ہے اور ابو داؤد طیالسی کی حدیث مین چالیس برس زندہ رہنا پھر مرنا اور مسلمانون کا انپر نماز پڑھنا مروی ہے اور امام احمد نے اسکو بسند صحیح حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کما ذکرہ **ابن حجر فی الاصابۃ** اور **ابن کثیر** رح نے کہا کہ قولہ تعالے وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ - کی ضمیر راجع بجانب عیسی علیہ السلام ہے جیسا کہ تفسیر مین انشاء اللہ تعالے آوے گا اور یہ اسی وقت کہ آسمان سے دنیا مین قبل روز قیامت کے نازل ہونگے پس سب مسلمان ہون گے کیونکہ وہ جزیہ اٹھا دین گے اور سواے اسلام کے کچھ قبول نہ کرین گے اور **حسن بصری** رح نے مرسلا روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عیسی علیہ السلام نہین مرے اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹنے والے ہین پس ان وجوہ مذکورہ کی وجہ سے مفسرین رحمہم اللہ نے قولہ تعالے انی متوفیک مین تاویل کی کیونکہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالے نے ان کو بدون وفات کے دنیا سے اٹھا لیا ہے جیسا کہ اکثر مفسرین نے اسکو ترجیح دی اور اسی کو ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اختیار

کیا ہو بنظر دلائل مذکورۂ بالا کے اور کہا کہ توفی [illegible] یہی انکا اُٹھا لینا ہو پس محمد بن اسحاق نے جو وہب بن منبہ سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ نے دن
چڑھے کی تین گھڑی انکو موت دی پھر اُٹھایا اور ابن اسحق نے کہا کہ نصاریٰ زعم کرتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے سات گھڑی ان کو وفات دی اور ادریس نے
وہب سے روایت کی کہ تین روز موت دیکر پھر زندہ کرکے اُٹھایا۔ پس یہ روایات نصرانیون سے ہین اور انپر اعتماد نہین ہو صحیح یہی ہو کہ بدون موت کے اُٹھائے
گئے ہین اسواسطے آیت مین تاویل بیان کرنی چاہیئے پس قتادہ وغیرہ نے کہا کہ اس مین تقدیم وتاخیر ہو یعنی انی رافعک الی ومتوفیک پہلے اُٹھا لیا ہو پھر
قریب قیامت کے نازل ہونے کے بعد وفات ہوگی اور ابوالبقاء عبداللہ بن حسین عکبری نے کہا کہ واو تو مطلق جمع کے واسطے ہوتا ہو
اس مین کوئی ترتیب کے معنے ملحوظ نہین ہوتے ہین تو پھر اسکی حاجت نہین ہو کہ تقدیم وتاخیر کہی جاوے بلکہ جیسے نظم موجود ہو اسکے بھی یہی معنے ہو سکتے ہین
ذکرہ فی اعراب القرآن پس بخاری مین جو علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس سے مذکور ہو کہ متوفیک بمعنے ممیتک ہو یعنی مین تجھے
موت دینے والا ہون اسکے بھی یہی معنے ہین کہ تیری موت کے وقت پر بعد آسمان سے نزول کے موت دونگا اور اب تجھے اُٹھائے لیتا ہون اور
بعض کا یہ مذہب ہو کہ پہلے وہ ایک مرتبہ دنیا مین مرکر پھر اُٹھا لئے گئے پھر آخر زمانہ مین اُترکر چالیس برس بعد مرینگے اور دفن ہونگے۔ اگر
کہا جاوے کہ حدیث مسلم مین تو سات ہی برس ٹھہرنا مذکور ہو تو جواب یہ ہو کہ ٹھہرنا کسی حال خاص پر مذکور ہو نہ کہ انکی زندگی اسی قدر ہوگی کیونکہ اسپر
نص نہین ہو اور مطر الوراق سے روایت ہو کہ انی متوفیک یعنی دنیا مین تجھے وفات دونگا اور وہ وفات موت نہین ہو اور ربیع بن انس رضی نے
حسن رح سے روایت کی کہ انی متوفیک یعنے خواب کی موت دونگا اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کو خواب مین اُٹھا لیا ہو شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ
اکثر مفسرین کے نزدیک وفات سے یہان یہی نوم وخواب مراد ہو چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہو الذی یتوفاکم باللیل الآیۃ یعنے وہی پاک پروردگار ہو
کہ وفات دیدیتا ہو تمکو رات مین اور نیز فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا الآیۃ۔ اور حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم رات مین جب تہجد کے واسطے خواب سے اُٹھتے تو یون فرماتے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا بڑی حدیث ہو یعنے سب
ستائش وصفت پاکیزہ اسی اللہ پاک کو ہو جسنے ہمکو موت دیکر پھر جلایا۔ اور خواب کو موت کہنا بہت شائع ہو یا توفی بمعنے قبض لیا جاوے ماخوذ از توفیت
مالی ای مین نے اپنا مال قبض کیا اور اسی کو کشاف کے مانند مفسرین اور بیضاوی نے اختیار کیا ہو اور چونکہ قبض کرلینا دو طرح سے
ہو سکتا ہو ایک موت اور دوم رفع تو مفسرین نے۔ قابضک من الدنیا من غیر موت سے مراد ظاہر کردی کہ اُٹھا لینے کے ساتھ قبض کیا مراد ہو اور شیخ
ابوبکر واسطی نے جو معروف مشائخ مین سے ہین کہا کہ انی متوفیک او مین تجھکو تیری خواہشون اور حظوظ النفس سے موت دینے والا ہون ورافعک
الی یعنی اپنے قرب کے مقام مین تیرا درجہ بلند کرنے والا ہون۔ اور معالم مین قتادہ کی روایت مین ہو کہ قتادہ نے کہا ہم سے بیان کیا گیا ہو کہ اللہ تعالےٰ
نے اسکو اُٹھا لیا اور اسکو بازو دیے اور حلۂ نور پہنایا اور تمام لذتین کھانے پینے کی ان سے قطع کردین اور وہ ملائکہ کے ساتھ عرش کے گرد اُڑتے
ہین اور وہ انسی ملکی ارضی سماوی تھے اور قاضی نے کہا یہ معنے ہین کہ مین تجھے موت دینے والا ہون ان خواہشون سے جو عالم ملکوت کیطرف
عروج کرنے سے روکتی ہین۔ پس سب روایتین متقارب ہین بلکہ قول واسطی بذیل روایت قتادہ ہو پھر بعض نے جو قول واسطی پر طعن کیا کہ
یہ تفسیر نہین بلکہ تحریف ہو تو یہ طعن کرنیوالے کی نادانی ہو اور حق یہ ہو کہ تفسیر بدرجہ معلوم ہوتی ہو جیسا کہ اثر عبدالرزاق عن ابن عباس رض سے مذکور ہو اور
یہ بطریق اشارت ہو اور سوق کلام اسی کے واسطے نہین تھا تاکہ تفسیر ہو اور کوئی مانع نہین کہ اس مین یہ اشارہ بھی موجود ہو پس یہ نادانی ہو کہ اگر
تفسیر نہین تو تحریف کیون متعین ہوئی عفاہ اللہ فقد اخطاء عصمنی اللہ ایای وایاہ والمومنین من الخطاء والزلل۔ قولہ ورافعک الی۔ اس مقام پر ظاہر
نشبہہ ہوتا ہو کہ الی سے جہت ثابت ہوتی ہو حالانکہ اللہ تعالےٰ کے واسطے کوئی جگہ نہین ہو جس کی طرف بلند کرلینے والا ہے کیونکہ

اور تعالے جگہ و جہت سے پاک ہے۔ اور نہ جگہ اسکی شان سے ہے ہان علم اسکا ہر جگہ ہر چیز کو حاوی ہے پس **بیضاوی** رحمہ اللہ نے اسکو دفع
کیا کہ رافعک الی سے مراد الی محل کرامتی و مقر ملائکتی ہے یعنے ایسے مقام پر جہان میری کرامت ہے اور میرے ملائکہ رہتے ہین۔ قولہ وجاعل الذین اتبعوک
فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ مفسرین کو یہان یہ اشکال پیش آیا کہ اللہ تعالے نے قیامت تک حضرت عیسیٰ کی اتباع کرنے والون کو فوقیت دی
حالانکہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتباع عیسی پر غالب ہوئی ہے پس بعض مفسرین نے ضمیر خطاب اتبعوک بجانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم راجع
کی و مؤید اسکی حدیث مرفوع نعمان بن بشیر ہے کہ برابر میری اُمت کا ایک گروہ حق پر ہو کر غالب رہین گے ان کے مخالف سے انکو پرواہ نہوگی
یہانتک کہ امر اللہ آوے پھر نعمان بن بشیر نے کہا کہ جو کہے کہ مین رسول اللہ صلعم پر ایسی بات کہتا ہون جو آپ نے نہین فرمائی تو اسکی تصدیق کتاب اللہ
مین موجود ہے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ اس حدیث کو ابن عساکر و ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور ابن عساکر نے معویہ
سے مانند اسکے روایت کیا ہے اور دوسرون نے اسکو رد کردیا کہ اس مین تفکیک ضمائر لازم آتی ہے اور یہ بلاغت مین عیب ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ضمیر راجع بجانب عیسیٰ ہے
اور اتباع عیسیٰ وہ ہین جو انکے اوپر ایمان لائے کہ وہ اللہ تعالے کے رسول برحق اور اسکے بندے تھے اور جو توحید کا دین وہ لائے وہ برحق ہے اور
یہ صفت جیسی حضرت عیسیٰ کے خالص حواریون مین تھی ویسے ہی اہل اسلام اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین بھی ہے پس یہ بھی اتباع عیسیٰ ہین بلکہ
درحقیقت یہی متبعین عیسیٰ ہوے اور نصرانی جو ان کے تابع ہونے کا دعوی کرتے ہین وہ صورت کے متبع ہین حقیقت کے متبع نہین ہین۔
لیکن چونکہ قولہ الذین اتبعوک صیغہ عموم ہے وہ حقیقی اتباع کو اور صورت و نام کی اتباع کو بھی اگرچہ درحقیقت کافر ہون شامل ہے لہذا اللہ تعالے
نے دار دنیا مین صورت و نام کی اتباع کو بھی اہل کفر پر غالب کیا اور الذین کفروا بصیغہ عموم ہے لہذا کافرون کے سب فرقہ ان کے زیر دست ہے
خواہ وے بالکل کسی دین ہی کے قائل نہون مانند بت پرستون وغیرہ کے یا مانند یہود کے کسی دین مخالف دین عیسیٰ کے قائل ہون سواے دین
محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ یہ دین تو عین دین عیسیٰ علیہ السلام ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کی بشارت دی اور انجیل مین اُن کے
پیرون کو اتباع دین محمد صلعم کا حکم ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود انکو اس باب مین بہت تاکید کی ہے اور اگر زندہ ہوتے تو خود اسی دین کی پیروی کرتے اور
قیامت کے قریب جب اُترینگے تو اسی شریعت کے موافق حکم کرینگے پس حاصل یہ ہے کہ قبل بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع عیسیٰ سب ملتون پر اور
خصوص کفار یہود پر غالب رہے اگرچہ وہ آخر مین نام کے متبع رہ گئے تھے چنانچہ **ابن کثیر** رح نے تحقیق فرمایا کہ حضرت علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ
نے آسمان پر اُٹھا لیا تو جو لوگ انپر ایمان لائے تھے وہ متفرق فرقے ہوگئے بعضے تو اپنے ایمان پر قائم رہے کہ توحید الٰہی کو مانا اور حضرت عیسیٰ
کی نسبت یہی اعتقاد رکھا کہ وہ اللہ تعالے کے بندے اور اسکی بندی مریم کے پسر رسول اللہ برحق ہین پس یہ فرقہ تو حق پر رہا اور بعض نے
غلو کرکے عیسیٰ کو بجاے بندہ خدا کے فرزند خدا سمجھا اور بعض نے انھین کو خدا سمجھا اور بعض نے کہا کہ وہ تین خدا مین سے ایک ہے اور اللہ تعالیٰ نے
قرآن مجید مین ان کافر فرقون مین سے ہر ایک کا قول ذکر فرما کر رد کردیا ہے پھر قریب تین سو برس تک یہ لوگ اسی اختلاف پر رہے جب قسطنطین
فلسفی بادشاہ یونان انکے دین مین داخل ہوا خواہ فساد کرنے کو یا جہالت سے بہرحال اسنے دین مسیح کو بدل ڈالا اور تحریف کردی اور کچھ
بڑھایا کچھ گھٹایا اور اسکے قوانین بنالئے انکا نام **امانت کبریٰ** رکھا حالانکہ درحقیقت وہ بڑی بُری خیانت تھی اور اپنے زمانہ مین سور
حلال ٹھہرائے اور نصرانیون کے لیے مشرق کی طرف کو قبلہ مقرر کیا اور انکے روزون مین دس روزے اور بڑھائے بوجہ اس کے کہ وہ کسی گناہ کا
مرتکب ہوا تھا اسکا کفارہ گمان کرتے تھے یہانتک کہ دین مسیح ایسا بدل گیا کہ وہ دین قسطنطین ہوگیا ولیکن اس نے کنیسہ و صومعہ و معابد وغیرہ کوئی
بارہ ہزار سے زیادہ بنواے اور شہر قسطنطنیہ اپنے نام پر آباد کیا اور اسکے بعد اُسکے جانشین بادشاہ بھی ایسے ہی ہوتے آئے اور ان سب

حال مین وہ کفار یہود جنھون نے ہتک و بہتان و عیب و شنام و قتل عیسی علیہ السلام مین اپنے گمان مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا تھا ہمیشہ غالب رہے اور یہ یہود مردود برابر خوار و ذلیل ہوے پھر جب اللہ تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور لوگون نے رسول عربی خاتم المرسلین سید اولاد آدم و سردار نبیین کا دین قبول کیا تو یہ مومنین ایسے تھے کہ اللہ تعالے اور اسکے ملائکہ و کتابون و رسولون پر پورے حق طور پر ایمان رکھتے تھے پس یہی لوگ ہر نبی کے واسطے اولی ہوے بہ نسبت ان لوگون کے جو اس نبی کی اُمت ہونے کا دعوی کرتے تھے حالانکہ اسکے دین و ملت کو بدل کر تحریف کر چکے تھے پس وہ لوگ تو اس نبی کے پیرو فقط نام کے تھے درحقیقت اس نبی کے متبع اہل اسلام ہوے اور اگر فرض کیا جاوے کہ اُنھون نے اپنے نبی کی شریعت کو نہین بدلا تب بھی حضرت محمد صلعم کے مبعوث ہونے پر سب انبیا علیہم السلام کی یقینین منسوخ ہوئین اگرچہ اصل دین توحید سب کی تعلیم تھی وہ باقی رہا اور شریعت محمد صلعم کو اللہ تعالے نے مقرر فرمایا اور اسی شریعت کی پابندی کا حضرت عیسی علیہ السلام نے حکم دیا ان انجیل مین حکم ہو اور اُسی کے متبع وہی درحقیقت اتباع عیسی ٹھہرے پس وہ قیامت تک غالب رہین گے جب تک کہ اپنے ایمان و توحید پر قائم اور شریعت پر ثابت ہین فافہم واللہ اعلم - قولہ فاما الذین کفروا الخ - یہ تفصیل اس اجمال کی ہو جو مرجعکم کی ضمیر مین ہو اس واسطے کہ مرجع اس ضمیر کا حضرت عیسی علیہ السلام ہین اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے اور وہ لوگ جنھون نے اُن سے کفر کیا **کما ذکرہ فی السراج** اگر کہا جاوے کہ ان پر ایمان لانے والے حاضر و غائب سب ہین اور ضمیر فقط مخاطب کی ہو تو جواب یہ ہو کہ اس مین مخاطبین کو غائبون پر غلبہ دیا بوجہ اسکے کہ حضرت عیسی و اس وقت کے مومن و کافر مخاطب موجود تھے اسی واسطے تفصیل مین الذین بعموم فرمایا یعنی جو لوگ کافر ہو ے خواہ موجود ہین یا غائب ہین ان کو عذاب شدید دنیا و آخرت مین ہوگا اور ایسے ہی ایمان والون کو بھی لذین سے تعمیم فرمایا - اگر کہا جاوے کہ حکم کا ترتب تو اس وقت ہو کہ اللہ تعالی کی طرف رجوع ہو کیونکہ ثم الی مرجعکم فرمایا ہو اور یہ قیامت مین ہوگا پھر اسکی تفصیل مین - فی الدنیا والآخرۃ - کیونکر فرمایا تو جواب یہ ہو کہ الی مرجعکم سے مخصوص عاقبت کا مرجع مراد نہین ہو بلکہ علی العموم مراد ہو کیونکہ دنیا و آخرت سب مین ہر ایک کا مرجع اللہ تعالی ہی کی طرف ہو فافہم ف۔ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک و رافعک الی و مطہرک الآیۃ اس مین علاوہ تفسیر ظاہری کے اشارات خفیہ مین از انجملہ یہ کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کی صورت ظاہری جسم مین روح قدسی کو پھونکا تھا اور اس روح قدسی کو اس صورت ظاہری مین نبوت اور عبودیت کے انوار سے اور مشاہدہ کی تجلی سے تربیت فرمایا اور کامل کیا پھر جب حضرت عیسیٰ ان مقامات مین کامل ہوے جو اللہ عز و جل کے برگزیدہ انبیا و اولیاء کو حاصل ہوتے ہین تب خطاب فرمایا کہ انی متوفیک یعنی مین تجھکو تیرے اُن رسوم و نشانات سے جو حدوث کے تجھ مین ہین وفات دیکر اپنے قدم و بقاء دائمی کے ساتھ باقی رکھونگا اور اپنی صفات کمال یعنے ربوبیت کے آثار تجھ مین ظاہر فرماؤنگا اور بشر ہونے کے میل کچیل سے تجھے پاک کرونگا **قال المترجم** اس کلام مین اشارہ ہو کہ یہ جسم اس روح کے واسطے کمالات کی ترقی کا سبب ہو ہرگز کوئی شخص اپنی نادانی سے یہ خیال نہ کرے کہ نفس کشی کے یہ معنے ہین کہ اس بدن کو گلادے اس طور پر کہ حواس مین خلل آوے کیونکہ یہ سخت مذموم ہے لہذا احادیث مین جوگی و راہب ہوجانے سے ممانعت ہو جیسے کہ اسکو خلاف طریقہ سنت و صلحاء امت و اولیاء کرام کے پالنا عیب سخت و بہائم کی خصلت ہو اور جن صحابہ نے دائمی روزے کا اور کبھی نہ سونے و نہ عورت پاس جانے کا ایسے ایسے قصد کیے تھے سخت جھڑکی سے ممانعت فرمائی اور فرمایا ان لنفسک علیک حقا الحدیث یعنے تیرے نفس کا تجھپر حق ہو اور نیز جب تک دل خوشی ہو عبادت کرے اور جب تن پر ملال ہو تو عبادت سے باز رہے یہ حکم حدیث زینب رضی اللہ عنہا مین صحیح مروی ہو **واسطی** رح نے فرمایا کہ قولہ انی متوفیک تجھے تجھکو وفات دینے والا اور اپنی طرف اُٹھانے والا اور تیرے ارادون و خواہشون سے تجھکو پاک کرنے والا ہون اور یہ اس طرح ہوا کہ ازلی صفات کے آثار اسپر ظاہر ہوے - اور بعض مشائخ نے کہا کہ اشارہ یہ ہو کہ مین تجھکو تیرے حظوظ نفسانی سے وفات دینے والا ہون یعنے حظ نفس سے

مردہ کرنے والا اور تیرے جسم کو اپنی کرامت کے مقام مین اُٹھانے والا اور تیرے سر باطن کو غیرون کے دیکھنے اور ثواب پر نظر رکھنے سب سے
بالکل پاک کرنے والا ہون واضح ہو کہ جب عارف بندہ خالص توحید کے مقام پر پہونچ گیا تو عارف ہی کے وجود سے جمال حق کا آفتاب اپنی شعاعین
پھیلاتا ہی کہ تمام مخلوقات آسمان وزمین اسکی اطاعت کرتے ہین خواہ خوشی خاطر سے یا جبر و اکراہ سے **قال المترجم** - یہ کلام جید و دقیق ہے
یہان ہوشیار رہین کیا نہین دیکھتے کہ اونٹ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو سوا ے انبیاء علیہم السلام کے
عالم مین سے خیر برگزیدہ آپ کی وزارت کے لیے پیدا ہوے تھے اس امر کے خواستگار ہوے کہ ہم بھی سجدہ کرین مگر آپ نے تعلیم خاص توحید کے
نور سے یہ پردہ ان کا دور کیا مع ہذا پردہ اختفا و نقاب خفا نہایت مبالغہ پر تھا یہان سے علوم رتبہ صحابہؓ ظاہر ہی شیخ فرماتے ہین اور جسنے جلال
حق عزوجل کو کسی پیرایہ و واسطہ مین دیکھا اور خود اسکا حال یہ ہو کہ تحقیق معرفت کی حقیقت پر نہین پہونچا ہو تو اسی واسطے و پیرایہ مین گرفتار ہو کر
مشبّھی ہو جاتا ہی یعنے حضرت حق عزوجل کی جناب مین تشبیہ کا قائل ہو جاتا ہی اور یہ ضلالت و کفر ہی

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ○

عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی بنایا اسکو مٹی سے پھر کہا اسکو کہ ہوجا وہ ہوگیا

الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ○

حق بات ہو تیرے رب کی طرف سے سو تو مت ہو شک کرنے والون مین سے

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ شانہ الغریب - یعنے عیسی کی شان غریب - اللہ تعالے کے نزدیک جیسے آدم کی شان
غریب ہی ف پس غریب کی قید اسوجہ سے بیان کی کہ عرب کے نزدیک مثل اسی واقعہ کے ساتھ کہتے ہین جس مین کوئی غرابت ہو جیسے
عیسی بدون باپ کے پیدا ہوے اور یہ ہم لوگون کی نظر مین غریب ہی جیسے شان آدم علیہ السلام کی غریب ہی اس بات مین کہ آدم بدون
ماں و باپ کے پیدا ہوے اگر کہا جاوے کہ عیسی تو بدون باپ کے ہوے اور آدم بدون ماں و باپ کے ہوے یہ تشبیہ کیونکر ہو تو بعض نے
جواب دیا کہ مثال مین پوری مشارکت نہین ہوتی جیسے مثل بکسر اول و سکون دوم مین ہوتی ہی پس یہان بدون باپ کے خلاف عادت پیدا
ہونے مین دونون مانند ہین اور مفسر رحمہ اللہ نے کرخی رح کے مثل یون جواب دیا کہ آدم کا بدون ماں باپ کے پایا جانا غریب سے بھی بڑھکر
اغرب ہی پس یہ تشبیہ غریب کی اغرب کے ساتھ ہی تاکہ جھگڑا کرنے والا بالکل بند ہوجاوے اور دل مین خوب جمے کیونکہ جھگڑنے والا تو اسی مین پڑا تھا کہ
عیسی آدمی ہوتے تو بھلا بدون باپ کے کیسے ہوتے - خَلَقَهُ - ای آدم ای قالبہ - مِن تُرَابٍ - اللہ تعالے نے پیدا کیا آدم کو یعنے
اس کے قالب کو خاک سے ف ضمیر منصوب راجع آدم علیہ السلام کی طرف ہی اور یہ ارجح ہی بہ نسبت اسکے کہ عیسی علیہ السلام کی طرف
راجع ہو جیسا کہ معالم مین راجح کیا ہی اور یہان یہ شبہہ پڑتا تھا کہ بعد کن فیکون کہا پس خلق کے بعد پھر تکوین کیسے ہوگی تو مفسر رح نے ای قالبہ
سے اشارہ کیا کہ یہان خلق سے آدم کا قالب پیدا کرنا مراد ہی اور اسپر لفظ من تراب - دلیل ہی کیونکہ مٹی سے قالب ہی ہوتا ہی پس اول مین آدم کا
قالب مٹی سے بنایا - ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن بشرا - یعنے پھر کہا اسکو کہ ہوجا بشر - ف - یعنے قالب پیدا کرکے پھر اسکو روح والا بشر ہونیکا
حکم دیا پس تکوین کا مفعول بشر ہی اور خلق کا مفعول قالب ہی اور **معالم و بیضاوی** وغیرہ مین تجویز کیا کہ ثم یہان خلق کی ترتیب
نہین بلکہ خبر کی ترتیب کو ہی یعنے پہلے اسکو پیدا کیا پھر تم یہ جان لو کہ ہم نے اسکو یہی کہا تھا کہ ہو جا - فَيَكُونُ - فکان پس وہ ہوگیا ف و
کذلک عیسی و قال لہ کن من غیر اب فکان - اور حاصل یہ کہ ایسے ہی عیسیؑ بھی کہ اس سے فرمایا ہو جا بدون باپ کے وہ فورًا ہوگیا - مترجم

کہتا ہی کہ یہ خطاب کس کو فرمایا۔ جواب دیا گیا کہ اسکو جو علم الٰہی مین تھا فافہم اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۔ عیسیٰ کا معاملہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے
ف الحق مرفوع ہی بنا بر اسکے خبر ہے مبتدا محذوف ہی اور وہ مبتدا امر عیسیٰ ہی یعنے امر عیسیٰ الحق من ربک۔ اور بعض نے کہا نظم عبارت یون ہے
الحق کائن من ربک ۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۔ الشاکین فیہ۔ پس تو اس خبر مین شک کرنے والون مین سے نہو۔ ف حضرت
ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ ملک نجران کے نصاری کا ایک گروہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی کہ
آپ ہمارے صاحب کو بُری طرح یاد کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ کس کو۔ عرض کیا کہ حضرت عیسیٰ کو آپ اللہ تعالے کا بندہ کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ
ہان وہ تو اللہ تعالے کا بندہ و رسول اور اسکا کلمہ ہی کہ مریم کی طرف القا کیا گیا۔ بولے کہ بھلا کوئی آدمی آپ نے دیکھا یا سُنا کہ بدون باپ کے
پیدا ہوا ہو اور رنجیدہ ہو کر آپ کے پاس سے اُٹھ آئے تب اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی اور جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جب وہ لوگ آپکے
پاس آوین تب آپ انکو یہ آیت سُنا دین۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الآیۃ۔ اور یہ قصہ بہت وجوہ سے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے
روایت کیا گیا اور اسکی اصل صحیحین مین موجود ہی۔ اور یہ جواب تمثیل کے طور پر تو اور اسی سے بعض علمانے استدلال کیا ہی کہ شرعی مسائل مین فقیہ مجتہد کا
قیاس جائز ہی کیونکہ قیاس اسی کا نام ہی کہ فرع کو اصل کی طرف پھیرا جاوے بسبب ایک قسم کی مشابہت کے جو اس فرع کو اصل کے ساتھ ہی چنانچہ اللہ تعالی
نے خلق عیسیٰ کو خلق آدم کی طرف نوع شبہ کی وجہ سے پھیرا ذکرہ فی المعالم۔ اور یہ جان لینا چاہیئے کہ قیاس بمقابلہ نص نہین جائز ہی چنانچہ پاؤن پر
موزہ کا مسح کرنا صریح حدیث مین ہی تو کوئی شخص قیاس سے موزہ کے تلوے نہین مسح کرسکتا اور یاد رکھنا چاہیئے کہ نوع شبہ اور علت جامعہ کا
نکالنا مجتہد عالم کا کام ہی ہر شخص کا قیاس کرنا گمراہی ہی اور نیز قیاس کے یہ معنے ہین کہ یہ صورت بھی اسی اصل مین مندرج ہی جس پر قیاس کیا جیسے
حدیث مین ہی کہ کل مسکر حرام ۔ ہر نشیلی چیز حرام ہی تو افیون و بھنگ وغیرہ کو اسی کلیہ مین داخل کرتے ہین اگرچہ بوجہ تخدیر یا تفتیر کے حرمت ہو بنا برآنکہ
کل مخدر و مفتر حرام بھی حدیث سے ثابت ہوتا ہی اور غرض میری تمثیل و اندراج کی توضیح ہی اور قیاس خود مثبت نہین بلکہ مظہر ہو تمام بحث اصول
مین ہی۔ قولہ فلا تکن من الممترین ۔ اگر کہا جاوے کہ رسول اللہ صلعم کو یہ خطاب کیونکر ہی اس لیے کہ آنحضرت صلعم کو امر عیسیٰ علیہ السلام مین ہرگز کچھ بھی
شک نہ تھا تو جواب دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ یہ خطاب ہر ایسے شخص کو ہی جو مخاطب ہو سکتا ہو یعنے اے مخاطب تو اس معاملہ مین شک کرنے والون
کے ساتھ نہ ہو پس یہ بلیغ ہی بہ نسبت اسکے کہ تو شک مت کر فافہم۔ اور بات یہ بھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ مین بوجہ نصرانیون کے شرک کفر کے
جو انھون نے عام زبردستی سے پھیلایا تھا حتی کہ جن علماے انجیل نے اس سے انکار کیا انکو شاہ قسطنطین رومی نے قتل کرڈالا اور جو لوگ بچے وہ بھی
جنگلون و پہاڑون مین بھاگ گئے اور باقی سب نے محضر پر دستخط کیے کہ وہ خدا کا بیٹا یا خدا ہی پھر جب عوام مین یہ غلغلہ پھیل گیا تھا تو دوسری ملت والون نے
نصرانیون کی باتون پر کچھ اعتماد نہ کیا اور امر عیسیٰ مین بالکل ہی شک کرنے لگے کہ آیا بغیر باپ کے اسکا وجود بھی تھا کہ نہین تھا حتی کہ تم دیکھو کہ ایک جماعت
نصرانیون نے یہود کے ساتھ ہو کر حضرت مریم کی نسبت یوسف نجار سے سلسلہ لگایا۔ اعوذ باللہ من الکفر والبہتان ۔ اللہ جھوٹون کا مُنھ کالا کرکے
خوار و ملعون کرے۔ بالجملہ عوام کو نصرانیون کی افراط و تفریط سے بہت شک مخمصہ پڑ گیا تھا چنانچہ انجیل مین بھی آیا ہی کہ عیسیٰ کی نسبت ایک بزرگ
خاتم النبیین پیغمبر عظیم الشان آویگا وہ جھوڑا دیگا پس یہی ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت برابر یہی غلو کا بہتان ان کافرون مشرکون کی طرف سے
جاری رہا یہانتک کہ اللہ تعالی نے حضرت سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی اور تمام امر حق ظاہر کرکے عام حکم دیا کہ اب کوئی بھی شک
کرنے والون مین سے نہو اور اسی واسطے بعد وثوق کے فرمایا فمن حاجک فیہ الآیہ حتی کہ شک کرنے والون سے مباہلہ کا حکم دیا چنانچہ مفصل بیان آتا ہے
اور وجہ دوم یہ کہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہی لیکن دو صورتین ہین یا تو آنحضرت صلعم مراد نہین ہین بلکہ اور لوگ مراد ہین جیسے قولہ یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء

ہین ہی کہ منادی آنحضرت صلعم کو کیا اور طلقتہ جمع کا خطاب مومنون کو ہی اور معالم و سراج مین اسی جواب پر قطع کیا اور **بیضاوی** نے دوسری صورت بھی تجویز کی کہ آنحضرت صلعم کو زیادہ ثابت وجم جانے پر آمادہ کیا اور حق وہ ہی جو معالم مین کہا ہی فافہم آنحضرت صلعم کی شان اس مین شک کرنے سے پاک اور بہت بلند ہی حتی کہ آپ کی اُمت والے نہین شک کرتے ہین چنانچہ حکایت ہی کہ جہاد مین ایک عالم قید ہو کر کفار روم کے ہاتھ پڑے انھون نے اہل روم سے کہا کہ تم کیون عیسیٰ کو پوجتے ہو۔ بولے کہ اسکا کوئی باپ نہین پس وہ خدا کا بیٹا ہی (نعوذ باللہ من ہذا الکفر) تو فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو آدم علیہ السلام بڑھکر ہین کہ ان کی پیدایش مین مان و باپ کوئی نہین۔ بولے کہ وہ مردون کو زندہ کرتا تھا۔ فرمایا کہ تو حزقیل اولی ہین کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فقط چار مردے زندہ کیے اور حزقیل نے آٹھ ہزار آدمی جو ایک دم سے مرے ہوے تھے زندہ کیے چنانچہ یہ قصہ گذرا الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت الآیہ پھر بولے کہ وہ اندھے و کوڑھی اچھے کرتے تھے فرمایا کہ تو جرجیس ولی ہین کہ وہ پکائے و جلائے گئے پھر صحیح سالم اُٹھ کھڑے ہوے ذکرہ فی السراج – ف عرائس البیان مین ذکر کیا۔ قولہ تعالےٰ ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم اللہ عزوجل نے پاک روحون کو ربوبیت کے کان سے پیدا کر دیا اور ان پر نور مشاہدہ سے لباس پہنایا پس یہ سب جواہر ایک ہی کان کے ہین اگرچہ ان کے مقامات مین اور بشری صورت مین فرق ہی سو آدمؑ کی روح تو ملکوت مین سے ہی یعنے اس کان مین سے ہی جس سے فرشتون کی پیدایش ہی جس دم آدم پیدا ہوے تو ان کی ذریات مین جو انبیاؑ و صدیقین و صالحین ہوے اور ہونگے سب اسی دم پیدا ہو گئے تھے پھر اللہ تعالےٰ نے جو کچھ آدم کی روح کے ساتھ کیا کہ انکو جناب عزت عزوجل مین نزدیکی کا مرتبہ دیا اور کرامت و مشاہدہ و علم و مکاشفہ عطا کیا اور جمال تفرید[سلہ] و توحید سے سرفراز کیا یہ سب پہلے ذکر فرمایا ہی اب ذکر فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی نزدیکی کے مرتبون مین آدمؑ کی روح کے مانند ہی کہ جو خصوصیات آدمؑ کو عطا ہوئین ویسے ہی عیسیٰؑ کو عطا ہوئین سو آدم کے حق مین فرمایا کہ ونفخت فیہ من روحی یعنے مین نے اپنی روح سے اس مین پھونکا یعنے اپنی جانب سے روح پھونکی اور ایسا ہی عیسیٰ کے حق مین فرمایا ہی کہ وروح منہ۔ لیکن آدم علیہ السلام کو یہ شرافت ہی کہ آدم کی صورت پیدا کرنے کو اپنی طرف اضافت و تشریف دی چنانچہ فرمایا خلقت بیدی یعنی مین نے اپنے ہاتھون اسکو بنایا اور نیز یہ کہ ملائکہ سے اسکا سجدہ کرایا اس منزلت مین آدم کو تمام مخلوق پر بزرگی حاصل ہی اور یہ جو فرمایا خلقہ من تراب۔ تو اسکا فائدہ یہ ہی کہ جاہل لوگ جو کسی درجہ پر ترقی کیے ہوے نہین ہین وہ ربوبیت مین بیہودہ گمان بد نہ پیدا کرین اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و عیسیٰ علیہما السلام کو پاکی روح کے ساتھ مخصوص کیا کہ یہ دونون ایک پشت مین پلٹا کھاتے ہوے نہین آئے اور آدم کو یہ فضیلت دی کہ اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اس مین وہ سب سے منفرد ہین اور یہ دونون بزرگ اگرچہ بڑی شان والے ہین لیکن حادث ہونے اور مخلوق ہونے کی صفت ان دونون کو قطعًا لازم ہی یعنے یہ دونون مخلوق ہین چنانچہ فرمایا۔ ثم قال لہ کن فیکون۔ پھر اسکو کہا کہ ہو جا وہ ہو گیا۔ قولہ تعالےٰ فلا تکن من الممترین **مترجم** کہتا ہی کہ اس سے اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو معزز فرمایا کہ مین نے تجھپر اپنا خاص کلام نازل کیا بوحی قلبی اور تجھے اس عالی مرتبہ پر سرفراز کیا کہ آج تک کسی پیغمبر کو یہ اتصال قرب نصیب نہین ہوا چنانچہ ہر پیغمبر کو کتاب لکھی ہوئی بھیجی بخلاف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کے قلب و زبان پاک کو کلام وحی و شریعت کر دیا اور آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو کافرون و مشرکون کے بہتان سے نکال لیا اور بعضوں کا یہ قول ہے فرمایا کہ قولہ الحق من ربک۔ یعنے یہ بات تیرے پروردگار کی طرف سے حق و ثابت ہی کہ مخلوقات مین سے کوئی چیز ظاہر نہ فرماوے مگر اسی طرح کہ اسکو لفظ کن کے تحت مین مقہور و ذلیل کر کے لاوے یعنے اس سے فرماوے کہ تو ہو جا وہ عاجز و مقہور و ذلیل ہو کر فورًا ہو جاوے پس تو کسی طرح شک مین نہ پڑنا البتہ اللہ تعالےٰ ہی اپنے اسماء و صفات مین منفرد ہی اسکے بندون و مخلوق مین سے کوئی بھی

[سلہ] تفرید یعنی تمام عالم و مخلوق سے خواہ عین ہو یا سفلی ہون سب سے اکیلا فقط اللہ تعالےٰ کے واسطے ہو اور توحید یہ کہ اپنے آپ و جملہ صفات سے الگ ہو کر بالکل صفات باری تعالےٰ سے ہو بلکہ ازراہ نظر کے اس سے ہو کر فقط ذات باری عزوجل پر نظر ہو اور خود یہ مرتبہ بہت ہی بلند و اعلیٰ ہے ۱۲ م

او تعالے کے ساتھ اسکی کسی صفت مین بھی تنازع نہین کر سکتا ہو - اور استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ الحق من ربک یعنے حق تیرے پروردگار کیطرف سے ہو اے محمد سو تو ہرگز شک نہ کرنا اس بات مین کہ پیدا و ایجاد کرنے مین کوئی بھی اسکے مثل نہین ہو اور اسکی مخلوق کے لیے سبب ثابت کرنے مین کسی کی قدرت اسکے برابر نہین ہو پس جو موجودات کہ پردۂ عدم سے وجود مین آئی ہین اُسکی ابتدا و ظہور بھی اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہو اور اسی کی طرف عود کرین گی -

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَ

پھر جو تجھسے اس بات مین جھگڑے بعد اسکے کہ پہونچ چکا تجھکو علم پس تو کہہ آؤ بلاوین ہم اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے اور

نِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝

اپنی عورتین اور تمھاری عورتین اور اپنی جان اور تمھاری جان پھر دعا کرین اور لعنت ڈالین اللہ کی جھوٹون پر

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

یہی ہو بیان تحقیق اور نہین کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ ہی ہو زبردست حکمت والا

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ۝

پھر اگر منھ موڑین تو اللہ کو معلوم ہین فسادی لوگ

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ - جادلک من النصاری پھر نصاری مین سے جسنے تجھسے دربارۂ عیسی کے جدال کیا - مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ - بعد ازانکہ تیرے پاس یہ علم وحی آچکا ف تجھکو علم قطعی ہوگیا یعنے عیسی کا علم تجھکو آگیا - یعنے وحی قطعی آگئی اور بیضاوی وغیرہ نے کہا یعنے وہ دلیلین واضح آگئین جو موجب علم ہین - لیکن نصرانی تجھسے جھگڑا کرین - فَقُلْ - لہم - تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ - نجمعہم - تو ان نصرانیون سے کہدے کہ آؤ بلالین ہم اپنے بیٹون و تمھارے بیٹون کو اور اپنی عورتون و تمھاری عورتون کو اور اپنی ذاتی قرابت اور تمھاری ذاتی قرابت کو ف پس بلا کر ان سب کو ہم جمع کرین - ثُمَّ نَبْتَهِلْ - نتضرع فی الدعاء - پھر سب جمع ہوکر دعا کرنے مین بہت تضرع کرین اور گڑگڑاوین فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ - پس جھوٹون کے اوپر اللہ تعالے کی لعنت کرین ف بان نقول اللہم العن الکاذب فی شان عیسی - یعنے اس طرح کہ آؤ ہم تم جمع ہوکر صدق دل سے دعا کرین کہ ہم مین یا تم مین سے جو فریق جھوٹا ہو اس پر لعنت الٰہی نازل ہو - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابتہال سے دعا کرنا اس طرح کہ کندھون کے برابر اونچے ہاتھ اُٹھا کر عاجزانہ دعا کرے - (الحاکم و بیہقی) پھر واضح ہو کہ نصاری نجران نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مین ہٹ دھرمی سے جھگڑا کیا تھا - شیخ مفسر نے لکھا - وقد دعا صلی اللہ علیہ وسلم وفد نجران لذلک لما حاجوہ فیہ فقالوا حتی ننظر فی امرنا ثم نأتیک فقال ذوو رأیہم لقد عرفتم نبوتہ وانہ ما باہل قوم نبیا الا ہلکوا فوادعوا الرجل وانصرفوا فاتوہ وقد خرج ومعہ الحسن والحسین وفاطمۃ وعلی رضی اللہ عنہم وقال لہم اذا دعوت فأمنوا فابوا ان یلاعنوا وصالحوہ علی الجزیۃ رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ وروی ابو داؤد انہم صالحوہ علی الفی حلۃ النصف فی صفر والبقیۃ فی رجب وثلثین درعۃ وثلثین فرسا وثلثین بعیرا وثلثین من کل صنف من اصناف السلاح وروی احمد فی مسندہ عن ابن عباس رض قال لو خرج الذین یباہلونہ لرجعوا

لا یجدون اهلاً ولا مالاً وفی روایة لو خرجوا لاحترقوا یعنے جب وفد نجران نے حضرت عیسیٰ کے معاملہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے جھگڑا کیا تو حضرت صلعم نے انکو مباہلہ کے لیے بلایا تو بولے کہ اچھا اتنی مہلت دیجیے کہ ہم اپنے معاملہ مین غور کرلین پھر ہم آپ کے پاس آوینگے
پھر جو شخص ان مین سے سردار تھا جس کی رائے پر چلتے تھے اس نے کہا کہ تم نے محمدؐ کی نبوت کو جان لیا اور تم خوب جانتے ہو کہ جس کسی
قوم نے کسی نبی سے مباہلہ کیا وہ قوم ضرور ہلاک ہوئی پس اس پیغمبر سے صلح کرلو اور اپنے ملک کو لوٹ چلو پس یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آئے درحالیکہ آپ اسی وقت ان چھوٹون سے مباہلہ کرنے کے لیے باہر نکلے تھے اور آپ کے ساتھ حسن وحسین و فاطمہ وعلی رضی اللہ
عنہم تھے اور آپ نے ان عزیزون سے فرمایا کہ جب مین دعا کرون تو تم لوگ آمین کہنا پس وفد نجران نے مباہلہ کرنے سے انکار کیا اور اسپر
صلح کرلی کہ ہم جزیہ دینگے اس قصہ کو ابو نعیم رحمہ نے دلائل النبوۃ مین روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے روایت کی کہ ان لوگون نے صلح کرلی اس بات پر
کہ ہم سال مین دو ہزار حلہ دینگے جس مین سے نصف یعنے ایک ہزار گویا ماہ صفر مین ادا کرین گے اور باقی کو رجب مین ادا کرین گے اور تیس ۳۰
زرہین اور تیس ۳۰ گھوڑے اور تیس ۳۰ اونٹ اور تیس ۳۰ ہر قسم کے ہتھیار دینگے اور امام احمدؒ نے اپنی مسند مین ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر وہ لوگ
جو حضرت صلعم کے ساتھ مباہلہ کا قصد رکھتے تھے باہر نکلتے تو بیشک فوراً نیست کردیے جاتے کہ پھر کبھی عیال و مال کی طرف لوٹ کر نجاتے
اور ایک روایت مین ہے کہ اگر نکلتے تو جل جاتے ۔ اِنَّ هٰذَا ۔ المذکور ۔ لَهُوَ الْقَصَصُ ۔ الخبر ۔ الْحَقُّ ۔ الذی لا شک فیہ
عیسیٰ کے بارہ مین یہ بیان مذکور بے شک بیان حق ہے جس مین کچھ شک نہین ہے ف کیونکہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب خالق عزوجل
نے اپنے بندہ عیسیٰ کا حال بیان کیا ہے ۔ وَمَا مِنْ ۔ زائدۃ ۔ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۔ کوئی فرد بھی الٰہ نہین ہے سواے اللہ تعالےٰ کے
وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ ۔ فی ملکہ ۔ الْحَكِيْمُ ۔ فی صنعہ ۔ اور اللہ تعالےٰ ہی اپنے ملک مین غالب ہے اور اپنی صنع مین حکیم ہے ۔
فَاِنْ تَوَلَّوْا ۔ اعرضوا عن الایمان ۔ پھر اگر یہ مشرکین نصرانی منھ موڑین یعنے ایمان لانا جس کے لیے ان کو کہا گیا ہے اس سے منھ موڑین تو
اللہ تعالےٰ ان کو خوار کرے گا کیونکہ فسادی ہین ۔ فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۔ فیجازیہم ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے
مفسدون کو ف اس سے مراد یہ کہ ان کو انکے فساد کی سزا دے گا اور مبہم چھوڑنے مین ہول وخوف زیادہ ہے جیسے زبردست کہے کہ بھلا
ہمکو معلوم ہوا ہم سمجھ لین گے ۔ ضمیر کے بجاے اسم ظاہر فرمایا تو یہ ان کو فضیحت کرنے کے لیے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ لوگ مفسد ہین اور
سزا ان کو اسی جرم پر ملی اور مراد فساد سے کفر و نالائق باتین زبان سے نکالنا اور لوگون کو اللہ تعالےٰ کے دین سے روکنا اور حکم الٰہی اور
شریعت حق کو چھوڑنا اور بہکانا وغیرہ ایسے امور ہین جو معرفت الٰہی سے باز رکھتے ہین جاننا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
بدون باپ پیدا ہونے مین فرزندی کا دعوی سخت بیجا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام تو بدون ماں و باپ کے پیدا ہوے اصل مین یہ قدرت الٰہی
ہے کہ آدمؑ کی پیدائش مین مذکر و مؤنث دونون نہین ہین اور حوا کی پیدائش مین مؤنث نہین اور عیسیٰ کی پیدائش مین مذکر نہین ۔
جیسے باقی مخلوق کو مذکر و مؤنث سے پیدا کیا پس عیسیٰ کی پیدائش ایک نشان قدرت تھا کہ حق عزوجل کی معرفت وکمال ایمان حاصل
ہوتا جیسا کہ سورۂ مریم مین فرمایا ۔ ولنجعلہ آیۃ للناس ۔ تاکہ ہم اسکو لوگون کے واسطے نشانی قرار دین مگر وہ ایک گروہ کے واسطے
گمراہی ہوئی اور برابر اس پر جمے رہے یہانتک کہ پیغمبر برحق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مین مجادلہ کیا اور آخر یہ آیت کریمہ
نازل ہوئی کہ مباہلہ بہ نوبت آئی اور عنقریب بیان آویگا کہ اللہ تعالےٰ نے بہت عمدہ طریقہ سے ان گمراہون کو فہمایش فرمائی ہے ۔ ابن کثیر رحمہ
نے لکھا کہ اس مباہلہ کا اور اس سے پہلے کے اول سورہ سے یہانتک کی آیات کا سبب نزول ملک نجران کے نصرانیون کا آنا واقع ہوا ۔

مترجم اس قصہ کو مختصر سیاق سے جامع اس طرح بیان کرتا ہی کہ بیہقی رحمہ اللہ نے حاکم کے طریق سے یونس بن بکیر عن سلمہ بن عبد یسوع عن ابیہ عن جدہ روایت کیا کہ یونس نے جو پہلے نصرانی تھے پھر مسلمان ہوے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے طٰسٓ سلیمان نازل ہونے سے اہل نجران کو خط لکھا۔ باسم آلہ ابراہیم و اسحٰق و یعقوب دازجانب محمد نبی و رسول اللہ کے اسقف نجران واہل نجران کو (یعنے سورہ ۱۲۵) معلوم ہو کہ مین حمد کرتا ہون اس اللہ پاک کی جو ابراہیم و اسحٰق و یعقوب کا پروردگار ہی اما بعد پھر مین تمکو بلاتا ہون اس بات کی طرف کہ تم بندون کی پرستش چھوڑکر اللہ عزوجل کی بندگی کرو اور بندون کی ولایت سے نکلکر اللہ تعالے کو اپنا والی سمجھو پھر اگر تم اس بات سے نافرمانی کرو تو جزیہ دینا قبول کرو اور اگر اس سے بھی انکار ہو تو مین نے تمکو لڑائی کا اشتہار دیا اور سلام ہو اسپر جو اللہ کا فرمانبردار ہو پھر جب یہ خط اس اسقف کے پاس پہونچا وہ پڑھکر بہت گھبرایا اور سخت لرزان ہو کر اہل نجران مین سے ایک شخص شرجیل بن وداعہ نامی کے پاس آدمی بھیجکر بلوایا اور یہ شخص ہمدان مین سے نہایت عقیل گنا جاتا کہ جب کوئی مشکل پیش آتی تو اس سے پہلے کوئی اور یا وہ نہین کیا جاتا تھا پس اسقف نے رسول اللہ صلعم کا خط اسکو دیا اس نے پڑھا تو اسقف نے پوچھا کہ ای ابو مریم تیری کیا رائے ہی شرجیل نے کہا کہ آپ کو معلوم ہی کہ اللہ تعالے نے ابراہیم کو اسمٰعیل علیہ السلام کی ذریت مین نبوت کا وعدہ دیا ہی سو اس سے بعید نہین ہو سکتے کہ شاید یہ وہی نبی ہو۔ نبوت کے کام مین میری کچھ رائے نہین ہی ہان اگر دنیا کے کامون مین کوئی بات ہوتی تو مین اپنی رائے ظاہر کرتا اور اس مین کوشش کرتا۔ اسقف نے یہ سنکر کہا کہ اچھا ایک طرف بیٹھ۔ وہ ایک طرف جاکر بیٹھ گیا پھر اسقف نے اہل نجران مین سے ایک شخص عبداللہ نامی کو جو حمیر کے ذی اصبح مین سے تھا بلا کر خط پڑھا کر رائے پوچھی اس نے بھی شرجیل کے مانند کلام کیا۔ اسکو بھی اسقف نے ایک طرف بٹھلا لیا پھر اسقف نے اہل نجران مین سے جبار بن قیض نامی کو جو بنی حارث بن کعب مین سے ایک شخص بنی حماس کا تھا بلایا اسنے بھی بعد مضمون خط جاننے کے ویسی ہی رائے دی جیسے شرجیل و عبداللہ نے رائے دی تھی اسکو بھی اسقف نے ایک طرف بٹھلا لیا پس جب سب کی رائے ایک ہی قول پر متفق ہوئی تو اسقف نے حکم دیا کہ ناقوس بجایا جاوے اور صوامع مین نیران و مسوح چڑھائی جاوین اور یہی ان کا دستور تھا کہ جب دن مین ان کو کوئی گھبراہٹ پیش آتی تو ایسا کرتے اور رات مین ناقوس بجاتے اور آگ بلند کرتے تھے پس ناقوس کی آواز اور مسوح کے بلند ہونے پر تمام اس وادی کے اوپر و نیچے والے لوگ مجتمع ہو گئے کہ ایک نے دوسرے کو خبر پہونچے اور اس وادی کا لنبان تیز رفتار سوار کی ایک روزہ راہ تھی اور تہتر گانون اس مین آباد تھے جن مین ایک لاکھ بیس ہزار مردان جنگ آور رہتے تھے علاوہ عورتون بچون بڈھون کے پھر اسقف نے رسول اللہ صلعم کا خط ان کو پڑھکر سنایا پس جو لوگ ان مین سے صاحب رائے و دانشمند تھے سب متفق ہوے کہ شرجیل بن وداعہ ہمدانی اور عبداللہ بن شرجیل اصبحی اور جبار بن قیض حارثی کو روانہ کرین کہ وہ رسول اللہ صلعم کی خبر لاوین **مترجم** کہتا ہی کہ ابن اسحٰق رحمہ اللہ کی روایت مین ہی کہ نصاری نجران کے ایلچی کا گروہ ساٹھ سوارون کا تھا جن مین سے چودہ شخص انکے اشراف مین سے تھے کہ مآل کار انھین کی طرف تھا اور وہ عاقب بنام عبدالمسیح اور سید بنام ایہم اور ابو حارثہ بن علقمہ برادر بکر بن وائل اور اوس بن الحرث و زید و قیس و یزید و اسکے دونون فرزند و خویلد و عمرو و خالد و عبداللہ و محسن تھے اور ان چودہ اشراف کا مآل بھی تین آدمیون کی طرف تھا ایک عاقب یعنے عبدالمسیح کہ وہ سردار قوم تھا اور اسی کی رائے پر چلتے اور اسی کا شورہ مانتے اور دانشمند جانتے تھے۔ دوسرا سید یعنے ایہم کہ وہ ان کا عالم پیشوا تھا اور درحقیقت وہ ایک مرد عربی از قبیلۂ بنی بکر بن وائل تھا لیکن وہ نصرانی ہو گیا اور روم نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اسکے کنیسہ بنوا دیے اور اسکی بہت خدمت کرتے کیونکہ دین مین اسکی مضبوطی سے واقف تھے اور وہ اپنے علم سے اپنی پرانی کتابون سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف تھا مگر اپنی دنیا کی تعظیم و مرتبہ دیکھکر نصرانیت پر اڑا رہا۔ پھر روایت بیہقی میں ہی

کہ یہ جماعت نصرانیان نجران کی چلکر مدینہ کے قریب پہونچے تب انھون نے سفر کے کپڑے اتار ڈالے اور تکلف کے لباس پہنکر دامن جھاڑتے اور سونے کی انگوٹھیان پہنے روانہ ہوکر رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور سلام کیا مگر آپ نے جواب نہ دیا اور وے لوگ دن مین بہت دیر تک منتظر رہے کہ ہمسے کچھ کلام فرماوین مگر آپ نے کلام نہ کیا پھر وے لوگ چلے اور حضرت عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف کو تلاش کیا ان دونون سے کچھ شناسائی تھی پس ان دونون کو مہاجرین والانصار کی ایک جماعت مین پایا اور ان سے کہا کہ تمھارے نبی صلعم نے ہمکو خط لکھا اس پر ہم روانہ ہوکر حاضر ہوے ہم نے سلام کیا انھون نے جواب نہ دیا اور ہم دیر تک منتظر رہے ہمسے کلام بھی نہ کیا اب تم دونون کی کیا رائے ہے کیا ہم لوٹ جاوین۔ ان دونون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو ان مین موجود تھے کہا کہ اے ابوالحسن آپ کی کیا رائے انکے حق مین ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان و عبدالرحمن بن عوف کو جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے حلہ اور سونے کی انگوٹھیان اتار کر اپنے سفری کپڑے پہنکر جاوین۔ انھون نے ایسا ہی کیا اور جاکر حضرت صلعم کو سلام کیا۔ آپ نے انکو جواب دیا پھر فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جسنے مجھکو برحق رسول کر کے بھیجا ہے کہ یہ لوگ پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تو اس حال مین تھے کہ ابلیس انکے ساتھ تھا مترجم کہتا ہے کہ محمد بن اسحق نے محمد بن جعفر بن الزبیر سے روایت کی کہ یہ لوگ مدینہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس اسوقت حاضر ہوے کہ آپ نے عصر کی نماز ادا کی تھی اور یہ لوگ بنی حارث بن کعب کی وضع مین چادرہاے حبری و حلہاے حبری پہنے ہوے زینت کے ساتھ تھے اور جو شخص اصحاب رسول اللہ صلعم سے ان کو دیکھتا کہتا کہ ہمنے ایسے ایلچی نہین دیکھے اور مسجد نبوی صلعم مین ان کے نماز کا وقت آیا تو نماز کو کھڑے ہو گئے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو پڑھین پھر انھون نے مشرق کی طرف نماز پڑھی پھر رسول اللہ صلعم سے ان لوگون مین سے حارثہ بن علقمہ اور عاقب عبدالمسیح اور سید یعنے ایہم نے گفتگو کی اور یے لوگ نصرانیت مین بادشاہ کے دین پر تھے باوجودیکہ ان مین یہ اختلاف تھا کہ کوئی مسیح علیہ السلام کو اللہ اور کوئی اللہ کا بیٹا اور کوئی اسکو تین مین سے ایک کہتا تھا پاک ہے اللہ عزوجل انکی ایسی کفریہ باتون سے بیہقی رح کی روایت مین ہے کہ پھر ان لوگون سے اور حضرت صلعم سے برابر سوال و جواب رہے اور مترجم کہتا ہے کہ حاکم و ابن مردویہ و دلائل مین ابونعیم رح نے جابر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت کی یعنے عاقب عبدالمسیح وایہم کو تو بولے کہ ہم تو اے محمد اسلام لاچکے ہین آپ نے فرمایا کہ تم دونون نے جھوٹ کہا۔ اگر تم چاہو تو مین بتادون کہ تمکو کون چیز اسلام لانے سے روکتی ہے۔ بولے کہ اچھا بتائیے۔ آپ نے فرمایا کہ صلیب پوجنا تمھارے دل مین رچ گیا اور شراب پینا اور سور کا گوشت کھانا۔ بیہقی رح کی روایت مین ہے کہ آخر ان لوگون نے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہین عیسیٰ ع کے حق مین اور ہم لوگ اپنی قوم مین لوٹ جانا چاہتے ہین اور ہم نصرانی ہین ہمکو بھلا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جو عیسیٰ کے حق مین کہتے ہین وہ ہم بھی سن جاوین اگر آپ نبی ہین تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اس بارہ مین میرے پاس وحی کی خبر موجود نہین ہے تم ٹھہرو تو جو کچھ میرا پروردگار نازل فرمائے وہ مین تمکو عیسیٰ کے بارہ مین سنادون پھر دوسرے روز صبح کو وہ لوگ حاضر ہوے اور حال یہ کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی تھی۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ تا قولہ فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین پس انھون نے ایسا اقرار کرنے سے انکار کیا مترجم کہتا ہے اور روایت حاکم وابن مردویہ وابونعیم مین ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اگر تم اقرار نہین کرتے ہو تو ملاعنہ کرو یعنے مباہلہ کرو پس انھون نے وعدہ کیا کہ اچھا کل صبح کو مباہلہ کرین پھر دوسرے روز صبح کو رسول اللہ صلعم چلے اور حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فاطمہ رض و حسن رض و حسین رض کو ساتھ لیا اور گروہ نجران کو بلا بھیجا پس انھون نے مباہلہ کرنے سے انکار کیا اور حضرت صلعم کے واسطے اقرار کیا پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جس نے مجھکو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر وے مباہلہ کرتے تو البتہ میدان وادی انپر آگ برساتا۔ اور جابر رض نے فرمایا کہ انھین لوگون کے حق مین یہ آیت اتری۔ قل تعالوا ندع

ابنائنا الآیۃ - اور جابرؓ نے فرمایا کہ انفسنا - تو رسول اللہ صلعم و علی ہین اور ابنائنا حسنؓ و حسینؓ ہین اور نسائنا فاطمہ ہین - قال الحاکم صحیح الاسناد اور حاکم نے اسکو دوسری وجہ سے جابرؓ سے روایت کرکے صحیح کہا والاصح انہ مرسل عن الشعبی کذا قال ابن کثیر اور سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ جب قولہ تعالیٰ قل تعالوا ندع ابنائنا و ابناءکم الآیۃ اتری تو رسول اللہ صلعم نے علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کو بلایا اور فرمایا اے اللہ پاک میرے یہ میرے اہل ہین رواہ مسلم والترمذی و ابن المنذر والحاکم والبیہقی - اور جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے روایت کی کہ قل تعالوا ندع ابنائنا الآیۃ مین حضرت صلعم ابوبکرؓ وان کی اولاد کو اور عمرؓ وان کی اولاد کو اور عثمانؓ وان کی اولاد کو اور علیؓ وان کی اولاد کو لائے تھے رواہ ابن عساکر مترجم کہتا ہے بہرحال نصاریٰ آپ کے مقابلہ مین مباہلہ کو نہ آئے پس ابن اسحٰق کی روایت مین ہے کہ انھون نے رات کو باہم مشورہ کیا اور عاقب سے کہا کہ اے عبد المسیح تمھین جب مین صاحب رائے ہو تمھاری کیا رائے ہے وہ بولا کہ واللہ اے گروہ نصاریٰ تمنے پہچان لیا کہ محمد نبی مرسل ہین اور تمھارے صاحب یعنی عیسےٰ علیہ السلام کے بارہ مین انھون نے سب وہ ٹھیک حال بیان کر دیا جس سے حق و باطل جدا ہو گیا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ کسی قوم نے کسی نبی سے کبھی مباہلہ نہین کیا کہ اس قوم کا چھوٹا یا بڑا بچ رہا ہو سو اگر تمنے ایسا کیا تو تمھاری جڑ کٹ جائے گی پھر اگر تمکو اسی پر ہٹ ہے کہ اپنے دین ہی پر رہو اور رہی کہے جاؤ جو عیسےٰ کے بارہ مین کہتے ہو تو محمد سے رخصت ہو کر اپنے ملک کو واپس چلو - اور بیہقیؒ کی روایت مین یون ہے کہ شرجبیل نے باقی دونون سے کہا کہ ہم تم سب جانتے ہین کہ ہمارے ملک کے لوگ بلندی و پستی کے اگر سب مجمع ہون تو یہ سب میری ہی رائے پر چلینگے اور میرا خیال یہ ہے کہ مین واللہ ایک بڑا بھاری امر دیکھتا ہون یعنے مباہلہ کرنا اور قسم اللہ پاک کی کہ اگر یہ شخص نبی ہوا تو ہم لوگ عرب مین سے پہلے وہ لوگ ٹھہرے جنھون نے ان کا انکار رد کیا اور یہ بات انکے اور انکے ساتھیون کے دلون سے نہ جائیگی اور ہم ان کے پڑوس ہین ہم کو ضرور مصیبت پہونچے گی پھر اگر نبی مرسل ہین اور ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو روئے زمین پر نصرانی کا ایک بال یا ناخن بھی نظر نہ آوے گا سب ہلاک ہو نگے اور ایک روایت مین ہے کہ عبد المسیح نے کہا کہ واللہ مین ایسے چہرے دیکھتا ہون کہ اگر وے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے کی دعا کرین گے تو وہ قبول ہو گی تب اسکے دونون ساتھی بولے کہ پھر کیا رائے ہے اے ابو مریم تب کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ مین انھین کو اس صلح مین حکم قرار دون کیونکہ مین دیکھتا ہون کہ وہ ایسا مرد ہے کہ حد سے تجاوز کر کے کبھی حکم نہین فرماتا تب دونون راضی ہوے کہ اچھا پھر تیری ہی رائے پر چلنا چاہیئے پس شرجبیل نے رسول اللہ صلعم سے ملاقات کی اور کہا کہ مین آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے سے ایک بات بہتر دیکھتا ہون آپ نے فرمایا وہ کیا بات ہے عرض کیا کہ آج کا دن اور رات صبح تک مین نے آپ کو حکم کیا جو کچھ آپ ہمارے بیچ مین حکم کرین وہ جائز ہے پس آپ نے فرمایا کہ شاید تیرے پیچھے اور کوئی ہو جو تجھپر ملامت کرے تو شرجبیل نے کہا کہ آپ میرے دونون ساتھیون سے دریافت کرین - آپ نے دریافت کیا تو وہ بولے کہ شرجبیل ہم مین ایسا شخص ہے کہ ہمارا سارا ملک سوائے اس کی رائے کے کسی پر نہین چلتا ہے پس رسول اللہ صلعم لوٹ آئے اور مباہلہ نہین کیا پھر دوسرے روز وہ لوگ آئے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو یہ صلحنامہ تحریر کر دیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - یہ وہ چیز ہے کہ لکھدیا اسکو نبی محمد رسول اللہ نے اہل نجران کو کہ وہ حکم تھا ہر پھل و سونے و چاندی و دودھیا و سیاہ و رقیق مین اس سب کو ان کے واسطے اس شرط پر چھوڑا کہ وہ لوگ دو ہزار حلہ دین ہر رجب مین ایک ہزار اور ہر صفر مین ایک ہزار حلہ پھر باقی شرطون و سیاق کو بیان کیا مترجم کہتا ہے کہ محمد بن اسحاق کی روایت مین ہے کہ پھر انھون نے درخواست کی کہ آپ اپنے اصحاب مین سے ایک شخص کو جسکو آپ پسند کرین ہمارے ساتھ بھیجدین جو ہمارے درمیان ان اموال مین جن مین ہم باہم اختلاف و جھگڑا کرتے ہین فیصل حکم کرے کیونکہ تم ہمارے نزدیک پسندیدہ ہو - اور صحیح بخاری مین حذیفہؓ سے روایت ہے کہ عاقب اور سید ہر دو صاحبان نجران بارادۂ مباہلہ حضرت صلعم کے پاس آئے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو ہر گز

یعنی عبد المسیح اور شرجبیل ۱۲

ایسا مت کر قسم ہے اللہ پاک کی کہ اگر وہ نبی ہے اور ہم نے اس سے مباہلہ کیا تو نہ ہم بچین گے اور نہ ہمارے بعد والے پس دونون نے رسول اللہ صلعم سے
عرض کیا کہ جو آپ نے ہم سے چاہا یعنے جزیہ وہ ہم دینگے اور آپ ہمارے ساتھ ایک مرد امین روانہ کرین اور نہ بھیجیے مگر مرد امین ہی تو آپ نے فرمایا کہ
مین تمھارے ساتھ مرد امین پورا امین بھیجونگا پس اس امارت کے واسطے رسول اللہ صلعم کے اصحاب سب سامنے منتظر ہوئے پھر آپ نے فرمایا کہ اے
ابوعبیدہ بن الجراح تو اٹھ پھر جب ابوعبیدہؓ اُٹھے تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ اس اُمت کا امین ہے رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ وقد
رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ من حدیث ابن مسعودؓ بنحوہ - اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابوجہل مردود نے کہا کہ اگر مین محمدؐ کو کعبہ کے پاس نماز
پڑھتے دیکھونگا تو اسکی گردن روندونگا - کہا ابن عباسؓ نے کہ اگر وہ خبیث ملعون ایسا کرتا تو آنکھون دیکھتے اس کو فرشتے عذاب مین پکڑ لیتے
اور اگر ایسا ہوتا کہ یہود موت کی تمنا کرتے تو مرتے اور دوزخ کے اپنے اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے اور اگر وہ لوگ نکلتے جو حضرت صلعم سے مباہلہ
کرنا چاہتے تھے تو لوٹتے اس حال مین کہ اپنا مال واہل کچھ نہ پاتے رواہ احمد وقد رواہ البخاری والترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن صحیح
مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ عذاب ان پر فقط نکلنے سے پڑتا بدون مباہلہ کے ورنہ مباہلہ کی صورت مین وے خود جل جاتے پھر لوٹنا کیسا اور شاید کہ
یہ مجازہ ہو اور یہی اصح ہے واللہ اعلم - اب یہان چند مقام اور باقی رہے اول آنکہ مباہلہ تو دو ہی شخص کے درمیان تھا پھر بیٹون اور عورتون کو کیون ساتھ
ملایا تو مدارک مین کہا کہ اس لیے ملایا کہ اس سے پوری دلالت ظاہر ہوتی ہے کہ کہنے والا اور دعوی کرنے والا اپنی سچائی پر کمال یقین و مضبوطی رکھتا ہے کہ
اسنے جرأت کر کے اپنے عزیزون و جگر کے ٹکڑون کو پیش کیا اور خالی اپنی ہی جان پر انحصار نہین کیا اور نیز دوسری طرف جھٹلانے والے کے
جھوٹے ہونے پر کمال یقین ہے پس وہ بھی ہلاک ہو تو اپنے پیارون و عزیزون سمیت ہلاک ہو اگر مباہلہ پورا کرے اور عزیزون مین سے بھی بیٹون و عورتون کو
مخصوص کیا کیونکہ یہی آدمی کو زیادہ عزیز اور اسکے دل سے لگے ہوتے ہین اور پھر ابناء و نساء کو مقدم کیا پھر انفسنا و انفسکم مؤخر کہا اس مین تنبیہ ہے کہ
ان کی قرب و منزلت زیادہ ہے - وقال بعضھم اس مین دلیل ہے کہ دختروں کے بیٹے بھی بیٹے کہلاتے ہین کیونکہ نبی صلعم نے حضرت حسن و حسین
رضی اللہ عنھم کو ابناء قرار دیا جیسا کہ حدیث جابرؓ سے صریح واضح ہوا قال فی المدارک اور اس آیت کے واقعہ مین دلیل واضح موجود ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے کیونکہ کسی موافق یا مخالف نے نہین روایت کیا کہ گروہ نجران نے اس مباہلہ کو منظور کیا تھا مترجم کہتا ہے کہ
اس مین یہ بھی صریح ہے کہ نصاری فقط اپنے گمان پر حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا وغیرہ کلمات کفر سے یاد کرتے ہین اور اس گمان کو دین ایمان سمجھتے
ہین نعوذ باللہ منہ - پھر مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ ابناءنا اور ایسے ہی نساءنا صیغہا ئے جمع ہین حالانکہ معلوم ہوا کہ ابناء مین فقط حسن
و حسینؑ دو تھے اور نساء مین فقط حضرت فاطمہؓ اکیلی تھین اور بیہقی رح کی روایت مین دلالت موجود ہے کہ آپ نے فقط حضرت فاطمہ کو لیا
حالانکہ اس وقت آپکے نکاح مین تو بیبیان موجود تھین تو جواب اسکا دو طور سے ہے اول آنکہ جانب مخالف یعنے نجرانیون کے پاس تو ابناء
و نساء جمع موجود تھے لہذا بمقابلہ ان کے اس طرف بھی یہی صیغہ فرمایا اگرچہ مصداق جمع موجود نہون اسواسطے کہ مقصود تو یہی ہے کہ جس قدر ہون
سب کو شامل مباہلہ کیا جاوے اور یہ مراد نہین ہے کہ جمع موجود کیجاوے - اور دوم یہ کہ جس روایت مین حضرت سیدہ رضؓ و حضرت علیؓ و حسنینؓ کا
ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان پاک جانون کو آپ نے ضرور لیا اور اس سے یہ نفی نہین کہ اور کو نہین لیا ہے جیسا کہ روایت ابن عساکر کی جو اوپر مذکور
ہوئی اسپر دلالت کرتی ہے لیکن اول صحیح ہے اور اسی پر جمہور علما ثابت ہین اس واسطے کہ عرب مین اہل قرابت کا اعتبار تھا اب باقی رہا یہ کہ
مباہلہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی روا ہے یا نہین تو جملؒ نے اپنے حاشیہ مین لکھا کہ شیخ شیرازی علامہ دوانی رحمہ اللہ کے سامنے
یہ بحث پیش آئی پس انھون نے ایک رسالہ لکھا اور اسکی شرطین جو کتاب مجید و حدیث و آثار سے اور اامون کے کلام سے پائی جاتی دنکلی

تعین اس مین جمع کین اور حاصل اسکا یہ ہی کہ اب مباہلہ نہین جائز ہی مگر کسی ایسے ہی امر مہم مین جو شرعی ہو اور اس مین اشتباہ وعناد کیا گیا ہو اور وہ بدون مباہلہ کے دفع نہوتا ہو تو روا ہی بشرطیکہ مباہلہ سے پہلے حجت پوری پوری قائم کردے اور شبہہ دور کرنے مین کوشش کرلے اور پہلے نصیحت اور ڈرا و ادلاوے پھر اگر وہ نفع نہ کرے اور یہی ضرورت پیش آوے کہ مباہلہ کیا جاوے تو روا ہی اور **مترجم** کہتا ہی کہ **حافظ ابن القیم** رح کا بھی یہی قول معلوم ہوتا ہی کیونکہ انھون نے صفات حق عزوجل کو ظاہری معانی پر رکھنے اور اسکی مراد کو حق عزوجل کے سپرد کرنے کی حقیقت پر بدون تاویل و تحریف کے اپنے علمائے زمانہ سے خانہ کعبہ کے رکن و مقام کے درمیان مباہلہ کرنے کو بلایا مگر کسی نے قبول نہ کیا اور حق اس مسئلہ مین **قول اکابر** اہل اللہ تعالیٰ کا ہی اور اسی کے قریب قول عدم تاویل کا ہی اور سب سے اخس قول تاویل ہی اگرچہ متاخرین نے اسکو محکم و مضبوط قرار دیا ولیکن وہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہی اور **مترجم** کو تعجب ہی کیونکر بندے یہ جرأت کرتے ہین کہ حق عزوجل کی صفات پاک برتر کو اپنی سمجھ کے موافق کرلین فاستقم واللہ ہو العلی الکبیر۔ **ف۲** عرائس البیان مین اشارہ ذکر کیا کہ قولہ تعالیٰ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم الآیۃ۔ جو شخص کہ جھوٹے مدعیون مین سے تجھے جھوٹے جھگڑون و باتون سے ایذا پہونچاوے تو ان پر حلم و انبساط کی بددعا کرتا کہ وے سب تیری بددعا سے ہلاک ہو جاوین کیونکہ مین نے تجھکو تمام انبیا مین سے اس امر مین مخصوص کردیا ہی کہ مقام محمود تیرا ہی ہی اور سجدہ مین تیری ہی دعا قبول ہے اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس مین اشارہ ہی کہ مدعی لوگ یعنے جو حق عزوجل کی جناب تک نہین پہونچے اور مقبول بارگاہ نہین ہوئے ہین وے اہل حقیقت اور عارفان حق عزوجل کے مقابلہ مین دعوے باندھتے ہین تاکہ جھوٹے دعوے ان کے تحقیق کے انوار روشن ہونے پر جب باطل ہون تو وے فضیحت و رسوا ہو جاوین۔ **قال المترجم** یہ امر خواہ دنیا مین واقع ہو جاوے یا آخرت مین ہو (عس) پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ مین تمام شبہات ملحدین کے رد کردیے اور آخران کو مباہلہ کے لیے بلایا کہ اگر سچے ہو تو آؤ مع قرابتیون کے مباہلہ کرو پھر اگر تم کو اپنے کذب سے خوف ہی تو جہالت سے باز آؤ اور دین حق و راہ مستقیم اختیار کرو جس مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین بدگوئی و گستاخی نہین ہی لہذا فرمایا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ

تو کہہ اے کتاب والو آؤ ایک بات پر جو ہمارے تمھارے درمیان سیدھی ہی کہ بندگی نہ کرین مگر اللہ کو اور نہ شریک

بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا

ٹھہراوین اسکے ساتھ کوئی چیز اور نہ بناوے کوئی ہم مین کا دوسرے کو رب سوائے اللہ کے پھر اگر وہ نہ قبول کرین تو کہو کہ تم

اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ○

شاہد رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہین

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ الیہود والنصاری کہدے اے محمد کہ اے اہل کتاب (یہود و نصاری) یعنے ہر دو فریق یہود و نصاری کو بقول اصح ارشاد فرمایا کہ۔ **تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ** مصدر بمعنے مستوی امرہا۔ **بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ**۔ (سواء بفتح اول مصدر بمعنے اسم فاعل ہی اور معنے اسکے عدل ہین جیسے کہ ابن مسعودؓ کی قراءۃ ہی) حاصل آنکہ آؤ ایسے کلمہ کی طرف کہ مستوی ہی حکم اس کا درمیان ہمارے تمھارے یعنے آنکہ ہم تم اس کلمہ مین یکسان ہین سہی۔ **أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ**۔ وہ کلمہ یہ ہی کہ ہم تم نہ پوجین مگر اللہ تعالیٰ ہی کو **ف** وحدہ لاشریک اعتقاد کرکے کیونکہ نصاری کے یکلمہ عدل توحید چھوڑکر حضرت عیسیٰ ؑ کو

بلکہ صلیب کو پوجنا شروع کیا تھا حالانکہ ان کو توحید کرنا فرض عین تھا پس ارشاد کیا کہ ایک کلمہ عدل جو ہم مین تم مین برابر ہی اسی کو اختیار کرین اور
اسکی تفسیر یہ ہو کہ اول تو اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک کے سوائے کسی کی پرستش نہ کرین۔ دوم وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا اور اللہ تعالےٰ کے
ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناوین ف جیسے کہ نصاری شریک کرتے کہ بیٹا و باپ و روح القدس کہتے حالانکہ دین توحید سب رسولون کی
دعوت ہی چنانچہ فرمایا۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون ۔ یعنے نہین بھیجا ہمنے تجھسے پہلے کوئی رسول
مگر انکو ہم اسکو وحی کرتے کہ کوئی معبود حقیقی نہین مگر مین سو میری ہی بندگی کرو اور قطعی فرمایا کہ شرک سے کبھی مغفرت نہوگی سوم یہ کہ وَلَا
يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کما اتخذتم الاحبار والرہبان ۔ اور بعض ہمارے بعض کو رب نہ بناوین۔
سوائے اللہ تعالےٰ کے ف جیسے یہود نے احبار کو اور نصاری نے رہبان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے رب بنا لیا تھا۔ اور ابن
جریج نے تفسیر کی کہ کوئی ہم مین سے دوسرے کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے مین نہ کرے چنانچہ فرمایا اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا
من دون اللہ یعنے یہود و نصاری نے اپنے عالمون و درویشون کو اپنے رب بنا لیے سوائے خدا کے۔ اور اس آیت مین ان لوگون کی توہین ہے
جنھون نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا اور عزیر کو ابن ربوبیت سمجھی بایں طور کہ وہ تم مین سے بعض بشر ہین اور اسی جنس سے ہین اور نیز۔ ان لوگون
کی تذلیل ہی جنھون نے حکم خدا و رسول کو چھوڑ کر اپنے عالمون و درویشون کو اس طرح ماننا شروع کیا کہ جو وہ حلال کرین اسکو حلال مانین اور جو
حرام کرین اسکو حرام مانین اور اسکا خیال نہین کہ شرع مین اللہ تعالیٰ نے کیا مقرر کیا ہی چنانچہ عدی بن حاتم رضؓ نے جب حضرت صلعم سے پوچھا کہ
یا رسول اللہ ہم لوگ ان کو پوجتے نہ تھے تو آپ نے فرمایا کیا یہ نہ تھا کہ جسکو وہ حلال کرتے اسکو تم حلال جانتے اور جسکو حرام کرتے اسکو حرام جانتے
انھین کا قول لیتے تو عرض کیا کہ ہان یہ تو تھا پس فرمایا کہ یہی تو رب بنانا ہوا۔ رواہ الترمذی وحسنہ۔ (البیضاوی و المدارک وغیرہما) فَاِنْ
تَوَلَّوْا ۔ اعرضوا عن التوحید۔ پھر اگر اُنھون نے نہ مانا ف توحید سے منھ موڑا فَقُوْلُوا ۔ انتم لہم۔ تو تم ان سے کہو کہ۔ اشْهَدُوْا بِاَنَّا
مُسْلِمُوْنَ۔ موحدون ۔ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہین یعنے توحید اللہ تعالےٰ کے معتقد اور اسی کے موافق عمل کرتے ہین اور بیضاوی
نے کہا کہ غور کرو کہ اس قصہ مین اللہ تعالیٰ نے راہ بتلانے مین کیا مبالغہ فرمایا کہ پہلے تو عیسیٰ کا حال بیان کیا اور جو مختلف تغیرات ان پر
طاری ہوے وہ بتلائے کہ وہ الوہیت سے بالکل خلاف و ضد ہین اسی سے سمجھ لینا تھا کہ عیسیٰ مین کچھ الوہیت نہین پھر قولہ۔ ان مثل عیسےٰ
عند اللہ کمثل آدم الآیہ۔ سے صریح انکا اشتباہ دور کر دیا کہ باپ نہونے سے الوہیت نہین ہو جاتی ہی پھر جب انکا عناد و ہٹ دور نہوا تو ایک اعجاز
کے ساتھ ان کو مباہلہ کی طرف بلایا پھر جب وہ اس سے بھاگے اور کچھ تھوڑے سے تابع ہوے کہ شاید نبی سچا ہی ہم جزبہ دینگے تو پھر ایسی راہ سے ارشاد
کیا کہ وہ ملزم ٹھہرے یعنے ایسے کلمہ کی طرف بلایا کہ عیسیٰ و انجیل و سب رسول و کتابین اسپر متفق ہین پھر جب آیات و نذر سے ان مین کچھ اثر نہ کیا تو
ان سے اعراض فرما کر حکم دیا کہ فقولوا اشہدوا بانا مسلمون۔ یعنے ای کافرو تم ہمارے حق مین توحید کے گواہ رہو ابن کثیر رح کی تفسیر مین فقولوا اشہدوا
بانا مسلمون کی تفسیر خلاف جمہور یون مذکور ہی کہ اشہدوا واتم علی استمرارکم علی الاسلام الذی شرعہ اللہ لکم۔ یعنے تم گواہی دو کہ ہم برابر اپنے اس اسلام پر
قائم رہینگے جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لیے مشروع فرمایا ہی۔ ولیکن قول جمہور اولی ہی۔ پھر قتادہ رح سے روایت ہی کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ
صلعم نے یہود مدینہ کو کلمہ سواء کی طرف بلایا اور ابن جریج سے روایت ہی کہ مجھے خبر پہونچی کہ رسول صلعم نے یہود مدینہ کو جو حکم اس آیہ مین ہے اسکی طرف
بلایا انھون نے انکار کیا پھر آپ نے ان پر جہاد کیا یہانتک کہ اُنھون نے جزیہ کا اقرار کیا رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم اور ابن عباس رض سے روایت ہی
کہ رسول اللہ صلعم کا خط کافرون کی طرف یہ ہوتا کہ تعالوا الی کلمۃ سواء الآیۃ رواہ الطبرانی اور بخاری مین ابن عباس رض کی روایت ابو سفیان مین ہے کہ

[illegible] ۱۲ م

پھر ہرقل شاہ روم نے رسول اللہ صلعم کا خط منگوایا اس مین لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل عظیم الروم کو معلوم ہو کہ سلام اُس شخص پر جس نے راہ راست کی پیروی کی اما بعد مین تجھکو اسلام کی دعوت کرتا ہون تو اسلام لا سلامت رہے گا تجھکو اللہ تعالے دوہرا ثواب دے گا اور اگر تو نے منھ موڑا تو تجھ پر سب اریسیین کا گناہ ہوگا اور اے اہل کتاب۔ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ تا قولہ بانا مسلمون مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کی پوری روایت مین صریح مذکور ہے کہ یہ خط فتح مکہ سے پہلے آپ نے ہرقل کو لکھا تھا اور ابو سفیان اس وقت تک مسلمان نہ تھے بلکہ بطور تجارت کے ملک شام کو گئے تھے ان کو ہرقل نے دریافت حال کے لیے پکڑ بلایا تھا اور اس حدیث کو مسلم ونسائی نے بھی روایت کیا پس ثابت ہوا کہ فتح مکہ سے پہلے یہ آیت اتری جو آپ نے خط مین لکھی ہے **قال ابن کثیر**رح اور محمد بن اسحق وغیرہ نے یہ ذکر کیا کہ شروع سورۂ آل عمران سے کچھ اوپر اسی آیتین وفد نجران کے حق مین اُتری ہین جنھون نے جزیہ قبول کیا اور زہری رح نے کہا کہ نجرانیون کا پہلا گروہ ہے جنھون نے جزیہ ادا کیا اور اس مین اتفاق ہے کہ جزیہ کی آیۃ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی ہے تب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے اس آیہ کے خط مین لکھنے کے کیا معنے ہین **شیخ ابن کثیر**رح نے فرمایا کہ اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول آنکہ احتمال ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو ایکبار حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے اور دوسری بار بعد فتح مکہ کے۔ دوم آنکہ احتمال ہے کہ سورۂ آل عمران شروع سے یہانتک وفد نجران کے حق مین اُتری ہو اور یہ آیت اس سے پہلے نازل ہو چکی ہو اور رہا قول ابن اسحق کا کہ کچھ اوپر اسی آیتین وفد نجران کے معاملہ مین اُتری ہین یہ قول محفوظ نہو کیونکہ حدیث ابو سفیان کی اس پر دلالت کرتی ہے اور وہ ایسے ثقات سے روایت ہے کہ انکے حفظ کے مقابلہ مین ابن اسحق کا حفظ نہین ہے۔ سوم آنکہ احتمال ہے کہ وفد نجران کا آنا قبل واقعہ حدیبیہ کے ہوا اور جو کچھ اُنھون نے مال دنیا قبول کیا وہ بطریق جزیہ نہو بلکہ دب جانے اور صلح کرنے کے طور پر ہو پھر اسکے بعد جزیہ کی آیۃ بھی اسی کے موافق نازل ہوئی ہو جیسا کہ عبد اللہ بن جحش رض نے اپنی اول سریہ مین مال غنیمت یون تقسیم کیا کہ پانچوان حصہ للہ ولرسولہ نکالا اور باقی چار حصے مسلمانون کو تقسیم کیے اور یہ واقعہ بدر سے پہلے ہوا پھر جب غنیمت کی تقسیم کا حکم نازل ہوا وہ اسی کے موافق تھا۔ چہارم آنکہ رسول اللہ صلعم نے جب ہرقل کو خط لکھا ہے تب تک یہ آیت نازل نہوئی ہو پھر اسکے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسی کے موافق تھی جیسے حضرت صلعم نے اپنے خط مین لکھوایا تھا اور ایسا بعض صحابہ کی زبان پر ہوا ہے جیسا کہ عمر بن الخطاب رض نے عورتون کے پردہ کے بارہ مین کہا اور بدر کے کافر قیدیون کے بارہ مین کہا اور منافقون کے جنازے پر نماز نہ پڑھنے کے بارہ مین حضرت سے کہا ویسا ہی قرآن نازل ہوا اور قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے اور قولہ عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن الآیۃ۔ وہی نظم زبان عمر رض کے موافق نازل ہوا ہے **مترجم** کہتا ہے کہ ان جوابات مین سے اقوی جواب دوم وسوم ہے واللہ تعالے اعلم۔ ف ۲ اشارات عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالے قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم۔ یہ کلمہ مستوی اداکرنا خالص ایمان ہے یون کہ قدم کو حدوث سے مفرد کرے **قال المترجم** یقین جانے کہ اللہ عزوجل پاک ذات قدیم ہے وہ سوائے اپنی ذات جامع صفات کمال کے کسی چیز وامر سے کسی جہ مین درواقع مانند نہین اور جو کچھ اسکے سوائے ہے سب اسکا محتاج ہے اور سب اسی کی ملک مخلوق وبندہ ہے وہ ہر طرح اسکا مختار ہے اگر نور عقل حاصل ہو تو یہی سمجھ مین آجاوے کہ اعدام کو وجود سے کوئی نسبت ہی نہین ہے اسی کی شان ہے کبھی فرماتا ہے لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ ولا الملائکۃ المقربون۔ ہرگز نہین ہوسکتا کہ مسیح اس بات پر ذرا بھی منھ بدور سکے کہ وہ اللہ تعالے کا بندہ ہو اور نہ یہ مجال ملائکہ مقربین کی ہے۔ اور کبھی فرماتا ہے ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ یعنے کس کو دم مارنے کی مجال ہوسکتی ہے اگر اللہ عزوجل ارادہ کرے کہ مسیح اور اس کی ماں کو اور جو زمین مین موجود ہے سب کو ہلاک کردے۔ لہ الحمد فی الاولے والآخرۃ۔ یہ جزوی اشارہ ہے کہ حدوث کو قدم سے مفرد کرنے کے معنے یون سمجھو واللہ الموفق۔ پس قدم کو حدوث سے مفرد کرے اور بندگی سے

ساتھ حق عزوجل کو ظاہر کرے یعنے حق عزوجل ہی کے وجود کا قائل ہو اور یہ قول بندگی کے ساتھ ہو اور بشری دعوے بالکل چھوڑ دے **قال المترجم**
گویا مراد یہ ہے کہ حق عزوجل کی جناب مین رسائی کے واسطے عقل جزوی اور ہین اور تم سب بیجا دعوے ہین اس کی جناب مین اسی کے
ساتھ رسائی ڈھونڈھے فافہم واللہ اعلم اور اپنے نفس کو تمام مخلوق کی طرف التفات کرنے سے اٹھالے اور محبت حق عزوجل سے آراستہ ہو
قال المترجم یعنے مخلوق کوئی ہو اس سے بنظر اس مخلوق کی ذات وصفات کے الفت نہ رکھے ہان اگر اللہ تعالےٰ کے واسطے اس سے محبت رکھے
تو یہ عین محبت الٰہی ہے کیونکہ یہ بھی منجملہ الفت بصفات باری ہے جو ثمرۂ عبادت ہے کیونکہ اللہ عزوجل کی بندگی کرنا عین محبت ہے جیساکہ قولہ فاتبعونی
یحببکم اللہ - کی تفسیر مین گذرا وہی یہان فرمایا - قولہ ان لانعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا پس ہم اپنی خواہش وارادہ کی پیروی نہ کرین اور
دنیا اور اس کی خواہش کے تابع نہون اور حق عزوجل کے سواے دوسرے کی طرف دکھلانے سنانے کے ساتھ التفات نہ کرین - **قال المترجم**
یعنے خداوند تعالےٰ کی کوئی عبادت ایسے طور سے نہ کرین کہ دوسرے کسی کو دکھلانا سنانا منظور ہو کیونکہ حدیث مین ریا کو بھی شرک شمار
فرمایا ہے - قولہ تعالےٰ ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ - اشارہ ہے کہ کسی کی مدح کرنے سے خوش نہو اور اگر کوئی تیری پاکیزگی بیان کرے
تو اس سے مسرور نہو اور نہ کسی سے عطا وخدمت کی توقع رکھے اور نہ کسی پر سردار ہونے کی خواہش کرے - **قال المترجم** اس واسطے
کہ مدح درحقیقت پاک پروردگار تعالےٰ کو ہے جسنے خدمت لی اور بندگی مین رکھا بندے نے اپنے مولےٰ کی خدمت گذاری ہی ادا نہین کی اور اگر
ادا ہوتی بھی تو دوسرے سے عطا وخدمت وریاست کی توقع کیون ہے کیا اسی کے واسطے ایسا کیا ہے کیا اسی کو رب بنایا ہے نعوذ باللہ منہ **شیخ** نے
فرمایا اور **شیخ واسطی** رح نے قولہ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم - کے اشارہ مین کہا کہ یہ اس طرح ہے کہ حضرت حق عزوجل کی صمدیت کو
لحاظ کرنے کے وقت اپنی ذلت وبندگی ظاہر کرے - اور **ابن عطا** رح نے فرمایا کہ توحید کو اپنے سر باطن مین ثابت محقق کرنا - اور **شیخ**
ابو عثمان رضہ یعنے قولہ ان لانعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا - کے اشارہ مین کہا کہ اس مین حق عزوجل نے تجھکو بندگی کرنے کا طریقہ بتلا دیا اور وہ
یون کہ تو عبادت مین مشغول ہونے کے وقت اپنے سر باطنی سے اپنے معبود برحق کے سواے کسی کو لحاظ مین نہ رکھے اور اپنے امور مین سے
کسی کام مین تو سواے حق کے غیر کی طرف ملتجی اور مشغول نہو تاکہ تو اس غیر کو اپنا رب بنانے والا نہو جاوے **قال المترجم** یعنے عبادت جب
کرے تو بڑا یا چھوٹا کوئی امر اس عبادت مین تیرے لحاظ مین نہو صرف خالص حق عزوجل ہی کے واسطے بندگی کر یہان تک کہ عبادت کا مزہ بھی
باعث نہونے پاوے اور حتی کہ شیطان کی مخالفت بھی باعث نہونے پاوے اور یہان بہت باریک مقامات ہین کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے
سمجھ مین آتے ہین کیونکہ یہ امر منع نہین ہے کہ درحقیقت خالص اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے بندگی کی اور یہ بھی حاصل ہوا کہ اس سے شیطان
ذلیل وخوار ہوا پس یہ تو مستحب بات ہوئی لیکن اسکی تمیز دشوار ہے اور بڑی پہچان یہ ہے کہ اول اسکو یہ خیال نہو پھر جب لحاظ کرے تو اس پر ظاہر
ہو مگر لحاظ کرنا اس طرح نہو کہ اپنی عبادت کو دیکھے کیونکہ اس سے خود خراب ہو جائے گا بلکہ بنظر توفیق الٰہی دیکھے کہ اس نے مجھ سے یہ خدمت
لی حالانکہ مین اس لائق نہ تھا اور اسکی پہچان یہ ہے کہ وہ فوراً اللہ تعالےٰ کی ثنا وصفت مین دل سے مشغول ہو جاوے یہ توضیح اس امر کی ہے کہ
حضرت عمر رضہ نے خطبہ پڑھتے مین - یا ساریۃ الجبل - کہا اور ساریہ رضہ نے نہاوند مین آپ کی یہ آواز سنی پس مراد یہ نہین ہے کہ کوئی امر خیال مین نہو اور
بخاری رح کی روایت مین ہے کہ عمر رضہ نے کہا کہ مین نماز مین لشکر جہاد کا انتظام خیال کر جاتا ہون اور خطبہ بھی نماز ہے اور تحقیق اس مقام کی بہت
بسط چاہتی ہے یہان اسی قدر غرض ہے کہ لحاظ سے مراد یہ ہے کہ باعث نماز کا یا کسی عبادت کا تھوڑا یا بہت کوئی امر غیر سواے حق عزوجل کے نہو اور
یہ مراد نہین ہے کہ کوئی خیال نہ آوے اگرچہ خیالات کی تحقیق بیان کرنا اس وقت گنجایش نہین ہے - اور اسی طرح اپنے امور مین غیر کی طرف

مشغول ہونے کے بھی یہی معنے ہین کہ اس کام کے سرانجام کا ایک سبب مستقل اس غیر کو سمجھے یہ منع ہے بلکہ فقط ایک حیلہ خیال کرے پس یہان دو طرف بڑی ہین ایک یہ کہ غیر کی طرف اس کام مین مشغول ہو جاوے دوم آنکہ بالکل ایک طرز انتظام کا سلسلہ ہی ترک کردے جس سے حکمت الٰہی عزوجل کا چھوڑنا لازم آتا ہی بلکہ پسندیدہ بات اسکے درمیان مین ہی الحاصل یہ مراد نہین ہی کہ کمائی وغیرہ سب چھوڑدے اور کوئی کام نہ کرے اس مقام کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ بہتیرے آدمی بزرگون کے بیان کو سمجھتے نہین اور غلط فہمی کرجاتے ہین (عس) پھر یہود و نصاریٰ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ مین گمراہ ہوے اسی طرح ابراہیمؑ کے بارہ مین غلطی کرتے اور اپنے نفس کی پیروی کرتے تھے قال تعالےٰ

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ ط

اے کتاب والو کیون جھگڑتے ہو ابراہیم کے بارہ مین حالانکہ نہین اُتری توریت اور انجیل مگر ابراہیم کے پیچھے

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ

کیا تمکو عقل نہین ہے سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات مین تمکو خبر تھی اب کیون جھگڑتے ہو ایسی بات مین

بِهِ عِلْمٌ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِنْ كَانَ

جسکا تمکو علم نہین اور اللہ جانتا ہے اور تم نہین جانتے ہو ابراہیم نہین تھا یہودی اور نہ نصرانی ولیکن تھا

حَنِيفًا مُسْلِمًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○

حق کی طرف حکم کا فرمانبردار اور وہ شرک کرنے والون مین سے نہ تھا۔

اس آیت کا شان نزول جیسا کہ ابن جریرؒ و محمد بن اسحاق وغیرہ ایک جماعت سلف نے روایت کیا ہے کہ نجران کے نصاریٰ اور مدینہ کے یہود ہر دو فریق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوے پھر آپس مین جھگڑنے لگے یہود نے کہا کہ ابراہیم یہودی تھے اور ان کے دین پر ہم ہین اور نصاریٰ نے کہا کہ نہین بلکہ ابراہیمؑ نصرانی تھے اور انکے دین پر ہم ہین پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ - تخاصمون - فِي إِبْرَاهِيمَ - بزعمکم انہ علی دینکم - اے اہل کتاب تم لوگ حضرت ابراہیمؑ کے بارہ مین کیون محاجہ کرتے ہو- ف کہتے ہو کہ ابراہیمؑ کا وہ دین تھا جو ہمارا دین ہے محاجہ بمعنے حجت لانا اور یہان لغوی استعمال پر جھگڑنے کے معنے مین ہے اور ابراہیمؑ مین جھگڑنے کے یہ معنے کہ باین زعم کہ ابراہیمؑ تمہارے دین پر تھا اور یہ صریح باطل ہے بدلیل قولہ تعالےٰ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ - بزمن طویل وبعد نزولہما حدثت الیہودیۃ والنصرانیۃ أَفَلَا تَعْقِلُونَ - بطلان قولکم - حالانکہ توریت و انجیل کا نزول نہین ہوا مگر بعد زمانہ ابراہیمؑ کے پھر کیا تم کو سمجھ نہین ہے ف توریت کا نزول تو بعد ابراہیمؑ کے بہت زمانہ کے ہوا کیونکہ ابراہیمؑ کے ہزار برس کے قریب گذرنے پر موسیٰؑ ہوے اور توریت اُتری پھر موسیٰؑ کے بعد دو ہزار برس کے قریب گذرنے پر عیسیٰؑ ہوے اور انجیل اُتری پھر ان دونون کتابون کے اُترنے پر یہودیت یا نصرانیت پیدا ہوئی ہے پھر کیا تم سمجھتے نہین کہ تمہارا قول باطل ہے۔ حاصل یہ کہ یہودیت تو بعد توریت اُترنے کے ہوئی اور نصرانیت بعد انجیل اُترنے کے ہوئی اور یہ دونون حضرت ابراہیمؑ سے بہت پیچھے اُتری ہین پھر تم جو کہتے ہو کہ ابراہیمؑ یہودی یا نصرانی تھے تو کیسی ناسمجھی کی بات کہتے ہو کیا تمکو عقل نہین ہے۔ هَا حرف تنبیہ ہے اور مراد یہ کہ تم غفلت سے ہوشیار ہوکر سنو أَنْتُمْ - یا - هَؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ - من امر موسیٰ وعیسیٰ - فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ - تم اے جھگڑالو لوگو تم نے جھگڑا کیا ایسی چیز مین جس کا تم کو علم ہے (امر موسیٰؑ و عیسیٰؑ مین) پھر تم ایسی چیز مین کیون

جھگڑتے ہو جسکا تم کو کچھ علم نہیں ہے **ف** وہ ابراہیم علیہ السلام کا حال ہے **شیخ ابن کثیر**رح نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ نے شان ابراہیمؑ میں بدون موجودگی علم کے جھگڑا کیا اسکو اللہ تعالےٰ نے روکیا اور اگر اس امر میں جھگڑتے جسکا علم انکے ہاتھ میں موجود تھا تو یہ کچھ معنے رکھتا تھا پس علم سے مراد وحی و خبر الٰہی ہے اور یہ قول پسندیدہ ہے اور **ابن کثیر**رح نے فرمایا کہ اس آیہ میں ہر ایسے شخص پر انکار ہے جو بلا علم کے حجت کرے **مترجم** کہتا ہے بلکہ اشارہ ہے کہ بحث و جھگڑا بالکل ترک کرے اگرچہ حق پر ہو مگر بضرورت چنانچہ حدیث میں ثابت ہوا کہ جس نے جھگڑا چھوڑ دیا اگرچہ وہ حق پر ہو تو میں اسکے واسطے ضامن ہوں کہ اللہ عزوجل اسکو جنت کی سیرگاہ میں ایک مکان عطا کرے گا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ اشارہ کہاں سے نکلا تو کہتا ہوں کہ فرمایا۔ حاججتم فیما لکم بہ علم۔ یعنے جسکا تمکو علم تھا اس میں تم جھگڑے اور لڑ پڑے تو معلوم ہوا کہ وہ بھی خوب حرکت نہ تھی ہاں بروجہ احسن البتہ جائز کر دیا گیا ہے چنانچہ فرمایا۔ وجادلہم بالتی ہی احسن۔ اور معنے اسکے انشاء اللہ تعالےٰ اس کی تفسیر میں آوینگے۔ **وَاللّٰهُ يَعْلَمُ** شانہ۔ یعنے اللہ تعالےٰ جو عالم الغیب ہے وہی جانتا ہے کہ حال ابراہیمؑ کا کیا تھا۔ **وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** اور تم لوگ جانتے نہیں ہو **ف** اس سے نکلا کہ یہودیوں کی روایات اکثر جہالات ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو یہود و نصاریٰ وغیرہ کے بہتان سے پاک کیا بقولہ تعالےٰ۔ **مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا**۔ مائلا عن الادیان کلہا الی الدین القیم۔ ابراہیمؑ نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی تھا بلکہ حنیف تھا **ف** یعنے سب دینوں سے منہ موڑ کر دین قیم اور صراط مستقیم کی طرف جھکنے والا تھا **مُسْلِمًا**۔ موحد اسلم یعنے موحد تھا پس یہ اعتراض نہیں ہوتا کہ ملت اسلام بھی بعد قرآن نازل ہونے کے ہوئی ہے پھر ابراہیمؑ کیسے مسلم ہوے اور حاصل جواب یہ ہے کہ مسلم کے لغوی معنے مراد ہیں یعنے مطیع و منقاد الٰہی بروجہ توحید اور قبلہ انکا خانہ کعبہ تھا اور دیگر شرائع میں موافقت بملت اسلامیہ بھی اور **مترجم** کہتا ہے کہ اعتراض سرے سے مردود ہے کہاں سے معلوم ہوا کہ ملت اسلامیہ بعد نزول قرآن کے ہوئی بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ملت موافق ملت ابراہیم علیہ السلام ہے پس مسلم سے مراد یہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ملت اسلامیہ پر تھے اور ملت اسلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید کرے اور صراط مستقیم پر چلے اور اسی ملت کو قرآن نے ثابت فرمایا اور راست محمد صلعم اسی ملت پر ہے جس کا اصل اصول توحید ہے جو شرک کی ضد ہے جیسے یہودیت و نصرانیت میں شرک ہے۔ **وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ**۔ اور ابراہیم علیہ السلام مشرکوں میں سے نہ تھا **ف** یہ تعریض ہے یہود پر کہ عزیرؑ کو بیٹا کہنا یہودیت ٹھہرائی اور نصاریٰ پر کہ مسیح کو بیٹا کہنا وغیرہ نصرانیت ٹھہرائی پھر مدعی ہیں کہ مقبول رب جلیل حضرت ابراہیم خلیلؑ ہماری ملت پر تھا نعوذ باللہ منہ۔ اور اس میں مشرکین قریش کا رد ہے کہ اپنے آپ کو ملت ابراہیمؑ پر جانتے تھے اور بت پرستی وغیرہ شرک میں لتھڑے پڑے تھے **ف ۲** فی العرائس قولہ تعالےٰ ماکان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ یہود کی طرح تشبیہ سے لٹکے نہ تھے یعنے فرقہ مشبہہ نہیں تھے جیسے یہود گمراہ ہیں کہ جناب باری تعالےٰ کی شان میں جسم کے قائل ہیں اور نیز حضرت خلیلؑ کچھ شنویہ نہیں تھے جیسے نصرانی ہیں کہ صلیب وغیرہ کی پرستش کرتے اور عیسیٰؑ کے اندر الوہیت وغیرہ کے قائل ہیں۔ اس سب سے حضرت خلیلؑ پاک بری تھے ہاں حضرت خلیلؑ حنیف تھے کہ خالق عزوجل کے دیدار میں تمام مخلوق سے منہ موڑے تھے اور نیز مسلم تھے کہ اللہ عزوجل کے ارادۂ غالب بزرگ سے جو احکام قضا و قدر کے اجرا جاری ہوتے تھے سب میں سر جھکائے مطیع تھے اور استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ حنیف وہ ہے جو حق پر مستقیم ہو یعنے ٹھیک طور پر صراط مستقیم پر قائم ہو۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ

لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیمؑ سے ان لوگوں کو تھی جو اسکے ساتھ تھے اور اس نبی کو اور ایمان والوں کو اور اللہ والی ہے

الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَدَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ ۖ وَمَا يُضِلُّونَ

مسلمانون کا — دلی آرزو ہی ایک گروہ — اہل کتاب کو — کہ تمکو کسی طرح راہ بھلادین — اور نہین گمراہ کرتے

إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

مگر اپنی ہی جانون کو — اور سمجھتے نہین ہین

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ ۔ احقهم ۔ بِإِبْرَاهِيمَ ۔ ابراہیم کے ساتھ زیادہ حقدار آدمیون مین سے اور بیضاوی نے کہا ای ابراہیم کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھنے والے اور قربت رکھنے والے یہ یہود یا نصاری وغیرہ مرتد بت پرست نہین بلکہ ۔ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فی زمانہ ۔ وہ لوگ ہین جنھون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ مین ان کی پیروی کی ف یعنے انکی امت والے کما قال البیضاوی وَهَٰذَا النَّبِيُّ محمد لموافقتہ فی اکثر شرعہ ۔ اور یہ نبی یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین ف بسبب اس کے کہ آپ ابراہیم علیہ السلام سے اکثر شرع مین موافقت رکھتے ہین یعنے مستقل شرع آنحضرت صلعم کو ایسی عطا ہوئی کہ شرع ابراہیم علیہ السلام سے اکثر باتون مین موافق ہی کذا فی البیضاوی اور آنحضرت صلعم کو الگ کرکے بسبب آپ کی تعظیم و تشریف کے ذکر فرمایا ۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا من امتہ فہم الذین ینبغی ان یقولوا نحن علی دینہ لا انتم ۔ اور وہ لوگ بھی جو ایمان لائے ہین اس نبی پر یعنے محمد صلعم کی امت والے پس ان لوگون کو تو سزاوار ہی کہ کہین کہ ہم دین ابراہیم پر ہین اور تم جھوٹے مدعیون کو یہ نہین پہونچتا ہی ۔ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ۔ ناصرہم وحافظہم ۔ اور اللہ تعالے اپنے مومنون کا ولی ہی یعنے ناصر و حافظ ہی ف اللہ تعالے کے ولی ہونے کے معنے یہ ہین کہ وہ مومنون کا ناصر (مددگار) اور حافظ (نگہبان) ہی اور حسن بصری رح نے کہا کہ ہر مومن جو گذر گیا گذرنے کو باقی ہی ابراہیم علیہ السلام کا ولی ہی یعنے انکے ساتھ نزدیکی و اختصاص رکھتا ہی اور حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر نبی کے واسطے انبیاء مین سے ولی ہوتے ہین اور ان مین سے میرا ولی میرا دادا میرے پروردگار کا خلیل ع ہی پھر یہ آیت پڑھی رواہ الترمذی والحاکم وصححہ ابن جریر و ابن المنذر وعبد بن حمید وسعید بن منصور و ابن ابی حاتم ووکیع فی تفسیرہ بسند جید ۔ اور حکم بن میناء سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای گروہ قریش جان رکھو کہ نبی سے نزدیکی و اختصاص والے وہی لوگ ہوتے ہین جو متقی ہون سو تم بھی اسی کی راہ ہو جاؤ اور دیکھ رکھو ایسا نہو کہ لوگ جب مجھسے ملین (قیامت مین) تو اپنے اپنے نیک اعمال لیے ہوے اور تم ملو تو دنیا لادے ہوے پس مین تم سے منہ پھیر لون پھر آپ نے پڑھی یہ آیت ان اولی الناس بابراہیم الآیہ ۔ رواہ ابن ابی حاتم ۔ پھر جب مدینہ کے یہودیون نے حضرت معاذ و حذیفہ و عمار وغیرہم رضی اللہ عنہم کو اپنے دین کی طرف بلایا تو نازل ہوا قولہ تعالے ۔ وَدَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ اہل کتاب مین سے ایک گروہ نے چاہا کہ کاش تم کو بہکاتے ف بعض نے کہا کہ یہود بنی نضیر و قریظہ و بنی قینقاع مراد ہین کہ انھون نے ایک جماعت مسلمانون کو اپنے دین کی طرف بلایا تھا ۔ اور لو معنے ان مصدریہ کے بتاویل مصدر ہو کر ودت کا مفعول ہی اور یہی صحیح ہی غرض کہ یہ گمراہ لوگ تمنا کرتے ہین کہ تم کو گمراہ کرین وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ ۔ لان اثم اضلالہم علیہم والمؤمنون لا یطیعونہم فیہ ۔ وَمَا يَشْعُرُونَ ۔ بذلک ۔ حالانکہ نہین گمراہ کرتے مگر اپنی ہی جانون کو مگر سمجھتے نہین ہین ف اس وجہ سے کہ ان کے گمراہی بتانے کا گناہ انھین پر ہی اور مومنین اس بہکاوے مین انکی اطاعت نہ کرینگے اس مین مومنون کے ثابت قدم ہونے کا بیان ہی لا یعلمون نہین فرمایا بلکہ لا یشعرون کہا بوجہ اسکے کہ یہ بات ایسی ظاہر ہی کہ گویا حواس سے ادراک ہو سکتی ہی مگر یہ سخت احمق ہین کہ اسکو بھی نہین سمجھتے ہین ف ۲ فی العرائس قولہ ان اولی الناس بابراہیم الآیہ یعنے خلیل علیہ السلام کے قدم بقدم اختصاص والے وہ لوگ ہین جنھون نے ان کی پیروی

کی باین طور کہ ہر دو جہان سے مجرد ہو گئے اور ملکوت کی شکلون سے کوئی حظ نہین اُٹھایا بلکہ نفس کو اس سے رُوک دیا کیونکہ خلیل علیہ السلام
جب مردان پاکیزہ کی حد تک پہونچے تو ملکوت کی تجلّیات پاکیزہ سے اپنی آنکھ بند کر لی اور کہا کہ انی بریٔ مما تشرکون ۔انی وجہت وجہی للذی
فطر السموات والارض یعنی اس تمام چیزون سے بیزار ہون جن کو تم لوگ حضرت باری تعالی کی ذات پاک مین شریک بناتے ہو۔ مین نے
اپنا منھ محض اس ذات پاک کی طرف پھیرا جس نے آسمانون و زمینون کو پیدا کیا ہی۔ **مترجم** کہتا ہی کہ حاصل یہ کہ درجہ صفات سے بھی ترقی کر کے
محض ذات مجرد کی طرف رہے اور یہی اصلی توحید ہی۔ قولہ تعالے وہذا النبی۔ مراد اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین یعنے محمد صلعم اپنے دادا خلیل اللہ
علیہ السلام کی متابعت و اختصاص کے واسطے اولی ہین کیونکہ یہی اسکی محبت کا خلاصہ اور حقیقت فطرت کا لب لباب ہین۔ قولہ والذین
آمنوا یعنے اور وہ لوگ جنھون نے کمال یقین حاصل کیا اور آخرت کے مقامات معائنہ کر لیے اور ابرار کرام کے درجے مشاہدہ کیے ہین۔ قولہ
واللہ ولی المومنین یعنے قہر کی آفتون سے ان کو بچانے والا اور عصمت و کرامت کے مقام مین انکا داخل کرنے والا ہی حضرت جعفر صادقؑ
نے فرمایا کہ۔ للذین اتبعوہ۔ وہ ہین جنھون نے شرائع ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی اور ہذا النبی یعنے یہ نبی صلعم اولی اسوجہ سے ہوے کہ
حال ابراہیم علیہ السلام کا حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تھا اور شرع ابراہیمؑ بھی شرع نبی صلعم سے قریب تھی اور یہ دیگر انبیاء علیہم السلام و
دیگر شرائع مین نہین ہی **مترجم** کہتا ہی کہ حاصل یہ کہ شریعت مین بھی مناسبت تھی اور حال و حقیقت مین بھی مناسبت تھی اور اس مین اشارہ ہے
کہ درجات حقیقت کا انکشاف و ترقی مطابق افعال و اعمال شریعت کے ہی جیساکہ امام غزالی وغیرہ اہل تحقیق نے بیان کیا ہی اور شریعت
حنیفیہ حضرت مصطفی صلعم کو ملی اسی واسطے اولیاے اُمت محمدی کو وہ مقامات منکشف ہوے جو انبیاے بنی اسرائیل کو ملتے تھے اگرچہ نفس نبوت
مین ان کو فضیلت تھی اور یہ علاوہ اولوالعزم رسولون کے ہی فافہم واللہ اعلم۔ قولہ والذین آمنوا۔ اور اہل ایمان از امت محمدی بھی اولے
با ابراہیم علیہ السلام اس وجہ سے ہین کہ انکا حال بھی حضرت ابراہیمؑ کے حال سے قریب ہی۔ قولہ واللہ ولی المومنین یعنے اللہ مومنون کا ولی ہی
اس بات مین کہ انکو حضرت خلیل علیہ السلام کے مقام مین پہونچا کر بزرگی عطا فرماوے گا اس واسطے کہ قربت اس سے بدرجۂ محبت ہی چنانچہ فرمایا
یحبہم ویحبونہ۔ مومنین محبت کرتے ہین اللہ پاک سے اور او تعالے اپنے کرم سے ان سے محبت کرتا ہی **قال المترجم** مقام خلیل علیہ السلام
تک پہونچنے سے مراد یہ ہی کہ درجۂ قرب ولایت کا محاذی درجۂ قرب نبوت خلیل علیہ السلام کے ہو جاوے اور وہ ولایت ابراہیمی ہی اور
یہ مراد نہین ہی کہ ان کے برابر ہو جاوین کیونکہ یہ محال ہی اور اسی طرح جہان کہین مقام محمدی مین پہونچنا لکھا جاوے اس سے بھی یہی مراد ہی
کہ آپ کے قدم پر ولی ہو اور وہ سب سے اعلیٰ ہی اسکو یاد رکھنا چاہیئے۔ پھر اللہ تعالے نے اہل کتاب کی تنبیہ فرمائی بقولہ تعالے

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ۝ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ

ای کتاب والو کیون منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور تم قائل ہو ای کتاب والو کیون ملاتے ہو

الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ ع

صحیح مین غلط کو اور چھپاتے ہو سچی بات حالانکہ تم جانتے ہو

ع ۸

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ۔ القرآن المشتمل علی نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے اہل کتاب تم آیات الہی
سے کیون منکر ہوتے ہو **ف** یعنے قرآن سے جس مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت پاکیزہ موجود ہی کیون منکر ہو **وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ**
تعلمون انہ حق۔ حالانکہ تم گواہ ہو کہ یہ حق ہی **ف** دیگر مفسرین نے کہا کہ آیات اللہ سے وہ امور مراد ہین جو ان کی کتابون

توریت وانجیل مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہین اور انتم تشہدون کے یہ معنے کہ جو تمھاری کتابون مین ایسے دلائل موجود ہین تم ان کے شاہد ہو۔ حاصل آنکہ باوجودیکہ ان پر شاہد ہو اور اپنی کتابون مین پاتے اور تصدیق کرتے ہو پھر کیون انکار کرتے ہو۔ اور ابن جریج سے روایت ہی کہ قولہ انتم تشہدون یعنے تم شہادت دیتے ہو اس بات پر کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک دین یہی اسلام قبول ہی اور کوئی دین نہین ہی۔ یٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ۔ تخلطون۔ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ۔ بالتحریف والتزویر۔ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ ای نعت محمد صلعم وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ انہ حق۔ اے اہل کتاب تم کیون غلط کرتے ہو حق کو باطل سے باین طور کہ حق کو تحریف (بگاڑ دینا ۱۲) کرتے ہو اور اس مین دروغ ملاتے ہو اور حق کو یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت کو چھپاتے ہو حالانکہ تم اُن کو حق جانتے ہو ف اور ربیع بن انس رض سے روایت ہی کہ کیون خلط کرتے ہو اسلام کو یہودیت و نصرانیت کے ساتھ حالانکہ جانتے ہو کہ اللہ تعالےٰ سوا اسلام کے کسی سے کوئی دین قبول نہ کرے گا۔ اور چھپاتے ہو حق کو ای محمد صلعم کی صفت کو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ حق ہی اور قتادہ رح نے کہا کہ حالانکہ تم توریت وانجیل مین اپنے پاس لکھا پاتے ہو قال المترجم یہ تفاسیر متقارب ہین۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ

اور کہا ایک گروہ نے کتاب والون مین سے کہ مان لو جو کچھ اُتارا گیا مسلمانون پر چڑھتے دن مین

وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى

اور منکر ہو جاؤ اسی دن کے آخر وقت شاید مسلمان بھی پھر جاوین اور یقین نہ کرو مگر اسی کا جو چلے تمھارے دین پر تو کہہ ہدایت وہی جو

هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ

اللہ تعالےٰ ہدایت کرے اسواسطے کہ کسی کو دیا گیا ہو جیسا کہ تمکو دیا گیا یا مقابلہ کیا تمسے تمھارے رب کے آگے تو کہہ بڑائی

بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ

اللہ کے ہاتھ مین ہی دیتا ہی جسکو چاہے اور اللہ فضل کی گنجائش والا دانا ہی خاص کرتا ہی اپنی مہر سے جسکو چاہے اور اللہ کا

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

فضل بڑا ہی

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ۔ الیہود بعضہم۔ اور اہل کتاب مین سے ایک گروہ نے کہا ف یعنے بعض یہود نے بعض سے کہا۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ ای القرآن۔ وَجْهَ النَّهَارِ۔ اولہ۔ تم چڑھتے دن مین اس قرآن پر ایمان لاؤ جو ایمان لانے والون پر اُتارا گیا ہی ف مگر دلی تصدیق سے ایمان نہ لاؤ بلکہ بہکانے کے لیے ایسا کرو کہ اول وقت جا کر قرآن پر ایمان لاؤ۔ وَاكْفُرُوْٓا۔ بہ۔ اٰخِرَهٗ۔ اور کفر کرو قرآن سے آخر دن مین۔ لَعَلَّهُمْ۔ ای المومنین۔ يَرْجِعُوْنَ۔ عن دینہم اذ یقولون ما رجع ہولاء عنہ بعد دخولہم فیہ وہم اولو علم الا لعلمہم ببطلانہ۔ شاید یہ لوگ پھر جاوین ف یعنے اپنے دین اسلام سے کیونکہ دل مین کہینگے کہ یہ لوگ دین اسلام مین داخل ہونے کے بعد پھر گئے تو اسی وجہ سے کہ انھون نے جھوٹا جانا کیونکہ یہ لوگ اہل علم ہین۔ وقالوا ایضاً۔ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا۔ تصدقوا۔ اِلَّا لِمَنْ۔ اللام زائدۃ۔ تَبِعَ۔ وافق۔ دِيْنَكُمْ۔ اور یہ بھی انھون نے یہین کہا اور نہ ایمان لائیو یعنے تصدیق نہ کرنا مگر اس شخص کی جو موافق ہو تمھارے دین سے یعنے درحقیقت اس نبی یا قرآن پر دل سے یقین نہ لائیو بلکہ تم تو اسی کو سچ مانیو

جو تمھارے دین سے موافق ہو قال تعالے۔ قُلْ۔ انکو کہدے یا محمد۔ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ۔ الذی ہو الاسلام وما عداہ ضلال۔ کہدے انکو اے محمد البتہ ہدایت تو وہی جو اللہ کی ہدایت ہو کہ وہ دین اسلام ہو اور جو کچھ اسکے سواے ہو وہ گمراہی ہو۔ اَنْ۔ اے بان۔ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ۔ من الکتاب والحکمۃ۔ یعنے تم لوگ کسی کے واسطے اقرار نہ کیجیو کہ جو تم کو عطا ہوا ہو اسکے مثل کسی کو بھی عطا ہوگا یعنے فضائل وحکمت و کتاب تمھارے مثل کسی کو عطا نہوگی سواے ایسے شخص کے جو تمھارے تابع و یہودی ہو جاوے۔ اَوْ۔ ان يُحَآجُّوْكُمْ۔ اے المومنون یغلبوکم۔ عِنْدَ رَبِّكُمْ۔ یوم القیامۃ لانکم اصح دینا۔ یا یہ بھی سچ نہ مانیو کہ مومنین غالب ہون گے تمپر تمھارے پروردگار کے حضور مین قیامت کے روز۔ ف۔ کیونکہ تم لوگ تو دین کے معاملہ مین سب سے ٹھیک ہو ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین۔ ءَاَنْ يُّؤْتٰٓى بہمزہ استفہام انکاری ہے اور معنے یہ ہین کہ کیا کسی اور کو اسکے مثل دیے جانے کا یا قیامت مین مومنون کے تمپر غالب ہونے کا تم اقرار کروگے (یعنے ہرگز نہیں) اللہ تعالے نے یہود مردود کا دعوی رد کردیا بقولہ تعالے۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ فمن این لکم انہ لایوتی احد مثل ما اوتیتم۔ تو کہدے کہ سب فضل تو اللہ تعالے ہی کے ہاتھ مین ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے۔ ف۔ پھر تم کہان سے کہتے ہو کہ جیسا تم دیے گئے ہو ویسا کوئی نہین دیا جائیگا۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ۔ کثیر الفضل۔ عَلِيْمٌ۔ بمن ہو اہلہ۔ اللہ تعالے کا فضل بے انتہا ہے وہ دانا ہے کہ فضل کا مستحق کون ہے۔ وہ اپنے علم سے مستحق بندہ کو عطا فرماتا ہے۔ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ وہ اپنی رحمت نبوت سے جسکو چاہتا ہے مختص فرماتا ہے اور اللہ تعالے فضل عظیم والا ہے۔ ف۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ چند پڑھے لکھے یہود عبداللہ بن الصیف وعدی بن زید وحرث بن عوف نے آپس مین کہا کہ آؤ ہم یہ کرین کہ اول وقت تو قرآن پر ایمان لاوین کہ صبح کی نماز ان کے ساتھ پڑھین اور آخر وقت اس سے انکار کرین کہ اپنے قبلہ کی طرف اپنی نماز پڑھین تاکہ مسلمانون پر ان کے دین مین شبہہ پڑجاوے شاید وہ بھی اپنے دین سے پھر جاوین پس اللہ تعالے نے یہ آیت تا قولہ واسع علیم۔ نازل فرمائی اور اسی کے مانند مجاہد وغیرہ ایک جماعت سلف سے مروی ہے اور بات یہ تھی کہ اسلام سے پہلے عرب والے یہودیون کو علم والا جانتے تھے اور علمی معاملات مین ان پر اعتماد کرتے تھے پس چند یہودیون نے جو انکے درمیان علم والے مشہور تھے یہ تدبیر نکالی کہ لاؤ شروع دن مین اسلام ظاہر کرین اور مسلمانون کے ساتھ صبح کی نماز پڑھین پھر آخر وقت پھر جاوین اور اپنے قبلہ کی طرف نماز پڑھین تاکہ اہل اسلام کو شبہہ پڑجاوے کہ یہ لوگ اہل کتاب ہین اور ہم سے زیادہ جانتے ہین یہ لوگ اسلام مین داخل ہو کر اسی سبب سے پھر گئے کہ انھون نے اس دین مین عیب و گمراہی دیکھی پس شاید وہ بھی پھر جاوین اور خصوصًا وہ یہودی جو مسلمان ہوے تھے پس اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس مکر سے مطلع کردیا حالانکہ اللہ عزوجل نے مومنون کے دلون کو ثبات ونور دیدیا تھا وہ ایسے پلید اندھون کے شیطانی مکر سے کیا پھرتے مگر ان اندھون کو معلوم نہ تھا۔ انھون نے شیطانی الہام سے یہ تدبیر نکالی چنانچہ اللہ تعالے نے خبر دیدی کہ قالت طائفۃ من اہل الکتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجہ النہار واکفروا آخرہ لعلہم یرجعون۔ پس یہ قول انکا آپس مین تھا۔ اور اس کے مابعد کا کلام بھی انھین یہود کا ہے سواے جملۂ معترضہ کے اور اس مین اہل اعراب وتفسیر کے اقوال متعدد ہین جنکو جمل رحمہ اللہ نے حاشیہ جلالین مین بسط وتفصیل سے ذکر کیا ہے اور سورہ مین یہ آیت مشکل قرار دی گئی ہے حالانکہ معانی ظاہر اور مآل اقوال کا گویا یکسان ہے ازانجملہ چند اقوال مین یہان ذکر کرتا ہون اول بنابر قول مفسرؒ کے قولہ ولا تومنوا الالمن تبع دینکم قل ان الہدی ہدی اللہ ان یوتی احد مثل ما اوتیتم او یحاجوکم عند ربکم۔ کی تقدیر یون ہے۔ ولا تومنوا بان یوتی احد مثل ما اوتیتم او ان یحاجوکم عند ربکم الالمن تبع دینکم قل ان الہدی ہدی اللہ پس ولا تومنوا بمعنے (لا تقروا) یا (لا تصدقوا) ہے اور (ان یوتی)

بتقدیر بان یوتی متعلق (لا تومنوا) کے ہی اور (احد) مستثنیٰ منہ ہی اور (الا لمن) حرف استثنار کے ساتھ مستثنیٰ ہی اور حاصل معنے یہ ہین کہ ان یہود نے آپس یہ بھی کہا کہ خبردار دل سے تصدیق نہ کرنا یہ کہ کسی کو دیا گیا مثل اسکے جو تمکو دیا گیا یا یہ کہ مسلمان لوگ پروردگار کے سامنے تم پر انکی دلیل قائم کرکے غالب ہوجا رینگے سواے اس شخص کے جو تمھارے ساتھ تمھارے دین کا موافق ہو کہ وہ تو البتہ تمھارے مثل دیا گیا ہوگا۔
حاصل یہ کہ قرآن پر دل سے ایمان نہ لانا کیونکہ تمکو توریت دی گئی اسکے مثل کسی نبی کو نہین ملی مگر انھین انبیا کو جو بعد موسیٰؑ کے توریت پر چلتے رہے اور اب بھی جو یہودی ہوجاوے وہ پاجاوے۔ اور تمکو یہ بھی خوف نہو کہ مسلمان تمپر حجت قائم کرین گے کہ توریت مین قرآن پر ایمان لانے کا حکم تھا کیونکہ تم تو قرآن سے افضل پر قائم ہو وہ کچھ حجت نہین لاسکتے ہین پھر اللہ تعالے نے اس مکر کو ظاہر کردیا اور ان کی ان باتون کو رد کیا جیسا کہ تفسیر سے ظاہر ہوا یہ توجیہ شیخ جلال الدین رح نے اختیار کیا اور امام ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین کہا کہ قولہ تعالے ۔ ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم ای مطمئن نہو اور ظاہر نہ کرو اپنا بھید کسی پر سواے اس شخص کے جو تمھارے دین کا تابع و موافق ہو اور ظاہر نہ کرو وہ چیز جو تمھارے ہاتھ مین ہی مسلمانون پر کہ وے آخرت مین پروردگار کے حضور مین تمپر حجت قائم کرین۔ اللہ تعالے نے رد کردیا کہ قل ان الھدی ھدی اللہ یعنے وہی پاک پروردگار مومنون کے دلون کو ہدایت کرتا ہی پوری ہدایت کہ جو اسنے اپنے بندے و رسول محمد صلعم پر آیات بینات و دلائل واضحات و حجج قطعیہ اُتارے ہین اس پر پورا ایمان لاتے ہین اگرچہ اے یہودیو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و قرآن کی تصدیق کو جو تم نے اگلے انبیا سے پائی ہی چھپاتے رہو۔ پس قولہ تعالے ان یوتی احد مثل ما اوتیتم او یحاجوکم عند ربکم کے معنے یہ ہین کہ یہود کہتے کہ ظاہر مت کرو وہ بشارات محمدی جو تمھارے پاس ہین مسلمانون کو کہ تم سے سیکھین اور اسلام پر مضبوط ہون اور تم سے ممتاز ہوجاوین کیونکہ انکا ایمان اسپر خوب مضبوط ہوگا یا پروردگار کے سامنے تمپر اسی کے ساتھ حجت قائم کرین گے جو تمھارے ہاتھون مین ہی پس تمپر حجت قائم ہوجائیگی ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ تقریر اس آیت کی تفسیر مین خوض کے قابل ہی اور شیخ جلال رح کے اخفش رح نے کہا کہ معنے یہ ہین ۔ ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم ولا تومنوا ان یوتی احد مثل ما اوتیتم ولا تصدقوا ان یحاجوکم ۔ یعنے ایمان نہ لاؤ مگر اسی پیغمبر کے واسطے جو تمھارے دین یہودیت اور کتاب توریت کا تابع ہو اور ایمان نہ لاؤ یہ کہ کوئی دیا گیا ویسا جیسا کہ تم دیے گئے ہو اور تصدیق نہ کرو یہ کہ مسلمان تمپر پروردگار کے سامنے حجت قائم کرینگے اور بعض نے کہا لا تومنوا ای لا تظھروا ایمانکم بان یوتی احد مثل ما اوتیتم ای اسروا تصدیقکم بان المسلمین قد اوتوا من کتاب اللہ مثل ما اوتیتم ولا تفشوہ الا لمن تبع دینکم ۔ یعنے مت ظاہر کرو بات باین طور کہ کوئی دیا گیا مثل اسکے جو تم دیے گئے یعنے اس تصدیق کو جو درحقیقت تمھارے دل مین ہی کہ مسلمانون کو بھی اللہ تعالے کی طرف سے کتاب ویسی ہی ملی جیسے تمکو توریت ملی ہی اسکو چھپاؤ اور ظاہر نکرو مگر اسی شخص کو جو تمھارے دین کا تابع ہو مترجم کہتا ہی کہ اس قدر مین کفایت ہی دیگر وجوہ کے ذکر سے بیکار تطویل نہین چاہتا ہون قولہ یختص برحمتہ من یشاء ۔ رحمت سے مراد نبوت ہی اور اس مین دلیل ہی کہ نبوت کسی استحقاق پر نہین ہے بلکہ اللہ تعالے کا فضل ہی اسنے جسکو چاہا اپنے علم قدیم سے ازل مین اسکو اختصاص دیدیا اور یہین سے کہا گیا ہی کہ مجاہدہ و عبادت و ریاضت و تمام محنت و کوشش و تقویٰ و پرہیزگاری سب کرامت و ولایت و مدارج وغیرہ نعمتون کا پھل دیتی ہی سواے نبوت کے کہ وہ روز ازل مین اللہ تعالیٰ نے جنکے واسطے مختص کردی تھی انھین کو ملی پس اس اختصاص کے مقابلہ مین کسی متقی و عابد و عارف کا رتبہ نہین پہونچ سکتا ہے ف اشارات کے ذکر سے پہلے اتنا جان لینا چاہیے کہ اشارات کچھ انھین خطابون پر موقوف نہین کہ جو مومنین کو ہین بلکہ آدمی اپنی بول چال مین غیر سے اسکے مطلب کی باتین کرتا ہی حالانکہ اس کلام مین ایسے اشارات بول جاتا ہی جس سے اس کا کوئی رازدار اپنے مطلب کو سمجھ لیتا ہی اگرچہ اس مطلب کو اس مقصد سے جسکے واسطے سیاق کلام تھا کوئی ربط نہو جب یہ معلوم ہوگیا تو جاننا چاہیے کہ عرائس البیان

ہین لکھا کہ قولہ تعالے ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم مترجم کہتا ہی کہ یہ بعض یہود نے بعض سے اپنے خاص مقصد کے واسطے کہا تھا جیسا کہ تفسیر سے واضح
ہو چکا اور شیخ رح نے اس سے اشارہ یہ نکالا کہ راز کی بات ایسے ہی شخص سے ہونی چاہیئے جو ہمراز ہو چنانچہ کہا کہ آپس کی مصاحبت فقط انھین
لوگون سے رکھو جو اللہ والے عارف لوگ ہون جنکا حال یہ ہی کہ اپنے احوال کو دنیا والون کے سامنے ظاہر نہین کرتے ہین اور اہل حقیقت کی باتون کو
لوگون سے نہین بیان کرتے ہین کہ جس سے وہ لوگ ان باتون سے انکار کرین حتی کہ انکے قتل پر آمادہ ہو جاوین **قال المترجم** حدیث مین حکم ہی
کہ لوگون سے انکی عقل کے موافق باتین کرو رواہ مسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا اور بعض نے کہا کہ اس مین یہ اشارہ ہی کہ مصاحبت فقط ایسے ہی
لوگون سے رکھو جو احوال طریقہ مین تمھارے ساتھ یکسان ہون **قال المترجم** قلوب بندون کے جوازلی صالح ہین وجوہ متعددہ پر ہین جیسے کہ
حدیث مین اشارات ہین کہ قلب عمرؓ کو قلب نوحؑ سے تشبیہ دی اور قلب ابوبکرؓ کو قلب ابراہیم علیہ السلام سے اور یہ کھلی بات ہی کہ
ان انبیاء علیہم السلام کی شریعت مین تفاوت تھا وصحابہ رضؓ بھی اپنے مجاہدہ وریاضت اعمال مین مختلف تھے اگرچہ توحید واتباع سنت مین یکسان
تھے چنانچہ حدیث اصحابی کالنجوم[له] سے ظاہر ہی اور اسی کی مؤید دوسری روایت ہی جس مین ہر ایک کے ساتھ نور خاص ہونا مذکور ہی پس مقصود
اس اشارہ کا یہ ہی کہ مصاحبت ان لوگون کی بہت خوب ہی جنکا طرز واحد ہو فتامل اور مرتعش رح نے اس مین یہ اشارہ بیان کیا کہ راز حق کو فاش
نہ کرے مگر ایسے ہی لوگون سے جو اہل حق ہون اور **شیخ ابوبکر بن طاہر** نے فرمایا کہ ایسے شخص سے کرامات ظاہر ہونے کی تصدیق مت کرو
جس سے کھلی کھلی یہ بات نہ دیکھی گئی ہو کہ وہ ظاہری شریعت پر خوب اچھی طرح چلتا ہی اور ریاضت کرتا ہی اور اللہ تعالے واسکے رسول کی
فرمانبرداری کرتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ اشارہ نہایت واضح ہی کیونکہ قولہ لا تومنوا الا لمن تبع دینکم منصوص ہی اور یہ امر تمام اہل ایمان کو نصیحت کامل ہی
کہ کشف وکرامت جو لوگون نے ولایت کی دلیل سمجھی ہی یہ پہلی غلطی ہی کیونکہ عوام کو استدراج وکرامت مین فرق ظاہر نہو گا اور فرق کی کسوٹی حضرت
شریعت وسنت ہی کہ اگر متقی کے ہاتھ سے ظاہر ہو تو کرامت ہی ورنہ استدراج ہی اور یاد رکھو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اعلیٰ درجہ کے اولیا تھے کہ
اللہ تعالی نے اُن ولیون کی تعریف کی اور کوئی ولی قیامت تک ایک ادنی صحابی کے برابر نہین ہو پہنچ سکتا اور کیونکر پہونچے گا کہ آفتاب سالت
ان آنکھون سے دیکھا ہی نہین سکتا ہان خواب وغیرہ مین چاہے حاصل ہو پھر انکا یہ حال تھا کہ تھی نہ کچھ کشف وکرامت کی تلاش +
کسب یدسے تھی فقط انکی معاش + لیکن خیر کشف وکرامت اسی پہچان سہی اُس مین یہ پتا لگاؤ کہ یہ عجیب بات جو تم نے دیکھی بھلا یہ کرامت ہی یا شیطانی
استدراج ہی۔ اسکو جان رکھو کہ اگر وہ شخص طریقہ سنت بر راہ شریعت کا پابند ہی تو جو عجیب بات تم نے اس سے دیکھی سُنی وہ کرامت ہی اور اگر وہ
شرع کا پابند نہین تو یہ شیطانی استدراج سمجھو کیونکہ اللہ عزوجل نے یہی شریعت وطریقہ سنت کو بیچ مین پہچان فرمایا ہی پس جو شخص درواقع
تابع شیطان ہو اور ظاہر مین مسلمان بنا ہو وہ شریعت پر چلنے والا کبھی نہو گا اس سے جو بات عجیب سرزد ہو وہ شیطانی استدراج ہی اگر
ایسے شخص کے مرید ہوے تو تمھارا انجام کار بخیر نہو گا اگرچہ ابھی تمکو دنیا کی لالچ مین اسکا ضرر ظاہر نہو کیونکہ قلب کو اُسکے قلب سے تعلق ہونے سے
بسبب اسکے کہ تم خود مرید ہو کر مغلوب بنے ہو وہی انعکاس ہو گا اور وہ قلب شیطانی ہی تو تمھارا انجام شیطانی ہو گا اور ایسے ہی اگر اللہ تعالے کی محبت
والے اور راہ سنت پر جان قربان کرنے والے سے الفت رکھو گے تو تمھارا قلب اگر درست نہین تو بھی درست ہو جاوے گا کیونکہ حضرت سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکو سچی محبت ہی اور یہ محبت عین ایمان ہی برخلاف اسکے کہ جو دا سنت وشریعت سے مخالف ہو کر دعوی محبت کرتا ہی وہ جھوٹا اور
شیطانی محبت مین مکار بنا ہوا ہی پس مقام کو غور سے سمجھو۔ قولہ تعالے یختص برحمتہ من یشاء۔ رحمت سے مراد یہان نبوت وولایت ہی پس اللہ عزوجل
اپنی مخلوق مین سے چھانٹ کر جسکو چاہتا ہی اختصاص دیتا ہی کچھ عبادت ومجاہدہ وریاضت پر موقوف نہین کیونکہ اس کی سابق عنایت ازلی

[له] عرب اصحاب مثل ستارون کے ہین ۱۲ م

تو مجاہدہ کرنے والے اور مجاہدہ دونون سے پہلے ہو چکی ہو اور شاہد و برہان و وجود علت اسوقت کچھ بھی نہ تھی یعنے اللہ عزوجل نے جو قادر مختار ہی جس کو چاہا اسکے وجود سے پہلے بدون کسی علت و سبب کے نبوت و ولایت کے واسطے مختص فرمایا ہی پس جو شخص نور مشاہدہ سے روشن ہو لیا اور اسکے سر باطنی کے کان خصائص خطاب سے بھر گئے اور اسکی روح منور ہو چکی اسکو کب اپنی جان کی طرف اور اپنے معاملہ کی طرف اور اپنے مجاہدہ کی طرف نظر ہوتی ہی کیونکہ جو ازلی فیض سے چُن لیا گیا وہ مراد ہو گیا یعنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارادہ متعلق ہی کہ خود بخود وہ مرضیات الٰہی سے سرفراز ہی اور اسی طرف سے وہ کھینچا جاتا ہی اگرچہ ظاہر مین سخت ذلیل ہو اور اُسی طرف سے وہ محجوب ہی اگرچہ کچھ تجاوز بھی کرے **قال المترجم** مثال اسکی حال امام **عبداللہ بن مبارک** جامع فضائل کہ انکی نسبت نقاد محدثین لکھتے ہین کہ ان مین خصال خیر سب جمع تھے یہ بڑا مرتبہ ہی ابتدائے حال مین راہ شرع سے تجاوز کرتے تھے ایک رات باغ مین مجلس شراب مہیا کر کے آخر وقت سو گئے خواب دیکھا کہ درخت پر ایک پرند پڑھتا ہے۔ الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ۔ یعنے کیا وہ وقت نہین آیا ایمان والون کے لیے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد مین پگھل جاوین۔ یہ کشش ارادہ ازلی کا ظہور ہوا اسی وقت بیدار ہو کر سب دور کیا اور آخر ایسے جامع کمال صاحب تقوی عابد زاہد عارف غازی ثقہ مجاہد محدث ہو گئے کہ آج تک انکا نام پاک موجب برکت ہی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء شیخ نے فرمایا کہ اختصاص اصلی تین معنے رکھتا ہی اول یہ کہ غیب ملکوت کا مکاشفہ ہو دوم آنکہ جبروت کا مشاہدہ ہو اور سوم یہ کہ مدارج معرفت و توحید پر پہونچ جاوے اور یہ اختصاص سوم سب سے اعلیٰ و اجل ہی اسواسطے کہ اس مین صحو و انبساط و اتحاد و انانیت و فردانیت و حریت اور اتصاف بربوبیت سب موجود ہی اور یہی حقائق تمکین و تحقیق توحید کی جڑ ہی اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ نے فرمایا کہ بات مین ڈھیل چھوڑ دی تاکہ اُمید والے کی اُمید لگی رہے اور خوف والے کو ڈر لگا رہے **قال المترجم** شیخ نے خود اشارے سے بات کہی یعنے یختص صیغہ مضارع مین گنجایش آئندہ کی ہی اور من یشاء مین خوف ہی کیونکہ صیغہ مضارع پر جو امید لگاوے وہ ڈرتا بھی رہے کہ شاید وہ اس مشیت مین نہ آوے یہ معنے اس کلام کے ہین فافہم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ زائل کر دیا علتون کو عطایا سے اور توڑ دیا نفوس کو مجاہدات سے پس کاٹ دیا نفوس کو شواہد و موارد سے **قال المترجم** یعنے جب اختصاص کرنا اپنی مشیت پر مقرر فرمایا تو صریح بتلا دیا کہ اللہ عزوجل کا کام کسی علت و سبب کے تابع نہین ہی ورنہ یون ہوتا کہ اختصاص کرنا اس علت واس سبب پر ہوتا ہی اور یہ نعمت دینا اس علت کے ساتھ ہوئی ہی اور یہین سے نکلا کہ کوئی نفس اور کوئی شخص اپنے کسی فعل پر نظر نہ کرے کیونکہ اسکے مجاہدہ و ریاضت و عبادت کے سبب سے کچھ نہین ہو سکتا اس لیے کہ افعال الٰہی بلا علت و سبب ہین پس یہ نکلا کہ اللہ عزوجل سے اسکی کبریائی و عظمت و بے نیازی سے اُمید و خوف رکھے اپنی طرف یا کسی کی طرف کسی امر کو شاہد نہین قرار دے سکتا اور کسی مورد پر نظر نہین رکھ سکتا ہی فافہم واللہ اعلم۔ اور حضرت **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسکو جناب باری تعالیٰ سے ہدایت ملی اور اسکی درگاہ مین نزدیکی پائی وہ اسنے اپنے پروردگار عزوجل کی طرف سے پائی اپنی ذاتی لیاقت سے اسکو کچھ نہین ملا ہی **قال المترجم** یہ اشارہ ظاہر ہی اور مستحسن کلام ہی۔ اور **واسطی** رحمہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی عطا و بخشش سے سبب و علت کا نام دور ہی جو صفات اسنے ظاہر فرمائے ہین اور جو امور پوشیدہ رکھے ہین وہ کسی علت و سبب سے نہین ہین اور ہر نفس کو توڑ دیا کہ وہ اپنے مجاہدہ پر کبھی نظر نہ رکھے اور جو شخص توحید کے درجہ پر پہونچا وہ بھلا کیونکر نیک کامون کے وسیلہ سے یہ قول سُننے کے بعد کہ یختص برحمتہ من یشاء۔ توسل ڈھونڈھے گا بلکہ یقین کرے گا کہ اللہ عزوجل کی طرف شواہد و موارد و عوائد و فوائد سے کوئی راہ نہین ملتی ہی۔ اور **شیخ ابن عطا** رحمہ نے فرمایا کہ خبردار ہو جا کہ اللہ عزوجل کی طرف عوائد و فوائد سے کوئی راہ نہین ملتی ہے۔ اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء۔ یہ ہی کہ تو بدون اپنے ہو اور قیام تیرا اسی کی ذات و صفات کا قیام ہو اور نیز فرمایا کہ جسکے واسطے کئی احوال سے تجلی ہوے وہ ایسا نہین جسکے واسطے ایک حال سے تجلی ہوئی ایسے ہی

یختص برحمتہ من یشاء ہے۔ اور نیز فرمایا کہ جب بندون نے برہان کا مشاہدہ کیا اور فرقان کا معائنہ کیا تو اپنی صفات سے حضرت باری تعالےٰ عزوجل کی طرف ہوگئے اور اپنے افعال سے بیزار ہوکر اسی کے فعل کی طرف ہورہے اور انکو تسکین اس حکم کی طرف ہوئی جو اس نے فرمادیا ہے۔ کہ ان الذین سبقت لہم منا الحسنیٰ اولئک عنہا مبعدون ۔ یعنے جن لوگون کے واسطے ہماری طرف سے نیکوئی سابق ہوگئی ہے وہ دوزخ سے دور ہین اور شیخ ابوسعید خراز نے فرمایا کہ رحمت یہان یہ ہے کہ سماع کے معانی کو حقیقی کانون سے سنے و سمجھے اور اسی کو حق عزوجل نے اپنے بزرگ بندون کے واسطے مخصوص کردیا ہے۔ اور فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رحمت ہدایت وخدمت ومشاہدہ وولایت ونبوت ورسالت ہے اور اگر اللہ تعالےٰ ان لوگون کو اس چیز کے ساتھ خاص نہ فرماتا جسکے ساتھ مخصوص کیا تو انپر موافقت کے آثار مین سے کچھ بھی ظاہر نہوتا۔ اور شیخ ابوسعید خراز نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندون مین سے کچھ لوگ چھانٹ کر انکو ولایت والا بنایا ہے چنانچہ فرمایا یختص برحمتہ من یشاء۔ پس بندہ ضعیف کے بڑے نصیب ہین کہ اسکے مالک نے اسکے لیے یہ بڑے درجے رکھ چھوڑے ہین اور شیخ ابن عطاء رح سے سوال کیا گیا کہ کس چیز نے عابدون کو عبادت سے سست کردیا۔ فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء نے مترجم کہتا ہے کہ سوال کرنے والے کی مراد یہ تھی کہ عبادت والا عبادت کو دیکھتا ہے اور اسکی خوبیان اسکے نفس کو بھلی معلوم ہوتی ہین اس حیثیت سے کہ وہ اس کو بجا لایا ہے کہ اپنے کو عابدون کے درجہ پر شمار کرتا ہے سو اس فریب نفس سے وہ کیونکر چھوٹا اور کیونکر اس کے نفس کی امنگ بیٹھ گئی اس پر شیخ ابن عطاء رح نے جواب دیا کہ اس قول پاک یختص برحمتہ من یشاء نے درحقیقت ہر ایک کے نفس کی امنگ ٹھالدی اگرچہ کوئی بندہ جس کو پردۂ غفلت ہو ہنوز اپنی امنگ مین گرفتار رہے۔ اور کلام شیخ کے یہ معنے نہین ہین کہ عابدون نے جب اس آیہ کریمہ کو سنا تب سے عبادت چھوڑدی کیونکہ ایسا وہی شخص کرے گا جو ارادۂ ازلی مین خاص نہین کیا گیا چنانچہ حدیث مین اشارہ ہے کہ ہر شخص پر وہ آسان ہے جس کے واسطے وہ پیدا ہوا ہے اور حاصل اسکا بندۂ خاص تمام عبادت کرتا ہے اور پھر سخت شرمندہ ہوتا ہے اگرچہ جب توفیق الٰہی کی طرف نظر ڈالتا ہے کہ اس نے مجھسے یہ خدمت لی تو خوش ہوکر دل سکا پانی پانی ہوجاتا اور شکر کا سجدہ بجالاتا ہے پس مکر راسکی عبادات کے ثواب مین ترقی ہے مگر وہ ویسا ہی شرم سے سرنگون ہے اچھا کہا ہے نہ نہار از آب شمشیرت کہ شیران را زان + تشنہ لب کشتی وگردن را در آب انداختی + پھر جو شخص کہ مشیت ازلی مین خاص نہین ہوا وہ عبادت بھی نہین کرتا اور اگر کرتا ہے تو اسکو دیکھتا ہے اپنے نفس کا کمال سمجھتا ہے اپنے کو عابد جانتا ہے دوسرون کو حقیر وفاسق سمجھتا ہے اور یہ بڑا عیب ہے۔ نعوذ باللہ منہ قال الشیخ اور بعض نے فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء۔ مین اشارہ ہے کہ یون رحمت فرماتا ہے کہ بندہ پر جو نعمتین فرمائی ہین ان کے پہچاننے کی توفیق دیتا ہے اور ان کے شکر پر قائم ہونے کی توفیق دیتا ہے مترجم کہتا ہے کہ بڑی پوری نعمت ایمان ہے اور اولی نعمت جامعہ اس کا وجود ہے۔ پس کوئی بندہ ایسا نہین کہ جس پر پوری نعمت نہو اور شکر اس نعمت کا یہ ہے کہ تمام وجود کو بندگی حضرت حق عزوجل مین صرف کرے یہین سے کہا گیا کہ عجب ہے کہ کون عابد اپنی عبادت کا بدلا چاہے کیونکہ اس سے تو شکر ہی ادا نہوا پھر بدلا کیسا اور عبادت کیسی فافہم اور حضرت استاد رحمہ اللہ نے رحمت کے معنے نعمت لیے ہین چنانچہ فرمایا کہ مختص فرماتا ہے اپنی نعمت سے جسکو چاہے سو ایک قوم کو تو ارزاق[له] سے مخصوص کیا اور کسی قوم کو نعمت اخلاق دیدی اور کسی قوم کو نعمت عبادت دیدی اور کسی کو اپنی جناب مین ارادت دیدی کہ سوا اس کے دوسرے کو نہین چاہتے اور کسی قوم کو ظاہر کی توفیق دیدی اور کسی قوم کو باطن کی تحقیق دیدی اور کسی قوم کو عطاء ایثار دی اور کسی کو تو اے اسرار دی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوہا الآیہ۔ اور اگر تم اللہ تعالےٰ کی نعمتین شمار کرو تو پورا نہین گن سکتے ہو قال المترجم مترجم پر اللہ عزوجل نے اپنی رحمت وکرم غیر متناہی سے وہی جانتا ہے کہ کس کثرت سے نعمتین فرمائی ہین مگر آخر وہ ناچیز بندہ ہے اس سے کسی کا شکر کچھ بھی ادا نہوا وہ کیا کسی دوسرے کو

[له] یعنی نعمت رزق کی دیدی ۱۲

ادائے شکر کا طریقہ بتاوے اللھم لک الحمد فاغفرلی ؎ اگر خشم گیری بقدر گناہ + بدوزخ فرست وترازو مخواہ + یہی اُمید ہو کہ رحمت اسکی بہت وسیع ہو پھر کہتا ہون کہ حدیث مین آیا ہو کہ - الحمد للہ پلۂ ترازو کو بھر لیتا ہی - اور حدیث مین آیا کہ دو کلمہ زبان پر ہلکے اور پلہ ترازو مین بھاری اور جناب باری عزوجل کو محبوب یہ ہین - سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم برادران اسلام سے اُمید ہو کہ زبان سے یون شکر ادا کرین اور تمام بدن کا شکر وہ ہو جسکے واسطے وہ پیدا ہوے ہین مثلاً پیشانی کا شکر سجدہ ہو علی ہذا القیاس شرع شریف وسنت سنیہ مین سب موجود ہی خود ادا کرین اور میرے لیے مغفرت کی دعا کرین والسلام - قال الشیخ بعض نے کہا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء - جب بندون نے سُن لیا تو جان گئے کہ وسیلہ پیدا کرنے سے کچھ بدل نہین سکتا اور یہ معاملہ تو وہی ہی جو ابتدا سے ازل مین اور مشیت حضرت عزت جل جلالہ مین مقرر ہو چکا ہی - اور بعض نے کہا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء - یعنے بندے پر جو اسرار کشف فرماتا ہی اور جو انوار معرفت القا کرتا ہی اسکی سمجھ سے جس کو چاہتا ہی اختصاص دیتا ہی مترجم کہتا ہی کہ کشف کے اسرار مین بہت باریکیان ہین اور اس سے وہی سالم رہتا ہی جو شرع وتقوی مین کامل ہو اسکو مین پہلے مفصل لکھ چکا -

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهٖٓ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ

اور بعضے اہل کتاب مین وہ ہین کہ اگر تو ان پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تجھکو ادا کرین اور بعضے ان مین وہ ہین کہ اگر تو ان پاس امانت رکھے ایک اشرفی

لَّا يُؤَدِّهٖٓ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا

ادا نہ کرینگے تجھکو مگر جب تک تو اسکے سر پر کھڑا ہی یہ اسواسطے کہ اُنھون نے کہہ رکھا ہی کہ نہین ہم پر

فِى الْأُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ بَلٰى مَنْ أَوْفٰى

جاہلون کے حق کا گناہ اور باندھتے ہین اللہ پر جھوٹ حالانکہ جانتے ہین کہ جو کوئی پورا کرے

بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○

اپنا قرار اور پرہیزگاری کرے تو اللہ پرہیزگارون سے راضی ہی -

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ - ای بمال کثیر يُؤَدِّهٖٓ إِلَيْكَ - اور اہل کتاب مین سے بعض وہ ہی کہ اگر تو اسکو امین بناوے ایک قنطار کا (یعنے مال کثیر کا) تو وہ تجھے ادا کر دے - لامانتہ کعبداللہ بن سلام اودعہ رجل الفا ومائتی اوقیۃ ذہبا فادا ہا الیہ - جیسے عبداللہ بن سلام عالم یہود وحافظ توریت جو آنحضرت صلعم پر ایمان لے آئے تھے ایک مرد قریشی نے ایک ہزار دو سو اوقیہ سونا امانت رکھنے کو دیا پس قریشی نے اسکو جب مانگا تو ابن سلام رضی نے ادا کر دیا - اور یہین سے بعض سلف سے مروی ہی کہ قنطار کی تعداد بارہ سو اوقیہ سونا ہی اور اسی کو محققین نے ترجیح دی ہی - وَمِنْهُمْ مَّنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ إِلَيْكَ لخیانتہ - اور اہل کتاب مین سے بعض وہ ہی کہ اگر اس کو ایک دینار امانت دے تو وہ تجھے ادا نہ کرے ف کیونکہ وہ خائن ہی - اور دینار کی وجہ تسمیہ مین ابن ابی حاتم نے مالک بن دینار سے روایت کی کہ دینار نام اس وجہ سے کہ وہ دین و نار ہے یعنے جو اسکو حق طور سے لے اور حق طور پر خرچ کرے تو وہ دین ہی یعنے ثواب ہی اور جو اسکو ناحق لے اسکے لیے آگ ہی اور اکثر اہل لغت کہتے کہ وہ دین آرا کا معرب ہی الحاصل جو اہل کتاب مین سے بے ایمان ہی وہ ایک دینار بھی امانت مین خیانت کرے اور ادا نہ کرے - إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا - لاتفارقہ فمتی فارقتہ انکرہ ککعب بن الاشرف استودعہ قریشی دینارا فجحدہ - مگر اس وقت تک

کہ تو اسکے سر پر کھڑا رہے **ف** اس سے الگ نہیں ہوا پھر جب تو اُس سے جدا ہوا تب ہی انکار کر گیا جیسے کعب بن الاشرف یہودی کہ اسکو قریشی نے ایک دینار امانت رکھنے کو دیا وہ اُس سے منکر ہو گیا۔ اور مدارک میں بجائے کعب بن الاشرف کے فنحاص بن عازوراء نام لکھا ایسی ہی **بیضاوی** وغیرہ میں ہے بالجملہ مفسر رح نے کاف مثال سے اشارہ کیا کہ شان نزول خاص ان لوگوں کے حق میں نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل کتاب میں بعضے امانت دار دنیا کی چیزوں میں ہیں وہ دین میں بھی امین ہیں اور بعضے دنیا کے خائن وہ دین کے بھی خائن ہیں اور قنطار و دینار سے مراد کثیر و قلیل ہے پس کثیر کا امین قلیل میں بدرجہ اولیٰ امین ہے اور قلیل کا خائن کثیر میں ضرور خائن ہوگا۔ اور **عکرمہ** رح سے روایت ہے کہ اہل کتاب دو فریق یہود و نصاری کا حال بیان کیا پس ادا کرنے والے تو نصاری ہیں کہ ان میں امانت اکثر ہے اور نہ ادا کرنے والے یہود ہیں کہ ان میں خیانت اکثر ہے اور شیخ **ابن کثیر** رح نے یہاں حدیث بخاری کو مناسب جانا جو ابو ہریرہ رض سے مرفوعاً روایت ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ سابق زمانہ میں ایک بنی اسرائیل کو دوسرے بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے شاہد و کفیل ہونے پر ہزار اشرفیاں ایک وقت معلوم تک کے واسطے قرض دیں اور قرضدار سمندر کا سفر کر گیا وقت معہود پر اسکو جہاز نہ ملا اس نے ایک لکڑی میں سوراخ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اشرفیاں مع خط اس میں رکھکر منھ بند کر کے دریا میں روانہ کیں اس لکڑی کو قرضخواہ مذکور اپنے ایندھن کے واسطے دریا کنارے سے اُٹھا لایا اندر سے تمام مال مع خط پایا جب قرضدار کو جہاز ملا وہ اپنے دیس میں آیا تو مال قرض لا کر عذر کیا پس قرضخواہ نے کہا کہ مجھے تیرا خط مع مال کے لکڑی سے مل گیا میں نے بھر پایا۔ **مترجم** کہتا ہے اس روایت سے بعض اہل کتاب کا امانت دار ہونا ثابت ہوتا ہے مگر یہاں تھوڑی مناسبت ہے اور مثال مناسب تر وہی جو مفسر رح نے ذکر کی بقرینہ قول ما بعد۔ **ذٰلِكَ** ای ترک الاداء اور یہ امر مذکور یعنے ادا نہ کرنا جس پر قولہ لا یؤدہ الیک دلالت کرتا ہے۔ **بِاَنَّهُمْ قَالُوْا** بسبب قولهم بسبب انکے اس قول کے ہے کہ۔ **لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ**۔ ای العرب۔ **سَبِيْلٌ**۔ ای اثم لاستحلالهم ظلم من خالف دينهم ونسبوه اليه تعالى۔ ہم پر عرب والوں کے حق میں ظلم کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے **ف** کیونکہ جو ان کے دین کا مخالف ہو اسپر ظلم کرنا حلال رکھتے تھے۔ اور قتادہ و سدی سے یہ معنے مروی ہیں کہ یہودی کہتے کہ ہم پر اس مال کی کوئی راہ نہیں جو ہمنے عرب سے پایا اور اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے کہ اس نے ہمکو ایسا حکم دیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہود نے قریش سے مال خریدا پھر قریش کے یہ لوگ بیچنے والے مسلمان ہو گئے اور انھوں نے داموں کا تقاضا کیا تو بولے کہ تمھارا ہم پر کچھ حق نہیں ہے کیونکہ تمنے اپنا دین ترک کیا اسوقت کے دین پر نہیں ہو اور دعوی کیا کہ ہمنے اسکو اپنی کتاب میں پایا ہے۔ اور یہ محض بہتان تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کر دیا۔ **وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ**۔ فی نسبتہ ذلک الیہ۔ **وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ** انهم كاذبون اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر بہتان یعنے اس بات کی نسبت کرنے میں اور حال یہ کہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ وے جھوٹے ہیں۔ یعنے جان بوجھکر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور یہ زیادہ بدتر ہے اور ابو صعصعہ نے روایت کی کہ ابن عباس رض سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ہمکو جہاد میں مرغی بکری وغیرہ ایسا مال ایسے کافروں سے ملتا ہے جو ہماری ذمہ داری میں ہو چکے ہیں یعنے جزیہ قبول کر کے ہمارے ذمے ہو گئے ہیں تو ابن عباس نے فرمایا کہ پھر تم کیا کہتے ہو وہ بولا کہ ہم یہی کہتے ہیں کہ ہم پر اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے تو فرمایا کہ یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسے اہل کتاب کہتے تھے کہ لیس علینا فی الامیین سبیل جان رکھو کہ جب انھوں نے جزیہ دیا تو ان کے مال تمکو حلال نہیں ہیں الا اسی طور پر کہ وہ خوشی خاطر سے تمکو دیں رواہ عبد الرزاق۔ اور یہاں سے نکلا کہ اگر حربی کافر ہوتے تو البتہ انکا مال لینا حلال تھا جیسے ان کا قتل حلال کیا گیا ہے بشرطیکہ انکو امان نہ دی گئی ہو اور یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے اور دلیل اسکی فقہ میں ہے اور سعید بن جبیر سے مرسلاً روایت ہے کہ جب اہل کتاب نے کہا کہ لیس علینا فی الامیین سبیل تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دشمنان خدا جھوٹے ہیں کوئی شئے زمانہ جاہلیت کی کیوں نہو وہ سب

میرے قدمون کے نیچے روندی ہوئی ہو سواے امانت کے کہ اگر زمانہ جاہلیت مین کسی نے دوسرے کے پاس امانت رکھی تو وہ ضرور ادا کرنی ہو گی خواہ نیکوکار کی ہو یا فاجر کی ہو رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی اور سراج مین کہا کہ امانت یہان قرضہ و اُدھار کو بھی شامل ہو کیونکہ مراد اس سے وہ حق مالی ہو جو حق طور پر لازم آیا ہو۔ غرضکہ اہل کتاب بہتان باندھتے ہین کہ اللہ تعالے نے ہمکو عرب اُمیون کا مال حلال کردیا ہو اور ہمپر گناہ کی کوئی راہ نہین ہو۔ بَلٰی علیہم فیہم سبیل۔ اللہ تعالے نے فرمایا کہ کیون نہین ف یعنے اُن پر امیین کی راہ ضرور ہو۔ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَهۡدِهٖ۔ الذی عاہدہ اللہ علیہ او بعہد اللّٰہ علیہ من اداء الامانۃ وغیرہ جس نے پورا کیا اپنا عہد وہ کہ جو اللہ تعالے نے اسپر مقرر کیا یعنے ادا امانت وغیرہ یا جس نے پورا کیا عہد اللہ تعالے کا جو اسپر لازم ہو یعنے ادا امانت وغیرہ۔ وَاتَّقٰی۔ اللہ بترک المعاصی وعمل الصالحات۔ اور تقویٰ کیا اللہ تعالے سے باین طور کہ نافرمانیون کو چھوڑا اور نیک کام کیے۔ یا بقول بعض جس نے شرک سے تقویٰ کیا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ۔ تو اللہ تعالے متقیون کو محبوب رکھتا ہو ف فیہ وضع الظاہر موضع المضمر ای یحبہم یعنے تشبیہم۔ بجاے یحبہم کے یحب المتقین فرمایا انکی شان و توقیر کے واسطے اور انکو دوست رکھنے کے معنے یہ ہین کہ انکو ثواب جمیل عطا فرما دیگا۔ اگر کہا جاوے کہ فان اللہ پر فاء کیون داخل ہوئی تو جواب یہ کہ من موصولہ متضمن معنے شرط ہو۔ اگر کہا جاوے کہ جزا مین ضمیر کہان ہو جو موصول شرط کی طرف راجع ہو حالانکہ واجب ہو تو جواب دیا گیا کہ عموم متقین کا ضمیر کے قائم مقام ہو۔ اور بعض نے کہا کہ جزا محذوف ہو ای فلیس ہو من الکاذبین۔ وہ جھوٹون مین نہین ہو اور اس واسطے حذف ہوا کہ جو مذکور ہو وہ محذوف پر دلالت کرتا ہو۔ ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ بلیٰ من اوفی بعہدہ واتقی۔ جاننا چاہیئے کہ عہد تین ہین ایک عہد ازل جو ارواح پر انکشاف ہونے کے ساتھ ہوا دوم عہد قلب کہ اسرار کے ساتھ ربوبیت کے اوصاف اسکے سر باطنی مین ہوتے ہین اور یہ حق عزوجل کی طرف سے اپنے خطاب کا القا ہوتا ہو بقدر اسکے کہ جتنا عارف کو مرتبہ عبودیت مین سے توفیق خاص کے ساتھ عطا ہوا ہو سوم عہد جو عارف کو بعد مرتبہ تمکین کے اور عارف باللہ ہونے کے ہوتا ہو اور یہ عہد اسکے عقل کے ساتھ بواسطہ قرآن مجید و سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتا ہو جو کہ عین ادب ہو پس اس واسطے اس ادب کا عہد لیا جاتا ہو کہ وہ اپنی تمام عمر مین اس ادب کتاب و سنت پر واجب ہو کہ مواظبت کرے مترجم کہتا ہو کہ اسیواسطے حکایت ہو کہ شیخ عارف کامل سید جیلانی رح نے ابن منصور رح کے حق مین انا الحق کہنے کی بابت کہا کہ اگر مین موجود ہوتا تو اسکو اس گمراہی سے انشاء اللہ تعالے نکال لیتا پس مراد گمراہی سے ترک ادب ہو گی واللہ اعلم۔ قال الشیخ پھر جس کی روح نے عہد ازل پایا اور پورا کیا وہ شرک سے بچا اور توحید کے بھید کو پہونچ گیا۔ اور جسکے قلب نے اپنا عہد پورا کیا کہ الہام خاص کو جو القا خاص سے ایک خاص طور کے کانون مین پہونچا ہو پایا اور قضا و قدر کے احکام جاری ہونے مین ثابت قدم ساکن رہا وہ حقیقت رضا کے مقام کو پہونچا اور اسنے ہلاکت کے طبقہ سے نجات پائی۔ اور جسکی عقل نے احکام حق کے ساتھ عہد پورا کیا باین طور کہ ظاہر و باطن ان وسائل کا یعنے ہر امر و نہی کا پابند رہا وہ مقام عبودیت مین حسن ادب کے درجہ کو پہونچ گیا اور ایسا ہی شخص مریدون کا مرشد اور عارفون کا پیشرو ہوتا ہو۔ قولہ واتقی یعنے جسنے نفس کے خطرون سے اور شہوت کی بجلیون سے اپنے آپ کو بچایا تو اللہ تعالے اسکو حقیقت محبت کے مقام پر پہونچاتا ہو اور حضرت استاد رح نے فرمایا کہ جو عہد کا وفا کرنے والا ہو وہ وصال کا مرتبہ پانے کا مستوجب اور کرامت دیے جانے کے لائق اور رحمت کا مستحق ہو اور جو شخص خیانت کرتا ہو وہ ایسا ہو کہ اللہ تعالے کے غضب مین گرفتار ہو اور خواری کے لائق اور خجالت کے لیے نشانہ ہو نعوذ باللہ من ذلک اور عہد کا وفا کرنا یہ ہو کہ ماسوا سے حق عزوجل سے قطع و الگ ہو کر حق کے ساتھ ہووے۔ اور حضرت جعفر رح نے فرمایا کہ قولہ من اوفی۔ جسنے پورا کیا وہ عہد جو اسپر میثاق ازل مین جاری ہوا تھا اور تقویٰ کیا اور پاک رکھا اس عہد و میثاق کو جو حق ہو اس سے کہ کسی باطل کا میل اس سے لگے اسیواسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اصدق کلمة تکلمت بها العرب کلمة لبید ؎ الا کل شی ما خلا الله باطل + مترجم کہتا ہی ترمذیؒ کی روایت کا ترجمہ یہ ہی کہ بہت سچا کلمہ جو شاعر کی زبان سے نکلا وہ کلمہ لبید شاعر ہی ؎ جو خدا کے سوا ہی باطل ہی + ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور جسنے عہد کو پورا کیا وہ محب ہی اور اللہ تعالیٰ متقیون کو دوست رکھتا ہی **قال المترجم** تمام شعر لبید شاعر کا جو حضرت سے کچھ پہلے تھا یہ ہی ؎ الا کل شیٔ ما خلا الله باطل وکل نعیم لا محالة زائل + لیکن حدیث مین صرف اول مصرع مذکور ہی اور شاید یہ اشارہ ہی کہ دوسرا مصرعہ کلیتہً صحیح نہین ہی کیونکہ نعمت جنت ہر نعمت زائل ہونے والی ہی ۱۲ ورضا ے حق عزوجل باقی و دائمی ہی نہ زائل فتامل

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ

جو لوگ خرید کرتے ہین بدلے اللہ کے عہد کے اور اپنی قسمون کے تھوڑا مول۔ وہی ہین کہ انکے لیے کچھ حصہ نہین ہی

فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ

آخرت مین اور نہ بات کریگا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کریگا انکی طرف قیامت کے دن اور نہ سنوارے گا ان کو

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

اور ان کو دکھ کی مار ہی۔

ونزل فی الیہود لما بدلوا نعت النبی صلعم وعہد الله الیہم فی التوراة او فیمن حلف کاذبا فی دعوی او بیع سلعة۔ نزول اس آیت کا یا تو یہود کے حق مین ہوا کیونکہ انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو جو توریت مین تھی بدل ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے جو عہد ان سے توریت مین لیا تھا اسکو تبدیل کیا یا ایسے شخص کے حق مین ہوا جس نے نالشی دعوی پر یا مال اسباب بیچنے پر جھوٹی قسم کھائی۔ اور عکرمہؒ سے روایت ہی کہ یہود کے عالمون سردارون کے حق مین نزول ہوا ہی اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ۔ یستبدلون۔ جو لوگ بدل لیتے ہین۔ اور بعض نے کہا کہ خریدار کچھ دیتا ہی اور کچھ لیتا ہی پس ایک کی طرف سے جو دیا ثمن اور جو لیا وہ مبیع ہی ایسے ہی دوسرے کی طرف سے ہی پس جو مبیع تھا وہ اس کی طرف سے ثمن اور جو ثمن تھا وہ مبیع ہی پس ہر ایک دیا و لیا دوسرے کے واسطے ثمن ہی یہ معنے خرید کے ہین اور حق یہ ہی کہ عہد و قسم کے مقابلہ مین یہان خرید بمعنے حقیقی نہین ہی پس مراد وہی ہی جو مفسرؒ نے ذکر کی یعنے جسنے تبدیل کر لیا۔ بِعَهْدِ اللّٰهِ۔ الیہم بالایمان بالنبی صلعم واداء الامانة وَاَيْمَانِهِمْ حلفہم بہ تعالیٰ کاذبا۔ بعوض عہد خدا کے جو ان سے لیا تھا بایں طور کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین اور امانت ادا کرین یعنے توریت مین عہد لیا تھا کہ پیغمبر آخر الزمان پر ایمان لاوین اور آپ کی صفت و پہچان انکے پاس امانت رکھی گئی تھی کہ اسکو لوگون کو ادا کر دین۔ باوجودیکہ کل امانت کو ادا کرین اور ایمانہم عطف ہی عہد اللہ پر یعنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی جھوٹی قسمون کے بدلے۔ اگر کہا جاوے کہ بہ تقدیریکہ شان نزول اسکا یہود ہین تو جھوٹی قسمون کے عوض خریدنا کیونکر ہی تو جواب یہ ہی کہ انھون نے عہد کے ساتھ قسم کھائی تھی کہ لتؤمنن + ولتنصرنہ یعنے قسم خدا کی ہم اس پیغمبر آخر الزمان پر ضرور ایمان لاوینگے اور ضرور اسکی مدد کرینگے پھر عہد توڑ کر بدل لیا اور قسم توڑ کر عوض لیا۔ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ من الدنیا۔ مال دنیا مین سے تھوڑا۔ اور شاید کہ من بیانیہ ہو بمعنے ثمن قلیل یہی دنیا ہی کیونکہ متاع دنیا قلیل فرمائی گئی ہی پس جو لوگ بدکار بدعہد ایسے ہین۔ اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ۔ نصیب۔ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ انکے لیے کچھ نصیب نہین ہے آخرت مین۔ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ۔ غضبا علیہم۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہ فرماویگا یعنے انپر غضب کی وجہ سے ف یعنے ان سے اللہ تعالیٰ کا کلام نہ کرنا انپر غضب کی راہ سے ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ کنایہ ہی کہ غضب علیہم انپر غضب کریگا۔ اور یہ تاویل معتزلہ کی ہی کہ وہ لوگ خدا ے تعالیٰ کے

کلام کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ تمام انبیاء و آیات صریحہ کے برخلاف تاویلیں کرتے ہیں ایسی تاویل صحیح نہیں ہی۔ اور بعض نے کہا کہ مراد یہ ہی کہ ان سے ایسا کلام نہ فرماوے گا کہ جس سے انکو خوشی ہو اور یہ تاویل درست ہی۔ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ یرحمہم۔ اور ان پر رحم نہ فرماوے گا قیامت کے روز۔ اور یہ محاورہ ہی کہ بولتے ہیں کہ ذرا ہمپر بھی نظر کیجئے یعنے رحم کیجیے اور اولی یون ہی کہ لا ینظر الیہم رحمۃ یعنے ان پر رحمت کی نظر نہ فرماوے گا پس خلاف نہیں کہ اللہ تعالے ناظر ہی۔ وَلَا يُزَكِّيهِمْ۔ یطہرہم۔ اور ان کی تطہیر نہ کرے گا اور مدارک میں کہا کہ ان پر ثنا نہ فرماوے گا کہ تم نے خوب کیا تم جنت میں جاؤ بلکہ مذمت فرماویگا کہ دوزخ میں گھسو تم بدکار نافرمان ہو۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ مولم۔ اور ان کے لیے عذاب الیم ہی۔ یعنے مولم ہی ف یعنے الم سے الیم تھا بمعنے مولم از ایلام یعنے دکھ دینے والا ہی ف عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی سے روایت ہی کہ ایک مرد نے بازار میں اپنا اسباب رکھا اور قسم کھائی کہ واللہ مجھے اسکے عوض اسقدر ملتا تھا حالانکہ اسقدر اسکو ملتا نہ تھا مگر جھوٹ قسم کھائی تاکہ مسلمانون میں سے کسی مرد کو اس فریب میں ڈالے پس یہ آیت اتری۔ ان الذین یشترون بعہد اللہ الآیۃ۔ رواہ البخاری وغیرہ اس روایت میں سبب نزول صریح نہیں ہی بایں معنے کہ اس واقعہ کے بعد اسکے حق میں آیت اتری ہان یہ ثابت ہوتا ہی کہ آیت کے نزول میں یہ صورت مذکورہ بھی داخل ہی اور یہ خود ظاہر ہی اور عبداللہ بن مسعود رضی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے کوئی قسم کھائی حالانکہ وہ اس قسم میں فاجر ہی تاکہ اس سے کسی مرد مسلمان کا مال تراش لیجاوے تو اللہ تعالے سے ایسے حال میں ملے گا کہ اللہ تعالے اسپر غضبناک ہوگا پس اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ہی معاملہ میں واللہ ایسا واقع ہوا کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین مشترک تھی یعنے اسپر قبضہ اس یہودی کا تھا پھر وہ میرے حق ہونے سے انکار کر گیا تب میں اس کو رسول اللہ صلعم کے پاس لایا پس مجھے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تیرے پاس گواہ ہیں میں نے کہا کہ نہیں تب یہودی سے فرمایا کہ تو قسم کھا پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو قسم کھا جائیگا یعنے بدکار بیباک بے ایمان ہی اسکو قسم کھاتے کیا دیر لگتی ہی یہ قسم کھا جائے گا پس میرا مال لے جائیگا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم الآیۃ۔ اخرجہ البخاری ومسلم واحمد وغیرہ اور اس باب میں اور جھوٹی قسم کے گناہ و عذاب میں بہت صحیح حدیثیں وارد ہیں اور یہ بھی آیا ہی کہ جھوٹی قسم سے آباد شہر ویران ہو جاتے ہیں۔ پھر واضح ہو کہ یہ قول ہی کہ آیت کریمہ عام ہی سب کو شامل ہی اور اس میں وہ امور بھی داخل ہیں جنکا اللہ تعالے نے حکم دیا ہی اور تمام عہد و میثاق جو رسولون کی طرف سے لیے جاتے ہیں اور جنکو آدمی اپنے اوپر لازم کر لیتا ہی وہ بھی شامل ہیں ان ہر ایک کا وفا کرنا لازم ہی ف۲ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا الآیۃ۔ جو شخص اس دنیا کی تر و تازگی پر جھکا اور اسکو درگاہ الٰہی باری تعالے کے مشاہدہ کے مقابلہ میں اختیار کیا اور ظاہر میں مقرب بندون کی سی عبادت دکھلائی اور باطن میں اسکو لوگون کا پیشوا بننے کے حصہ سے فروخت کر ڈالا تو وہ دیدار باری تعالے سے محجوب ہوا اور حق عزوجل کے خطاب سے دنیا و آخرت میں محروم رہا

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ

اور ان میں سے ایک فریق ایسے لوگ ہیں کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تاکہ تم اسکو کتاب الٰہی میں سے خیال کرو حالانکہ وہ کتاب

الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

میں سے نہیں اور کہتے ہیں وہ اللہ کے یہان سے حالانکہ وہ اللہ کے یہان سے نہیں اور اللہ پر جھوٹا بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں

وَإِنَّ مِنْهُمْ۔ اہل الکتاب۔ اور ان میں سے ف یعنے اہل کتاب میں سے۔ اور جو صفتیں آگے بیان ہوئی ہیں اُن سے ظاہر ہی کہ مراد اہل کتاب سے یہود ہیں ولیکن اولی یہ ہی کہ عام رکھا جاوے و کلام مفسر بھی اسی طرف مشیر ہی یعنے اہل کتاب میں سے خواہ یہود ہون یا نصاریٰ سے

ہون۔ لَفَرِيْقًا طائفۃ ککعب بن الاشرف ایک ٹکڑا ہی جیسے کعب بن الاشرف عالم یہودی واُسکے مانند لوگ جنکا حال یہ ہو کہ۔ يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ۔ ای یعطفونہا لقراءتہ عن المنزل الی ما حرفوہ من نعت النبی صلعم ونحوہ کہ کتاب کی قراءۃ کے ساتھ موڑتے ہین نازل کردہ شدہ سے اسکی طرف کہ جو انھون نے تحریف کی ہو نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم واسکے مانند آیۃ الرجم وغیرہ کے۔ اور تحریف بمعنے انقلاب ای لوٹ پوٹ کردینا اسکی ٹھیک وجہ سے پس تحریف کرنے والا بھی اپنے پاس کے بنائے کلام سے راہ صواب سے زبان کو پیچیدہ کرتا ہو اور السنۃ جمع لسان ہو بنابر آنکہ لسان مذکر ہی ورنہ مؤنث ہوتی تو السن آتا اور قرار رحؒ نے کہا کہ مین نے عرب سے سوائے مذکر کے اسکو مؤنث نہین سُنا اور کبھی کلام کو بھی لسان کہکر تعبیر کرتے ہین۔ الحاصل اس طرح اپنی تحریف کو بناکر پڑھتے ہین لِتَحْسَبُوْهُ۔ ای المحرف مِنَ الْكِتٰبِ الذی انزل اللہ تعالی تاکہ خیال کرو تم اسکو یعنے تحریف کیے ہوے کو اس کتاب مین سے جس کو اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہو۔ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ۔ حالانکہ وہ کتاب الٰہی مین سے نہین ہو ف پس فریب دیتے ہین۔ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ اور کہتے ہین کہ یہ لکھا ہوا اللہ تعالے کی طرف سے ہو حالانکہ وہ اللہ تعالی کیطرف سے نہین ہو وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ انہم کاذبون۔ اور اللہ تعالی پر جھوٹ باندھتے ہین حالانکہ جانتے ہین اس بات کو کہ وے جھوٹے ہین ف جاننا چاہیے کہ قولہ تعالے يلوون السنتہم بالکتاب۔ دو وجہ کو محتمل ہو اول آنکہ مروڑتے زبان کو پس مائل کرتے منزل الٰہی سے طرف اپنی محرف کے دوم آنکہ عطف کرتے اور پھیرتے طرف شبہہ کتاب کے اور فرق دونون وجہ مین یہ ہو کہ اول وجہ مین تحریف حقیقی ہو یعنے جو اللہ تعالے نے نازل کیا اس نص کو چھوڑتے اور جو تبدیل کیا ہو اسکو پڑھتے تھے اور دوم صورت مین تحریف معنوی ہو یعنے لفظ کے ساتھ اس طرز سے زبان کو پیچیدہ کرتے کہ اس سے جو مراد صحیح ہی اسکے برخلاف کچھ اور وہم ہوتا اور مترجم کہتا ہو کہ وجہ اول مین السنتہم بمعنے کلامہم لینا زیادہ واضح ہو اور حاصل یہ کہ اپنے محرف کلام کو اس طرح زبان مروڑکر پڑھتے کہ تم خیال کرو کہ وہ کتاب ہی جو اللہ تعالی نے اُتاری ہو۔ اور وجہ دوم بالسنتہم اپنے حقیقی معنے پر اولی ہی اور مفسر رحمہ اللہ کا ظاہر کلام اسکو مشعر ہو کہ وہ لفظی تبدیل نہ تھی بلکہ عطف زبان تھی جس سے تاویل و مراد مین فرق و تحریف ہوجاتی تھی اور یہ قول مجاہد وشعبی وحسن وقتادہ وربیع بن انس کا ہو کہ یلوون السنتہم بالکتاب ای تحریف کرتے تھے اسکو۔ هٰکذا ذکرہ ابن کثیرؒ بہذا المعنی۔ اور کہا کہ ایسا ہی بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہم یحرفون ویزیلون ولیس احد من خلق اللہ یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ لکنہم یحرفونہ یتاولونہ علی غیر تاویلہ۔ وحاصل آنکہ مخلوق خدائے تعالے مین سے کسی کو یہ مجال نہین ہو کہ اللہ تعالے کی کسی کتاب مین سے کوئی لفظ مبدل کردے لیکن یہ لوگ جو تحریف کرتے تھے تو جو اسکی تاویل ہو اسکے سوائے دوسری تاویل کرتے تھے۔ اور وہب بن منبہ نے فرمایا کہ توریت وانجیل کو جیسا اللہ تعالے نے اُتارا ویسے ہی تھین ان مین سے کوئی حرف متغیر نہین ہوا لیکن یہود ونصاری تحریف وتاویل سے گمراہ ہوتے تھے یعنے معنے بدلتے تھے اور دیگر کتابین اپنی طرف سے نقل لیتے و لکھتے تھے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے ہو حالانکہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے نہ تھی اور رہی وہ کتابین جو اللہ تعالے کی طرف سے تھین تو وہ محفوظ تھین ان مین کچھ تحویل نہ تھی رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن کثیرؒ نے اس روایت کے معنے مین تنقید کی کہ وہبؒ کے کلام مین اگر کتب سے وہ کتب مراد ہین جو یہود ونصاری کے پاس موجود تھین اور ہین تو اس مین کوئی شک نہین ہو کہ ان مین تبدیل وتحریف وزیادتی وکمی بہت کچھ ہو اور یہ اصل زبان مین نہین جن مین نازل ہوئی تھین بلکہ ان لوگون نے اسکو ترجمہ کیا پھر یہ ترجمے جو مشاہدہ ہین خواہ زبان عربی مین یا اور زبانون مین تو ان مین بہت چوک غلطی بھول ہو اور بہت کچھ بڑھایا ہوا اور بہت کچھ گھٹایا ہوا اور فاحش وہم ہو اور یہ ایسا ہو جیسے اپنی سمجھ کے موافق کسی مضمون کو ادا کردیا پھر

پھران یہود ونصاری کی سمجھ کا یہ حال ہو کہ ان مین سے بہتون کی بلکہ اکثرون کی بلکہ سب کی سمجھ بہت خراب ہو انھون نے جو کچھ حکم جیسا کچھ مذکور تھا وہی نہین ترجمہ کیا بلکہ اسکو اپنی ناقص سمجھ کی کسوٹی پر رکھا اور اس سمجھ پر جو منعنے خیال کیے وہ ترجمہ کر دیے- پھر وہبؒ کی مراد یہ ہو کہ وہ کتب جو اللہ تعالےٰ کی اُتاری ہوئی تھین وہ جیسی تھین واقعی ویسی ہی ہین مترجم کہتا ہو یہ قول شیخ ابن کثیرؒ کا نہایت محقق ہو اور میرے نزدیک یہی صحیح ہو اور اسی پر ائمۂ تحقیق کا مدار ہونا چاہیئے اور حاصل اس تحقیق کا یہ ہو کہ علماے یہود نے مثلاً توریت کی تفسیر کی اور جو آیات اس مین بتاویل صحیح تھین انکو اپنی رائے ناقص پر دوسرے منعنے پر اُتارا اور آخر جو کتابین اپنے قلم سے اپنے طور پر لکھین ان مین یقین کر کے وہی منعنے بجاے اس آیت کے درج کیے جسکے منعنے سمجھنے مین واقعی خطا کی ہو اور اسی پر انکا مدار ہو الیس اصل کتاب الٰہی تو محفوظ تھی ولیکن جو ان کے درمیان ہاتھون ہاتھ متداول رہی وہ تحریف وتبدیل وزیادت ونقصان سے اور خطاے فاحش ووہم سے بھر گئی جس سے ہرگز یہ معلوم نہین ہوتا کہ اصل حکم الٰہی کیا تھا- اور اللہ تعالےٰ کا احسان ہو کہ قرآن مجید مین اہل تفسیر نے اصل کے ساتھ اپنی رائے لکھی ہو ورنہ اگر اہل اسلام بھی عالمون کو اسی طرح ماننے لگتے کہ جو وہ کہین وہی ٹھیک ہو اور جس کو حلال کہین حلال اور جسکو حرام کہین وہ حرام ہو تو اس مین بھی ویسی ہی تحریف ہو جاتی پس تمام حمد جناب باری تعالےٰ کو ہو کہ اسنے مسلمانون کو کتاب وسنت کی پیروی کی توفیق دی اور کسی عالم کو یہ مجال نہین ہو کہ مضمون کلام مجید کو الگ تحریر کرے اور روا نہین ہو کہ کوئی مسلمان اس کو قبول کرے ورنہ اسوقت علی الخصوص ایسے فرقہ پیدا ہوے ہین کہ وہ کلام مجید کے منعنے مین نہایت غلط وبیجا تحریف کرتے ہین اور اپنی ناقص سمجھ پر شرم نہین کھاتے ہین بخلاف اہل کتاب یہود ونصاری کے کہ منعنے بدلتے اور جان بوجھکر دنیا وغیرہ کی ہوس سے ایسا کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا- ویقولون علی اللہ الکذب وہم یعلمون- ابن کثیرؒ نے تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالےٰ یہود کے ایک فریق کی خبر فرماتا ہو کہ کلمات کو انکی جگہ اور موقع سے تحریف کرتے اور کلام الٰہی کو بدل ڈالتے اور اسکی مراد سے ہٹا دیتے تاکہ جاہل اس وہم مین پڑ جاوین کہ یہ کتاب اللہ ہو اور اسکو اللہ تعالےٰ کی طرف صریح نسبت کرتے حالانکہ وہ اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھا ہوتا تھا اور یہ لوگ جانتے بھی تھے کہ انھون نے اس سب مین اللہ تعالےٰ پر جھوٹ اور افترا باندھا ہو- مترجم کہتا ہو کہ اگر کہا جاوے کہ قولہ وما ہو من الکتاب- سے معلوم ہوچکا کہ یہ محرف یا شبہ محرف نہین ہو کتاب سے پھر آگے کیون فرمایا- ویقولون ہو من عند اللہ وما ہو من عند اللہ- تو بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ یہ اول کی تاکید ہو بایں منعنے کہ اس سے انپر تشنیع کامل ہو اور اس امر کا بیان ہو کہ وہ لوگ اسکو تصریحاً زعم کرتے تھے نہ تعریضاً اور منعنے یہ ہین کہ لیس ہو بنازل من عند اللہ یعنے ہرگز یہ محرف اللہ تعالی کیطرف سے نازل نہین ہو- مترجم کہتا ہو کہ اس منعنے سے معتزلہ کا اعتراض بھی دفع ہوگیا کہ معتزلہ نے اس آیۃ سے دلیل پکڑی کہ بندہ اپنے کامون کا خالق ہے کیونکہ لی اللسان کتحریف وکذب جو یہود کا فریق کرتا تھا اگر یہ فعل اللہ تعالےٰ کا پیدا کیا ہوتا تو اس فریق کا یہ کہنا صحیح ہوتا کہ ہو من عند اللہ حالانکہ اللہ تعالی نے رد کر دیا کہ وما ہو من عند اللہ پس معلوم ہوا کہ یہ فعل اللہ تعالےٰ کا مخلوق نہین بلکہ یہود کا پیدا کیا ہو اور جواب اس کا یہ ہو کہ ماہو من عند اللہ کے تو یہ منعنے ہین کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل کتاب نہین ہو اور اس سے یہ نہین لازم آتا کہ بندے کے کسب پر اسکو اللہ تعالےٰ نے پیدا نہین فرمایا- کیونکہ یہ عام ہو اور نازل نہ فرمانا خاص ہو پس خاص کی نفی سے عام کی نفی نہین ہوتی ہو حاصل یہ کہ یہود نے جو تحریف کا فعل کیا یا وہ اللہ تعالےٰ کی تاثیر سے پیدا ہوا اور یہ نہین ہو کہ اللہ تعالےٰ نے پیدا کر کے اسکو نازل کیا اور یہ صاف ظاہر ہو فافہم-

مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ

کسی بشر کا کام نہین کہ اللہ تعالےٰ اسکو کتاب دیوے اور حکم اور پیغمبری پھر وہ لوگون سے کہے کہ

لہ اور خدا پر جان بوجھکر بہتان باندھتے ہین ۱۲

كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ

تم میرے بندے ہو اللہ کو چھوڑ کر ولیکن تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کرتے تم سکھلاتے کتاب کو اور

تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم

جیسے تھے تم پڑھتے اور نہیں کہہ سکتا تمکو کہ تم بنالو فرشتوں کو اور نبیوں کو رب کیا تم کو کفر سکھلادے گا

بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ ع

بعد اسکے کہ تم مسلمان ہو چکو

ع ۱۶

ونزل لما قال نصاری نجران ان عیسی امرہم ان یتخذوہ ربا او لما طلب بعض المسلمین السجود لہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مترجم کہتا ہے کہ حکم نظم قرآن مجید کا ظاہر ہے خواہ سبب نزول معلوم ہو یا نہو لیکن سبب نزول سے ایک بصارت زیادہ ہو جاتی ہے پھر جاننا چاہیئے کہ مفسرین نے اس آیہ کے سبب نزول میں دو قول نقل کیے اور معلوم نہیں کہ اصل سبب کون امر واقع ہوا یا دونوں واقع ہوے یا دونوں باتیں اسکے حکم میں داخل ہیں واللہ اعلم۔ بہرحال محمد بن اسحق رح نے عن محمد بن ابی محمد عن عکرمہ او سعید بن جبیر عن ابن عباس رض روایت کی کہ جب یہود کے علما اور نجران کے نصاری جمع ہوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور آپ نے انکو اسلام کی دعوت کی تو ابو رافع قرظی یہودی نے کہا کہ اے محمد کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اس طرح پوجیں جیسے عیسٰی کو نصاری پوجتے ہیں اہل نجران میں سے ایک شخص نے جس کو رئیس کہتے تھے کہا کہ ہاں اے محمد کیا آپ ہم سے یہ چاہتے ہیں اور اسی کی طرف ہمکو بلاتے ہیں یا ایسا ہی کچھ کہا۔ تو حضرت صلعم نے جواب دیا کہ معاذ اللہ خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ ہم سوائے اللہ تعالے کے کسی کو پوجیں یا ہم غیر اللہ کی عبادت کا حکم کریں مجھے اللہ تعالے نے اسواسطے نہیں بھیجا اور نہ اسکا حکم کیا یا ایسا ہی کچھ حضرت صلعم نے جواب دیا پس اللہ تعالے نے اسی معاملہ میں نازل فرمایا۔ قولہ ماکان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب تا قولہ تعالے اذ انتم مسلمون یعنے بعد ازانکہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ کذا ذکرہ ابن کثیر۔ اور معالم میں اسکو عطاؒ کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ مقاتل و ضحاک نے فرمایا کہ یہ آیت نصاری نجران کی رد میں نازل ہوئی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ عیسٰی نے ہمکو حکم دیا ہے کہ ہم اسکو رب بنا دیں۔ یہی قول مفسرین نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ قول ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر سلام کرتے ہیں جیسے ہمارا بعض بعض پر سلام کرتا ہے بھلا ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کریں آپ نے فرمایا کہ معاذ اللہ نہیں چاہیئے کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے فقط اللہ تعالے ہی کو سجدہ کرے ولیکن تم اپنے نبی کی تعظیم تکریم کرو اور حق دار کا حق پہچانو۔ ذکرہ محی السنۃ والبیضاوی وغیرہما۔ مَا كَانَ ینبغی یعنی کان بمعنے ینبغی ہے یعنے نہیں لائق ہے۔ لِبَشَرٍ۔ کسی بشر کو ف یعنے کسی کو نہیں پہونچتا اور کسی کو روا نہیں ہے کیونکہ بشر ہونا اس امر کے منافی ہے کہ وہ رب ہو پھر کیونکر بشر ہو کر کہہ سکتا ہے کہ تم مجھے رب بناؤ اور میری عبادت کرو اور بشر بھی کیسا کہ جاہل نہیں بلکہ فرمایا۔ أَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ۔ اللہ تعالے نے اسکو علم کتاب الٰہی دیا اور فقط علم ہی نہیں بلکہ فرمایا۔ وَالْحُكْمَ۔ ای الفہم للشریعۃ۔ یعنے شریعت کی سمجھ بھی اسکو دیدی اور یہ ایک نور حضرت حق عز وجل کی طرف سے ہوتا ہے جیسا کہ تفسیر اسکی سابق میں گذری ہے پھر علم و سمجھ ہی نہیں بلکہ خاص جبلت و عہد و پیمان سے سرفراز کیا ہوا چنانچہ فرمایا۔ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ۔ اور نبوت دی پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالے کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ ف کیونکہ اس بڑی منزلت سے نبی کو اپنا بندہ ہونا اور رب کا محتاج بندہ ہونا اور حضرت حق عز وجل کا پاک کامل پروردگار جامع جمیع صفات کمال ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے پھر وہ کیونکر کہے گا کہ اللہ تعالے کو جو مستحق عبادت معبود ہے چھوڑ کر میری بندگی کرو۔

وَلٰکِنْ یقول- ولیکن یہ بشر کہیگا کہ- کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ- تم ربانی ہوجاؤ یعنے علماے عاملین منسوب الی الرب بزیادۃ الالف والنون تفخیما- یعنے ربانیین جمع ربانی ہو اور معنے اسکے علمائے عاملین ہو اور یہ منسوب ہو رب کی طرف اور اس مین تفخیم یعنے بھاری بھر کم ہونے کے واسطے الف و نون بڑھا دیا گیا جیسے بھاری گردن والے کو رقبانی اور بھری ڈاڑھی والے کو لحیانی کہتے ہین ذکرہ البیضاوی وغیرہ اور یہ قول سیبویہ رح کا ہو اور حضرت ابن عباس رض و ابو رزین اور بہتیرے علماے ربانی سلف سے کونوا ربانیین کے یہ معنے مذکور ہین ای حکماء علماء حلماء ہوجاؤ- یعنے اس حکمت کو حاصل کرو جو اللہ عزوجل نے اپنے پیغمبرون کو عطا کی ہو اور اس سمجھ کے جاننے والے ہوجاؤ جو علم نبوت سے حاصل ہوتی ہے اور عقل کلی اور عقل سلیم حاصل کرو اور حسن بصری- اور بہتیرے تابعین نے فرمایا کہ فقہاء ہوجاؤ اور فقہ بھی ایسی ہی سمجھ کو کہتے ہین اگرچہ مرتبہ اول کی اعلیٰ تر ہو اور قول دوم ادنیٰ کو بھی شامل ہو اسی واسطے یہ قول بھی ابن عباس و سعید بن جبیر و قتادہ و عطاء و عطیہ و ربیع سے مروی ہو- اور ایسا شخص بڑا پرہیزگار و عابد ہوگا اسی واسطے اہل عبادت و اہل تقویٰ کے معنے بھی حسن رح سے مروی ہین اور بعض نے کہا کہ ربانی وہ شخص جو لوگون کو تربیت کرے اس طرح کہ پہلے چھوٹے علم سکھاوے پھر بڑے جیسے حضرت رب تبارک و تعالےٰ بندون کو آسانی کے ساتھ تعلیم فرماتا ہو اور روایت ہو کہ جب حضرت ابن عباس رض کا انتقال ہوا تو محمد ابن الحنفیہ فرزند حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آج اس امت کا ربانی انتقال کر گیا اور ابو عبیدہ رض نے کہا کہ میرا گمان ہو کہ یہ لفظ عبرانی یا سریانی ہو بہرحال یہ نصاری پر رد ہو کہ انھون نے حضرت عیسیٰ پر افترا باندھا ایسی بات کا جو وہ نہین کہہ سکتے اور نہ انھون نے کہی ہو اور جو کچھ انھون نے کہا اسکو چھپایا اور یہ ان اہل کتاب کا دستور ہو چنانچہ پہلے اللہ تعالےٰ پر افترا باندھنا مذکور ہوا اور یہان اللہ تعالےٰ کے رسولون پر افترا باندھنا مذکور ہو کہ انھون نے کہا ہمکو رب بناؤ حالانکہ انھون نے ایسی تعلیم نہین کی بلکہ برعکس کہا کہ کونوا ربانیین تم اللہ والے ہوجاؤ- بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ- بالتخفیف والتشدید تعلمون بتخفیف از علم قراءۃ ابن کثیر و ابو عمرو و نافع رح کی ہو بمعنے انکہ بسبب تمھارے جاننے کے کتاب کو اور تشدید کے ساتھ از تعلیم باقیون کی قراءۃ ہو بحذف مفعول ای تعلمون الناس الکتاب- یعنے بسبب تمھارے سکھلانے کے لوگون کو کتاب الٰہی- وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ- ای بسبب ذلک فان فائدتہ ان تعملوا- اور بسبب امر مذکور کے یعنے اپنے عالم یا معلم اور دارس ہونے کے ربانی ہوجاؤ کیونکہ فائدہ اسکا یہی کہ عمل کرو اور درس سے مراد کتاب کو پڑھنا اور اسکے الفاظ کو حفظ رکھنا ہو اسی وجہ سے مکی رح نے اول مین تشدید کی قراءۃ کو راجح کہا ہو کہ پڑھانا اور پڑھنا دونون آگیا اور اس مین دلیل ہو کہ جاننا علم حق کا اور سیکھنا سکھلانا جس سے اس پر عامل ہوتا ہو اور اسی پر کاربند ہوتا ہو اسی سے ربانی ہوتا ہو پس جو شخص اس قصد سے نہ حاصل کرے بلکہ نام آوری وغیرہ مقصود ہو اس نے اپنے کو برباد کیا اور وبال مین پڑا اور اسی سے حدیث مین پناہ مانگنا مذکور ہو اللھم ربی اعوذبک فاغفرلی ووفقنی- وَلَا يَأْمُرَكُمْ- بالرفع استیناف ای اللہ والنصب عطفا علے یقول ای البشر اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا- یعنے یامر برفع قراءۃ ابن کثیر اور ابو عمرو و نافع- رحمہم اللہ کی منجملہ قرارت مشہورہ کے ہو پس جملہ مستانفہ ہوگا اور فاعل اسکا حضرت حق عزوجل ہو یعنے اور نہین حکم دیتا ہو تمکو اللہ تعالےٰ یہ کہ ملائکہ و نبیون کو پروردگار بناؤ- اور ابن عامر- و کوفیون کی قراءۃ مین یامر بنصب ہو بنابر انکہ ثم یقول پر عطف ہو پس فاعل اسکا بھی وہی بشر ہو اور لا کا بڑھانا بغرض تاکید معنے نفی ہوگا اسکے معنے یہ کہ اور نہین روا ہو کسی بشر کو جسکو اللہ تعالےٰ صفات مذکورہ سے موصوف کرے وہی کرے پھر حکم دے وہ لوگون کو کہ میرے بندے ہو اللہ کو چھوڑ کر اور حکم دے یہ کہ ملائکہ و نبیون کو رب بناؤ- یا یون کہا جاوے کہ نہ یہ حکم کریگا کہ اپنے ہم جنسون کو پروردگار بناؤ جیسے صابئیہ نے ملائکہ کو رب بنایا اور یہود نے عزیر کو اور نصاری نے عیسیٰ کو اور صابئیہ مین اختلاف ہو

بعض نے کہا کہ ایک قوم ہی جو ملائکہ کی عبادت کرتے ہین اور بعض نے کہا کہ فرقہ از یہود یا نصاری ہی اور بعض نے کہا کہ فرقہ از مجوس ہی اور اسی بنا پر
باب زکوٰۃ مین اختلاف ہی اور یہ مسئلہ فقہ مین ہی- اَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ - لاینبغی لہ ہذا- کیا وہ تمکو مسلمان ہوجا
کے بعد کفر کرنے کا حکم کرے گا- یہ اسکو لائق ہی نہین ہی- یعنے استفہام باین معنے ہی کہ اسکو ایسا کرنا سزاوار نہین ہی اور بیضاوی نے کہا
کہ اس مین دلالت ہی کہ یہ خطاب مسلمانون کو ہی اور انھین نے حضرت صلعم سے اجازت چاہی تھی کہ آپکو سجدہ کیا کرین مترجم- کہتا ہی کہ حدیث مین ہی
کہ دروازۂ مسجد پر اونٹ نے آپکو سجدہ کیا آپ مسجد مین تھے یہ دیکھکر بعض صحابہ نے عرض کیا کہ جانور آپکو سجدہ کرتے ہین ہم زیادہ مستحق ہین کہ سجدہ
کرین آپ نے انکو منع کیا کہ اللہ عزوجل ہی کو سجدہ کرو اور میری تکریم کرو جیسا کہ اصل حدیث مین مصرح ہی واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان
مین لکھا کہ قولہ ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب الآیۃ جس شخص کو اللہ تعالے نے اپنی درگاہ کی نزدیکی اور مشاہدہ دینے کے ساتھ مخصوص فرمایا
اسکو یہ سزا نہین ہی کہ اسکا دل اس طرف جھکے کہ مخلوق کے نزدیک رئیس بنے اور چاہے کہ یہ لوگ میری حرمت کرین اور یہ نہین کہ حضرت حق عزوجل
کے جلال عظمت کے سامنے اپنی ہستی و کچھ قدر و قیمت خیال کرے اسواسطے کہ جو شخص درجۂ توحید کو پہونچ گیا وہ اپنے نفس کا کچھ بھی وزن نہین
سمجھتا کیونکہ اسکو عظمت و جلال حق کی تجلی ظاہر ہوجاتی ہی اس تجلی پر وہ اپنے آپکو ناپید و معدوم جانتا ہی بلکہ جانتا ہی نہین پھر وہ اس بات پر
ہمیشہ خجل و شرمندہ رہتا ہی کہ حق عزوجل کے وجود پاک کے سامنے اسکا بھی کچھ وجود ہو پس اللہ عزوجل سے حیا کرکے چاہتا ہی کہ فنا ہوجاوے
لیکن جبکہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالے کی نعمتین دیکھتا ہی کہ جمال کشف فرمایا اور قرب وصال عطا اور جلال عزت و کبریا و عظمت و قہر و لطف سے
سرفراز کیا تو مخلوق پر انکے حال پر افسوس کرکے مہربان ہوتا ہی اور انکو بھی اللہ عزوجل کی بندگی اور اسکی مرضیات طلب کرنے کی طرف بلاتا ہی اور
یہی ہین معنے قولہ تعالے ولکن کونوا ربانیین- یہ حکم ہی حضرت حق عزوجل کی طرف سے اپنے انبیاء و اولیاء کو یعنے تم لوگ میری صفت سے موصوف
ہوجاؤ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تخلقوا باخلاق الرحمن یعنے حضرت حق عزوجل کے اخلاق سے اپنے آپکو آراستہ کرو- اور یہ وصف ایسے
شخص کا ہی جسکو اللہ تعالے نے جمال ازلی و جلال ابدی کے پاک نور کا لباس پہنایا ہی اور یہ لباس اسکو پہلے اس سے پہنایا کہ وہ مٹی کا بشر موجود ہو پس
وہ صبح قدم ہی کے نور سے اسی وقت منور ہوگیا تھا کہ جب اشباح و اجسام عدم مین تھے پھر جب اللہ تعالے نے ارواح کو ان شکلون مین
بسایا اور اس اندھیرے مین داخل کیا تو انکو خطاب انبساط سے مخاطب کیا یعنے ایسے خطاب سے کہ جس سے انکا خوف ذرا کم ہو پس فرمایا کہ
تم لوگ پانی و مٹی کی طرف اپنی نسبتین مت لگاؤ بلکہ اللہ تعالے کی طرف نسبت لگاؤ یعنے اپنی خواہش نفسانی کے پابند مت ہو تاکہ اس سے
اپنے جسم کو جو پانی مٹی کا پتلا ہی قوی کرو اور حیوان کہلاؤ بلکہ ایسے کام کرو جس سے تمھارا منسوب ہونا حضرت حق عزوجل کی طرف درست ہو اور
یہ اس طرح کہ اللہ عزوجل کی محبت سے آراستہ ہو اور مکاشفہ و مشاہدہ حاصل کرو اور او تعالے کی صفات کاملہ سے متصف ہو اور حضرت عزوجل
کی درگاہ مین پہونچکر وہین سے تربیت حاصل کرو- پھر جاننا چاہیئے کہ وجود ان لوگون کا اللہ تعالے کے فعل خاص ذاتی قدمی سے ہی اور
یہ لوگ ویسے نہین ہین جنکا وجود بامر کن ہوا کیونکہ امر تو عوام کے واسطے ہی او فعل ان لوگون کے واسطے ہی جو خاص ہین اور ساتھ ہی یہ بھی
جان رکھنا چاہیئے کہ او تعالے شانہ شکل سے اور شبہہ سے اور خیال و اوہام و کسی کی سمجھ مین آنے اور خود سمجھ سے اور نیز جزو یا کسی کا جزو ہونے
یا کل یا کسی کا کل ہونے سے اور بعض ہونے سے اور ہر صورت و شکل و زمانہ و مکان سے ان سب باتون سے پاک برتر ہی قولہ تعالی بما کنتم تعلمون الکتاب بما کنتم
تدرسون- یعنے خاصکر کے تمکو علم لدنی اور علم کتاب و سنت اور علم شریعت عطا ہوا ہی اسکی وجہ سے تمپر لازم ہی کہ اس شکل انسانیت سے اور اوصاف
بشریت سے باہر ہوجاؤ- اور شیخ جعفر صادق نے قولہ کونوا ربانیین مین کہا کہ دل کے کانون سے سننے والے اور غیب کی آنکھون سے

دیکھنے والے ہوجاؤ اور بعض نے فرمایا کہ کونوا ربانیین ای اللہ والے عالم اور اللہ کے بندوں سے حلم کرنے والے ہوجاؤ۔ **مترجم** کہتا ہی کہ یہ قول
ابن عباسؓ وغیرہم کا ہی جیسا کہ مذکور ہوا اور **شیخ ابن عطا** نے کہا کہ تم لوگ اپنی اپنی تربیت کو معائنہ کرو تاکہ ان سب آنتون سے چھوٹ جاؤ
اور نیز فرمایا کہ اُن نیکون کو اس خطاب سے نکال لیا جا اور ون سے بندگی کا خطاب کیا ہی۔ اور **واسطی** رحمہ اللہ نے کہا کہ تم اپنی تربیت کی
اوقات اور تقدیر کو جو آدم علیہ السلام سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھی معائنہ کرو پس آدم کی طرف نسبت لگانا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
فخر کرنا اس ذات پاک کی طرف نسبت نہین ہی جسنے تمکو ازل مین مقدس کیا ہی۔ اور نیز کہا کہ قولہ کونوا ربانیین۔ ای تم لوگ مانند ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنہ کے ہوجاؤ کہ جب انپر وہ اُمور طاری ہوتے تھے جن سے آدمی گھبراتے ہین تو انکے دل پر کچھ اثر نہین کرتے چنانچہ اُنھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
بدر کے روز کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ اصرار والحاح آپ کچھ کم کر دیجیئے کہ اللہ تعالےٰ جو آپ سے وعدہ فرماتا ہی اسکو پورا کر دے گا۔ اور نیز **واسطی** رح نے
اس آیت مین کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو استسلام کا حکم دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کا حکم دیا چنانچہ فرمایا فاعلم پس استسلام تو یہ ہی کہ بندگی کا اظہار
کرے اور علم وہ ہی کہ اسکے وسیلہ سے ازلیت و ابدیت تک رسائی ہوتی ہی اسی واسطے انکو قولہ کونوا ربانیین سے خطاب کیا۔ اور **شیخ جنید** رح
نے کہا کہ حق تعالےٰ نے انکو خلق سے ایک بارگی صریح الگ کرکے نکالا اور حق عز وجل کی طرف انکو اشارہ سے جذب کیا پھر اگر تجھکو منظور ہو کہ تجھے
معلوم ہوجاوے کہ خلق کے مقامات و بواطن عالم حقیقت مین کیونکر ہین تو تجھکو لازم ہی کہ انکے اخلاق مین کیونکر متصرف ہین نظر ڈال پس تو ہر ایک
شخص کو اپنی خاص شخصی حالت پر الگ پاویگا پس جو بات اسکی سیرت سے موافق ہو گی اسی کا یقین کرے گا پھر دیکھنا چاہیئے کہ دل کا ربط کس
سے ہی پس سر باطنی کا حال کھل جائیگا کیونکہ اس ربط و ارتباط کا منشا وہی مصدر اول ہی پس اگر اسکا لٹکانا ہی اسکو خوش آتا ہی اور جو اس پر پیش آوے
اس سے ناخوش ہوجاتا ہی تو اسکی باطنی حقیقت کھل گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت مین جھگڑا کرتا ہی اور اسکی بندگی مین متمرد ہی اگرچہ اس کو خود
اس کا شعور نہو۔ اور بعضے عراقیون نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے انکو آدم سے باہر کیا تاکہ اس پانی مٹی پر فخر کرنا چھوڑین اور اللہ تعالےٰ کی بندگی
سے نسبت پیدا کرین۔ اور **شیخ شبلی** رح نے فرمایا کہ بندگی کرنے کا خطاب جو ان کو فرمایا ہی اس سے انکو خارج کیا پس جسنے استحقاق علم حاصل
کیا وہ علم ربانیت کا مستحق ہی اور ربانی وہ ہی جو سوائے رب تعالےٰ کے اور کسی سے علوم نہین لیتا اور نیز علم کے ظاہر ہونے مین اللہ تعالےٰ ہی کی
طرف رجوع فرماتا ہی۔ اور **واسطی** رح نے اس آیت مین کہا کہ قولہ کونوا ربانیین۔ اگر تو فرزند ازل و ابد ہو تو تیرے لیے اس سے بہتر و عمدہ ہے کہ
تو فرزند آب و گل ہو اور افعال و احصار و عدد کا بیٹا بنے۔ اور **شیخ سہل** رح نے فرمایا کہ ربانی وہ ہی جو عالم باللہ تعالیٰ اور عالم بامر اللہ تعالیٰ ہو اور اسکو
علوم لدنی مین سے وہ کچھ کشف کیا گیا ہو اور نیز فرمایا کہ ربانی وہ ہی جو اپنے پروردگار کے مقابلہ مین کسی حال کو اختیار نہین کرتا۔ اور **جریری** رح نے فرمایا کہ
کونوا ربانیین کے یہ معنے ہین کہ اللہ تعالےٰ سے سننے والے اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ بولنے والے ہوجاؤ **قال المترجم** یعنے سماعت اور سننا
تمھارا تمسے نہو بلکہ خدائے تعالےٰ سے ہو اور بولنا تمھارا بھی اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہو جب اسکا حکم ہو تو تمھاری طرف سے نطق صادر ہو۔ اور
فضل بن العباس الشکلی نے فرمایا کہ قولہ کونوا ربانیین ای مانند ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ہو کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات
پائی تو جسقدر اسرار باطنی تھے سب مضطرب ہوگئے اور آپکی وفات سے انکو اضطراب ہوچکا مگر سر ابی بکر رضی اللہ عنہ اس مین مستقل رہا چنانچہ
ابو بکرؓ نے کہا کہ من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔ یعنے جو شخص تم مین سے محمدؐ کو پوجتا تھا تو
وہ البتہ مضطرب ہو کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کیا اور جو شخص کہ اللہ عز وجل کو پوجتا تھا تو اللہ تعالےٰ زندہ ہی وہ کبھی نہین
مریگا۔ حاصل یہ کہ آخر یہ اضطراب کیون ہی کیونکہ آنحضرت صلعم نے اللہ عز وجل کی طرف راہ دیدی پس اللہ تعالےٰ زندہ ہی وہ کبھی نہین مریگا

اور محمد صلعم کو کوئی نہین پوچھتا تھا کہ اس لیے یہ اضطراب ہوا- قاسم رحمہ نے فرمایا کہ کونوا ربانیین- یعنے آراستہ باخلاق حق ہو اور حلم والے عالم ہو جاؤ
اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہے جو اپنے نفس کو اللہ تعالے کی یاد مین بھولا اور اپنی اوقات کو اسکے اوقات مین بھولا اور اپنی عمر و رزق کو اسکی صفات مین
بھولا پھر اسکی صفات سے اس شخص کو اسکی ذات پاک کی طرف جذب کیا اور اسکی ذات نے اسکو مالک صفات کیا بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہے
جس سے اسکے نفس کا سایہ اُٹھ گیا اور وہ سایہ وجود کے تحت مین زندہ رہا اور بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہے جو اپنے وجود سے گم ہوا اور اپنے شہود سے
محو ہوا اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہے جس مین قدم کی تقادیر مؤثر نہون- اور حاصل اسکا یہ ہے کہ تقدیر مین جو کچھ جس کے واسطے لکھا گیا ہے اس کے واقع
ہونے سے اس مین کچھ تغیر نہو بلکہ انکو خوبی کے ساتھ برداشت کرے اگرچہ اس سے کتنے ہی مخالف ہون- اور بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہے کہ کوئی محنت
اسکو نفرت نہ دلاوے اور کوئی نعمت اسکو جنبش دیکر اپنی طرف نہ لاوے پس وہ تقادیر قضا و قدر کے ساتھ اگرچہ مختلف ہون ایک حال پر رہتا ہے
اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہے جو کسی امر کے اسپر وارد ہونے سے اثر پذیر نہو پھر اگر کوئی شخص اپنے یا کسی کے قلب کی رقت نے یا کسی
امر کے ہجوم کی اشتمالت نے یا کسی امر نے جس مین اسکو خطرات پیدا ہوے ہین اسکے دل کو اپنی طرف پھیرا تو وہ ربانی نہین ہے- اور بعض نے
فرمایا کہ ربانی وہ ہے جو حوادث یعنے واقعات مین سے کسی واقعہ کے ہونے پر زبان سے اور دل سے کچھ پروا نہ کرے اگرچہ وہ شرع مین سے کسی چیز کے
کرنے مین تقصیر نہ کرے- اور بعض نے کہا کہ قولہ بما کنتم تدرسون- یعنے جو کچھ تمنے درس پایا ہے یہ کہ میرے احسان تمپر پے درپے ہوے اور میری نعمت تمپر
برابر بڑھی- اور بعض نے کہا کہ قولہ بما کنتم تعلمون الکتاب بما کنتم تدرسون- یعنے میری آیات و نعمتین اور جو کچھ مین نے تمھارے امور کی تولیت و
پرداخت فرمائی ہے- قولہ تعالے ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبیین اربابا- وہ تمپر احسان نہین رکھتے کہ تم کو انھون نے تعلیم دیا ہے خواہ ان کی
پاکیزگی بیان کر دیا بھٹکتے پھرو- وے لوگ اپنے دلون سے کبھی اپنے درجون کی طرف اور اپنی تمکین کی طرف التفات نہین کرتے ہین اور
جانتے ہین کہ وے لوگ بھی دیوان اُلوہیت مین اور ربوبیت مین ایسے ہی ہین جیسے ہر شے مین ہر شے ہوتی ہے اور وے لوگ اللہ عزوجل کی
عظمت کے مقابلہ مین تمام مخلوق کو مع اسکے جو کچھ اس مین ہے اور جو لوگ اس مین ہین مثل ایک ذرہ کے بمقابلہ آسمان و زمین کے خیال کرتے ہین
اور اپنے ذاتی اُمور کے واسطے اللہ تعالے کے حکم کے درمیان کچھ تعرض نہین کرتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ حق عزوجل کا حکم تمام اُمور پر غالب ہے
اور وے لوگ بھی اور مخلوق کے مانند اللہ تعالے کے حکم کے مامور ہین- قولہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون- یہ لوگ بزرگ جو خلق کی طرف آتے ہین
تو اسی واسطے آتے ہین کہ اپنے اسرار باطنی کو تمام مخلوق و حوادث سے اللہ تعالے کی خالص عبودیت مین پاک و مہذب کرین اور ان مخلوق
کو اسرار حقیقت اور انوار شریعت اور اللہ تعالے کی وحدانیت اور اسکی صفات کی پاکیزگی اور اسکے بقا و جمال و جلال کی عزت کی خبر دیتے
ہین اور تمکو حکم دیتے ہین کہ حبل اللہ المتین- کو مضبوط پکڑین اور یقین کے ساتھ خالص ایمان رکھین- اور شیخ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ وہ
لوگ بسبب اسکے کہ اللہ تعالے کے منظور نظر ہین اسکے خطاب کا موقع قرار دیے گئے ہین مگر ان کے ہاتھ مین نفع و ضرر مین سے کچھ نہین ہے پھر بھلا
جو لوگ انکے سواے ہین انکی کیا کیفیت رہی کہ انکے ہاتھون مین کچھ بھی اختیار نفع و ضرر نہو گا قال المترجم یہ قول جو شیخ ابن عطاء سے شیخ نے
نقل فرمایا- تو بلا خلاف سب سلف کا قول ہے اور علماء و فقہاء مجتہدین اس مین کوئی مختلف نہین ہے ولیکن مین دیکھتا ہون کہ اس زمانہ کے وہ لوگ
جو دین [illegible] اور اسرار باطن سے بالکل بے خبر ہین اس بات مین تامل کرتے ہین اور یہ خود اپنے ایمان مین نقصان ڈالتے ہین اور ان بزرگون کی
شان مین کمی کرتے ہین جیسا کہ اس مقام کے سرخفی سے جو سابق مین مذکور ہوا ہے مرد فطین پر خود ظاہر ہو گا واللہ الموفق- اور واسطی رحمہ نے
اس آیت مین فرمایا کہ تم لوگ اپنے اسرار باطنی سے انکی تعظیم کو اپنے دلون مین مت لاؤ اور نہ یہ کہ ان کے معانی مین کفر لاؤ اور جان لو کہ یہ ایسی

ربوبیت ہی جسنے عبودیت کو پیدا کیا ہی **مترجم** کہتا ہی کہ شاید مراد یہ ہی کہ ان بزرگون کی تعظیم اگر تم اپنی خاطر مین لاؤگے اور اسکا تصور باندھوگے تو وہ قریب اس تعظیم کے ہوگا جو اللہ تعالےٰ عزوجل کی عظمت کو دل مین لاتے ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ کی اصلی عظمت تو کچھ بھی نہین سماتی ہی یہ عظمت جو تصور ہوتی ہی یہ بھی صرف وخالص نہین ہوسکتی کیونکہ مادہ کثیف انسانی موجود ہی پس عظمت تصوری بھی نقصان کے ساتھ ہوتی ہی اور بعد حضرت عزوجل کے ان انبیاء علیہم السّلام کی تعظیم خیال مین خطور کرتی ہی اور یہ چونکہ اپنی اصل مین بھی ناقص ہی اور اس سر باطنی منسوب سے اسکا تصور آسکتا ہی جیسا چاہیئے تو وہ قریب قریب عظمت الٰہی عزوجل کے گمان مین ہوجاتا ہی اور یہ منع ہی اگرچہ بعد از خدا بزرگ توئی - یہ قول درست ہی - پھر یہ وہم ہوتا تھا - کہ جب انکی تعظیم نہ آئی تو کیا کفر آوے - نعوذ باللہ منہ اسکو دفع کردیا کہ کفر تو ان کے معانی کا انکار ہی پس ہرگز انکار نہ کرے اور پورا اقرار کرے ہان صرف ملاحظہ عظمت وتصور مین کلام ہی فافہم شیخ نے کہا کہ **ابن عطاء** رحؒ نے فرمایا کہ خبردار تو ہرگز کسی مخلوق کو ملاحظہ مت کر در حالیکہ تجھکو حق عزوجل کی طرف ملاحظہ کی راہ ملتی ہی فرمایا اللہ تعالیٰ نے - ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ الآیۃ - اور **واسطی** رحؒ نے اس آیت مین کہا کہ انکو اللہ تعالےٰ نے اپنے مخاطبات کا محل اور اپنے معاملات کا مقام قرار دیا پھر قولہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون - یعنے کیا تم کو حکم کریگا کہ حق عزوجل سے پردہ ودوری مین پڑجاؤ بعد ازانکہ تم نے حق عزوجل کا معائنہ پالیا ہی یا یہ حکم کرے گا کہ غیر بے ملک حق عزوجل سے دور ہوجاؤ - اور بعض نے کہا کہ بھلا تمکو حکم کریگا ایسے شخص کی طرف توسل چاہنے کا کہ اس کا خود ہی کوئی وسیلہ سوا حق عزوجل کے نہین ہی - اور بعض نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ بھلا تم کو حکم دے گا کہ شکلون کا مطالعہ کرو اور حادث چیز کو خود اسی کے شکل کیطرف نسبت لگاؤ پیدا کرنے کا حکم دے گا بعد ازانکہ انکے اسرار مین توحید کے انوار چمک چکے ہین اور دلون مین تفرید کے آفتاب چمکے ہین -

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ

اور جب لیا اللہ نے قرار نبیون کا　کہ جو کچھ مین نے تم کو دیا　کتاب　اور علم　پھر آوے تم پاس کوئی رسول

مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ

کہ سچ بتاوے　تمھارے پاس والے کو　تو اسپر ایمان لاؤگے اور اسکی مدد کروگے　فرمایا کہ تم نے اقرار کیا　اور اس شرط پر لیا میرا

اِصْرِیْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ○ فَمَنْ

ذمہ　بولے　ہم نے اقرار کیا فرمایا　تو اب شاہد رہو　اور مین بھی تمھارے　ساتھ شاہد ہون　پھر

تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

جو کوئی پھر جاوے اسکے بعد تو وہی لوگ بے حکم چلنے والے ہین

و - اذکروا اذ حین - یعنے یہ عطف قصہ کا قصہ پر ہی اور اذ ظرف جو آگے کے جملہ کی طرف مضاف ہی اسکو نصب بفعل محذوف اذکر ہی ای یادکر یعنے بیان کردے بایں طور کہ یاددہانی ونصیحت ہو اور اذ بمعنے حین ہی اور ظاہر اوجہ یہ ہی کہ یہ عہد لینا ازل مین ہوا جبکہ تحقیقی زمانہ کا وجود نہ تھا اور حین بھی اگرچہ زمانہ کے واسطے ہی مگر معنے اسکے جس دم کے آتے ہین پس تحقیقی زمانہ ہونا لازم نہین اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ واللہ لا اشرب حینًا تو فقہ مین چھ مہینہ کی مدت بھی لی گئی ولیکن ادنی تامل سے یہ عقدہ حل ہوجائیگا اور یہان بمانند قولہ ہل اتی علی الانسان حین من الدہر - یعنے انسان پر ایک وقت دہر گزرا کہ وہ کچھ بھی نہ تھا (ھ) سمجھنا چاہیئے اور یہ بنا بر آنکہ عہد مذکور ازل مین لیا گیا جیسا کہ **محی السنہ** نے کہا ہی کہ یہ عہد اسدم (؟) لیا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کی پشت سے انکی ذریات کو نکالا ہی اور **امام رازی** نے کبیر مین کہا کہ یہ میثاق

وہ ہی جو انکی عقلون مین متقرر ہوا اُن دلائل سے جو دال ہین کہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری واجب ہی اور قول اول صحیح ہی - اَخَذَ اللّٰهُ
مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ - عہد ہم - میثاق بمعنے عہد ہی - لَمَآ - بفتح اللام للابتدا و توکید بمعنے القسم الذی فی اخذ المیثاق وکسرہا متعلقۃ باخذ و
ما موصولۃ علی الوجہین ای للذی - اٰتَيْتُكُمْ - ایاہ وفی قراءۃ آتیناکم - یعنے لما مین دو قراءۃ ہین ایک قراءۃ بفتح لام اور یہی اکثر کی قراءۃ ہی
بنا بر ینکہ لام ابتدا ہی جسکو لام توطیہ قسم بھی کہتے ہین پس اس سے تاکید اس معنے قسم کی ہی جو میثاق لینے سے مفہوم ہین اس واسطے کہ عہد
لینا قسم ہی اور دوسری قراءۃ بعض کی بکسر لام ہی پس متعلق اخذ ہی اور ہر دو صورت پر ما صولہ ہی ای البتہ وہ چیز یا بسبب اس چیز کے جو مین نے
تمکو دی اور مفسر رح نے ایاہ بڑھا کر اشارہ کیا کہ صلہ مین ضمیر منصوب جو راجع بجانب موصول ہی بسبب فضلہ ہونے کے روا ہی کہ محذوف ہو اور نافع کی
قراءۃ مین اتیناکم بصیغۂ جمع بروجہ تعظیم ہی ای آتیناکموہ جسکو ہم نے تمکو دیا اور قولہ - مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ - بیان اس موصول کا
یا ضمیر صلہ کا ہی اور کتاب شامل ہی ہر مکتوب کو جو اللہ تعالےٰ نے انپر نازل فرمایا خواہ کتاب ہو یا صحیفہ ہو اور حکمت اس کتاب کی فقہ یا نور خاص ہی
جیساکہ اوپر گذرا (المعنی) اور نصیحت کردے جسدم کہ اللہ تعالےٰ نے نبیون کا عہد لیا قسمیہ بذریعہ اس چیز کے جو مین نے (یا ہمنے) تم کو کتاب و حکمت
سے دی ہی - ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ - من الکتاب والحکمۃ وہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر آوے تمہارے پاس
ایسا رسول جو تصدیق کرنے والا ہی اس چیز کی جو تمھارے پاس ہی یعنے کتاب و حکمت کی اور وہ رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین
چنانچہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و ابن عباس رض سے روایت ہی کہ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کو انبیا مین سے نہین بھیجا مگر انکہ اس سے عہد
لیا کہ جب مین محمد صلعم کو مبعوث فرماؤن اور تو اس وقت زندہ ہو تو - لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ - البتہ محمد صلعم پر ایمان لائیو اور ضرور
اس کی مدد کیجیو اور ہر نبی کو یہ بھی حکم دیا کہ اپنی اُمت سے یہ عہد لیوے کہ جب محمد صلعم مبعوث ہون اور تم لوگ اس وقت زندہ ہو تو ضرور
اُن پر ایمان لاؤ اور ان کی مددگاری کرو - اسی واسطے مفسر رح نے کہا جواب القسم - ان ادرکتموہ وامہم تبع لہم فی ذلک - یعنے قولہ تعالےٰ لتؤمنن بہ الخ
جواب قسم ہی یعنے پیغمبرون کو کتاب دیکر قسم لی کہ جب پیغمبر آوے تو ضرور اسپر ایمان لائیو و اسکی نصرت کیجیو بشرطیکہ تم اسکا زمانہ پاؤ) رہا یہ کہ انکی اُمت کو
یہ حکم کیونکر ہی تو جواب دیدیا کہ ان کی اُمت اس حکم مین بدرجۂ اولی ان کی تابع ہی کیونکہ جس نبی کو یہ حکم ہی کہ محمد صلعم پر بشرط زندہ ہونے کے ایمان
لاوے تو اس کی امت تو ضرور ہی اس حکم کی مامور ہی - اور تفسیر رسول کی صفت جو مصدق لما معکم - فرمائی ہی یہ ایضاح حال واقعی ہی کہ یہ رسول
ایسا ہوگا کہ اگلے رسول کی رسالت و کتاب و حکمت کی تصدیق فرماوے گا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ میثاق خاص کر محمد صلعم کے واسطے ہوا تھا جیساکہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس رض کی تفسیر سے ظاہر ہی اور یہی قتادہ رح و سدی رح کا قول ہی اور شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین کہا کہ طاؤس و
حسن بصری و قتادہ رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے انبیا علیہم السلام سے عہد لیا کہ ایکدوسرے کی تصدیق کرین پھر شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسکے
منافی نہین ہی جو ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہی بلکہ اسکو مستلزم و مقتضی ہی اسی واسطے طاؤس رح سے مانند تفسیر حضرت علی و
ابن عباس رض کے بھی مروی ہی رواہ عبد الرزاق مترجم کہتا ہی کہ توضیح یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے ہر پیغمبر و اسکی امت کو اپنے مابعد کے آنے والے پیغمبر پر
ایمان لانے کا حکم دیا اور سب سے مابعد خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین تو آپ کے لیے جمیع انبیا علیہم السلام سے عہد لیا گیا تھا - اور حاصل
یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے عہد لیا کہ پہلے نبی دوسرے نبی کے لائے ہوے پر ایمان لاوے جو کہ پہلے کی تصدیق کرنے والا ہوگا بشرطیکہ پہلا اس کا زمانہ
پاوے پس ایمان لاوے و مدد کرے اور اگر نہ پاوے تو اپنی اُمت کو حکم کر جاوے کہ اگر وہ پاوین تو اسکی مدد کرین اور اسپر ایمان لاوین اور اس سب کی
علت غائی یہ ہی کہ اسی سلسلہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور مددگاری تمام جہان پر لازم آجاوے کیونکہ ہر امت مین رسول گذر چکا پس

مقصود اس عہد کے خاص نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ابن کثیر نے کہا کہ پس مراد رسول سے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں۔ صلوات اللہ علیہم اور وہی امام اعظم ہیں کہ اگر وہ کسی زمانہ میں پائے جاتے تو انھیں کی فرمانبرداری واجب ہوتی اور وہی کل انبیاء علیہم السلام پر مقدم ہوتے حتی کہ اگر سب سے پہلے آپ کا ظہور ہوتا تو اسکے بعد کوئی پیغمبر نہو سکتا اور آپ کی خبر بھی سب امتوں پر پہونچی۔ اسی واسطے شب معراج میں جب بیت المقدس میں سب انبیا کے ساتھ مجتمع ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب کے امام ہوئے اور بعض احادیث میں صحیح ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو انکو کوئی گنجائش نہوتی سوائے اسکے کہ میری پیروی کریں اور حدیث جابرؓ میں مرفوعاً ہے کہ واللہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کچھ حلال نہوتا مگر یہی کہ میری پیروی کرے۔ (رواہ ابو یعلی بسند جید) اگر کہا جاوے کہ ایک نبی کی مددگاری دوسرے کو کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ اسکی شریعت پر چلنے کی دوسروں کو ہدایت کرے جیسے یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ تھے یا اسکے ساتھ ہو کر کافروں سے جہاد بھی کرے جیسے موسیٰؑ کے ساتھ ہارون تھے۔ جاننا چاہیے کہ کسائی نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ شاید یہ معنے ہوں کہ واذ اخذ اللہ میثاق الذین مع النبیین یعنے ان لوگوں سے اقرار لیا جو انبیا علیہم السلام کے ساتھ تھے اور اسی کے مؤید ہے قراءۃ ابن مسعودؓ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب۔ مگر پوشیدہ نہیں کہ متواتر قراءۃ و مشہور تفسیر کے مقابلہ میں یہ نہیں ہو سکتی پس صحیح وہی اول ہے اور دیگر احتمالات بے وجہ ہیں۔ قَالَ۔ تعالیٰ لہم اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام سے کہا کہ ءَاَقْرَرْتُمْ۔ بذلک۔ کیا تمنے اسکا اقرار کیا۔ اور یہ استفہام تقریری ہے یعنے ان سے صاف اقرار کرانے کو ہے اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے وَاَخَذْتُمْ۔ قبلتم۔ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ۔ عہدی اور تم نے قبول کر لیا اس بات پر میرا عہد یعنے کہو کہ ہاں بسر و چشم قبول ہے ف اخذ سے یہاں قبول مراد ہے کیونکہ ابتدا میں انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد نہیں لیا اور نہ وہ لے سکتے تھے پس التباس نہیں اور مراد یہی متعین ہے کہ تم نے قبول کیا اور اشعار ہے کہ قبول نہایت گرفت سے ہے اور گویا اشارہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و تصدیق کی تمنا تھی۔ اور اصر لغت میں بھاری بوجھ ہے اس سے عہد کا نام رکھا گیا کیونکہ اسکے تحمل میں بھی ایک پورا بار ہوتا ہے یا شد و بند عہد تعالی اکبر پس مراد اس سے عہد ہے یہی ابن عباس و مجاہد و ربیع و قتادہ و سدی نے کہا ہے ذکرہ ابن کثیر رح الحاصل انبیا علیہم السلام نے بسر و چشم قبول کیا اور تعالیٰ سے قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا۔ بولے کہ ہم نے اقرار کیا۔ قَالَ فَاشْهَدُوْا۔ علی انفسکم و اتباعکم بذلک پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (جب تم نے اقرار کیا) تو شاہد رہو اپنے اوپر اور اپنے پیروی کرنے والوں پر اس عہد کے۔ وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ علیکم و علیہم اور میں بھی تم پر اور تمہارے تابعین پر شاہد ہوں۔ فَمَنْ تَوَلّٰى۔ اعرض۔ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ المیثاق پھر جس نے منھ موڑا بعد اس عہد اقراری کے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ تو ایسے ہی منھ موڑنے والے وہی فاسق ہیں یعنے متمرد اور طاعت سے باہر ہونے والے اور کفر میں ڈوبنے والے ہیں یہاں سے ظاہر ہوا کہ نبوت و رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نبی نے انکار نہیں کیا بلکہ سب نے تصدیق کی ہے کیونکہ حاشا کہ وہ عہد توڑیں پھر فاسق وہ لوگ البتہ ہوئے جو آنحضرت صلعم کے وقت میں آپ پر ایمان نہ لائے اور ان پر کفر کا عذاب بھی نہایت سخت ہوگا جیسے ایمان لانے میں ان کو دونا ثواب تھا جیسا کہ حدیث صحیح میں ثابت ہوا ہے ف شیخ نے عرائس البیان میں ذکر کیا کہ قول تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے علم مجہول کے خصائص خطاب کا جو حقائق اسرار ربوبیت کی خبر دیتا ہے نبیوں و صدیقوں کے ساتھ بواسطہ الہام فرشتہ کے اور بغیر واسطہ مذکور کے عہد لیا اور وہ لنطق مخلوقات سے منفرد ہے بلکہ حق عزوجل بفعل خاص اسکو نازل فرماتا ہے اور اس کے انوار کو ان لوگوں کی ارواح کی آنکھوں میں ظاہر

فرماتا ہے تاکہ اسکی تصدیق کریں اور جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقین و معاملہ سے اسکی مدد کرتے ہیں اور یہ منجملہ قرآن مجید کے رموز سے ہے اور ہر کتاب آئی ہیں ایسی۔ مترجم کہتا ہے اور یہ اشارہ جو ظاہر کتاب سے نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے چاہا کہ اگلے پچھلے تمام انبیا و اولیا و برگزیدہ لوگوں کو اپنے حبیب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ مقامات دکھلاوے اور ان لوگوں کے درمیان سے ان سب سے آپ کی تخصیص ظاہر فرماوے تاکہ سب کے سب آپ پر ایمان لاویں اور اسکو پہچانیں کیونکہ جس نے حبیب اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس نے حق کو پہچان لیا اور جو آپ پر ایمان لایا وہ دائرۂ محبت و حقیقی قربت میں پہونچ گیا فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جسنے مجھکو پہچانا اسنے حق عزوجل کو پہچانا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت ان الفاظ سے اہل حدیث کے نزدیک پہچانی نہیں گئی اور صحیح حدیث میں ہے کہ من رانی فقد رای الحق جسنے مجھکو دیکھا اسنے سچ دیکھا اور اہل تصوف اسکے معنے یوں کہتے ہیں کہ جسنے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا اور دلیل اس کی وہ بیان کی جو شیخ نے کہی ہے کہ اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لباس ربوبیت تھا اور آپ کے چہرۂ پاک سے جمال مشاہدہ حق کا نور کمال ظاہر ہوتا تھا۔ اور انبیا علیہم السلام سے اپنے حبیب کے واسطے عہد لینے میں اشارہ یہ ہے کہ وہ لوگ آنحضرت صلعم پر غیرت نہ کریں اس واسطے کہ عاشقوں کا دستور ہے کہ ایک دوسرے پر غیرت کھاتے ہیں اور غیرت کھانا عشق کے لوازم میں سے ہے اور یہ حق سبحانہ کی صفت ہیں تو ذرا لحاظ کر شان موسیٰ علیہ السلام اور انکی غیرت حضرت سید الانبیا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ شب معراج میں رونے لگے کہ یہ جوان میرے بعد مبعوث ہوا جو جہان کا سردار ہے اور اس میثاق سے مقصود یہ ہے کہ اسرار باطنی انبیا علیہم السلام کے صفات بشری سے محفوظ رہیں۔ قولہ تعالیٰ فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین۔ اللہ تعالیٰ انکو ڈراتا ہے کہ وہ ان کے حال پر خوب مطلع ہے تاکہ اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اسکی نصرت و مدد میں ثابت ہوں اور یہ تمام انبیا علیہم السلام کے درمیان سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدرجہ انتہا تشریف ہے پھر بیان فرمایا کہ جس کا سر باطنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے پھر گیا اور جسکا قلب آپکے نور سنت سے اندھا رہا اور جس کا ظاہر حال آپ کے طریقہ و شریعت سے آپ کے معجزات و بزرگیاں ظاہر ہونے کے بعد پھر رہا وہ نبوت و رسالت کے درجہ سے گر جاوے گا اسی واسطے کڑی تہدید فرمائی اور ڈرایا۔ کہ فمن تولی بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون۔ فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلعم کا عہد ان انبیا علیہم السلام سے لیا جو زمانہ سابق میں گذر چکے ہیں چنانچہ فرمایا۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ۔ پس اس سے بڑھکر کون بزرگی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا عہد ان لوگوں سے لیا جو اس سے پہلے تھے پھر ان پہلے والوں کو حکم دیا کہ اسکے واسطے اس عہد کے شاہد ہوں اور ضامن ہو اور اللہ تعالیٰ بھی انکے ساتھ شاہد ہے اگر وہ عہد کے پورے ہیں تو ان کی بھلائی پر شاہد ہے اور اگر حاشا کہ وہ عہد میں پورے نہوں لیکن بالفرض اس صورت میں انکی بھلائی پر شاہد ہے اور ایسا اسواسطے کیا تاکہ اگلوں پچھلوں میں سے کسی کو جو آپ سے پہلے ہوئے لاعلمی نہ رہے بلکہ اس پر حجت ہوجاوے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا اور اسپر ایمان لانے کا حکم دیا ہے کہ اسپر خود مع اتباع کے ایمان لاویں یا یوں طور کہ اتباع کو حکم کردیں تاکہ بعد اسکے کسی کو حضرت صلعم کی مخالفت میں حجت نہ رہے

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ

اب کچھ اور ڈھونڈتے ہیں سوائے دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو کوئی آسمان و زمین میں ہے خوشی سے یا زور سے اور اسی کی طرف

يُرْجَعُونَ ۝ قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ

پھر جاوینگے تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اُترا ہم پر اور جو کچھ اُترا ابراھیم اور اسمٰعیل و اسحٰق پر

لہ اللہ تعالیٰ کا حبیب ہونا حضرت صلعم کا حدیث مرفوع وغیرہ سے ثابت ہے ۱۲

وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور یعقوب پر اور اسکی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیون کو اپنے رب کی طرف سے ہم الگ نہین کرتے ہین

أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ○

کسی کو اور ہم اسی کے حکم پر ہین

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ یہ عطف ہی جملہ سابق یعنے فمن تولّٰی پر اور ہمزہ بیچ مین انکار یہ ہی یا اسکا عطف محذوف پر ہی ای ایتولون فغیر دین اللہ یبغون۔ اور اصل یہ کہ ایبغون غیر دین اللہ پس مفعول کو اسواسطے مقدم کیا کہ مقصود اسی کا انکار ہی۔ يَبْغُونَ۔ بالیاء اے المتولون والناس۔ یعنے ابوعمرو وعاصم ویعقوب کی قراءۃ مین یبغون بیاے تحتانیہ بصیغہ غائب ہی اور فاعل اسکا متولون۔ یعنے منھ موڑنے والے ہین اور باقیون کی قراءۃ مین بتاء خطاب ہی پس قل اسم مقدر ہی ای کہدے ان لوگون سے **مترجم** کہتا ہی کہ معالم وغیرہ مین مذکور ہی کہ اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا مقدمہ پیش کیا اور اختلاف انکا دین ابراہیم مین تھا اور ہر فریق دعوی کرتا تھا کہ ہم اوسکے دین ابراہیم پر ہین پس رسول صلعم نے فرمایا کہ ہر دو فریق دین ابراہیم سے بری ہو پس وے کہ ہم آپ کے فیصلہ پر راضی نہین ہوتے اور آپکا دین نہین لیتے ہین پس یہ آیت نازل ہوئی یہ روایت اگر ثابت ہو تو قراءۃ خطاب کی ترجیح ہو جاتی ہی۔ وَلَهُ أَسْلَمَ انقاد۔ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا۔ بلا اباء۔ یعنے طوع کے معنے طاعت وخوشدلی سے بدون انکار کے۔ وَكَرْهًا بالسیف ومعائنۃ مایلجی الیہ۔ یعنے کرہ یون کہ تلوار سے تابع ہوے اور ایسی چیز دیکھکر تابع ہوے کہ جو خواہ مخواہ انقیاد کی طرف ناچار کرے جیسے بنی اسرائیل پر توریت کے لینے سے انکار کے وقت پہاڑ اٹھایا گیا۔ اور طوع اس انقیاد کو کہتے ہین جو سہولت سے ہو پس کہا گیا کہ طوعا اس طرح کہ دلائل وحدانیت پر نظر کر کے اور حجت کی پیروی کر کے خوشی خاطر تابع ہوے اور کرہا۔ اس طرح کہ تلوار کے زور سے یا اور ایسی چیز معائنہ کرنے سے جس سے ناچار اسلام کی طرف آنا پڑے جیسے ان کے اوپر پہاڑ بلند کیا جاتا اور فرعون وقبطیون کا ڈوبنے لگنا اور موت کا وقت جان کندنی کا ہونا الحمعنی ا کیا بھلا دین الٰہی کے سوا کوئی دین چاہتے ہین حالانکہ اسی کے لیے انقیاد کیا ہر شخص نے جو آسمانون و زمین مین ہو خواہ طوعًا یا کرہًا **مترجم** کہتا ہی کہ اسمین تاویل کی وجہ یہ ہی کہ زمین والون مین سے بہتیرے کافر ہین اسلام نہین لائے پس اسلام سے مراد انقیاد ہی یعنے حکم تقدیر کے تابع و مقہور ہین و اسی معنے پر ہی قولہ وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعًا وکرہًا الآیہ۔ اور قولہ وللہ یسجد ما فی السموات وما فی الارض الآیۃ پس مومن تو اپنے دل سے مسلمان ہی جیسے ظاہر مین مطیع ہی اور کافر اگرچہ مسلم اس معنے کر نہین لیکن مسلم بمعنے مستسلم ہی کہ وہ چاہے یا نہ چاہے ضرور اس تسخیر و قہر والے پروردگار کے تابع ہین جبکہ روک ٹوک کچھ ہو نہین سکتا اور یہی معنے ہین جو کلام **بیضاوی** سے ظاہر ہین کہ طوع بمعنے اختیار ہی پس یہ اسلام تو ملائکہ و مومنین کی طرف سے ہی اور کرہ بمعنے تسخیر ہی مانند کافرون کے کہ وہ اس امر کی قدرت نہین رکھتے کہ جو انپر حکم جاری کیا گیا اس سے اپنے آپکو باز رکھین پھر نصب طوعًا وکرہًا بنابر حالیت کے ہی ای طائعین و مختارین اور کارہین و مسخرین۔ اور مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ طوعًا و کرہًا۔ فرمایا کہ اسوقت جب کہ لوگون سے میثاق لیا گیا رواہ وکیع۔ اور عطاء بن ابی رباح نے مرسلا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعًا و کرہًا۔ مین روایت کیا کہ سموات مین تو ملائکہ اسلام لانے والے ہین اور زمین مین وہ لوگ ہین جو اسلام پر پیدا ہوے اور کرہًا۔ وہ ہین جو دیگر اقوام سے طوقون و زنجیرون مین قید کر کے جنت کی طرف کھینچے جاتے ہین حالانکہ وہ کراہیت کرتے ہین۔ رواہ الطبرانی اور **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ اس حدیث مین غرابت ہی اور بعض نے جو اسکو ضعیف کہا تو یہ وہم ہی اسواسطے کہ ارسال سے ضعف ہمارے نزدیک مسلم نہین ہی اور اس حدیث کا شاہد دوسری وجہ سے

بھی مروی ہی اور صحیح کی حدیث مین ہی کہ تیرے پروردگار نے ایسی قوم سے عجب کیا کہ جو طوق و زنجیرون مین باندھکر جنت کی طرف کھینچے جاتے ہین۔ قال المترجم ؒ اسکے یہ ہین کہ جہاد مین بعض قوم کافر قید کرکے ملک اسلام مین لائے جاتے ہین اور یہان آکر مسلمان ہوجاتے ہین اور ان کا اسلام اچھا ہوتا ہی کہ جنت مین داخل ہوتے ہین۔ اور حضرت انس ؓ سے اس آیت مین مرفوعًا روایت ہی کہ ملائکہ نے آسمان مین اللہ تعالی کی اطاعت کی اور انصار و گروہ عبدالقیس نے زمین مین اسکی اطاعت کی رواہ الدیلمی۔ اور قتادہ سے روایت ہی کہ مؤمن نے تو بطوع رغبت اسلام اختیار کیا پس اس سے قبول کیا گیا اور اسکو نفع دیا اور رہا کافر تو وہ اسلام لایا جبکہ اسنے باس اللہ تعالی کو دیکھا پس اس سے قبول نہوا چنانچہ فرمایا۔ فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا باسنا الآیۃ۔ اور حضرت انس ؓ سے مرفوعًا روایت ہی کہ سواری کا جانور و غلام و باندی اور لڑکا لڑکی جو بدخلق ہو اسکے کان مین یہ آیت۔ افغیر دین اللہ یبغون آخر تک پڑھو۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ اور یونس بن عبید سے روایت ہی کہ کہا جو شخص کسی سرکش جانور پر سوار ہو اگر اسکے کان مین افغیر دین اللہ الآیہ۔ پڑھے تو اللہ تعالے کے حکم سے وہ سیدھا ہوجائے گا (رواہ ابن السنی) وَاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔ اور اللہ تعالے ہی کی طرف (تم پھیرے جاؤگے) یا یہ لوگ پھیرے جاوینگے۔ بالتاء والیاء والہمزۃ للانکار۔ یعنے ترجعون بتاء خطاب اکثرون کی قرأت ہی یعنے تم لوگ۔ اور بیاء تحتانیہ حفص ؒ کی قرأت ہی اور افغیر دین اللہ ہمزہ انکار ہی یعنے سوائے دین اللہ کے اور کوئی دین نہین طلب کرنا چاہئے۔ قُلْ۔ اے یا محمد۔ کہدے ان سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا۔ ہم ایمان لائے اللہ تعالے پر اور اس کتاب پر جو ہم پر اتاری گئی ف اس مین آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ لوگون کو خبر دین کہ آپ مع اپنے تابعین مؤمنین کے اللہ تعالے و اسکی کتابون و اسکے رسولون پر ایمان لائے ہین اور جیسا کہ اسنے حکم دیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرین اسی طرح تصدیق کرتے ہین پس اللہ تعالے کی کتابون و رسولون پر ایمان لانے کے یہ معنے ہین کہ اسکی تصدیق کرتے ہین کہ اللہ تعالے نے یہ کتابین برحق اتارین اور یہ رسول بھیجے تھے اور پہلے سب سے اس چیز کو ذکر کیا جو آپ پر نازل کیا گیا یعنے قرآن پر اس وجہ سے کہ اسی سے آپ کو اور رسولون اور کتابون کا حال معلوم ہوا ہی۔ اور قل مین ضمیر واحد ہی کیونکہ کہنے والے فقط آنحضرت صلعم ہین اور ما بعد مین علینا وغیرہ بصیغہ جمع فرمایا کیونکہ قرآن جیسا کہ آنحضرت صلعم پر منزل ہی ویسے ہی آپ کی پیروی کرنے والون پر آپ کے پہونچانے سے ہی اور ایمان لانے کے اگرچہ وحی پہونچنے مین فقط آپ ہی پر اترا لیکن یہان وہی ایمان لانے کی حیثیت مقصود ہی یا صیغہ جمع اس وجہ سے کہ آپ کو حکم دیا کہ بادشاہون کے مانند اپنی ذات شریف سے خبر دین اور یہ آنحضرت صلعم کے واسطے تعظیم و اجلال ہی۔ اگر کہا جاوے کہ یہان تو آیت مین انزال کا تعدیہ علی سے آیا اور یہی آیۂ کریمہ سورۂ بقرہ مین ہی وہان انزل الینا بحرف الی تعدیہ ہی تو مفسرین نے اسکے جواب مین تکلف کیا چنانچہ بعض نے کہا کہ یہان تو خطاب حضرت صلعم کو ہی اور آپ کو وہ ملاء اعلی سے بلا واسطہ کسی بشر کے پہونچا پس علی کے ساتھ جو علو پر دلالت کرتا ہی لانا مناسب ٹھہرا اور وہان خطاب امت کو ہی جنکو بواسطۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہونچا پس الی سے لانا جو مختص باتصال ہی مناسب ہوا زمخشری ؒ نے کشاف مین اسکو رد کردیا کہ یہ تکلف و تعسف ہی کیا یہ نہین دیکھتے کہ شروع سورۂ بقرہ مین بما انزل الیک فرمایا اور نیز قولہ انزلنا الیک الکتاب فرمایا۔ حالانکہ خطاب مخصوص بحضرت صلعم ہی اور اسی سورہ مین اوپر فرمایا آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجہ النہار۔ حالانکہ مومنون پر نزول بواسطہ ہی اور صحیح جواب یہ ہی کہ وحی جو انبیا علیہم السلام پر نازل ہوئی ہی اس مین دو اعتبار ہین ایک تو رسول تک منتہی و واصل ہونا دوم جانب اعلی سے نازل ہونا پس سورۂ بقرہ مین باعتبار اول کے تعدیہ بالی آیا اور یہان باعتبار دوم کے علی سے تعدیہ ہوا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ۔ جو ابراہیم ؑ کے بڑے لڑکے تھے اور عرب والے انھین کی اولاد ہین۔ وَاِسْحٰقَ

واسحق

دوسرے لڑکے جنکے فرزند۔ وَیَعْقُوْبَ ہین جنکو اسرائیل کہتے تھے اور ان کے بارہ بیٹے تھے اور صحیح یہ ہو کہ ان بیٹون کی اولاد کو اسباط کہتے تھے جیسے عرب مین قبائل کا لفظ بولتے ہین چنانچہ فرمایا۔ وَالْاَسْبَاطِ۔ اولاد۔ مفسر نے اسباط کو معنے اولاد یعقوب لیا اور ظاہر یہ لفظ موہم ہو کہ حضرت کے بیٹے بھی اسباط تھے حالانکہ ایسا نہین جیسا کہ بیان ہوا۔ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی۔ یعنے توریت وَعِیْسٰی یعنے انجیل۔ وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ۔ یہ سب انبیا کو شامل ہو۔ المعنی) اور ہم ایمان لائے ہین اس کلام کتاب و صحیفہ پر جو اُتارا گیا ابراہیم پر و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب پر اور اسباط پر اور جو کچھ دیا گیا موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیا علیہم السلام کو سب پر۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔ بالتصدیق والتکذیب۔ اور ہم لوگ نبیون مین فرق نہین کرتے کہ بعض کو سچا بتلاوین اور بعض کو جھٹلاوین۔ ف نبیون مین فرق نہ کرنے کے یہی معنے ہین کہ ہم یہ نہین کرتے ہین کہ کسی کی تصدیق کرین اور کسی کی تکذیب کرین جیسے یہود و نصاریٰ کرتے ہین بلکہ ہم تصدیق کرتے ہین کہ سب انبیا اللہ تعالےٰ کے بندے و رسول و سچے ہین اور یہ معنے نہین کہ ہم ان کے آپس مین کچھ فرق نہین کرتے اور سب کو یکسان جانتے ہین تاکہ لازم آوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل کیون کہتے ہو۔ اگر کہا جاوے کہ بعض علما نے کہا کہ انبیا مین باہم تفضیل نہین ہو پس آیت سے انکا قول درست ثابت ہوتا ہو مین کہتا ہون کہ ہرگز نہین اس واسطے کہ قولہ تعالےٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض۔ تو اس بات پر نص ہو کہ بعضے رسول بعض دیگر سے افضل ہین پس یہ تو واجب ہو کہ تمام رسول جن مین ہم فرق نہین کرتے ہین ان مین یہ اعتقاد رکھین کہ بعض ان مین سے بعض سے افضل ہین پس فرق نہ کرنا فضیلت کی راہ سے نہین ہو بلکہ تصدیق و تکذیب کی راہ سے ہو اور بعض علما سے جو عدم تفضیل کا قول نقل کیا گیا ان کی مراد یہ ہو کہ ہمکو نہین معلوم ہو کہ کون کس سے افضل ہو اگرچہ یہ یقین ہو کہ بعض افضل از بعض ہو اور مترجم کہتا ہو کہ اسی آیۂ تفضیل کی تفسیر مین اس ضعیف نے بیان کر دیا کہ یہ بات بھی کلیۃً صحیح نہین ہو بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے دیگر انبیا کے حق مین ہو کیونکہ ہمکو معلوم نہونا اسی وجہ سے کہ کوئی نص و دلیل شرعی تفصیلی نہین پائی جاتی ہو اور مین نے وہان براہین و دلائل شرعی نقل کر دیے ہین جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے افضل ہونے کی حجت ہین فاحفظہ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ مخلصون فی العبادۃ اور ہم لوگ تو اللہ تعالےٰ کے لیے مسلم ہین یعنے اعتقاد و عبادت مین مخلص ہین ف مسلمان ہونے سے یہان بقرینۂ آمنا باللہ وغیرہ کی عبادت مین اخلاص والے ہونا مراد ہو ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالےٰ افغیر دین اللہ یبغون۔ تمام مرادون کی جڑ میری بندگی ہو پھر وہ لوگ کہان سے صفائی عیش چاہتے ہین حال تو یہ ہو کہ میری درگاہ کی نزدیکی مین عارفون کو عجیب خنکی ملتی ہو اور میرے وصل سے الطاف حاصل ہوتے ہین مشاہدۂ قدس کی حلاوت حاصل ہوتی ہو یہ وہی پاتے ہین جو موحد ہین اور میری عنایت کی راہ ہین صدیقون کو درجات کرامت عطا ہوتے ہین لیکن جو شخص اپنے نفس کی خواہشون مین پڑا وہ میری عبودیت سے منحرف ہو اور جو میری عبادت سے کج ہوا وہ میری وحدانیت و فردانیت کے دیدار سے دور پڑا ہو اور جو میری بندگی و ربوبیت کے دیدار سے دور پڑا وہ منجملہ ہوا پرستون کے ہو جو خواہش کے تاریک گڑھون مین گرتے اور عناد وجفا کے جنگلون مین ہلاک ہوتے پھرتے ہین اور جس نے سوائے الوہیت و ازلیت کے دیگر حقائق کو اپنے پیش نظر رکھا وہ باطل پر حق کا دھوکا اٹھا کر گمراہی مین تباہ ہوا اور شیطان کی غلطیون مین پڑکر برباد گیا ایسا شخص جب ٹھہرا تو عناد کی منزل مین اور جب چلا تو نفس کی اندھی راہ مین اور آخر اپنے سر پر بلا کی خاک ڈال کر مرگیا اور واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے سوائے وحدانیت کے کسی چیز کو مضبوط پکڑا بلکہ سوائے واحد عزوجل کے کسی کو لیا تو وہ چشم حقیقت سے مردود ہو۔ قولہ تعالےٰ ولہ اسلم من فی السموات والارض جب حضرت عزوجل نے اپنی ذات

پاک کو اپنی کبریائے آئینۂ وجود مین بصفت جبروت ظاہر فرمایا تو قہراً و جبراً جو کچھ ہی سب نے اسکا انقیاد کیا کیونکہ سلطان وحدانیت کا ظاہر ہونا خود مقتضی ہی کہ وجوہ خلائق پر ہیبت و اجلال سے عرق انفعال ظاہر ہو پس عارفون نے اپنی ارواح تصدق کرکے بطوع و رغبت اسکا انقیاد کیا کیونکہ اُنھون نے حُسن جمال قدم سے اسکو معائنہ کیا اور جاہلون نے اپنی جانین زبردستی دے کر انقیاد کیا کیونکہ اُنھون نے اُسکے غلبہ و قہاریت کی عظمت دیکھ لی۔ اور نیز بعض کو اپنے کشف جمال سے مسخر کر لیا کہ وے لوگ اسکے مشاہدہ سے بطوع و رغبت فرمانبردار ہوگئے اور بعض کو اپنی عظمت اپنے فعل و صنعت کے پیرایہ مین دکھلا کر عاجز کیا کہ وے اسکے نور کبریائی کے ظاہر ہونے پر بمجبوری مطیع ہوے پس اسنے ایک قوم کو اس طرح بزرگ کیا کہ ان کے اسرار باطنی پر انوار تجلی کو پھیلا دیا کہ وہ اسکی قضا و قدر کے جاری ہونے مین برغبت خاطر تابعدار ہوے اور ایک قوم کو اس طرح ذلیل کیا کہ ان کے ظاہر حال پر ہیبت قہر کو بھیجدیا کہ وہ اس کی گرفت کے وقت اسکی جباریت کے قبضہ مین بمجبوری ذلیل ہوے اور حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر ایک کو اسکا ٹھکانا ایک خاص اطلاع کے ساتھ دکھلایا پس جس نے اسکی ذات پاک کو مطالعہ کیا وہ بخوشی خاطر مطیع ہوا اور جس نے ہیبت کو دیکھا وہ بمجبوری زیر حکومت ذلیل ہوا۔ قولہ تعالےٰ قل آمنا باللہ۔ یعنے ہمنے اسکی تصدیق کر لی بعد اسکے کہ ہمنے اسکو چشم اسرار سے دیکھ لیا اور حقائق انوار کو معائنہ کیا اور نیز آمنا باللہ یعنے اسی کی توفیق سے ہمنے اسکی تصدیق کی اور اسپر ایمان لائے کچھ ہماری کوشش سعی سے نہین ہوا ہی۔ قولہ وما انزل علینا الآیۃ۔ محبت کی شرط یہ بھی ہی کہ حبیب کے ایلچی جو کچھ اسکے پاس سے لائے اسکو دل سے قبول کرے اور اس مین کچھ فرق نہین کہ وہ ایلچی خوشخبری سناوے یا ڈرسناوے جبکہ یقینی ہی کہ وہ محبوب کا بھیجا ہوا ہی اور یہ جان رکھنا چاہیئے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہوتی ہی وہ اپنے سر باطنی کی آنکھ سے عالم ملکوت کو معائنہ کر لیتا ہی اور اُمور حقہ کو دیکھ لیتا ہی مانند جنت و دوزخ و ملائکہ و انبیاء و اولیاء و عرش و کرسی و لوح و قلم و انوار درگاہ باری تعالیٰ وغیرہ پھر جب یہ چیزین جو اسکی آنکھ سے غائب تھین اسنے دیکھ لین تو پھر کیون نہین ان پر ایمان لاوے گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسرار کی خبر اپنے انبیاء و اولیاء کی زبان پر دیدی ہی اور اگر اسپر دلیل چاہیئے ہو تو دلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کہ حارثہ کو فرمایا ای حارثہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہو سو تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہی حارثہ نے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو دنیا سے منقطع کیا پس مین نے اپنی راتون کو جگایا اور دنون کو پیاسا رکھا اور گویا مین اب اپنے پروردگار کے عرش کو کھلا ہوا دیکھتا ہون اور گویا مین اہل جنت کو دیکھتا ہون کہ جنت مین ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہین اور دوزخ والون کو دیکھتا ہون کہ باہم گریہ وزاری کرتے ہین پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ تجھے ایمان مبارک ہو تو اسکو لازم پکڑ۔ ابن عطا نے قولہ قل آمنا باللہ کے معنے مین کہا کہ ہمنے اسکی تصدیق کی اور اسکے ساتھ راہ صدق پر قائم ہوے کیونکہ وہی پروردگار ہی جس نے ہمپر ایمان لکھا اور ہمکو اس نعمت خاص سے مخصوص کیا یہ سب اپنے علم قدیم کے موافق قبل اسکے کہ ہماری پیدایش ہو پس ہم اسپر ایمان لائے یہ فضل اسنے ہمپر سابق علم مین فرمایا ہی۔ قال المترجم حاصل یہ کہ ہم اسی کی توفیق ازلی پر ایمان لائے اور اسکی تقدیر سے مومن ہین یا یہ مراد ہو کہ اسکا علم سابق ہی ہمارے ایمان کا سبب واقع ہوا بہرحال مطلب اس سے ایمان بتقدیر الٰہی ہی

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ كَيْفَ

اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دین ڈھونڈھے وہ کبھی اس سے قبول نہوگا اور وہ آخرت مین خسارہ والون سے ہی کیسے

يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ

اللہ تعالےٰ ہدایت دے ایسی قوم کو جو منکر ہوے ایمان کے بعد اور گواہی دے چکے کہ یہ رسول برحق ہے اور آچکین انکے پاس دلیلین

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ

اور اللہ تعالےٰ راہ نہین دیتا ہے ظالم قوم کو ایسے لوگ ہین جن کا بدلا یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ تعالےٰ کی

وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۙ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ
اور ملائکہ کی اور لوگون کی سب کی ہمیشہ اس مین رہے کبھی ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ لوگ

یُنْظَرُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ
مہلت پاوینگے سواے ایسون کے جنھون نے اسکے بعد توبہ کرلی اور کام سنوارا تو اللہ تعالےٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے

ونزل فیمن ارتد ولحق بالکفار۔ یعنے یہ آیت ایسے شخص کے حق مین نازل ہوئی جو مرتد ہو گیا یعنے اسلام سے پھر گیا اور کافرون سے جا ملا تھا۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ۔ اور جو کوئی اسلام کے سواے کوئی دین چاہے وہ اس سے قبول نہوگا ف حق کہ اگر اسلام کی نماز و روزہ پر قائم ہو مگر دل مین یہودیت یا نصرانیت کی خواہش رکھتا ہو وہ بھی کافر ہے۔ معالم وغیرہ مین مذکور ہے کہ وہ بارہ آدمی تھے جو اسلام سے مرتد ہو کر مدینہ سے نکل کر مکہ مین کافرون سے جا ملے انھین مین حرث بن سوید انصاری تھا۔ اور بعض نے فقط حرث بن سوید کو کہا ہے چنانچہ آگے آتا ہے بالجملہ مفسر کا کلام خوب ہے کہ انھون نے مبہم رکھا پھر اس مین خلاف نہین کہ اب حکم عام ہے جو مرتد ہو یا جو کوئی سواے اسلام کے کوئی دین چاہے گا اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور حاصل یہ کہ دین اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ اسلام ہی ہے اور اسی سے علماے حنفیہ وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ ایمان و اسلام ایک ہی ہے کیونکہ اگر ایمان غیر اسلام ہوتا تو مقبول نہوتا۔ اور شافعیہ وغیرہ چونکہ دونون مین فرق کے قائل ہین لہٰذا **بیضاوی** رحمہ نے جواب دیا کہ اس آیت سے یہ لازم آتا ہے کہ جو دین مغائر اسلام ہو وہ قبول نہوگا اور یہ لازم نہین آتا کہ جو کچھ مغائر اسلام ہو خواہ دین ہو یا کوئی اور چیز ہو کچھ مقبول نہوگا حاصل یہ کہ دین تو ایک شرع الٰہی ہے وہ تصدیق و اعمال صالحہ دونون کو شامل ہے اور یہی دین یہان اسلام کہا گیا ہے کیونکہ یہان واقع ہوا ہے پس اسلام سے بھی وہی مراد ہوگا تاکہ مُبَیَّن و مُبَیِّن مین خلاف لازم نہ آوے۔ اور شیخ نے جواب دیا کہ شاید دین سے اعمال صالحہ مراد ہون یعنی اسلام سے مراد ہوگی اور ایمان اعمال نہین ہین اور یہ سب جواب ضعیف ہین اسکی تحقیق ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ اور شیخ **ابن کثیر** رحمہ نے یہان حدیث ابوہریرہ مرفوع وارد کی جس مین ہے کہ قیامت مین اعمال نماز و روزہ وغیرہ آوینگے اللہ تعالےٰ ہر ایک سے فرمادیگا تو بھلائی پر ہے پھر اسلام آوے گا اور عرض کرے گا کہ اے پروردگار تو سلام ہے اور مین اسلام ہون اللہ تعالےٰ فرمادیگا کہ تو بھلائی پر ہے آج کے روز مین تیرے ہی ساتھ مواخذہ کرونگا اور تیرے ساتھ عطا کرونگا پھر یہ آیت پڑھی رواہ احمد والطبرانی پھر جب کسی سے سواے اسلام کے قبول نہوا تو وہ دنیا کا کتا ہوا وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ المصیر الی النار المؤبدۃ علیہ اور وہ آخرت مین خاسرین مین سے ہے ف اس واسطے کہ انجام کار اسکے پھر جانے کا ٹھکانا وہ آگ ہے جو اس پر ہمیشہ لگی رہے گی اور خاسر یعنے خسران مین پڑنے والا کَیْفَ یَھْدِی اللّٰہُ ۔ ای لا یہدی اللہ۔ اس استفہام کے معنی انکار کے ہین (المعنی) نہین ہدایت کرے گا اللہ تعالےٰ ۔ قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ وَشَھِدُوْٓا ۔ ای وشہادتہم۔ اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ الحجج الظاہرۃ علی صدق النبی صلعم ایسی قوم کو جو کافر ہوئی بعد اپنے ایمان لانے کے اور بعد اپنی شہادت دینے کے یہ کہ محمد رسول برحق ہے اور حال یہ کہ آچکین انکے پاس بینات ای ظاہر حجتین آنحضرت صلعم کے سچے ہونے پر مترجم کہتا ہے کہ استفہام مذکور بمعنے انکار یعنے نفی ہے۔ بیضاوی رحمہ وغیرہ نے اعتراض کیا کہ اس سے لازم آویگا کہ مرتد کی توبہ قبول نہو حالانکہ بالاتفاق مقبول ہے اور یہ کچھ نہین کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ انصار مین سے ایک شخص اسلام لایا (یعنے حرث بن سوید) پھر وہ مرتد ہو کر مشرکون سے جا ملا یعنے کفار مکہ سے پھر وہ نادم ہوا اور واسطے اپنی قوم کو کہلا بھیجا کہ تم رسول اللہ صلعم سے سوال کرو کہ بھلا میری توبہ بھی ہو سکتی ہے پس یہ آیت نازل ہوئی کیف یہدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم تا قولہ فان اللہ غفور رحیم۔ پھر اس کی قوم نے (اسکے بھائی جلاس بن سوید نے)

اسکے پاس یہ آیت بھیجدی وہ فوراً اگر مسلمان ہوگیا (پھر اچھا مسلمان رہا) رواہ ابن جریر وہکذا رواہ النسائی والحاکم وابن حبان وقال الحاکم صحیح
الاسناد اور ایساہی مجاہد نے تفسیر کیا ہی پس مرتد کی توبہ مقبول ہی پھر کیونکر استفہام بمعنے انکار ہوگا اور جواب دیا گیا کہ اس انکار سے آگے استثناء
ہی بقولہ الا الذین تابوا اس سے مرتد کی توبہ قبول ہونے کا حکم نکلا لیکن اولیٰ یہ ہی کہ جو **بیضاوی** وغیرہ نے اختیار کیا کہ یہ بطریق استبعاد یا تعجب کے
ہی یعنے بعید سمجھو کہ اللہ تعالےٰ ایسی قوم کو ہدایت کرے یا تعجب کرو کہ اللہ ایسی قوم کو ہدایت کرے کیونکہ جو شخص بعد ظہور حق کے کجی کی طرف جھکا وہ
گمراہی مین ڈوبا ہوا رشد سے دور پڑا ہی پھر مفسر رح نے وشہدوا کی تفسیر و شہادتہم کے ساتھ کرنے مین اشارہ کیا کہ شہدوا کا عطف کفروا پر نہین کیونکہ ظاہر
یہ ہوتا ہی کہ جو قید معطوف علیہ مین ہی وہی معطوف مین ہو اور وہان بعد ایمانہم کے قید ہی حالانکہ شہدوا کے ساتھ یہ قید نہین ہو سکتی کیونکہ شہادت
مذکورہ یا تو قبل ایمان کے یا ساتھ ایمان کے ہوگی نہ بعد ایمان کے ۔ اگر کہا جاوے کہ شہدوا بمعنے شہادتہم کس قرینہ سے ہی گو عطف مذکور نہ بنتا
ہو تو جواب یہ کہ ایمانہم مین ایک معنے فعل کے ظاہر ہین ای بعد ان آمنوا اسی پر شہدوا کا عطف ہی ای بعد ان شہدوا پس بمعنے شہادتہم ہوا —
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ - الکافرین - اور اللہ تعالےٰ قوم ظالمین کو ہدایت نہین فرماتا ف ظالمین سے مراد کافرین
ہین کیونکہ کفر سب سے بدتر ظلم ہی اور یہان قرینہ کفروا وغیرہ موجود ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہان ظلم سے کفر مراد ہی کیونکہ کفر کرنا اللہ تعالےٰ کے
ساتھ ظلم ہی کیونکہ رکھنا عبادت کا غیر محل مین ہی اور یہ عین ظلم ہی وقال تعالےٰ ان الشرک لظلم عظیم - **اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ**
عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ - ایسے بدکارون کی سزا یہی کہ ان پر اللہ تعالےٰ و ملائکہ و سب لوگون کی
لعنت ہی ف یہ جہنم سے زائد سزا ہی اگر کہا جاوے کہ مرتد کے حق مین یہ کافر سے بھی زیادہ وعید ہی تو کہا جاوے گا کہ ہان اسواسطے کہ مرتد پر
حق ظاہر ہوا پھر وہ عناد و تمرد سے پھر گیا بخلاف اسکے جو کفر ہی پر ہی اور **بیضاوی** رح نے کہا کہ منطوق کلام دلالت کرتا ہی کہ ایسے مرتدون پر لعنت
کرنا جائز ہی اور اسکا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہی کہ انکے سوا اور کافرون پر لعنت نہین جائز ہی **مترجم** کہتا ہی کہ یہ اشارہ ایک اعتراض کی طرف ہی کہ
جو شافعیہ پر وارد ہوتا ہی یہ کہ تم لوگ مفہوم کے قائل ہو یعنے جب ایسے ہی لوگون پر لعنت کی قید فرمائی تو مفہوم ہوا کہ ان کے غیرون پر نہین حالانکہ
اس مین اتفاق ہی کہ مطلق طور پر کافرون پر لعنت کرنا روا ہی اور جواب یہ ہی کہ غیرون پر نہین لعنت کیجاوے اسکے یہ معنے ہین کہ معین کافر جب تک وہ
کفر پر نہ مرے تب تک اسپر لعنت نہین فلیتامل و حنفیہ پر یہ اعتراض ہی وارد نہین ہوتا ہی پھر یہ کیا بات کہ مرتدون پر روا ہی اور کافرون پر نہین
تو **بیضاوی** نے کہا کہ شاید دونون مین فرق یہ ہی کہ مرتد لوگ گویا اسی کفر پر پیدائشی داغ دیے ہوے اور ہدایت سے ممنوع اور رحمت سے
مایوس ہین بخلاف اور کافرون کے فتامل فیہ - اگر کہا جاوے کہ والناس الف لام استغراق کے ساتھ ہر فرد کو شامل حتی کہ خود اس مرتد کو بھی شامل ہی
اور اجمعین اس پر تاکید موجود ہی پھر مرتد اپنے آپ کو کیونکر لعنت کرے گا اسکا جواب دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ الف لام عہد کا ہی اور مراد الناس سے
مومنین ہین کیونکہ درحقیقت وہی آدمی ہین اور اطلاق اسکا اشراف پر مقصوداً اور ارذال پر مقصوداً ہوتا ہی کما فی قولہ تعالےٰ - آمنوا کما آمن
الناس ای اصحاب محمد صلعم دوم آنکہ یہان مراد عام ہی اور کافر و مرتد بھی اپنے کو لعنت کرتا ہی کیونکہ وہ منکر حق کو لعنت کرتا ہی حالانکہ خود منکر حق ہے
اور نہین پہچانتا اور حق یہ ہی کہ یہ جواب عوام کو سمجھانے کے واسطے ہی اور بھید اسکا علمائے ربانی پر واضح ہوتا ہی واللہ الموفق اور لعنت عذاب
جہنم ہی تو یہ لوگ جہنم مین ہونگے - **خٰلِدِيْنَ فِيْهَا** - ای اللعنۃ او النار المدلول بہا علیہا - یعنے فیہا کی ضمیر یا تو لعنت کی طرف راجع ہی
جو لفظ مین مذکور ہی اور درست ہی لیکن باعتبار معنے کے اولیٰ یہ ہی کہ نار کی طرف راجع ہو کہ وہ بھی مونث ہی (المعنی) ہمیشہ دوزخ مین رہینگے
اور یہ اگرچہ لفظاً مذکور نہین مگر لعنت سے اس پر دلالت موجود ہی کیونکہ انجام لعنت کیے ہوے کا دوزخ ہی اور **بیضاوی** وغیرہ نے

بیضاوی

عقوبت کی طرف بھی راجع ہونا بعین وجہ مذکور جائز رکھا ہی - لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ - بہلون سان ظالمون سے
کبھی عذاب تخفیف نہ کیا جائیگا اور نہ کبھی مہلت دیے جاوینگے ف مشتق از انظار یعنے امہال پھر یہ عذاب لعنت ان تمام مرتدون و کافرون کا انجام
ہی جو کفر و شرک پر مرے - إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا - عملہم سواے ان لوگون کے جنھون نے ایسا کرنے کے بعد
توبہ کی اور اصلاح کی یعنے شرع کے موافق انھون نے اپنے کامون کو درست کر لیا - یا یہ معنے ہین کہ اصلاح کیا اس چیز کو جسکو مرتد ہونے سے
بگاڑا تھا - فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ - تو اللہ تعالے غفور رحیم ہی - اگر کہا جاوے کہ ظاہر دلالت کرتا ہی کہ خالی توبہ کافی نہین بلکہ اسکے
ساتھ عمل نیک ہونا چاہیئے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک مطلق توبہ مذکور ہی تو جواب یہ ہی کہ احکام اسلام جاری ہونے کے واسطے کافی ہی اور رہا واقعی
مغفرت ہونا تو بعمل صالح ضرور ہی - اور حق جواب یہ ہی کہ حنفیہ کے کلام مین توبہ سے مراد مرتد کی توبہ ہی اور وہ اسی طرح ہی کہ زبان سے کہے اور نیک کام
کرے یا یہ جواب ہی کہ اصلحوا کے واسطے مفعول مقدر نہین بلکہ اصلاح مین داخل ہوا جیسے اَصْبَحَ و اَمْسٰی وغیرہ ہین اور یہ جواب جید ہی وجوزہ البیضاوی
پھر واضح ہو کہ قولہ تعالے - فان اللہ غفور رحیم - اللہ تعالے کی تعریف ہی اسکو ارتباط جملہ اولی سے جو متضمن معنے شرط ہی کیونکر ہی تو جواب دیا گیا کہ جزاء یہ ہی
کہ جس نے توبہ و عمل صالح کیا تو اسنے مغفرت و رحمت مانگی جو اسکو ملے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور ہی انکے واسطے غفور ہی اور رحیم ہی - ان کے واسطے بھی
مہربان ہی ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ - اشارہ ہی کہ جو شخص یہ چاہے کہ ربوبیت کو بغیر عبودیت
کے مشاہدہ کرے یعنے بدون توحید و بندگی کے درجہ قربت حاصل کرنا چاہے اسکے یہ صدیقین و مقربین کے مقامات عطا ہونگے اور نیز
یہ اشارہ ہی کہ تمام حقائق کی جڑکا مناط اسلام ہی یعنے جو کچھ حق عزوجل کی مراد ہی اسپر گردن جھکائے رکھے اور اس مین یہ اشارہ نکلا کہ جو شخص
کہ حق عزوجل کی بلا نازل ہونے پر صبر نہ کرے اور مصیبتین نازل ہونے کے وقت سواے اللہ تعالے کے کسی دوسرے کی طرف جزع و فزع
کرے اس سے معاملات و مجاہدات مین سے کچھ قبول نہوگا یعنے کوئی عمل اور کوئی مجاہدہ و ریاضت اسکی قبول نہوگی اور بعض نے کہا کہ جو شخص سواے
اعتصام کے یعنے اللہ تعالے کی رحمت پر بھروسا کرنے کے اور کسی چیز سے توسل ڈھونڈھے اسکا خسارہ اسکے نفع سے بڑھا ہوا ہی - اور قاسم نے
فرمایا کہ جو شخص سواے انقیاد کے کوئی اور راستہ ڈھونڈھے وہ حقیقی بندگی سے کسی درجہ کو نہین پہونچا قال المترجم اس سے شاید یہ ہی کہ بندہ ہونا یہی
درجہ کمال ہی اور اسکو مین سابق مین تحقیق کر چکا یہی کافی ہی کہ اللہ عزوجل نے اکرم الاولین والآخرین و سید الخلائق اجمعین صلی اللہ علیہ وسلم کو بندہ فرمایا
اور حضرت عیسی کا قول نقل کیا کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیۃ جس کی اللہ عزوجل نے تعریف کی وجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین
بعضے جاہلون کو اللہ تعالے توفیق و ہدایت دے کہ نادانی سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بندہ کہنا عیب شمار کرتے ہین
اللہ اللہ اہل اسلام اب راہ حق مین ایسے نادان ہوگئے کہ الٹی راہ چلتے ہین - م - حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسنے اپنے افعال کو سنت کے
ساتھ مقید نہ کیا یعنے یہ قصد مصمم نہ کیا کہ مین سنت طریقہ پر چلونگا تو اسکا کوئی عمل مقبول نہوگا - سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا یہ
تفویض ہی یعنے جسنے اپنے آپکو اور اپنے تمام کامون کو اپنے مولی کے سپرد نہین کیا اسکے اعمال مین سے کوئی چیز قبول نہوگی - قولہ تعالے کیف
یہدی اللہ قوما کفروا الآیۃ - یعنے جسکو اللہ تعالے نے معرفت کی استعداد سے برخلاف پیدا کیا اور سابق ازل مین اسپر کفر کا حکم فرما دیا ہی اس کو مشاہدہ
ایمان و یقین کی ہدایت نہین دیتا ہی اسواسطے کہ استعداد تو لوازم معرفت سے ہی اور جسکو طریقت کی استعداد نہین دی گئی اسکے دل مین انوار تجلی
نہین کرتے ہین - اور بعض مشائخ نے کہا کہ جسکو حکم ازل نے دور کر دیا اسکو صدق عمل کہان نزدیک کر سکتا ہی اور اللہ تعالے اپنے حکم مین غالب ہی
قولہ تعالے اولئک جزاؤہم ان علیہم لعنۃ اللہ الآیہ - پہلے ان کو پردہ کرنے مین ڈالا اور ان کے احوال کا خاتمہ استدراج پر کرکے مطرود کر دیا اور یہ انتہا

درجہ کی پھٹکار ہے۔ خالدین فیہا۔ انکو کوئی راہ نہین کہ اسکے وجود جلال وقدرت کمال کی طرف جاوین پس ان کی گمراہی پر گمراہی بڑھتی گئی اور وے ہمیشہ محرومی سے کبھی مشاہدہ عالی کی طرف نہ پہونچین گے۔ قولہ الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا۔ یہ ایسے لوگ ہین کہ مشیت ازلی مین ان کے واسطے خوبی ایمان قرار پائی ہو ولیکن اللہ عزوجل کے امتحان سے فتنہ وخواہشون مین پڑگئے تھے پھر عنایت ازلی کے انوار نے انکو پالیا پس نفس کے قید خانہ اور شیطانی زنجیرون سے ان کو چھڑالیا اور ان کی باطنی آنکھین برق عنایت کی روشنی سے ٹھنڈی ہوگئین تاکہ اُنھون نے نظر توفیق پائی اور اپنے اعمال کو بہت خبیث دیکھا پس اللہ عزوجل کی طرف گڑگڑائے اور پناہ مانگی اور پروردگار عزوجل سے شرمائے اور ان کے چھوٹ جانے کی توفیق چاہی کیونکہ انکو اللہ عزوجل کی مشیت سابق نظر پڑی جواسنے عنایت ورعایت وکفایت وہدایت کے ساتھ ان لوگون کے حق مین ازل سے جاری فرمائی تھی برخلاف ان کے جو ازلی مردود ہین وہ ہزار بار ایمان کے بعد کفر مین جاوین گے بقولہ تعالے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ۝

جو لوگ منکر ہوے مان کر پھر بڑھتے رہے انکار مین ہرگز قبول نہوگی اُنکی توبہ اور وہی ہین راہ بھولے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا

جو لوگ منکر ہوے اور مرگئے منکر ہی تو ہرگز قبول نہوگا ایسے کسی سے زمین بھر کر سونا

وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝

اگرچہ بدلا دیوے یہ کچھ انکو دکھ کی مار ہے اور کوئی نہین اُن کا مددگار

ع ۱۷

یہود کے حق مین اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بعیسی۔ بَعْدَ إِيمَانِهِمْ بموسی۔ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا بمحمد۔ لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ۔ اذا غرغروا وماتوا کفارا۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ۔ جن لوگون نے کفر کیا (یعنی عیسی کے ساتھ) بعد ان کے ایمان لانے کے (ای موسیٰ پر) پھر بڑھادیا کفر کو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرکے) ہرگز قبول نکیجائیگی انکی توبہ (یعنے جسدم کہ انکو غرغرا لگ گیا اور کافر مرگئے) اور ایسے ہی لوگ یہی گمراہ ہین ف مترجم کہتا ہو کہ اس آیت مین مفسرین کے اقوال ہین پس قتادہ وعطاء خراسانی اور حسن رح نے کہا کہ یہ آیت یہود ونصاری کے حق مین نازل ہوئی ہو کہ اُنھون نے توریت وانجیل مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت پاکر آپ پر ایمان لانے کے بعد جب آپ کی بعثت ہوئی تو آپ سے کفر کیا پھر ازدیاد کفر اسطرح کہ اسی پر اَڑے رہے کیونکہ کفر پر اصرار کرنا کفر مین ازدیاد ہوا اور شیخ ابن جریر رح نے زیادت کفر بسبب ان اعمال کے قرار دیا جو انھون نے بعد کو کمائے اور آیت کو مخصوص یہود کے حق مین قرار دیا۔ مترجم کہتا ہو اگر مخصوص یہود کے حق مین ہو تو جو تفسیر مفسر رح نے زیادت کفر کی ذکر کی وہ اولی ہو واللہ اعلم اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اللہ تعالی ہر ایسے شخص کو وعید وتہدید فرماتا ہی جو ایمان کے بعد کافر ہوا پھر اسنے اس کفر کو بڑھایا اس طرح کہ موت کے وقت تک اسی پر مستمر رہا تو اسکی توبہ وقت ممات کے قبول نہوگی چنانچہ فرمایا ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن الآیہ یعنی ایسے لوگون کے لیے توبہ نہین ہی جو برائی کرتے ہین یہانتک کہ جب انمین سے کسی کو موت حاضر ہوئی تو بولا مین اب توبہ کرتا ہون آخر آیت تک۔ مترجم کہتا ہو کہ یہان اشکال یہ ہو کہ لن تقبل توبتھم سے صریح ثابت ہوتا ہو کہ ایسے شخص کافر یا مرتد کی توبہ قبول نہین ہو حالانکہ اسپر علما کا اتفاق ہو کہ توبہ مرتد کی اگرچہ مکرر سہ کرر کافر ہوا ہو قبول ہی پس مفسرین وغیرہ نے تو یہ جواب دیا کہ توبہ سے اسوقت کی توبہ مراد ہو کہ جب مرنے لگا اور اسکو غرغرہ لگ گیا جسکو عام لوگ گھر الگ گیا بولتے ہین پس بالاتفاق ایسے وقت کی توبہ قبول نہین چنانچہ حدیث صحیح مین ہو کہ بندہ کی توبہ قبول ہوتی ہو جب تک کہ اسکو گھر انہین لگا۔ اور نحاس رح نے اس جواب کو عمدہ کہا ہے

اور یہی قول حسن رح و قتادہ و عطاء و سدی رح سے مروی ہے۔ اور اسی کے مانند مجاہد سے مروی ہے کہ انکی توبہ قبول نہوگی جبکہ وہ کفر پر مرگئے مترجم کہتا ہے کہ اسپر وارد ہوتا ہے جو بزار رحمہ اللہ نے اسکا شان نزول روایت کیا کہ حدثنا محمد بن عبد اللہ بن بزیع حدثنا یزید بن زریع حدثنا داؤد بن ابی ہند عن عکرمۃ عن ابن عباس رض کہ ایک قوم اسلام لائی پھر وہ مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی پھر مرتد ہوگئی پھر انھون نے اپنی قوم والون کو کہلا بھیجا کہ ان لوگون کے واسطے توبہ دریافت کرین پس قوم والون نے رسول اللہ صلعم سے اسکو ذکر کیا تب یہ آیت اتری ان الذین کفروا بعد ایمانہم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتہم۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد جید صحیح ہے۔ پس یہ صریح ہے کہ غرغرہ کے وقت نہین بلکہ پہلے انھون نے توبہ کا سوال کیا تھا۔ اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ یہ وہ لوگ ہین جو مرتد ہوگئے اور انھون نے قصد کیا کہ اپنا حال چھپانے کے واسطے توبہ ظاہر کرین اور دلون مین کفر پوشیدہ رکھین مترجم کہتا ہے کہ حاصل اسکا یہ ہے کہ یہان جو توبہ قبول نہونا فرمایا ہے یہ ایک خاص قوم کے واسطے ہے جنکے سرائر و ضمائر مین کفر پنہان تھا اور ظاہری توبہ کرنا چاہتے تھے پس اللہ تعالےٰ دانا تر ہے اسنے اصل حال کے موافق ان کی توبہ قبول نہونے کا حکم بھیج دیا۔ اور اگر وہ لوگ درحقیقت توبہ کرنا چاہتے تو قبول ہوتی۔ پھر اسوقت مین اگر کوئی مرتد توبہ کرے تو ظاہر کے موافق اس کی توبہ قبول ہوگی اور اسکے باطن کا اللہ تعالےٰ دانا تر ہے اور یہ کلام مع روایت شان نزول کے جو اوپر مروی ہوئی ہے کلام جید ہے فافہم۔ اور شیخ ابوالعالیہ رح سے اسکی تاویل یون مروی ہے کہ یہ ایسی قوم کے حق مین ہے جنھون نے حالت شرک مین برے اعمال کیے پھر ان اعمال سے توبہ کرنی چاہی اور شرک سے توبہ نکی تو انکی توبہ مقبول نہین۔ اور شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ کفر پر کفر بڑھانے کے ساتھ اللہ تعالےٰ توبہ نہین قبول کرتا ہے جب تک وہ اپنے کفر پر قائم ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید اسکے وہی معنے ہین جو شیخ ابوالعالیہ رح کے کلام کے ہین اور بیضاوی رح نے ذکر کیا کہ قولہ لن تقبل توبتہم اس وجہ سے ہے کہ وہ ... توبہ ہی نہین کرینگے پس انکی توبہ نہ کرنے کو نہ قبول کرنے سے تعبیر کیا اور انکا حال یوس از رحمت کی صورت مین ظاہر کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ فاء داخل ... ہوئی ای فلن تقبل نہین فرمایا ہے مترجم کہتا ہے کہ مبنی اسکا اس بھید پر ہے کہ کفر بعد ایمان کے پھر اسپر ازدیاد کفر سے دل پر مہر ہو جاتی ہے کہ ... کی یا سچی توبہ کی توفیق نہین ہوتی ہے اور نظیر اسکی وہ حدیث ہے کہ جس نے تین جمعہ چھوڑے اللہ تعالےٰ اسکے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ اور نیز وہ حدیث ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ گناہ سے نقطہ سیاہ دل پر پیدا ہوتا ہے پھر وہ ہوتے ہوتے بڑھتے بڑھتے تمام دل کو گھیر لیتا ہے پھر اس مین توبہ کی توفیق نہین سماتی ہے اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین ہے۔ بالجملہ اسپر اتفاق ہے کہ کافر و مرتد اگرچہ کفر پر کفر وازدیاد کرے اسکی توبہ بدلیل دیگر آیات واحادیث قبول ہے پس یہ آیت ضرور ماؤل ہے اور میرے نزدیک عمدہ تاویل اس مین قول ابن عباس رض مع روایت شان نزول ہے واللہ اعلم۔ ولیکن تاویل مذکور وغیرہ بنظر آنکہ تفسیر قطعی کی قطعی امر سے اولیٰ ہوتی ہے ارجح ہے فافہم اور قولہ ہم الضالون کے یہ معنے ہین کہ تمام مصداق ضال کا یہی لوگ ہین کہ ... پر مرگئے یا بمعنی انکی ضلال پختہ رہنے والے ہین کما ذکرہ البیضاوی اسواسطے کہ وہ تو اول ہی سے ... ضال تھے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ - مقدار یا مملا ہا - ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ - مولم وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ - مانعین منہ - جن لوگون نے کفر کیا اور مرے درحالیکہ کفار ... تو نہ قبول کیا جائیگا کسی ایک سے بھر زمین سونا یعنے اس قدر مقدار کثیر جو زمین کو بھر دے اگرچہ فدیہ دے اسکو اور ایسون کے لیے عذاب الیم ہے اور ان کے لیے کوئی مددگار نہین ف جو ان کو عذاب سے چھوڑا دے۔ واضح ہو کہ یہان فلن یقبل پر فاء داخل ہوئی اور یہ خبر ہے حالانکہ اکثر کے نزدیک نہین جائز ہے تو اس سبب سے کہ الذین مشابہ بالشرط ہے اور ایذان ہے کہ نہ قبول ہونے کا سبب یہی کفر پر مرنا واقع ہوا ہے مترجم کہتا ہے کہ بعض نے کہا کہ یہ آیت حارث بن سوید کے

ترجمۂ فتاوی عالمگیری - کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اوّل مترجمۂ مولانا احتشام الدین و مابقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی

کشف الحاجۃ - ترجمۂ اُردو ما لا بد منہ از مولوی محمد نور الدین - ۴۰/

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالےٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام -

شرع محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ - ا/

حیرت الفقہ - مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -

جواب السائلین - بطور استفتا - ۲/

کنز الدقائق - اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان

رسالۂ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمر -

فقہ فارسی

نجح الحج - مسمیٰ بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -

تبیان - در علم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین

نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری

ہدایہ کامل - محشیہ مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی

جلدین اولین تا کتاب الطہارۃ سے کتاب

جلدین آخرین - ۷/

مائۃ مسائل - صد مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ۶/

شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -

مسالک المتقین - مرغوب علمائے ولایت از مولوی اللہ یار خان -

فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -

قدوری - مترجمۂ مولانا ابو القاسم - ۸/

شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الحسن جامی -

کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ - ۱۳/

ما لا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ

شرح مختصر وقایہ کورمیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -

رسالۂ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران - ۱/ پائی

رسالۂ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان

فقہ عربی

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -

فتح القدیر - حاشیہ ملتقی الابحر قلم چلپی ہدایہ و در قلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین ابن الہمام نہایت مستند و با عظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملہ زین الدین آفندی کامل چہار مجلد ضخیم -

ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد محشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل -

۱ - جلدین اولین عبادات -

۲ - جلدین آخرین معاملات -

فتاوی قاضیخان - مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتبر معروف متداول دو مجلد کامل -

شرح وقایہ - از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلاں خوشخط صحیح -

شرح وقایہ خُرد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم

اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول -

ملا مسکین - از سیوع تا وصایا محشی جدید -

کنز الدقائق - محشی متداول درسی کتاب ۱۲/

مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول -

عینی شرح کنز الدقائق - محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین -

(۱) جلدین اولین عبادات میں -

(۲) جلدین آخرین معاملات میں -

مختصر وقایہ - مترجم فارسی -

تحفۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم - ۱/

اخلاق و تصوف اردو

باب دانش مؤلفہ مولوی محمد کریم بخش - ۲ ر

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ ر

ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین مترجمہ مولانا ابو الحسن فریدآبادی - عہ ر

بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۲ ر

جامع طیبی - حال آنحضرت آپکی ابتدائے ہجرت و وصال تک درج کیا گیا ہے ۱۲ ر

کیمیائے حکمت حصۂ اول بیان شرائف علم و ادب - ۲ ر

پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین (زیر طبع)

شجرۂ معرفت محشی منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمہ سید غلام حیدر صاحب - عہ ر

مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار کامل در دو مجلد (زیر طبع)

تہذیب جسمانی مؤلفہ حکیم احسان علی - ۱۲ ر

ترجمہ غنیۃ الطالبین حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی مستند اور مشہور تصنیف اس کتاب کی تہذیب یہ ہے کہ دو کالم ہین ایک مین اصل عربی عبارت اور دوسرے مین ترجمہ نہایت سلیس مقبول عام ہے - سے ر

جامع الاخلاق - یعنے اخلاق جلالی کا اردو ترجمہ ۷ ر

آبحیات یعنی انسان کن باتون پر عمل کرکے ہو کر حیات ابدی حاصل کر سکتا ہے ۱۲ ر

محبوب الاخلاق - ترجمہ اخلاق محسنی فارسی مترجمہ راجہ راجیشور راؤ - ۹ ر

بیبا پد شنید اخلاق کہنا جیش بہا نکات - ر

پندنامہ وحید - ہر بار مین بیش بہا نصائح ۴ ر

پندنامہ حبیبی - قابل عمل نصائح - ا ر

اظہار الحقیقت - بزرگون پر طعن و تشنیع کے برے نتائج - ۱ ر

رسالہ کسب الانبیا جسمین بتایا گیا ہے کہ کسی پیشے کی تحقیر نہایت ہی بری ہے ۲ آنہ

گلدستۂ جنان - گلستان شیخ سعدی کی بے مثل اور لاجواب شرح ہے ۱۲ ر

حدیقۃ الاخلاق - یہ کتاب بہت سے ایسے سہل اور اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہے جس سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے بشرطیکہ ان پر عمل کرے تو اسکی زندگی بہترین زندگی کا نمونہ بن سکتی ہے - از منشی پیارے لال شاکر میرٹھی - ۱۰ ر

کتب اخلاق فارسی

گلستان جلی قلم کاغذ سفید کندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم - عہ ر

تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال تفتہ سکندرآبادی شاگرد مرزا غالب ۷ ر

بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین نہایت بیش بہا اور قابل قدر کتاب ہے - ۵ ر

خارستان حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی - ۸ ر

بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح ہمیشہ بہار - عہ ر

اخلاق جلالی محشی - عہ ر

اخلاق ناصری عہ ر

بوستان معرفت شرح مثنوی مولانا روم یہ ایک ایسی جامع مانع مثنوی کی شرح ہے جس مین وہ وہ نکات تصوف بیان کئے ہین جنھین دیکھکر عجیب و غریب رموز و اسرار معلوم ہوتے ہین اس قدر تحقیق سے کام لیا ہے کہ تمام فضول اور زائد باتین جو شارحین اور محشیون نے صرف حسن عقیدت کے مطالب مین اضافہ کردی تھین بجائے اسکے تحقیق اور تدقیق سے کام لیکر پڑھنے والے کے لئے اسقدر آسانی کردی ہے کہ پھر کوئی مشکل باقی نہین رہتی چھ جلدون مین ہے

- جلد اول عہ ر
- جلد دوم عہ ر
- جلد سوم عہ ر
- جلد چہارم عہ ر
- جلد پنجم عہ ر
- جلد ششم عہ ر

المشتہر

مینیجر مطبع منشی نولکشور

صیغۂ بک ڈپو لکھنو